TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222719

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—557—13-7-71—3,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۱-۸ خ Accession No. 15808. ۱۵۸۰۸

Author حکیناتوپیرشاد فضل

Title گلزار سخن

This book should be returned on or before the date last marked below.

ان من الشعر الحکمۃ وان من البیان السحر

الحمد للہ والمنہ کہ کتاب نایاب سراپا چمن حاوی تذکرہ شعرای زمن

معروف بہ

گلزار سخن

اُردو

مؤلفہ عالیجناب فیضمآب جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب بہادر اسسٹنٹ کمشنر نائب مہتمم بندوبست کھنڈوہ

ضلع نماڑ ملک متوسط متخلص بہ فیض دام اقبالہ

جسمین

نامی گرامی شعرائے ماضی و حال کے حالات و کلام مثل قصائد غزلیات رُباعیات قطعات ضرب الامثال

شجرۃ الشعرا و سرمایۂ معشوق مع مثال عروض و قوانی ضروری الفاظ کا لغوی و اصطلاحی معنی اور رعایت

تہجی کے اعداد کا خلاصہ شامل ہے جو بی اختصار سے اُردو میں لکھا گیا ہے جسکو دیکھکر بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

گلشن دہر میں قائم رہے گلچین میرا	فیض کہیئے کہ یہ گلزار سخن ہو کہ نہین

حسب فرمائش مصنف ممدوح باہتمام بابو منوہر لال بہار گوپر نٹنڈنٹ مطبع

منشی نولکشور پریس لکھنؤ مین زیور طبع سے آراستہ ہوا



دو شکریہ

لعدالحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

نخلبندِ حقیقی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جسکے فضل و کرم سے آج اس گلستانِ سدا بہار معروف بہ گلزارِ سخن کا اربعۂ عناصری یعنی باب داخلہ نوروز عالم افروز کے موقع پر کھولا جاتا ہے تاکہ ہمصفیران چمنِ نظم اپنی نازکخیالی اور شیرین زبانی کا فوٹو ملاحظہ فرمائین بقولے **زوّار**

کھولدے اے باغبان گلشن کا باب اچھی طرح بُلبلین تا دیکھ لین روے گُلاب اچھی طرح	

اس مختصر تمہید کا لُب لباب صرف یہ ہے کہ کاتب اوّل کی عنایت بیغایت کی بدولت آج مین گلزارِ سخن کی کتابت سے سبکدوش ہوا یعنی کتاب گلزارِ سخن زیورِ اصلاح سے آراستہ و پیراستہ ہوکر ہدیۂ شائقین فن ہے ع گر قبول افتد زہے عز و شرف ٭ ساتھ ہی اس موقع پر عموماً اُن اصحاب کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے کہ جنھون نے از ابتدا تا انتہا گلزارِ سخن کو موزونیت کا جامہ پہنانے مین نیازمند کو مدد دی ہے - اور بالخصوص اس شکریہ کے وہ حضرات مستحق ہین کہ جن کی لاجواب تقاریظ اور بے مثل قطعات سے گلزارِ سخن کی زینت دوچند ہوگئی ہے -

امید ہے کہ اصحاب ممدوح الصدر از راہ کرم ناچیز مؤلفِ گلزارِ سخن کا شکریہ قبول فرماکر اُسے افتخار بخشین گے والسلام -

راقم - آثم - فیض مؤلف گلزارِ سخن

ذخیرۂ گلشن

یعنے

فہرست تخلص حضرات شعرائے کملائے فن

معطر کن

گلزار سخن

واضح ہو۔ کہ ذیل مین اُن شعرا کے تخلص بقید ردیف درج ہین جنکے حالات و گلہائے مضامین سے اس گلزار کا باب اول معطر کیا گیا ہے۔ اور چونکہ ایک ایک تخلص کے کئی کئی شخص گذرے ہین اس لحاظ سے چار سو ۴ سے زائد شعرا کا ان مین تذکرہ ہے۔ اور جہانتک معلوم ہو سکا ہے سب کے حالات درج کیے گئے ہین مؤلف

شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ
آمیر	۷	انعام	۱۰۰	جرأت	۱۳۱	حافظ ہندی	۱۵۳
انشا	۴۱	بہار	۱۰۱	چاہ	۱۳۵	خسرو	۱۵۵
امانت	۵۷	پریشان	۴۹۰	حافظ شیرازی	۱۳۶	خوشتر	۱۵۸
استاد	۸۸	تحسین	۱۱۸	حاتم (حاضر)	۱۲۹	خاکسار	۱۶۹
احقر	۹۱	تبسم	۱۲۰	حسن	۱۴۰	خیالی	۱۷۰
اکبر	۹۲	تابان	۱۲۱	حسام	۱۴۷	داغ	۱۱ (متفرق)
ارشاد	۹۳	ترقی	۱۲۲	حاجی	۱۴۸	درد	۱۷۳
افسون	۹۴	تسخیر	۱۲۳	حسین	〃	دلبر	۱۷۵
امداد	۹۵	تراب	〃	حمید	۱۴۹	ذکی	۱۷۶
احسن	۹۶	جلال	۱۲۴	حزین	۱۵۰	ذوق	۱۷۷
انور	۹۷	جہانگیر	۱۲۹	حفیظ	۱۵۱	رعب	۱۲۸
آتش	۹۹	جوہر	۱۳۰	حقیر	۱۵۲	ریاض	۱۸۲

شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ	شاعر	صفحہ
رسا	۱۹۰	شاد	۲۴۵	فرحت	۳۲۱	معروف	۳۸۸
رند	۱۹۴	صفدر	۲۵۴	فصاحت	۳۲۵	مطلب	۳۸۹
ریحان	۱۹۵	صفا	۲۷۰	قبلہ	۳۲۹	معزز	۳۹۰
رضا	۱۹۶	صفیر	۲۷۱	قاسم	۳۳۲	منظر	۳۹۱
زوّار	۱۹۷	ضامن	۲۷۲	قدر	۳۴۰	مقصود	۳۹۲
سچتانند	۲۰۵	طور	۲۷۶	کمال	۳۴۲	مست	۳۹۳
سخن	۲۰۶	ظہیر	۲۷۷	کنور	۳۴۶	مشتاق	۳۹۴
سودا	۲۱۲	ظفر	۲۸۱	کمتر	〃	منیر	۳۹۵
سوز	۲۱۵	عشرت	۲۸۷	میر	۳۴۷	نجم	۴۰۷
سعدیؒ	۲۱۶	عاشق	۲۸۹	مومن	۳۵۲	نیاز	۴۱۲
سلطان	۲۱۸	علی	۲۹۲	مصحفی	۳۶۸	نسیم	۴۱۴
شمشاد	۲۱۹	عشق	۲۹۴	مونس	۳۷۸	نظیر	۴۱۶
شایان	۲۲۵	عاجز	۲۹۵	مہر	۳۸۰	ناسخ	۴۴۷
شمس تبریزؒ	۲۳۹	عالم	۲۹۶	محبوب	۳۸۲	نصیر	۴۵۲
شیر بن	۲۴۰	عنایت	۴۸۸	محمود	۳۸۴	نور	۴۵۴
[illegible]	[illegible]	غالب	۲۹۷	مغربی	〃	نثار	۴۵۵
[illegible]	۲۴۱	غافل	۳۰۲	مشفق	۳۸۵	نظام	۴۵۶
[illegible]	۲۴۲	فیض	۴۰۲	محشر	۳۸۶	نعمت	۴۸۴
شادان	۲۴۳	فدا	۳۱۹	مولائی	〃	وسیم	۴۶۰
شہیدی	۲۴۴	فقیہ	۳۲۰	موج	۳۸۷	واصلی	۴۷۰

کشش (۱۹۷۵ء) بمبئی (۱۹۷۵ء) ہوس (۱۹۷۷ء)

دامن گلچین
یعنی
فہرست مضامین

باب اول - کلام شعرائے متقدمین و متاخرین یعنے غزلیات و بحر طویل و ضرب الامثال
و رباعیات و قطعات و مثنوی وغیرہ از صفحہ (۴) لغایت (۵۰۷) بقید ردیف

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ	تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	(ردیف الف)		کمال	یاد آجاتا ہے دل اُنکو دکھانا میرا	۳۴۲
آشکار	کو صولت اسکندر و کو حشمت دارا	۴۱	احقر	حقیقت برج کی ادھو ذرا تم سمجھے سمجھانا	۹۱
عشرت	جب کبھی تذکرۂ حضرت فرہاد آیا۔	۲۸۸	آتش	خاک مین ملکے بھی مین اُسکو نہ دشمن سمجھا	۹۹
عشق	یہ کیا غضب ہے یہ کیا ستم ہے کہ		خیالی	کہتا ہے دل اب عشق بتان ہو نہین	
	ہائے اب تک نہ یار آیا۔	۲۹۴		سکتا۔	۱۷۰
انشا	ہے نام خدا واہ چھڑے کچھ زور تماشا۔	۴۲	مصحفی	اول تو ترے کوچے مین آنا نہین ملتا	۳۷۱
جرأت	جادو ہے نگہ چھپ ہے غضب قد ہے کھڑا۔	۱۳۱	ذوق	جنیا ہمین اصلاح نظر اپنا نہین آتا	۱۷۸
〃	جز بیکسی و یاس نہین ہے کوئی جس جا۔	۱۳۲	〃	وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہین کرتا۔	۱۷۹
عاشق	اللہ ری قدرت تری و اسکا یہ تماشا	۲۹۰	جلال	شب وصل بھی وہ ہمسے نہ کسیکا بات کرنا	۱۲۵
اُستاد	ہوتا ہے کوئی آن مین اب کام ہمارا	۸۸	فیض	نظر جو آپ کو درد جگر نہین آتا۔	۳۰۷
غدر	ترے غم مین بلا یہ نقشا ہمارا۔	۲۵۴	زوار	چمن مین تو کبھی آیا تو ہوتا۔	۱۹۷
اُستاد	کاتی ہون بجاتی ہون سدا کام ہی میرا	۸۸	طور	لب جان بخش دکھلایا تو ہوتا	۲۷۶
ض	دور ی راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا	۱۸۳	ظفر	کسی نے اسکو سمجھایا تو ہوتا۔	۲۸۱
سیم	کم ستم کرسے نہین قاتل سے نہین دل میرا	۴۶۱	قاسم	رخ پر نور دکھلایا تو ہوتا	۳۳۳
غزار	جب جلا دل تو یہ بولا دل حیران میرا	۱۹۹	میر	نئی چوٹین جلتی قاتل نئی دیا ہوتا	۱۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
داغ	عیب پنا حال ہوتا جو وصالِ یار ہوتا	۱۱
غالب	یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا	۲۹۸
زوار	ہاتھ مین اُس بتِ کافر کے جو مالا ہوتا۔	۱۹۸
منیر	تو اروے آتشین گرنہ نقاب ہوتا	۳۹۷
مومن	عدم مین رہتے تو شاد و ہتے اُسے بھی فکر ستم نہ ہوتا۔	۳۵۳
مصحفی	غمخوار مرا دل بھی تو صلا نہین ہوتا	۳۶۹
منیر	تو رہا اپنا ہے چراغ اور دن کا اب گل ہو چکا۔	۳۹۷
اکبر	اس عشق نے یار مجھے دنیا سے اُٹھایا	۹۲
نیاز	کس کے نشانِ پایہ ہے مدہوشِ نقشِ پا	۴۱۲
نظیر	کیا قہر ہے یار و جسے آجائے بڑھاپا	۴۲۰
امیر	ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا۔	۱۱
کمال	جب کہا اُس دلربا سے دل مرا جاتا رہا	۳۴۳
تحسین	اے دوستو مین قابلِ محفل نہین رہا	۱۱۶
امیر	سرد آہین جب کسی نے کین وطن یاد آگیا۔	۱۲
شابان	آہ کی دل نے تو وہ نازکبدن یاد آگیا۔	۲۲۵
امیر	سکہ رائج جب سے دینِ مصطفےٰ کا ہو گیا۔	۹
رسا	دل مرا تیرِ ستمگر کا نشانہ ہو گیا۔	۱۹۱

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
ذوق	نام یون پستی مین بالا تر ہمارا ہو گیا	۱۷۹
ظہیر	کیا خبر تھی راہبر خود راہزن ہو جائیگا	۲۷۸
امیر	گھر مین تمھارے غیر سے جایا نہ جائیگا	۱۳
داغ	اُس بزم مین شریک تو جایا نہ جائیگا	۱۴
سودا	دل مت پٹک نظر سے کہ پایا نہ جائیگا	۲۱۲
ظفر	خارِ حسرت قبر تک دل مین کھٹکتا جائے گا۔	۲۸۲
جلال	تباہ کرنے کو عہدِ شباب آئے گا۔	۱۲۵
قائم	سدا ظلم ہم پر کیا کیجیے گا۔	۳۳۲
مصحفی	ذرا ہمسے بھی ملتے جائیے گا۔	۳۶۹
وزیر	سر مرا کاٹ کے پچھتایئے گا۔	۴۷۲
مومن	گر وہان بھی یہ خموشی اثر فغان ہو گا	۳۵۲
قبلہ	دستِ رنگین مین اگر خنجرِ برّان ہو گا	۳۳۰
شہیدی	آفتابِ روزِ محشر جلوہ گر ہونے لگا	۲۴۴
حافظ ہندی	ہنسنے در پردہ تجھے ماہِ جبین دیکھ لیا	۱۵۳
تبسم	جھپک دکھا کے مجھے دلربا نے لوٹ لیا	۱۲۰
انشا	دلِ ستم زدہ بیتابیون نے لوٹ لیا (حاشیہ پر)	۱۲۰
ششاد	مرے دماغ مین ہے مفت دردِ سر پیدا	۲۲۰
تابان	نہ کرنی دوست اپنا دلربا ہرگز کسی کو	۴۷۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
علی گوہر	کہو بلبل سے لیجائے چمن سے آشیان اپنا	۲۹۲
مظہر	چلی جب گل کے ہاتھون سے اُٹھا کر کاروان اپنا۔	۳۹۱
جہانگیر	گر یار نہ ہو ساقی پیمانہ ہوا کیا۔	۱۲۹
حاتم	آبِ حیات جا کے کسو نے پیا تو کیا	
	(حاشیہ پر)	۱۲۹
خیالی	فصل گل آخر ہوئی دورِ شراب آیا تو کیا	۱۷۰
فیض	وہ لحد پر ڈال کر مُنھ پر نقاب آیا تو کیا	۳۰۴
صفدر	رسوا ہوا ذلیل ہوا پھر کسی کو کیا	۲۵۷
انشا	نسبت وہ جو آرام سے ہے ہاتھ کو سو کیا۔	۵۴
صفا	سامنے تیرے جو ہو حور و پری کا منھ کیا	۲۷۰
حسن	ارے سنگدل تو نے یہ کیا کیا۔	
	(انتخاب از قصۂ گل بکاؤلی)	۱۴۱
ممنون	اس مہینے مین بھی منظور اُنھین	
	غرّا ٹھہرا۔	۹۴
مصفی	خوشبوئی سے ہے جن کی خجل	
	عنبر سارا۔	۳۷۰
حافظ	اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا	۱۳۶
〃	دل میرود ز دستم صاحبدلان خدارا	۱۳۷
[illegible]	سپرم بتو مائے خوشیں را	۴۹۸

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
حاضر جوابی	از گزیدن زیب دیگر دادہ آن لب	
	خندہ را۔	۵۰۶
حسام	آن کیست کہ تقریر کند حال گدارا	۱۴۷
سچتانند	نہین ہے یار اقلم کو صلا کہ لکھے	
	وصفِ کمال اُس کا۔	۲۰۵
درد	مقدور نہین کب ترے وصفون	
	کے رقم کا۔	۱۷۳
زوّار	وہی بتائین جنھین ہے مرض	
	ستانے کا	۱۹۸
ظفر	مقدور کسکو حمدِ خدائے جلیل کا	۲۸۱
فیض	داغ پیری مین نوجوانی کا۔	۳۰۶
قبلہ	اضطراب اور پھر مرے دل کا	۳۲۹
قاسم	شہرہ ہے آج کل ترے حسن و	
	جمال کا	۳۳۳
〃	کیا حال کہون یار تری جلوہ گری کا	〃
قدر	پڑے ہو کیون قدر منھ لپیٹے زرا	
	بتاؤ تو حال دل کا	۳۴۰
نظیر	کیا جو یار نے ہمسے کلام رخصت کا	۴۱۶
〃	ہتون کے زرد پیراہن مین عطر	
	چمپا جب مہکا۔	〃

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
نظیر	نظر پڑا اک بت پریوش نرالی	
	سج دھج نئی ادا کا۔	۴۱۷
〃	جوش و نشاط و عیش ہے ہر جا	
	بسنت کا۔	
〃	جہان مین نام تو سنتے تھے ہم جدائی کا	۴۱۸
تحسین	یہی ہے حال اُس کے عشق مین	
	ساری خدائی کا۔	۱۱۸
ناسخ	ز سینہ ہے مشرق آفتاب داغ	
	ہجران کا۔	۴۴۷
شیدا	وہ ظالم بے سبب کیا روٹھ کر یار	
	سے جھگڑا۔	۲۲۰
نہ ہاجت	وہ چھپنا ڈر سے اپنے اپنے گھر	
	پرہیزگار دن کا۔	۳۲۶
امیر	یہ آفتاب ہے گرم اُسکی کبریائی کا	۸
عشرت	واعظ کے سر پہ بوجھ ہو اپنے گناہ کا	۲۸۸
ہنر	دل رات سے ہے طالب دیدار کیا	۴۷۵
ہوش	خون ٹپکتا ہے دیدہ تر کا	〃
ذوق	اے جوان بخت مبارک تجھے سریر	
	سہرا	۱۷۷
غالب	خوش ہوا اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا	۲۹۹

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
نظیر	کیا قہر ہے یارو جسے آجائے بڑھاپا	۲۹۹
رسا	دل آتش ہجران سے جلانا نہین اچھا	۱۹۰
عاشق	دل پر وہ نشینون سے لگانا نہین اچھا	۲۹۱
مونس	اے رشک برمی لکا جلانا نہین اچھا	۳۷۰
گمنام	وہ رسوائی سے باز آئے تو اچھا	۴۷۸
رضا	ادا سے دیکھ کر آنکھین چرانا۔	۱۹۶
عاجز	سجن کا آنا سجن کا جانا سجن کا	
	مرنا سجن کا ہنسنا	۲۹۵
شیدا	اُسکے قدمون سے لگی رہتی ہے	
	دن رات حنا	۴۵۵
گمنام	پھنس گیا ہے دل مرا اُس بیخبر	
	سے دیکھنا۔	۴۷۸
نیاز	اچھے تھے دن وہی کہ وہ جبتک	
	جوان نہ تھا۔	۴۱۳
سوز	محبت کو دام بلا جانتا تھا۔	۲۱۵
میر	دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا	۲۴۸
غالب	دھمکی مین مرگیا جو نہ باب نبرد تھا	۳۴۹
میر	جان اپنا جو ہمنے مارا تھا	〃
عشرت	وصف یہ تو اب سے پہلے نہ پروردگار	
	مین نہ تھا۔	۲۸۸

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
صفدر	یار تھا مقفل تھا شمشیر ادا تھی مین تھا	۲۵۶
ظفر	یار تھا گلزار تھا مے تھی صبا تھی مین نہ تھا۔	۲۸۲
امانت	کیا وہ دن تھے کہ محبت سے سروکار نہ تھا	۵۷
شاد	مردمِ چشم نما تھا مجھے معلوم نہ تھا	۲۴۵
〃	گر نہ تا موت کا ڈر پھر تو کیا تھا کچھ تھا	۲۴۶
فصاحت	عشق مین اول سزا دینے کے یہہ قابل نہ تھا	۳۲۶
صفدر	بیان کرتے ہو تم جو صفدر کہ شب اُسے بے نقاب دیکھا۔	۲۵۴
داغ	ہماری آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا۔	۱۸۱
فقیہ	ہمنے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا	۳۲۰
مست	آج دلبر کو خواب مین دیکھا۔	۳۹۳
انشا	پرتو سے روشنی کے ہی صحنِ باغ ٹھنڈا	۳۶۸
مصحفی	پیری سے ہو گیا یون ہر دل کا داغ ٹھنڈا	۳۱۹
صفدر	قہر ہے آفت ہے یہ آنکھین لڑانے کی ادا	۲۵۵
[illegible]	ایک دن اس بت سفاک سے مین نے یہ کہا	۲۸۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
عاشق	مرضِ ہجر مین دل ایسا گرفتار ہوا۔	۲۹۱
شایان	چلی ایک دن وہ معطر ہوا (انتخاب از مہابھارت شایان)	۹ ۲۳۶
رعایت	مجنون کے جنون کا زور کسنے دیکھا۔	۴۹۴
متما	بنے کیونکر کہ ہے ہر کار اُلٹا	۵۰۷
	(ردیف بائے موحدہ) ب	
حافظ	تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب	۱۳۸
مصحفی	بات کرنے مین سنائی ہمیں گالی کیا خوب	۳۷۱
حسن	پلا ساقی اک جام مجھکو شتاب (انتخاب از مثنوی میر حسن)	۱۴۳
قبلہ	جام جم ممکن نہین ہو میرے ساغر کا جواب	۳۴۰
ناسخ	گرد ہان تنگ تیرا دیکھ پائے عندلیب	۴۴۸
منیر	صاعقہ ہے نارِ آتش فشانِ عندلیب	۳۹۵
	(ردیف بائے فارسی) پ	
امیر	مجھ کو کیا جس کو جب ملینگے آپ	۱۴
	(ردیف تائے قرشت) ت	
خسرو شایان	کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست۔ آئی نہ کبھی خواب مین بھی یار کی صورت۔	۱۵۶ ۲۲۵
نقل خسرو	در پے جانان جان ہم رفت۔	۱۵۵

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	(ردیف تائے تقیلہ) ٹ	
انشا	لیتے جو بلائیں لگے ہم آپ کی چٹ چٹ۔	۴۴
	(ردیف جیم معجمہ) ج	
محمود	جالت راہزاران صاحب تاج	۳۸۴
امیر	اس شان سے وہ برق وشش آتا ہے اِدھر آج۔	۱۵
	(ردیف حائے حطی) ح	
جلال	وصل مین کیا جلد ہوتے ہین عیان آثار صبح۔	۱۲۶
ریاض	جفا مین نام نکالونہ آسمان کی طرح	۱۸۴
	(ردیف خائے معجمہ) خ	
حافظ	دلِ من در ہوائے بوے فرخ	۱۳۸
	(ردیف دال مہملہ) د	
	دیباچہ	۱-۲۰
شایان	کر لیا منھ کو چھپانے یار نے۔	۲۲۷
مغربی	زور یا موج گوا گون برآمد۔	۳۸۴
نظیر	چھوٹا بڑا نہ کم نہ منجھولا اتار نے۔	۴۲۴
ضرب المثل	اگر ساقی تو باشی می توان خورد	۴۹۷
	(ردیف ذال معجمہ) ذ	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
حافظ	نبولیں ولا بیار کاغذ۔	۱۳۹
	(ردیف رائے مہملہ) ر	
منیر	اے خدائے مالک ہر بحر و بر (مناجات عاشقانہ)	۳۹۹
اُستاد	حوروں کے ہوش اُڑتے ہین اُڑنے کی شان پر۔	۸۹
مشفق	خفتگان خاک ہین قربان اس رفتار پر۔	۳۸۵
حسین	سوتا ہے گلے لگ کے وہ جب یار پلنگ پر	۱۴۸
شمشاد	غلط ہے یہ کہ ہین وہ لامکان سے اوپر	۲۲۱
ریاض	کوئی منھ چوم لیگا اس نہین پر	۱۸۵
وسیم	مذا دل دستِ صورت آفرین پر	۴۶۳
وزیر	چلا ہے اودلِ راحت طلب کیا شادمان ہوکر۔	۱۴۷۳
منیر	پہونچ جاتی ہے میری آہ آگے لامکان ہوکر۔	۳۹۸
صفدر	خدائے عالم رہ رضا مین وہ دل وہ ہمت مجھے عطا کر۔	۲۵۷
〃	کہا تھا کیا مجھسے یاد ہے کچھ یہ کہ کہ پھر ناز راحیا کر۔	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
مومن	نہ کیونکر بس مواجاؤن کہ یاد آتا ہے	
	رہ رہ کر	۳۵۴
جلال	کھینچ کر ہم اُسے پہلو مین بٹھائین	
	کیونکر	۱۲۷
مصفی	یون کہکے گیا دل تو مجھے یاد کیا کر	۳۷۱
ناسخ	جیتے جی جاؤن مین کیونکر کوے	
	جانان چھوڑکر	۴۴۹
مطلب	مارتا ہون تمھاری مین ہر بار گھبکر نی	۳۸۹
حسن	پلا ساقیا ساغر بے نظیر (انتخاب از مثنوی میر حسن)	۱۴۴
قاسم	رات دن رہتا تصور ہے ترا پیش نظر	۳۴۴
ظفر	ترے ہین پازیب و سر کے جھومر زمین	
	پہ گوہر فلک پہ اختر	۲۸۳
بحر طویل	دوش رفتم سوے بازار	۴۹۱
بے نظیر	ایک دن باغ مین جاکر	۴۹۲
بہار	عجب یہ پیر گردون ہے جفا کار	
	(انتخاب از راماین بہار)	۱۰۱
امیر	کیونکر نظر مین آئے کہ ہے بے نشان کہر	۱۲
قطعات	نہ امیرون کی امیری بہتر	۴۹۵
	(ردیف زاے معجمہ) ز	
	ایک دن زن بروی و دیر جانی ہنوز	۱۵۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
قبلہ	زندگی کا ہے سبب جنبش آزار ہنوز	۳۳۰
شایان	سونگھ لین کے بار کے سبب نخدان	
	ایک روز	۲۲۷
امیر	زلفون سے خال رخ ہے مجھے	
	پیشتر عزیز ہے	۱۷
	(ردیف سین مہملہ) س	
حاجی	تم حفا ہو مجھسے تو مین بھی علی ہذا القیاس	۱۴۸
مشفق	آپ نے بھیجا تھا خط جو اپنے	
	اس احقر کے پاس۔	۳۸۵
تحسین	تصویر یار پھرتی ہے اس دل کے	
	آس پاس	۱۱۹
	(ردیف شین معجمہ) ش	
سودا	مین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش	۲۱۳
شایان	پروا ے پری ہے نہ مجھے حور	
	کی خواہش۔	۲۲۸
صنعت سیکھیں	شکر بہ ترا زوے وزارت برکش	۵۰۷
	(ردیف ضاد معجمہ) ض	
فدا	ایسے رکھتے تھے نہ روشن مہ	
	کنعان عارض	۳۱۹
فیض	خوشنما ہین آنسوؤن کے تار نیض	۳۰۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	(ردیف غین معجمہ) غ	
امیر	کھائے یہ اُلفتِ بتِ غنچہ دہن مین داغ۔	۱۷
	(ردیف ف)	
حزین	زندگی درجمعِ سامان رفت جیف	۱۵۰
امیر	عارض ترے اے گلبدن ایک اِس طرف ایک اُس طرف۔	۱۷
زوار	ابرو ترے اے مہ لقا ایک اِس طرف ایک اُس طرف۔	۲۰۰
	(ردیف کاف کلمن) ک	
شایان	قرطاس تو کیا نوک کی لیتا ہے قلم تک۔	۲۲۹
	(ردیف لام) ل	
تابان	کیون ملاظالم سے جادل ہائے دل افسوس دل	۱۲۴
کمتر	لے گیا وہ دلربا دل ہائے دل افسوس دل	۳۴۲
ترقی	گر ایک شب بھی وصل کی لذت نہ پائے دل	۱۲۲
داغ	کیون کسیکے دلکا حال کہین ہائے دل	۲۲۹

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
سخن	الفت پری وشون کی ستم ہے برائے دل	۲۰۶
شیرین	سُنتا ہے کون مجھسے مرا ماجرائے دل	۲۴۰
فیض	تھا سیکڑون مین ایک مرا جان نثار دل۔	۳۰۷
صفدر	لیے پھرتا ہے مجھکو جا بجا دل۔	۲۵۹
قاسم	تجھسے ناحق کوئی لگائے دل	۳۳۵
مومن	کیا کرون کیونکر کرون کون ناصح رُکا جاتا ہے دل۔	۳۵۵
صفدر	رقیبون مین مفت ہی لگانے سے حاصل	۲۵۹
نظام	اگر کہتے میرے ستانے سے حاصل	۲۵۶
صفدر	مرا گھر کہان اُنکے آنے کے قابل۔	۲۵۸
جلال	وہ ہمسے ترا اجتناب بے قول اوّل	۱۲۷
مرغوب	شبِ وصل اُنکا حجاب اول اول	۱۲۸
عنایت	نہ دے مجھکو ساقی شراب اوّل اوّل	۴۸۸
	(ردیف میم) م	
حافظ	این چہ شوریست کہ در دورِ قمر می بینم	۱۳۹
شمس تبریز	چہ تو ہ[illegible]	
	خ	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
قدر	خدا کو مانو ہنسی نہ جانو نہ میرے دل پر جفا کرو تم۔	۳۴۰
مصحفی	کبوں تیوری چڑھی رہتی ہے اب کچھ نہین معلوم۔	۳۷۱
درد	کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم۔	۱۷۳
نظیر	دور سے آئے تھے ساقی سُن کے میخانے کو ہم	۴۲۵
ہوس	یہی کہتی تھی لیلیٰ پردہ نشین نہین کھاتی	
	ادب سے خدا کی قسم	۴۷۶
ذکی	نہین تاب کہ دیکھون جمالِ صنم مجھے	
	اپنے ہی خوش نظری کی قسم۔	۱۷۶
فرحت	زبان پر ہر نفس ہے رام کا نام۔	
	(انتخاب از رامائن فرحت)	۳۲۱
بحر طویل نظیر	صبح دم بادلِ خرم	۴۹۱

(ردیف نون) ن

انشا	دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہین	۴۵
امیر	زرا چلمن تک آئین گھر مین وہ کیا بن کے بیٹھے ہین	۲۰
〃	وہ دل کی تاک مین جب شوق سے بن ٹھن کے بیٹھے ہین۔	۲۱

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
داغ	بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تن کے بیٹھے ہین۔	۲۲
ریاض	گریبان چاک کچھ ٹکڑے لیئے دامن کے بیٹھے ہین۔	۲۳
زوّار	غضب ہے بن سنور کر وہ اُدھر چلمن کے بیٹھے ہین۔	۲۴
〃	ہزارون سر بکف لاکھون پسِ دیوار بیٹھے ہین۔	۲۰۰
نجم	مری اُلجھن مری بالین سے وہ کم کر کے اُٹھے ہین	۴۰۵
امیر	عزیز احباب ساتھی دم کے ہین پھر چھوٹ جاتے ہین۔	۲۶
مضطر	عیش کے رنگ ملالون سے دبے جاتے ہین۔	〃
رسا	امیرانِ قفس صحنِ چمن کو یاد کرتے ہین	۲۹۱
فصاحت	مجھے جب ہمصفیرانِ گلستان یاد کرتے ہین	۳۲۷
رسا	فسادِ دنیا مٹا چکے ہین حصولِ ہستی اُٹھا چکے ہین۔	۱۹۱
زوّار	مرے سر کو پانون سے ٹھکرا رہے ہین	۲۰۱
فیض	ہمین اور عالم نظر آرہے ہین	۳۱۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
فیض	نہ ملنے کے صاحب بہانے بہت ہین	۳۱۱
زوّار	سات پردون مین جو آنکھون کے	
	ساکرتے ہین	۲۰۱
وسیم	سنکے کہتے ہین جو ہم آہ رسا کرتے ہین	۴۶۴
سخن	وہ اپنا جلوہ دکھا چکے ہین مری	
	نظر مین سما چکے ہین	۲۰۷
صفدر	دل وجگر خون ہو چکے ہین حواس	
	تک اپنے جا چکے ہین	۲۶۰
〃	ہوے الفت کے جب بندے تو کب	
	قاضی سے ڈرتے ہین	۲۶۱
〃	کس شان سے وہ گھر مین مرے آئے	
	ہوے ہین۔	〃
شاد	گل وبلبل کیصورت عقدۂ دل کھول	
	لیتے ہین۔	۲۴۸
صفیر	ہوس جہان کی مٹا چکے ہین قضا کے	
	پیغام آ چکے ہین	۲۷۱
رسا	پھر آئی فصل گل پھر زخم دل ہرے کے	
	پکتے ہین	۱۹۲
فصاحت	پیش کش کیا کرین مال اور نذر رکھتے	
	ہین۔	۳۲۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
خیالی	اگر بے اثر میرے نالے ہوے ہین	۱۷۱
شاد	کباب سیخ ہین کب کروٹین لے کر	
	سنبھلتے ہین۔	۲۴۸
انعام	کہین بیجا جو وصلت مین ہمارے	
	ہاتھ پڑتے ہین۔	۱۰۰
علی	نچھیڑو ہمین دل دکھائے ہوئے ہین	۲۹۳
قاسم	اے یار تیرے طالب دیدار ہمین ہین	۳۳۵
وزیر	اسقدر ہم ناتوان وزار ہین	۴۷۳
مصفی	ملا جا ہو گر تم بہانے بہت ہین	۳۷۲
〃	بعضون کا گمان ہیکہ ہم اہل زبان ہین	۳۷۴
شاد	جنون ہو خانہ داری ہین پرندون کو	
	بھی سنتے ہین	۲۴۷
ناسخ	دل اُس کو دیا ہمنے تقصیر اسے	
	کہتے ہین۔	۴۴۹
امانت	چہرہ ایسا ہے منور کہ جسے کہتے ہین	۸۰
واسطی	کسی سے دل کو لگا چکے ہین ہم اپنی	
	ہستی مٹا چکے ہین۔	۴۷۰
ظہیر	جو پاس وضع نہ ہو وصل کچھ محال نہین	۲۷۹
انشا	گل وہ بولا مجھ سے ہنسکر جاؤ رے	
	کچھ کھیل نہین	۴۶

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
امیر	وہ رخ و زلف نہ تڑپائیں یہ ممکن ہی نہیں۔	۲۷
〃	غش میں گر لخلخۂ زلف سنگھاتے بھی نہیں	۲۵
سودا	غیر کے پاس یہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہیں۔	۲۱۴
فیض	زیبِ گلزار مرا سروِ چمن ہے کہ نہیں	۳۰۸
〃	میرے بالیں پہ وہ عیسیٰ زماں ہے کہ نہیں	۳۱۰
نجم	شبِ ہجراں کی مرے تجھکو خبر ہے کہ نہیں	۴۰۹
فیض	محفلِ احباب میں اغیار کی حاجت نہیں	۳۱۰
شاد	تن میں جانِ گرم رو اک آن کیا ہے کچھ نہیں	۲۴۷
اُستاد	دل کو چین اکدم تہ چرخِ کہن ملتا نہیں	۹۰
قاسم	تجھسا جہان میں اور کوئی مہ جبین نہیں	۳۳۶
جرأت	شکل دو دن سے جو تمنے ہم کو دکھلائی نہیں	۱۳۴
مونس	اے طبیبو مرے جینے کے کچھ آثار نہیں	۳۷۹
نیاز	کب شوخیوں میں نازکی چھپتی ہیں نہاں نہیں۔	۴۱۳
حفیظ	یہ سچ کہا کہ زمانہ کو اعتدال نہیں	۱۵۱

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
انشا	توڑدوں گا خمِ بادۂ انگور کی گردن۔	۴۶
〃	اے دو دو جگر بن کے سر اپیل کی گردن	۴۷
〃	عنقا ہے اجی طائرِ افسوس کی گردن	〃
مصحفی	تو نے بسپر عذر میں مستور کی گردن	۳۷۲
〃	سر مشک کا تیرا ہی تو کافور کی گردن	۲۷۳
حفیظ	خوشی سے کاٹ لے دلدار گردن	۱۵۱
شاد	داغ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا ہی نہ سکوں۔	۲۴۶
امانت	عشق کا خنجر لگا ہے دل پہ کاری اندنوں۔	۷۹
حسن	پلا مجھکو ساقی شرابِ سخن (انتخاب مثنوی)	۱۴۶
خسرو	زحالِ مسکین مکن تغافل درائے نیناں بنائے بتیاں۔	۱۵۶
سوز	مرے دل میں ہے خواہشِ وصلِ بتاں گو نصیب کسی کو ہوا ہی نہیں۔	۲۱۵
سخن	گویا ہے زبان وصف رخِ یار میں	۳۰۰
سودا	ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں	۲۱۳
قدر	جلیئے کیا کوچۂ دلدار میں۔	۳۴۱
امیر	اس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ میں۔	۲۸

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
〃	اللہ ری لاغری کہ تری جلوہ گاہ مین	۲۹
ذوق	گذرتی عمر ہے یون دورِ آسمانی مین	۱۷۹
مصحفی	کیا کہیے کہ کیا ہے یہ دل زار بغل مین	۳۷۵
〃	جوشِ عرق سے جنکی مہکتی ہین چولیان	۴۰۰
میر	ہے کیون وہ پیشِ داورِ محشر حجاب مین	۴۵۰
ناسخ	آواز ہے مانندِ مزامیر گلے مین	۱۲۳
تراب	کیا ملا تیری آشنائی مین	۴۵۶
نظام	شکت کرتا مین کبھی قاصد تری تقریر مین	
تحسین	سیر سے آتا ہے تری زلف کا سودا دل مین۔	۱۱۹
شاہیان	مزین ہین جو قامت پر گریبان آستین دامن۔	۲۳۰
نجم لکھنوی	روتے روتے ہجر مین ناسور آنکھین ہوگئین۔	۴۰۶
نجم جنیوری	قتلِ عالم کے لیے تلوار آنکھین ہوگئین	۴۰۹
نظیر	تفرقہ ہوتا ہے ایسا بھی گل و نسرین مین	۴۲۵
〃	جب سے تم کو لے گیا ہے یہ فلک اظلم کہین	۴۲۸
نصیر	سدا ہے اس آہ و چشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران	۴۵۲
〃	نہان ہے کب چشمِ ہر بشر سے فلک پہ	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	بجلی زمین پہ باران۔	۴۵۳
سودا	عداوت سے تمھارے کچھ اثر ہووے تو مین جانون	۲۱۳
شادان	گر سیرِ چمن کو ہمین بلواؤ تو آوین	۲۴۳
شاہ	انھین بلاؤن تو کیا بلاؤن مین	
استاد	کون ہون کس حساب مین ہون	۲۲۲
	معمور ہون شوخی سے شرارت سے بھری ہون۔	۸۹
کمال	آپ بدنام کرین جسکو وہ رسوا مین ہون	۳۴۴
احسن	صبا کہیو تو گر جاوے کبھی اُس شوخ دلبر سون۔	۹۶
خوشتر	مشعبد ہے عجب میر پیر گردون (انتخاب از رامائن خوشتر)	۱۵۸
تحسین	اُس کے قدم پہ چلتے ہین سارے تبان کے پانؤن	۱۱۹
	(ردیف واؤ) و	
انشا	چھیڑنے کا تو مزہ تب ہی کہو اور سنو	۴۸
خسرو	ہر شب منم فتادہ بگر دوسرے تو	۱۵۷
کمال	خود ہی آجائین گے اُن کو یہ ادھر کھینچے تو	۳۴۴

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
جرأت	پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہوکے دوانہ	
	ہو بہ ہو۔	۱۳۴
امیر	ابھی آئے ابھی جاتے ہو جلدی کیا ہے	
	دم لے لو۔	۳۰
ظفر	دل وجان دین وایمان ہے جو لینا	
	ہو صنم لے لو۔	۲۸۲
قاسم	سرو نہیں دوستو! پنے زرا بار کرم لے لو	۳۴۷
شاد	تیغ وہ کھینچے ہے میخوار و نکل کر دیکھو لو	۲۸۹
حافظ	مطرب خوش نوا بگو تازہ تہازہ نو بنو۔	۱۳۹
کنور	ہمیشہ کرے ہے نت ستم تازہ بتازہ نو بنو	۳۴۶
شاد	فلک شرمائے گردش مین مرا سر	
	ہو تو ایسا ہو۔	۲۴۹
رسا	وہ اپنی ناخدا دیا تھا تمھین یاد ہو کہ	
	نہ یاد ہو	۱۹۲
مومن	وہ جو ہم سے تم سے قرار تھا تمھین	
	یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔	۳۵۲
ریاض	کہین تو پاؤن وہ نے گاٹھکانا	
	جوش وحشت ہو	۱۸۲
وسیم	جو گل چہرہ حسینون کی مرے پھولون	
	مین شرکت ہو	۴۶۶

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
وسیم	تڑپ مین اُس کی شوخی کا اثر ہو	۴۶۵
سخن	وہ آئے زرا آئینکا انداز تو دیکھو	۲۰۹
مومن	آنکھون سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو	۳۵۵
داغ	کیا خود دو عدہ عیاری تو دیکھو۔	۳۵۶
سلطان	ہماری آہ کی تاثیر دیکھو۔	۲۱۸
شایان	عجب صنعت سے خالق نے بنایا	
	جسم انسان کو	۲۳۰
ظفر	جلایا آپ ہنے ضبط کرکے آہ سوزان کو	۲۸۴
قدر	دلکو وحشت کا تقاضا ہے محل جانے دو۔	۳۴۱
قاسم	وہ بکف تیغ جو آتا ہے اُسے آنے دو۔	۳۳۶
ظفر	گر قتل کا ہے عزم تو شمشیر دکھا دو	۲۸۴
نور	حال فرقت کیا کہون تم آپ کر دیکھ لو	۴۵۴
نظام	مری جان میری مصیبت نہ پوچھو	۴۵۷
〃	تم کس کے آشنا یہ کسی اور سے کہو۔	۴۵۸
وحشت	زخم جدائی دل پہ لگا کر اس پہلو کر	
	اُس پہلو۔	۴۷۱
نظیر	جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو	۴۲۶
امیر	اے تیغ یار ملکے گلے سے جدا نہ ہو	۳۱
	(ردلف ہائے ہوز) ہ	
انشا	پرچھائین اپنی چال کی ٹک منھ کو موڑ دیکھ۔	۴۸

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
نظیر	ملنے کا مرے رکھتے ہین ہم دھیان اِدھر دیکھ۔	۴۲۶
قبلہ	دامن تک اُن کے رہ گئے سو بار جا کے ہاتھ	۳۳۱
جرأت	اشب ہی زلفونکی حکایات ہے واللہ	۱۳۵
مشتاق	کیا بین تڑپتا دلِ بیتاب ہے واللہ	۳۹۴
سعدیؒ	اے ماہِ عالم سوزِ من از من چرا رنجیدۂ	۲۱۷
״	اے بالا چون صنوبر وے رخت چون مہ وہ	״
عشرت	کیون زیبِ کمر کرتے ہو ہر بار طپنچہ	۲۸۸
عاشق	بھلا ہو تیرا اے ساقی، ہے آباد میخانہ	۲۹۱
ظفر	بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگون سے پیمانہ۔	۲۸۵
وزیر	ہر عضو مسافر ہے نہین کچھ سفری آنکھ	۴۷۴
صفدر	وہ تیغِ ناز ہو یارب وان آہستہ آہستہ	۴۸۱
خیالی	چلی ہے زلفِ جانان نا مکرآہستہ آہستہ	۴۸۲
سخن	چلے گی گر تری تیغِ ستم آہستہ آہستہ	۴۸۳
فیض	چلے آتے ہین وہ ابرِ بہار آہستہ آہستہ	۴۸۸
بہار	سمر دن سری گنیش بصد التجا کے ساتھ (انتخاب از رامائن بہار)	۱۰۸

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	(ردیف یائے مجہول) و معروف	
انشا	جھڑکی سہی ادا سہی چین جبین سہی	۴۹
محبوب	جبین سے نور وہ کیا ہوگیا کہو تو سہی	۳۸۲
شمس تبریزی	یا رسول اللہ حبیبِ خالقِ یکتا تو ئی	۲۳۹
انشا	اک طفلِ دبستان ہے فلاطون مرے آگے	۴۹
داغ	آئے بھی تو وہ منھ کو چھپائے مرے آگے	۵۰
فیضؔ	بڑھائے حرف کوئی کیا خطِ تقدیر کے آگے	۳۱۳
مصحفی	خاش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے	۳۷۶
״	ہے جامِ طرب ساغرِ پُر خون مرے آگے	۳۷۷
نظام	تیری ہی سی قاصد تو کہے جا مرے آگے	۴۵۸
انشا	نگہ ہے اُس پری کی سحر چیتون ایک آفت ہے۔	۵۱
امانت	لبِ جان بخش کی الفت مین لب پر جان آئی ہے۔	۸۴
״	شبِ فرقت مین نالون نے جہان سر پر اُٹھایا ہے۔	۸۵
امداد	رہا کر دے مجھے صیاد اب فصلِ بہاری ہے (دوہا مع غزل)	۹۵
امیر	کیس بیدرکون ظالم پر بانیام کھتا ہے	۳۲

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
داغ	ملاتے ہو اُسی کو خاک مین جو دل سے ملتا ہے۔	۳۳
امیر	بھولے پن سے دمِ رخصت یہ سوال اچھا ہے۔	۳۴
داغ	غیر کے نام سے پیغامِ وصال اچھا ہے	۳۵
امیر	جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے	۳۷
انعام	مئے اُلفت کے نشہ مین ترا دیوانہ آتا ہے۔	۱۰۰
حافظ مہدی	رہا کردے مجھے صیاد اب فصلِ بہاری ہے	۱۵۳
رسا	جہان دیکھو وہان موجود میرا کرشن پیارا ہے۔	۱۹۳
رند	نہ بوسہ دینا آتا ہے نہ دل بہلانا آتا ہے	۱۹۵
ریحان	دو نین کہنے سے عداوت آہی جاتی ہے	۱۹۵
ظہیر	زہر دراہِ طلب کو جستجو درکار ہے۔	۲۰۹
زوار	خلق مین زاہد اگر کچھ آبرو درکار ہے	۲۰۳
انور	آدمیت کے لیے خلق نکو درکار ہے	۹۸
زوار	اُٹھ کے وہ آئین یہان اُنکو ضرورت کیا ہے۔	۲۰۳
″	ترچھی نظر تمھاری کیا ظلم ڈھا رہی ہے	۲۰۴
امیر	یہ گالی جو اے دلربا مل رہی ہے	۴۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
نجم	گلے سے جو تیغِ ادا مل رہی ہے	۴۱۱
شمشاد	ہُوا طبیعت مین جوش کیسا اِدھر اُدھر کیون بہک رہی ہے	۲۲۳
سخن	ہین نے وفا کی اُس سے تقصیر ہے تو یہ ہے۔	۲۰۹
شایان	آگ نالون سے لگے گی آسمان نزدیک ہے۔	۲۳۱
″	جان اسیر دمِ خنجرِ قاتل سے لگی ہے	۲۳۴
وہبی	جل بجھتی ہے کیون شمع یہ کیا دل سے لگی ہے۔	۲۳۵
صفدر	جفا پر اُن کی کمر بندھی ہے مگر وفا کا خیال بھی ہے۔	۲۶۲
″	جوانی مین بہارِ حسن صورت آہی جاتی ہے	۲۶۴
″	وہ میرے پہلو سے گھر سدھارے اِدھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے	۲۶۵
شہیدی	مشامِ بلبل مین عشقِ گل کی ہنوز بو بھی نہین گئی ہے	۲۴۴
صفدر	تمھین اے تو کوئی کیا جانتا ہے	۲۶۷
″	وہ بت جلوہ آرا ہوا چاہتا ہے	۲۶۸
ضامن	دکھا دے مجھکو جمالِ اپنا مین جان بلب ہو کے آ مل گیا ہے	۲۷۳

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
غالب	حسنِ مہ گرچہ بہنگامِ کمال اچھا ہے	۳۰۱
غافل	نگاہِ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے	۳۰۲
فیض	جانتے ہی نہیں وہ دردِ محبت کیا ہے	۳۱۳
〃	اری بلبلِ چمن مین آنکھ کس گل سے لگائی ہے۔	۳۱۵
قاسم	ارے قاسم تجھے اک روز دنیا سے گذرنا ہے	۳۳۷
〃	جب وہ پہلو سے دور ہوتا ہے۔	۳۳۸
〃	دل دیا جس کو وہ دلبر اور ہے	۳۳۹
مومن	اے چارہ گر آچک کہ دمِ چارہ گری ہے۔	۳۵۹
مصحفی	ترا شوقِ دیدار پیدا ہوا ہے	۲۷۵
〃	لوگ کہتے ہین محبت مین اثر ہوتا ہے	۲۷۶
مہر	مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہے گھڑی مین کچھ ہے	۲۸۱
محشر	سُنا ہے اُنکو منظورِ نظر تیغ آزمائی ہے	۳۸۶
معزز	خدنگِ ہجر کا جب سے جگر پر زخم کاری ہے۔	۳۹۰
نظیر	مجھے اے دوست تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہے	۴۳۱
اُستاد	انسان کا کام حسن پہ میرے تمام ہے	۹۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
موج	صنم ہے گلبدن ہے مہ جبین ہے	۳۸۷
نجم	چلو دیکھین تو چلکر یار کی رفتار کیسی ہے	۴۱۱
گمنام	نگاہِ یار مستی مین بھی ہشیار کیسی ہے	۴۷۹
نظیر	گر تجھ مین اے پری دیا مہر یا وفا ہے	۴۳۳
〃	جو نوجوان ہین اُن کے دلمین گمان کیا ہے	۴۳۹
عشرت	مین نے جو کہا دل کا بھی کچھ میرے پتا ہے۔	۲۸۸
کمال	کہتا ہو دل کہ یاد کسی کی ادا کی ہے۔	۳۴۵
〃	دشمن جان بھی ہے دل دوست بھی ہے یار بھی ہے	〃
عشرت	میرے مرنے کا یہ گلزار جہان مین غم ہے۔	〃 ۲۸۸
ناسخ یا گمنام	چشمِ جانان اور ہے چشمِ غزالان اور ہے۔	۴۷۹
میر	نہ گلشن مین چمن پیرا نے بلبل تجھکو جا دی ہے۔	۳۵۱
نظام	بہم الفت کی باتون مین کدورت آہی جاتی ہے۔	۴۵۹
شاد	غیرون مین جا وہ مل رہا ہے۔	۲۵۳
غزل دوہا گمنام	غمِ دوری سے جی جلتا ہے اشک آنکھون سے جاری ہے۔	۴۷۷
مست	گرہ کاکل کی ہین زلف کے خم کے نیچے	۳۹۳

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
انشا	کیا چیز دیو مردِ سخندان کے سامنے۔	۵۱
〃	حاضر ہوا ہون یوسفِ کنعان کے سامنے	۵۲
〃	مین پھاند کے کل رات جو دیوار بخاتی	۵۵
〃	بندگی ہم نے تو جی سے اپنے ٹھانی آپ کی۔	〃
امیر	باعثِ وحشت ہوئی بے اعتنائی آپکی	۳۲
عالم	بے سبب اچھی نہین ہنسنے کھائی آپکی	۲۹۶
تسخیر	کچھ نہین درکار ہے مجھکو نشانی آپکی	۱۲۳
نظیر	دیکھ کر کرتی گلے مین سبز دھانی آپکی	۴۳۰
وحشت	کیا بلا ہے میرے صاحب آشنائی آپکی	۴۷۱
انشا	بھبتی ترے گھر طرے پہ مجھے حور کی سوجھی	۵۶
ظہیر	ماہ کے گرد یہ ہالہ ہے کہ سر کی بتی	۲۸۰
امانت	بیداد مجھے یاد ہے والد تمھاری	۸۱
شاد	جو بیچ مین آئنہ ہو پیارے ادھر ہمارے اُدھر تمھارے	۳۵۰
جوہر	گھلبن گے شکوؤن کے جب کہ دفتر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے۔	۱۲۰
امانت	ہے جلوۂ تن سے در و دیوار بسنتی	۸۱
〃	روح بدن مین ہے تپان کل سے ہے	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	جی کو بیکلی۔	۸۲
〃	دل مرا سیرِ چمن سے نہ ہوا شاد کبھی	۸۲
پریشان	آیا کرو ادھر بھی مری جان کبھی کبھی	۴۹۰
دسیم	تری برقِ تجلّی اور موسیٰ دیکھنے والے	۴۶۹
فیض	مہی تو ایک ہین داغِ تمنا دیکھنے والے	۳۱۴
امانت	مرتا ہون ترے ہجر مین اے یار خبر لے	۸۳
ارشاد	اِس گردشِ افلاک سے حق آپ ہی سب لے	۹۳
دلبر	مرتا ہون ترے عشق مین سر شار خبر لے	۱۷۵
رند	جانبر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے۔	۱۹۴
منیر	مجھے بھی کامیاب اے آسمانِ پیر ہونے دے۔	۲۱۸
نجم	شانہ مرا تربت مین ہلا کیون نہین دیتے۔	۴۱۰
امانت	رفتار کے جلبن سے غضب دل ٹپھا ئیے۔	۸۵
شمشاد	تنہا نہ گھر مین غیر کے مہمان جائیے	۲۲۴
قاسم	مدت سے انتظار ہے تشریف لائیے	۳۳۸
منیر	کب تک جفاے چرخِ ستمگر اٹھائیے	۴۰۰

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
امانت	خیال آتا ہے دل کو شکوہ پیدا کیا کیجے	۸۶
مصحفی	دکھا کر منھ کو چھپ جانا یہ کیجے	۳۷۵
شاد	دل کی جگر کی سینہ کی پہلو کی جان کی	۲۵۰
״	کب تک آخر زندگی انسان کی	۲۵۲
امانت	دل کو مرغوب ہے ٹھنڈی جو ہوا دن کی	۸۶
مست	کیا حقیقت عالم ایجاد کی	۳۹۳
ضامن	مرا دل لے کے ظالم نے دغا کی	۲۷۲
مومن	اگر غفلت سے باز آیا جفا کی	۳۵۸
داغ	جفا کی ان بتوں نے یا وفا کی	۳۵۹
میر	ہے غزل میر یہ شفائی کی۔	۲۵۱
چاہ	بر ش غضب کی ہے ترے تیغ نگاہ کی	۱۳۵
منیر	لحد جب سے بنی مجھ کشتۂ اندوہ و حرمان کی۔	۴۰۲
نجم	مجرم کوئی تجویز ہو تعذیر کسی کی	۴۱۰
نظیر	جب پھاگن رنگ جھمکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی۔	۴۲۶
مشفق	کس کو دکھلاؤن آبلے دل کے	۳۸۵
انسون	صدقے مین تیری زلف کے اور تارتار کے	۹۴
خیالی	رہیگا تا کجا رخ زیر پردہ ہم بھی	

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
	دیکھین گے۔	۱۷۲
الور	جب ہمسا با وفا نہ دہ دنیا مین پائینگے	۹۸
قاسم	آج بہر کو ہم منائین گے۔	۳۳۸
صفدر	ہزار الصدمے سہا کرین گے کبھی نہ آہ و بکا کرینگے۔	۳۷۰
نفیس	یون تو جینے جی مرے ارمان جائینگے	۳۱۲
مومن	دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے	۳۵۷
״	ہے دلمین غبار اُس کے گھر اپنا نہ کرینگے	۳۵۸
شاد	ہم نہ بگڑینگے اگر چشم نمائی ہوگی	۲۵۱
امیر	نالۂ بلبل سے دل پر چوٹ ایسی لگ گئی	۳۷
وزیر	کاکل جو اُسکے شعلۂ رخ سے سرک گئی	۴۷۴
امیر	پہلے گاہ پھر مری دشمن حیا ہوئی۔	۳۸
״	کہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی۔	۳۹
ناسخ	پھر بہار آئی چمن مین زخم دل آئے ہوئے	۴۵۰
قبلہ	وہ وفور شوق مین آتے ہین شرمائے ہوئے	۳۳۱
آتش	نہین کا ہے کو نہین ہر وقت دے بوسہ کہ جان نکلے	۹۹

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
نظیر	ہے دید فقط منظور جنھیں وہ ہو کر جب بیکل نکلے۔	۴۴۵
امانت	لاکھ تم ہوتے خفا ہم بولتے پر بولتے	۸۷
ناسخ	خاک میں ملجائیے ایسا اکھاڑا چاہیے	۴۵۱
تاباں	عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیے	۱۲۱
مقصود	مقدر اپنا اپنا آزمائے جس کا جی چاہے	۳۹۲
شاد	ہمیں نل ہو کہ مجنوں آزمائے جس کا جی چاہے	۲۵۱
صفدر	جفا سے منھ نہ پھیریں گے ستائے جس کا جی چاہے	۲۶۴
مہر	طبیعت اپنی اپنی آزمائے جس کا جی چاہے۔	۳۸۰
ثنایان	ظلم عاشق پر تمھیں اتنا نہ دلبر چاہیے	۲۳۲
حقیر	بنائیں ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے۔	۱۵۲
رحت	کون ایجاد مرا حالِ دلِ برہم سمجھے	۳۲۴
سروج	اے چہرۂ زیبا ترے نورِ شکیب تباں آزری۔	۱۵۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
معروف	عشوہ سے ظاہر سر بسر ہے جلوۂ حور و پری	۳۸۸
〃	جو سوزِ دل کی لکھوں اپنی داستان ساری	۳۹
نظیر	جس دن سے اوا مجھ کو چنچل کی لگی پیاری	۴۳۹
〃	لاتی ہے جب اپنا یہ شر وعات اندھیری	۴۴۰
〃	دکھلا کے جھلک جس کو ٹک چاہ لگا دیجے۔	۴۳۸
خاکسار	اس کے ملنے کی نہ سوجھی کوئی تدبیر مجھے	۱۶۹
نیاز	منظور گر کمالِ حقیقت نہ ہو مجھے	۴۱۳
درد	ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	۱۷۴
〃	اے چشم مرے موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے	〃
سودا	ڈرتا ہوں جدا مجھ سے وہ خود کام ہووے	۲۱۴
غالب	اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے	۳۰۰
فرحت	دو عالم ہیں شکت اور سد اشیوے بستے	۳۲۳
مولائی	دل ہوا پائے بزنجیر جنوں اخیر کرے	۳۸۶
فصاحت	ضعیف مجھکو فلک صورتِ عصا نکرے	۳۲۸
نجم	باب قبول وا ہے یہ کوئی دعا کرے	۴۰۷
موج	ڈرتا ہوں جدا مجھ سے رہا یار نہ جائے	۳۸۷

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
ذوق	ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے	۱۸۰
داغ	درد بنکے دل میں آنا کوئی تم سے سیکھ جائے	〃
حمید	کوئی تمھارے سوا جان لیگا کیا میری	۱۴۹
منیر	نہ چھیڑ اے بس دل افسردہ میں اب ذکر وطن کوئی	۴۰۱
نجم	ستم باقی نہ رہنے پائے اے چرخ کہن کوئی	۴۰۸
وسیم	یہ تیرے رعب سے لکنت میں ہے زبان میری	۴۶۷
ریاض	یہ کوئی بات ہے نسترنہ باغبان میری	۱۸۷
〃	رنگ کیا کیا شام کو لائیں گے آنے کے لیے	۱۸۸
مومن	نہ پائے بار کے ادسے نہ آستان کے لیے	۳۶۷
غالب	نوید امن ہے بیداد دوست جان کے لیے	〃
ذوق	ہزار لطف ہیں جو ہر ستم میں جان کے لیے	〃
زوار	کبھی نظر کو طراح پیرہن سے ہے	۲۰۲

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
مظہر	آنکھوں میں ہے جو بنیہ کسان رات بھر رہے	۳۹۱
علی	عمر سب مفت میں کھو یا کیئے نادان ہے	۲۹۳
خیالی	یہ زلف یار نے باندھی ہوا ختن کی سی	۱۷۲
منیر	نظارہ بازوں کو آشنا نہ ضطراب ہے	۴۰۱
ریاض	اذان کا کام چل جائے جو ناقوس برہمن سے	۱۸۸
شاد	گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے	۲۵۲
شرر	کیا نکلے سخن عاشق دلگیر کے منھ سے	۲۴۱
میر	کعبے میں جان لب تھی ہم دوری بتان سے	۳۵۰
فدا	زخم کھایا ہے جگر پر ابرو خمدار سے	۳۲۰
وسیم	صبا جاتی بھی ہے آتی بھی ہے ہر روز گلشن سے	۴۶۸
سودا کی نقل	اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے	۴۸۰
داغ	فرقت کی شب یہ کام کیا دل کے داغ سے	〃
فصاحت	موسم گل کی خبر کرنے کو میخواروں سے	۳۲۸
زوار	لگاؤں میں کبھی بازی جو انکھالوں سے	۲۰۴

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر	صفحہ
صفدر	ستم سہتے ہین بیجان کیسے کیسے	۴۸۲
نعمت	دہن پر ہین اُن کے گمان کیسے کیسے	۴۸۴
شمشاد	اُس ستمگر کو جواب ضد ہے کبھی کا ہے کو تھی۔	۲۲۳
سخن	وصل کا اقرار ہے رہجاؤ بھی	۲۱۰
منیر	پہلے نایت کردو کچھ تقصیر بھی	۱۶۹
〃	لطف دکھلائے گی اب بادیہ پیمائی بھی۔	۴۰۲
شایان	قتل کسکو نہ کرے ابروے خمدار ابھی	۲۲۳
سخن	ہاے رونق ہے نہ وہ اور نہ شانِ دہلی۔	۲۱۰
شرم	صورت کوئی بچ رہنے کی پائی نہین جاتی۔	۲۲۲
داغ	شبنم سے شب ہجر کی ظلمت نہین جاتی	۲۴۲
شوخ	دیوانہ کیا بزم مین شب آکے کسی نے	۲۴۰
صفدر	مرتے رہے ہم لی نہ خبر آکے کسی نے	۲۶۴
نظیر	آجھکے عیش وطرب کیا کیا جب حسن دکھایا ہولی نے	۴۴۴
نیاز	دکھلائے داغِ دل نے گلستان نئے نئے	۴۸۵
ضامن	مجھے کیا کیا تو نے اے پری مرجھین گیا مری نیند گئی۔	۲۷۳
ظفر	سوتے ہو میرے پاس تو ہٹ کر نہ سوئیے	۲۸۵
عالم	صنم کی یاد مین اے دل لبِ شام وسحر کردے۔	۲۹۶
غالب	جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے	۳۰۰
میر	برقع کو اُٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے۔	۳۵۰
مصحفی	مدت سے ہون مین سرِ جوشِ صہباے شاعری	۳۷۷
نسیم	روداد زبان پاسبانی (از گلزار نسیم)	۴۱۴
نظیر	کیا عیش کی رکھتی ہے سب آہنگ جوانی	۴۳۵
〃	بجرم وخطا یارنہ کر چشم نمائی	۴۲۷
خیالی	یون تو دیکھے ستم ایجاد ہین اچھے اچھے	۴۸۳
داغ	پھرے راہ سے وہ یہان آتے آتے	۴۸۵
شمشاد	گئے غیر کے گھر یہان آتے آتے۔	۴۸۶
زوار	ملے غیر سے وہ یہان آتے آتے	۴۸۷
ضامن	زبانی حال یون کہیو تو جا کر نامہ بر سے	۲۷۵

تخلص شاعر	مصرعہ از مطلع شاعر مضامین کتاب	صفحہ
طور	مین جی جاؤن اجل سے آپ	
	آجائین اگر پہلے۔	۲۷۶
ظفر	ترا بوسہ دل و جان بیچ کر لیتے	
	تو ہم لیتے	۲۸۶
〃	بلائین زلف جان گی اگر لیتے	
	تو ہم لیتے۔	〃
شجرۃ الشعرا		۵۰۸
آئینہ دار بہار یعنے **باب دوم**		
در بیان وستعارات وتشبیہات مع اشعار		
ثبوت متعلق بہ سراپاے یار۔		۵۱۷
نخلبند سخن یعنے باب سوم در بیان		
تمہید عروض وقوانی۔		۵۷۷

مضامین کتاب	صفحہ
گلکدہ سخن یعنے باب چہارم	
در بیان اصطلاحات لفظی وحروف	
ابجد۔	۶۰۱
نغمۂ عندلیبان چمن یعنے	
تقاریظ گلزار سخن۔	۶۳۱
گلہاے سرسبد یعنی قطعات تاریخ طبع	
کتاب ہذا بقید حروف ابجد۔	۶۳۹
حدیقۂ نسترن ونسترن یعنی قطعات	
جدید طبع گلزار سخن	۶۶۱
خاتمۃ الطبع	۶۶۵
غلطنامہ	۶۶۷



سپاسِ بیقیاس اُس باغبانِ قدرت کو زیبا ہے جسکے گلشنِ امکان مین ہر شجر بمنزلہ نخلِ طوبیٰ ہے زمینِ شعر مین وہ فیاضی کی کہ ہر کوہ و صحرا کو رشکِ گلزارِ خلد کر دیا۔ فلک اعلائے مضمون پر وہ نقاشی کی کہ ہر طبقہ کو طبقۂ بہشت بنا دیا۔ گلزارِ سخن کو ایسا سرسبز و شاداب کیا کہ ہر شاخِ نبات پر سبقت لے گئی۔ شیرین لبون کو وہ شیرینی عطا کی کہ جو فقرہ زبان سے نکلا قندِ مکرر ہو گیا جس درخت پر نظر جاتی ہے۔ جڑ سے پھُنگی تک ہرا بھرا پاتی ہے۔ شاخین گلِ معنی سے بھری پڑی ہین ڈالیان ثمرِ مضمون سے لدی ہوئی ہین۔ بیابانِ سخن مین وہ گل کھلایا کہ عندلیبِ چمن نے حدیقۂ روزگار کو نظرون سے گرایا۔ کہین جوئے شیر جاری ہے۔ کہین قدرتی پھولون کی کیاری ہے۔ کہین حوضِ شہد و انگبین لبریز ہے۔ کہین نسیم غالیہ سا مشکبیز ہے۔ تازگی اُس کا ذاتی مادہ ہے۔ شادابی ہر خدمت کے لیے آمادہ ہے۔ یہانکی خزان بہار ہے۔ اور بہار پر بہار جنت نثار ہے۔ نسیم یہانکی ادنیٰ ملازمہ ہے۔ صبا یہانکی محترم چاکرہ ہے۔ ہر کلی یہان غنچۂ دہنون کے لبِ نازک پر خندان ہے۔ ہر پھول یہان رشکِ خورشید درخشان ہے۔ سرو یہان بالکل آزاد ہے۔ قمری یہان ہر دم خرم و شاد ہے۔ بلبلِ سخن اسمین ہر وقت چہچہہ زن ہے۔ صیاد کو البتہ رنج و محن ہے۔ ہر تختہ تختۂ لالہ زار ہے۔ نرگس اپنے نشۂ جوانی مین سرشار ہے۔ نہ کہین خس ہے نہ خاشاک ہے۔ جہان جہان نظر جاتی ہے آئینہ سا صاف اور پاک ہے۔ پژمردہ دل اس گلزار مین داخل ہو کر پھولتے اور پھلتے ہین۔ معشوقانِ طناز اسمین آکر خوشی و

مسرت سے اُچھلتے ہین۔ زمین بیانکی رفعت دہِ آسمان ہے۔ آسمان اپنی بلندی پر پشیمان ہو اور کیون نہ ہو؟!

گلزارِ سخن تخلیقِ حقیقی کی صنعت کاملہ کا ادنیٰ ظہور ہے۔ یہی باعث ہے جو یہ گلزار اسقدر پُر نور ہے۔ نہ معبودِ حقیقی طوطیانِ سخن کی زبان مین اسقدر حلاوت اور شیرینی بخشتا۔ نہ اس چمن کا نقشہ صفحۂ قرطاس پر کھینچتا۔ زہے صنعت اور قدرت اور خے عنایت و رحمت۔

نغمہ سنجانِ گلشنِ معانی اور زمزمہ آرائے گلزارِ خوش بیانی آئین۔ اور اس گلستانِ سدا بہار کی سیر فرمائین۔ کیونکہ انھین کے خرمنِ سخن سے یہ انبار لگایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ ذخیرۂ گل **گلزارِ سخن** کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ہان چند کیا ریان زمانہ کے لحاظ سے اس گلزار کے احاطہ مین باغبان ازل کی امداد سے جدید تیار کی گئی ہین۔ گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

جدید اضافہ کیا ہے؟

یہی کہ اِس گلزار کے احاطہ کی دیوار زمینِ شعر اور بحورِ نظم کے آب و گِل سے اُٹھائی گئی ہے۔ یعنی اِس گلزار مین چار باب کھولے گئے ہین۔

باب اوّل۔ مین شعرا کا مختصر تذکرہ اور اُن کے کلام کا سلسلہ ہے۔ ایک شاعر کا جسقدر کلام انتخاب ہوا ہے۔ وہ ایک ہی جگہ بقید ردیف درج کیا گیا ہے۔ گویا بجاے خود ہر شاعر کا کلام ایک گلدستہ ہے۔ اسطرح ہر گلدستہ سے دوسرا گلدستہ پیوستہ ہے۔ اس باب کے آخر مین شجرۃ الشعرا ہے۔ بالخصوص جن شعرا کا اس گلزار مین تذکرہ ہے۔ اُن کی تلامیذ کا سلسلہ دکھلایا گیا ہے۔

باب دوم۔ مین ایک نیا باغیچہ لگایا گیا ہے۔ جو سراپا کے نام سے نامزد ہوا ہے۔ اِسکے متعلق مین کچھ بیان کرکے کیون۔ کس نگوید کہ دوغِ من ترش است کا مصداق بنون کیونکہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

ہان اتنا بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اس سراپا مین ہر تشبیہ کے ثبوت کے لیئے اُستادون کا کلام ہر تشبیہ کے مقابل مین لکھا گیا ہے۔ تاکہ سخن فہم کامل اُس سے لطف سخن اُٹھائین اور مبتدی بقدر استعداد فائدہ پائین۔

باب سوم مین اقسام نظم و عروض و قوافی اور بحور رائجہ کا مختصر بیان کیا گیا ہے۔

باب چہارم مین ایک مختصر لغت ہے جسمین یہ صنعت ہے۔ کہ گلزار سخن کے علاوہ اور دیگر مشکل الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی معلوم ہو سکتے ہین۔ اسی مین حروف ابجد کی پوری تشریح تنقید ہے جو تاریخ گوئی کے لیئے ازحد مفید ہے گلزار سخن کے جملہ مضامین کی ذمہ داریون سے مین بالکل بری ہون کیونکہ یہ گلزار از ابتدا تا انتہا سراسر انتخاب ہے لیکن چونکہ اس کی تالیف اور ترتیب کی خدمت اپنے ذمہ لی ہے۔ باین وجہ ارباب علم اور اصحاب حلم کی خدمت مین دست بستہ گذارش ہے۔

التجا ہے جو دیکھین اہل سخن	نہ پئے اعتراض کھولین دہن
ہو ہی جاتا ہے سہو انسان سے	کہ ہے اُس کا خمیر نسیان سے
عیب پوشی کرین زراہ کرم	یہ ہے میراث حضرت آدم
عرض ہے تجھسے اے خدائے کریم	بخشدے اس کتاب کو تکریم
رہے ہر وقت پیش اہل نظر	ہے دعا فیض کی یہ آٹھ بہر

اس موقع پر ہم اپنی گورنمنٹ ہند کے احسانات کا ذکر کرتے ہین۔ کیونکہ انصاف جو جوہر انسانی کا قدرتی مادہ ہے۔ وہ اسی کا متقاضی ہے کہ انسان واقعات عالم پر انصاف کی نظر ڈالے اور سوچے۔ ایسا کرنے پر وہ بادشاہ حقیقی اور مجازی کے تمام احسانات کا شکر گذار اور فرمانبردار ہو سکتا ہے۔ یہی خاصہ ہے جس نے حضرت انسان کو اشرف المخلوقات کا خلعت خاص عطا فرمایا ہے۔

ابتدا سلطنت سے آجتک ہماری سرکار ابد قرار نے ہم رعایاے ہند کی ترقی بہبودی

کے لیئے جو جو ذرائع بہم پہونچائے ہین وہ اظہر من الشمس ہین لیکن اُن مین سے مختصراً اُس جگہ بیان کرنا ہم بہت ضروری خیال کرتے ہین۔

ہندوستان کی وہی گھاٹیان اور پہاڑیان ہین جنمین قافلے کے قافلے غارت ہوجایا کرتے تھے۔ وہی لق ودق میدان اور جنگلات ہین۔ جہان دن دہاڑے قدم رکھنا دشوار تھا۔ وہی بحری اور بری راستے ہین جنمین گذرنا جان جوکھون کا کام تھا وہی کلکتہ بمبئی اور لاہور وغیرہ جیسے مشہور مقامات ہین۔ جہان کے سفر کے لیئے مہینون انتظام کیا جاتا تھا پھر بھی سلامتی سے منزل مقصود تک پہونچنا مشکل تھا۔

آج انھین گھاٹیون پہاڑون اور دریاؤن مین ریل اور جہازات کی بدولت ایک مکس بچہ اطمینان اور آسایش سے سفر کر رہا ہے۔ نہ غم دزد اور نہ غم کالا کا مصداق ہے وہی ہندوستان ہے جو جہالت اور فاقہ مستی مین یگانۂ روزگار تھا۔ آج سرکاری اسکولون اور کالجون کے ذریعہ فاضلیت اور عمارت کا دم بھر رہا ہے۔ وہی ہندوستان ہے جہان ایک محلّے سے دوسرے محلّے تک خطوط اور خبر رسانی کا معقول انتظام نہ تھا۔ یوروپ کے بڑے بڑے شہرون سے گھر بیٹھے پوسٹ اور تار کی بدولت گفتگو اور تجارت کر رہا ہے۔ وہی ہندوستان ہے جہان کے غریب کاشتکار موسمی بارش نہ ہونے سے خود ہی سوکھ جایا کرتے تھے۔ گورنمنٹ کے انہار کی بدولت سرسبز شاداب ہو رہے ہین۔ وہی ہندوستان ہے جہان کے باشندے شحنہ گیری کے لیئے دل توڑ کوششون کے بعد بھی کامیاب نہوتے تھے۔ گورنمنٹ عالیہ کی دریادلی اور شاہانہ عنایت سے اُس کی عدالتون مین انصاف کی کرسی پر دکھائی دے رہے ہین۔ وہی ہندوستان ہے جہان مذہبی تعصب کے باعث خون کے نالے بہتے تھے آج برٹش گورنمنٹ کے عدل وانصاف کے سبب بہت آزادی اور مستعدی سے اپنا مذہبی فرایض ادا کر رہا ہے نہ قانونِ سلطنت مزاحم ہے۔ اور نہ امتیازِ قومیت

داخل ہے ہر گوشہ مین لکم دینکم ولی دین کا قدرتی نقارہ بج رہا ہے لمبی لمبی میعادکے
لائم بندوبست - فرمانبردارون اور جان نثارون کے لیئے شاہی خطابات - قحط
سالیون مین رعایا کی پرورش کے انتظامات - مقدمون کی دادرسی کے لیئے چھوٹی
سے لیکر بڑی بڑی عدالتین - غرضکہ علمی - اخلاقی - تمدنی - معاشرتی - تجارتی - زراعتی
صنعتی کارگذاریان یہ تمام باتین ایسی ہین جن پر غور کرنے سے کوئی دور اندیش احاطۂ
شکرگذاری اور فرمانبرداری سے قدم باہر نہین کال سکتا ہے -

پس اولاً ہم بادشاہ حقیقی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہین - جس نے ہم پر
ایسے منصف مزاج عدل گستر رعایا پرور بادشاہ کو مسلط کیا ہے - اس کے بعد ہم
ملک معظم حضور ایڈورڈ ہفتم صاحب بہادر بادشاہ انگلستان و ہندوستان دام اقبالہ
کی سلامتی جان و مال اور ترقی اقبال کی دعا کرتے ہوئے شکرگزار ہین - جس کے
فیض حکومت سے ہم جیسے رعاے ہند مستفیض ہو رہے ہین -

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے ملک معظم حضور ایڈورڈ ہفتم اور ملکہ معظمہ حضور الگزنڈرا
دام اقبالہا اور اُن کے صاحبزادگان اور دیگر عزیزان اور برادران اور ارکین
سلطنت کو اپنی حفظ و امان مین لے - الٰہی جس طرح حضور ممدوح کے دور سلطنت
مین آفتاب نہین غروب ہوتا اسی طرح اُن کے اقبال کے آفتاب کو تا دم حشر تابان
اور درخشان رکھ - اور اُس کی لامحدود روشنی سے ہم رعایاے ہند کے قلوب
کو منور کر آمین ثم آمین -

راقم آثم جگناتھ پرشاد اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و نائب مہتمم بندوبست کھنڈوہ
ضلع نماڑ تخلص بہ فیض

باب اوّل

حالات و کلام شُعَرائے ماضی و حال

دُھری ردیف

بحرِ طویل

ضرب الامثال

گُلدستۂ سخن

شجرۃ الشعرا

امیر تخلص کے نو شخص ہوئے

ایک تو نواب حسین علیخان خلف نواب امانت علیخان لکھنوی شاگرد احمد حسن خان جوش ہین۔

دوسرے۔ نواب امیر الدولہ ناصر جنگ عرف مرزا مینڈو فرزند وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر صاحب دیوان فارسی و ریختہ دہلی مین اپنے مکان پر مشاعرہ کرتے تھے۔

تیسرے۔ مرزا امیر بیگ دہلوی مقیم آگرہ۔

چوتھے۔ میر امیر علی ولد میر مومن دہلوی شاگرد حکیم عزت اللہ خان عشق۔

پانچوین۔ مولوی امیر علی ولد قاضی روشن بلگرامی۔

چھٹوین۔ مولوی امیر علی ولد شیخ محمد عاشوری باشندہ سکندر پور مقیم اٹھی۔

ساتوین۔ نواب علی محمد خان قوم افغان باشندہ دہلی شاگرد قیام الدین علی قائم موسیقی مین اچھا دخل رکھتے تھے۔

آٹھوین۔ امیر اللہ باشندہ دہلی شاگرد نصیر دہلوی۔ رمل مین اچھی مہارت رکھتے تھے

نوین مولوی مفتی منشی امیر احمد صاحب۔ امیر مینائی لکھنوی آپ حضرت اسیر لکھنوی کے شاگرد رشید تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولوی کریم احمد مینائی ہے آپ حضرت مینا شاہ صاحب قدس سرہ کی اولاد مین تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مینائی کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے۔ آپ نے حیدر آباد جاکر وفات پائی۔ آپ ہی کے کلام سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ مرآۃ الغیب اور صنم خانۂ عشق دو دیوان اور امیر اللغات اور محامد خاتم النبیین وغیرہ قابل دید ہین۔

(غزل در حمد)

امیر مینائی

یہ آفتاب ہے گرم اُس کی کبریائی کا
کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا

پکارتا ہے یہ انداز و ناز تو بہ شکن
کہ آئے وہ جسے دعوی ہو پارسائی کا

زمانے بھر کے حسین کیوں نہ جان دین اُس پر
چلن اُسی سے تو سیکھا ہے خود نمائی کا

دِکھا کے تیغ وہ نا آشنا یہ کہتا ہے
یہ گھاٹ ہے مرے دریائے آشنائی کا

دراز عمر ہو مشاطۂ تصور کی
مزہ وصال کا دیتا ہے غم جُدائی کا

فقیر اُسکی گلی کا ہوں میں عجب کیا ہے
جو تاجِ شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا

پسند ہے اُسے چوکھٹ پر اپنی سجدۂ عجز
ستارہ اوج پہ ہے داغ جبہہ سائی کا

یہ کسکی راہ میں کھوئے گئے کہ ہمسے خضر
طریق پوچھتے ہیں آکے رہنمائی کا

حیا تو یہ کہ ہے ستّر ہزار پردوں میں
مگر ہے شوق اُسے عالم آشنائی کا

سمجھ رہا ہے جسے حشر و نشر تو زاہد
کرشمہ وہ بھی ہے ایک اُسکی خود ادائی کا

رسائی کچھ نہیں دشوار بام تک اُس کے
لگائیں زینہ جو اقرار نارسائی کا

چلوں جو دیر کو میں توڑ کر بتِ پندار
تو غُل بتوں میں ہو اللہ کی خُدائی کا

طریقِ عشق میں گم ہو کے پہونچے منزل پر
نیا یہ راستہ سوجھا ہمیں رسائی کا

رہِ طلب میں ادب ہی سے سرفرازی ہے
مزہ کلیم سے پوچھو برہنہ پائی کا

خدا خدا جو کرے اور خودی کا دم بھی بھرے
بڑا فریبی ہے جھوٹا ہے وہ خدائی کا

جو بندہ ہے تو مزہ بندگی میں پیدا کر
نہیں وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمد الٰہی امیر کیا ممکن
پہاڑ اُٹھائے کہاں حوصلہ ہے رائی کا

غزل در نعت

ولہ

ملکہ راج جب سے دینِ مصطفےٰ کا ہو گیا
غلغلہ ساری خدائی مین خدا کا ہو گیا

جب سے دل دیوانہ محبوبِ خدا کا ہو گیا
مصطفیٰ اُسکے ہوئے وہ مصطفےٰ کا ہو گیا

حشر مین نیچے لوائے حمد کے پائی جگہ
ظلِ رحمت سایہ اُس زلفِ رسا کا ہو گیا

چارہ سازی در حقیقت کی تو نام پاک نے
نام اطبا کا ہوا شہرہ دوا کا ہو گیا

اولِ بعثت مین ختم الانبیا پایا لقب
رتبہ حاصل ابتدا مین انتہا کا ہو گیا

جب پڑی گلگشت باغون مین مدینے کے چلی
پھولون کی ڈالی وہین دامن صبا کا ہو گیا

یادِ لب مین ہجر نے دی وصل کی لذت مجھے
زہرِ قاتل مین اثر آبِ بقا کا ہو گیا

موم پتھر کو یہ اُس فخرِ سلیمان نے کیا
حلقۂ خاتم نگینِ نقشِ پا کا ہو گیا

شربتِ دیدار نے اچھی دوا دی وقتِ نزع
خوب بیڑا پار اُس دردآشنا کا ہو گیا

طوق دینِ مصطفیٰ کا جسکی گردن مین پڑا
قید سے آزاد وہ بندہ خدا کا ہو گیا

جزو ایمان کیسے کیا رتبہ بڑھایا آپ نے
چشمِ حورانِ جنان مین گھر حیا کا ہو گیا

چار بالش پر حکومت کی کیا جسدن جلوس
حاکم آب و آتش و خاک و ہوا کا ہو گیا

چودھوین کا چاند دکھلا کر یہ کہتا ہے فلک
لوشبیہہ پاک کا تیا رخا کا ہو گیا

جسمت حق کیون نہو ہو نازل محب پر آپ کے
آشنا ہے آشنا جو آشنا کا ہو گیا

روح نے جلوہ جو دیکھا آپ کا قندیلِ عرش
آشیانہ اُس گرفتار بلا کا ہو گیا

خاتمہ جب ہو گیا بالخیر تو سمجھا یہ مین
ختم مجھ پر لطف ختم الانبیا کا ہو گیا

التجا پر اُمتِ عاصی کے جب آمین کہی
بول بالا ان غریبون کی دعا کا ہو گیا

دونون سخنورونکی مدحت مین ہوئے موزون جو شعر
ترجمہ شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کا ہو گیا

نعت مین ہمنے جو لکھا ایک پرچہ بھی امیر
مل گئی دولت وہ نسخہ کیمیا کا ہو گیا

طوطی ہند جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم لکھنوی - وفصیح الملک نواب مرزا داغ آبجہانی دہلوی کے کلام بلاغت نظام کا سرسری مقابلہ

	امیر	
نئی چوٹین چلتین قاتل جو کبھی دو چار ہوتا		کہ اُدھر سے وار ہوتا تو اِدھر سے پیار ہوتا
ترے عکس کا جو قاتل کبھی تجھپہ وار ہوتا		تو نثار ہونے والا یہی جان نثار ہوتا
رہی آرزو کہ دو دو مرے تیر ساتھ چلتے		کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا
اثر اس قدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا اُن پہ		کہ وہ کروٹین ہی لیتے جو مین بیقرار ہوتا
تری ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت		جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا
مرے دل کو یون مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا		مین لپٹ کے رو تو لیتا جو کہین مزار ہوتا
ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتون نے روکا		نہ لپٹتین یہ بلائین تو وہ دل کے پار ہوتا
مین جیون تو کس کا ہو کر نہین کوئی دوست میرا		یہ جو دل ہے دشمن جان یہی دوستدار ہوتا
مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے		کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا
ترے نتھنے دل کو کیون کر مرے جان مین نہ کھاتا		وہ دھرکنے کیا نہ لگتا جو مین بیقرار ہوتا
مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا		یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
سر قبر آئے ہو تم جو بڑھا کے اپنا گہنا		کوئی پھول چھین لیتا جو گلے مین ہار ہوتا
دم رخصت اُنکا کہنا کہ یہ کاہیکا ہے رونا		تمھین میری قسمون کا بھی نہین اعتبار ہوتا
مین نثار تجھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا		مین ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر جی کا		ترے آنے کا کبھی تو اُسے انتظار ہوتا

داغ

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھین منصفی سے کہدو تمھین اعتبار ہوتا

یہ مزا تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزا ہے دشمنی مین نہ ہے لطف دوستی مین
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمین اعتبار ہوتا

تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

غزل امیر

ایک دل ہمدم میرے پہلو سے کیا جاتا رہا
سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا

سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی
وہ امنگین مٹ گئین وہ ولولا جاتا رہا

درد باقی غم سلامت ہے مگر اے دل کہان
ہائے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا

آنے والا جانے والا بیکسی مین کون تھا
ہان مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا

آنکھ کیا ہے موہنی ہے تحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف مین سارا گلا جاتا رہا

مر گیا مین جب تو ظالم نے کہا افسوس آج
ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا

درد باقی داغ باقی دل ہی پہلو مین نہین
رہ گئے نا آشنا سب آشنا جاتا رہا

جھوٹے وعدون سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا
وائے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا

بے تکلف نشتر مے نے تو اُن کو کر دیا
پردہ شرمیلی نگاہون کا مزا جاتا رہا

شربت دیدار سے تسکین سی کچھ ہو گئی
دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا

امید لا تقنطوا من رحمتی تو عاصی بول اُٹھے
آج سب اندیشۂ روز جزا جاتا رہا

مجھکو گلیون مین جو دیکھا چھیڑ کر کہنے لگے — کیون میان کیا ڈھونڈھتے پھرتے ہو کیا جاتا رہا
نیند بھی فرقت مین کھا بیٹھی ہے آنے کی قسم — خواب مین بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا
جب تلک تم تھے کشیدہ دل تھا شکوونسے بھرا — تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا
مرگِ دشمن پر کفِ افسوس تم ملتے تو ہو — پھر کہو گے ہاتھ لو رنگِ حنا جاتا رہا
شیخ جی ہین اور شب بھر دخت رز سے اختلاط — وہ تقدس ہو چکا وہ اتقا جاتا رہا
شوخیان رگ رگ مین ہین جتاوہان کہ کاہے رنگ — آتے آتے ہاتھ مین رنگِ حنا جاتا رہا
ہائے وہ صبح شبِ وصل اُنکا کہنا شرم سے — اب تو میری بیوفائی کا گلا جاتا رہا
بیخودی کا ہو بُرا محروم رکھا وصل سے — آپ جب آئے تو دل سے مدعا جاتا رہا
دل وہی آنکھین وہی لیکن جوانی وہ کہان — ہائے اب وہ تاکنا وہ جھانکنا جاتا رہا
تیرے دشمن سوگ دشمن کا کرین جانے بھی دے — بوالہوس بدنام کُن اچھا ہوا جاتا رہا
مین نے چھاتی سے لگا کر جسکو رکھا عمر بھر — ہائے وہ نازون کا پالا دل مرا جاتا رہا
گھورتے دیکھا جو ہمچشمون مین جھنجھلا کر کہا — کیا لحاظ آنکھون کا بھی او بیحیا جاتا رہا
کیا بُری شے ہے جوانی راتدن ہے تاک جھانک — ڈر بتون کا اک طرف خوفِ خدا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اِک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

وله

سرد آہین جب کسی نے کین وطن یاد آگیا — چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے چمن یاد آگیا
جس جگہ دو گز زمین پائی کھدی سمجھا مین گور — جب نئی دو چادرین دیکھین کفن یاد آگیا
تن سے باہر آکے دھیان آیا عدم کا روح کو — قید سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد آگیا
نزع مین سنگین دلی کا حال شیرین پر کھلا — موت کی سختی اُٹھائی کوہکن یاد آگیا
گور مین بھی ہم نہ بھولے صحبتِ احباب کو — گوشۂ خلوت مین لطفِ انجمن یاد آگیا

کھینچکر چادر جو پھر تربت پہ میری ڈال دی
سچ بتا لیا تجھکو اے دزدِ کفن یاد آگیا

جامۂ صد پارۂ گل جب نظر آیا مجھے
سو جگہ سے چاک اپنا پیرہن یاد آگیا

رہ گیا اپنے گلے مین ڈال کر بانہین غریب
عید کے دن جس کو غربت مین وطن یاد آگیا

شاعرون مین تھی سخن سازی بہت پر اے امیر
رہگئے منھ کھول کر جب وہ دہن یاد آگیا



وله

گھر مین تمھارے غیر سے جایا نہ جائیگا
آغوشِ نور مین کبھی سایا نہ جائیگا

دل گیسوؤن مین ہمسے پھنسایا نہ جائیگا
اِس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا

بیخود نہ کر وصال مین اے جلوۂ صنم
ہون ناتوان پھر آپ مین آیا نہ جائیگا

کہتا ہے دل چھپاؤنگا مین خوب رازِ عشق
آنکھین یہ کہتی ہین کہ چھپایا نہ جائیگا

تلوار اُنسے کھنچ نہین سکتی نہ کھنچ سکے
کیا سرمہ آنکھ مین بھی لگایا نہ جائیگا

جب دیکھ لوگے یاس بھری میری شکل تم
پھر تمسے میرے دل کو دکھایا نہ جائیگا

لاکھون کو خاک مین تو ملاویگا آسمان
ظالم سے دو دلون کو ملایا نہ جائیگا

چہرہ چھپالین آنکھ چرالین حیا سے وہ
جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جائیگا

لاؤن مین اُنسے دلمین کدورت محال ہے
یہ لعل خاک مین تو ملایا نہ جائیگا

پہنائے جنکو پھولون کے ہار اُنسے بعد مرگ
دو پھولون سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا

ترکِ ادب ہے دل سے مٹاؤن جو داغ عشق
مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائیگا

وہ غنچہ اس چمن مین مرا دل ہے اے امیر
بادِ بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا

داغ

اُس بزم مین شریک تو جایا نہ جائیگا
مین جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائیگا

دل لیکے اُسکے بزم مین جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل مین دبایا نہ جائیگا

اے حشر امتیاز کہ ہم ہین شہید ناز
مُردون کی طرح ہمکو اُٹھایا نہ جائیگا

دل کیا ملاؤگے کہ نہین ہوگیا یقین
ملتے تو خاک مین بھی ملایا نہ جائیگا

جو دل دکھا رہا ہے مزے ہر گھڑی مجھے
آنکھون سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسمان زمین سے ملایا نہ جائیگا

فتنہ نہین ہون جسکو اُٹھایا کرے فلک
مجھسے گرے ہوئے کو اُٹھایا نہ جائیگا

زلفین نہین کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائیگا

اے داغ مجھکو رزق کی خواہش ہے جرخ سے
اتنا یہ غم کھلائیگا کھایا نہ جائیگا

امیر

مجھ کو کیا جس کو جب ملین گے آپ
وہ یہ پوچھے گا کب ملین گے آپ

آنے پائے جو بزم عیش مین ہم
مثل ساز طرب ملین گے آپ

ہاتھ پھیلا کے لی جو انگڑائی
مین یہ سمجھا کہ اب ملین گے آپ

ہوش عاشق کے کھو کے وصل کی شب
مثل بنت العنب ملین گے آپ

خاک مین بھی ملا چکے ہم کو
نہ ملے اب تو کب ملین گے آپ

حرف مدغم کی طرح ہے وصل کی شب
نہ جدا ہونگے جب ملین گے آپ

ہے تعلی مزاج عالی مین
اور خوبون مین کب ملین گے آپ

رفتہ رفتہ جناب یوسف سے
جا کے مثل نسب ملین گے آپ

خاصہ آپ مین ہے دولت کا
بخت چمکین گے جب ملین گے آپ

جان

جان دینے کا تب سے لے گا مزا
دل کے مانند جب ملین گے آپ

آئیے دونون وقت ملتے ہین
رُک رہے اب تو کب ملین گے آپ

ہجر ہے کون آپ مین آئے
مل رہونگا مین جب ملین گے آپ

آنکھ سے آنکھ دل سے دل ملجائے
کہئے اسطرح کب ملین گے آپ

تپشِ دل کا میرے ہوگا علاج
نبض کی طرح جب ملین گے آپ

ڈھونڈھتا ہے عبث امیر سبب
ایک دن بے سبب ملین گے آپ

ولہ

اِس شان سے وہ برق وش آتا ہے ادھر آج
گلنار ڈوپٹے سے بھی اُڑتے ہین شرر آج

ہوتا ہے تو ہو فیصلہ گردون دسر آج
وہ قتل پہ مین مرگ پہ باندھے ہون کمر آج

غیرون سے کبھی ہے کبھی مجھسے ہے لگاوٹ
بہکی ہوئی پھرتی ہے محبت کی نظر آج

گو جاتے ہین آہستہ نزاکت سے وہ لیکن
دوڑی ہوئی جاتی ہے خوشی غیر کے گھر آج

گلزار مین میکش ہوے بے شبہہ بہشتی
بیعت اِنھین ساقی سے ہوئی زیرِ شجر آج

ڈر ڈر کے ملک بھی ہوے کاندھونسے گریزان
اب ہجر مین کوئی نہ اِدھر ہے نہ اُدھر آج

غُربت مین مین آیا تو اُڑی خاک وطن مین
اُڑتی ہوئی دی ہے یہ بگولون نے خبر آج

باران نہین پتھر ہی گرا کشت پہ میرے
اے ابرِ کرم خواہِ غضب کچھ تو اِدھر آج

گذرے لی شبِ ہجر نہ تا روزِ قیامت
بے پر کی اُڑاتا ہے عبث مرغِ سحر آج

جنت مین کریمون سے کہین گے یہ فرشتے
بوئے تھے جو گل تم نے ملے اُنکے ثمر آج

کس شان سے بیٹھے ہین سرِ بزم وہ آکر
ذرّون مین ہے خورشید جگر رون مین قمر آج

شیشے کی طرح جوشِ مئے عشق ہے دلمین
ہو مہر دہن مُنھ کو کہین آکے جگر آج

عالم مین رواج اب یہ ہوا بے ہنری کا
ہم عیب کے مانند چھپاتے ہین ہنر آج

بیگانے ہوے نزع مین جتنے تھے یگانے — آنکھین جو پھرین پھر گئی عالم کی نظر آج
شاید کسی دلبر پہ امیر آہی گیا دل
کیون ہاتھ سے تھامے ہوے پھرتے ہو جگر آج

ولہ

کیونکر نظر مین آئے کہ ہے بے نشان کمر — آنکھون سے مثلِ تار نظر ہے نہان کمر
نازک مین اور شکم مین صفائی کی بحث ہے — دونون ہین پر خموش کہ ہے درمیان کمر
جسطرح خود ہے عالمِ ہستی مین بے نشان — اک دن کریگی یون ہی مجھے بے نشان کمر
جب قصد کرتی ہے کہ میرے دل کو باندھ لے — زلفِ دراز بڑھ کے یہ کہتی ہے ہان کمر
ہم خوب جانتے ہین کہ ہے جادۂ عدم — سمجھے ہوے ہے جسکو یہ سارا جہان کمر
لاکھون ہین سرفروش ہزارون ہین سربکف — اِک روز باندھیے تو پئے امتحان کمر
کھلتا نہین کہ خاک مین عاشق تو مل چکے — ابتک ستم یہ باندھے ہے کیون آسمان کمر
تصویر کیا کھنچیگی مصور سے آپ کی — معدوم اگر دہن ہے تو ہے بے نشان کمر

کاہے کو پھر امیر سا پاؤگے باوفا
باندھو نہ اُسکے قتل پہ ایجانِ جان کمر

ولہ

زلفون سے خالِ رُخ ہے مجھے بیشتر عزیز — پریون سے ہے زیادہ یہ زنگی پسر عزیز
جان ایک بھی بچا نہین سکتا ہے نزع مین — کیا فائدہ جو دوست اُدھر ہین اِدھر عزیز
رستے مین خطِ شوق ہمارا نہ گر پڑے — رکھنا زیادہ جان سے اے نامہ بر عزیز
اہلِ جہان کو دولتِ دنیا سے یون ہے اُنس — جسطرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز
ہو خاک جاہلون کو ہمارے سخن کی قدر — پتھر کو لعل ہے نہ صدف کو گہر عزیز
جھوٹون نہ پھر کسی نے کیا ایکدن بھی یاد — کیا ہم کو دفن کرکے ہوے بے خبر عزیز

دل سے زیادہ ہمکو غنیمت ہے داغِ دل
بڑھ کر کہین جگر سے ہے زخمِ جگر عزیز

قصدِ سفر ہے جلد وطن سے امیر کا
کہدو کہ دشمنی پہ نہ باندھین کمر عزیز

ولہ

کھائے یہ الفتِ بتِ غنچہ دہن مین داغ
طاؤس کی طرح ہین سراپا بدن مین داغ

گریان وہ ہون کہ کچھ نہین پروا ہے بعد مرگ
دھودیگی چشمِ تر جو لگے گا کفن مین داغ

ای ترک دیکھ تو کوئی گولی سے اڑ نہ جائے
بندوق اس طرح نہ بھرے انجمن مین داغ

کافور لے کے صبحِ عزیمی سے بھیجدون
ہے میرے ہجر سے دلِ اہلِ وطن مین داغ

سینے مری نہ دیجیے بوسہ رقیب کو
ایسا نہ ہو لگے کہین سیب ذقن مین داغ

دیکھا ہے جب سے باغ مین گورا بدن ترا
لالے کی طرح ہے جگرِ یاسمن مین داغ

مشقِ سجود حق مین بھی دشمن کو رشک ہے
ہے شیخ کی جبین کا دلِ برہمن مین داغ

ظاہر مین اور رنگ ہے باطن مین اور رنگ
بوٹے قبا مین ہین تو ہمارے بدن مین داغ

دیکھ آئے لالہ زار کو ہم جاکے کوہ پر
اک ایک کا جگر ہے غمِ کوہکن مین داغ

جب سے سنا امیر کہ ہین داغ دردمند
لاکھون پڑے ہین سینۂ اہلِ سخن مین داغ

ولہ

عارض ترے ای گلبدن ایک اس طرف ایک اس طرف
گویا کھلے ہین دو چمن ایک اس طرف ایک اس طرف

پڑتا ہے اس پلکون سے رن ایک اس طرف ایک اس طرف
دو پلٹنین ہین صف شکن ایک اس طرف ایک اس طرف

مردہ جو ہین زیرِ زمین زندہ ہین بالائے زمین

آراستہ ہے انجمن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
تو بزم مین جلوہ نما عکس آئینے مین ہے ترا

بیٹھے ہین دو غنچہ دہن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
وہ قامت و گیسو نہین تشبیہ ہے یہ دل نشین

ہے دار سے لٹکی رسن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
پیری مین اے زاہد نہین یہ تیرے گیسوے سفید

ہین دوش پر یہ دو کفن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
کیونکر بچے گی دل کی جان آنکھون سے اُس سفاک کی

ہین تاک مین دو راہزن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
ہین بیچ مین وہ جلوہ گر مین ہون اِدھر اور غیر اُدھر

ایک بُت ہے اور دو برہمن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
ترکانِ چشمِ اُس شوخ کے ابرو کی تلوارین لیے

دکھلا رہے ہین بانکپن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
جلتا ہے اُلفت سے جو دل بجھتا ہے فرقت سے جگر

آفت ہین وہ داغِ کہن ایک اُس طرف ایک اُس طرف
افلاس و دولت دونون سے دنیا مین ہوتا ہے ضرر

اُس ساتھ کے ہین دو دہن ایک اِسطرف ایک اُس طرف
ظاہر گل و بلبل سے ہے نیرنگِ گلزارِ جہان

یہ نوحہ گر وہ خندہ زن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
ہین آفتین دل پر کئی چینِ جبین پر بھی تری

طرہ ہے زلفِ پُرشکن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
خالی مصیبت سے نہین انسان کو ہستی و عدم
ہین منزلین دونون کٹھن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
چورنگ ہو کیونکر نہ دل آنکھون بھوؤن کو دیکھ کر
آفت ہین دونون تیغزن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
آدھی سفید آدھی سیہ ہر ایک پہ وحشت کی نگہ
آنکھین ہین دو ابلق ہرن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
بازو پہ گر اُس کے بندھین ہو جائین جوشِ حسن سے
اِک کے چمن مین نور تن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
کیا کاتبِ اعمال سے پوچھون کہ تم لکھتے ہو کیا
کاندھون پہ ہین دو بیدہن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
دل سے جگر سے عشق مین کاٹے سے غم کٹتا نہین
اِک کوہ ہے دو کوہکن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
کیا دن تھے دہلی لکھنؤ تھے میر و مرزا سے چمن
یہ دونون تھے یکتائے فن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
ہین زیر و بالا تیرے لب جانبخشیون مین منتخب
دو ہین مسیحائے زمن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
تلوار اُدھر پھیرے ہے منھ سبل اِدھر پھیرے ہے رُخ
رُو سے ہین یہ دولھا دُلہن ایک اِس طرف ایک اُس طرف
چورنگ ابرو سے جگر دل سبل تیغ نظر
گویا ہین دو گلگون کفن ایک اِس طرف ایک اُس طرف

رخسار نازک ہین تو ہون آج ایک مانون گا نہ مین

دو بوسے لونگا جانِ من ایک اِس طرف ایک اُس طرف

شبنمین دامانِ عبا تھامے ہوئے ہین حشر مین

ہین بیچ مین ناز و نعم ایک اِس طرف ایک اُس طرف

زلفین اسیر اُس حور کی ہین چہرۂ پر نور پر
اک چاند ہے اور دو گہن ایک اِس طرف ایک اُس طرف



ولہ

ذرا چلمن تک آئین گھر مین وہ کیا بیٹھے ہین
ہزارون سر بکف مشتاق اک چتون کے بیٹھے ہین

اٹھین وہ مجمع اغیار مین کیا بن کے بیٹھے ہین
وہان دشمن ہی سب اُٹھتے ہوے جوبن کے بیٹھے ہین

عجب بر سات ہے کیا کیا نئے گھر بن کے بیٹھے ہین
نہین بھادون کے فریادی کہین ساون کے بیٹھے ہین

مٹا کر خاک مین بھی ہائے شرم اُنکی نہین جاتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین

ہمارے دوست کے پہلو مین جب بیٹھا ہے وہ جم کر
تو خنجر کیطرح پہلو مین ہم دشمن کے بیٹھے ہین

نمود حسن دونی ہو گئی ہے خود نمائی سے
اُبھر آیا ہے جوبن اور جب وہ تن کے بیٹھے ہین

بگاڑین گے ہزارون گھر بناوٹ کی اداؤن سے
بنا لینگے بہت کچھ آج وہ پھر بن کے بیٹھے ہین

وہ میرا مال لے کر کیا مرے دشمن کو دیدینگے
مرا دل لیکے کیون پہلو مین وہ دشمن کے بیٹھے ہین

کسی کو تو نے تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر
نشانے ہی پہ سب ناوک ترے چتون کے بیٹھے ہین

اُڑا لیجاتے ہین عاشق کے دل کو سینہ زوری سے
غضب کے دو اُچکے بھیس مین جوبن کے بیٹھے ہین

نگاہِ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہین کھلتا
کہ چلمن کے اِدھر یا وہ اُدھر چلمن کے بیٹھے ہین

تری دشمن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پہ
تو ہم سمجھے کہ سائے میں ترے دشمن کے بیٹھے ہیں

علاقہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ کہتے آئنہ خانے سے اٹھ بھاگے وہ گھبرا کر
یہاں سب لوٹنے والے مرے جوبن کے بیٹھے ہیں

رہے ہیں وصل میں کیا کیا نیاز و ناز کے جھگڑے
کبھی ہم روٹھ کر اٹھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہیں

دکھاتے ہیں عدم کی راہ ان کے مردم دیدہ
حقیقت میں ہیں رہبر میں نہ رہزن کے بیٹھے ہیں

بگڑ کر جب وہ اٹھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھے ہیں جہاں وہ بن کے بیٹھے ہیں

پڑے ہیں قدر داں کانٹے ہیں صحرا محبت کے
کہیں گاہک گریبان کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں

ترے دروازہ پر غنچہ نہیں نظارہ بازوں کا
یہ کلیاں پھول چننے کو ترے گلشن کے بیٹھے ہیں

بچھڑنا جان کا مشکل ہے کانٹوں سے تماشے کے
یہاں سب کھینچنے والے مرے دامن کے بیٹھے ہیں

کبھی اجڑے ہوئے ان جوگیوں پر بھی کرم کیجئے
کہ دو والی یہ دو غنچے لیے دامن کے بیٹھے ہیں

امیر آئی ہے بھولی مرثیہ محفل میں پڑھنے کو
کہیں ناقص ہوا اور کاملان فن کے بیٹھے ہیں

غزل

وہ دلکی تاک میں جب شوق سے بن ٹھن کے بیٹھے ہیں
تو سو غزلوں سے دلبر تیرِ اک چتون کے بیٹھے ہیں

ادھر ہے عکس اُدھر وہ دونوں بانکے بن کے بیٹھے ہیں
غضب جوبن ہے دو دو گرز تولے تن کے بیٹھے ہیں

یہ آہو چشم جتنے کھڑکیوں میں بن کے بیٹھے ہیں
وہ سب مارے ہوئے ظالم تری چتون کے بیٹھے ہیں

وہ آمادہ ستم سے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
اُدھر وہ بن کے بیٹھے ہیں اِدھر ہم تن کے بیٹھے ہیں

عداوت ہم سے کیجاتی ہے پردے میں محبت کے
اٹھا کر ہم کو خود وہ سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

اذیت سے نہیں خالی کوئی فعل اپنا فرقت میں
اُٹھے ہیں در بدر بن کر نقشِ حسرت بن کے بیٹھے ہیں

یہ کیا بیہودہ فرمایش ہے اُس سے اے دلِ ناداں
بھلا پردہ نشین باہر کہیں چلمن کے بیٹھے ہیں

اشارہ کر کے آئینے کو جانب کہتے ہیں مجھ سے
وہ دیکھو دیکھنے والے مرے جوبن کے بیٹھے ہیں

جو میرا دل دُکھانا ہے مرے پہلو میں آ بیٹھیں
الگ پھر مجھ سے کیوں پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

وہ کہتے ہیں اِدھر عاشق اُدھر عاشق کدھر جاؤں
دو طرفہ کھنچنے والے مرے اُن کے بیٹھے ہیں

پڑی ہے آنکھ تیری بھی تو رونا تجھکو آیا ہے
تری محفل میں ہم تصویرِ حسرت بن کے بیٹھے ہیں

وہی انصاف سے کہدیں کہ ہے کسکی جگہ اچھی
بغل میں اُنکی ہم پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

بھلا بے پردہ کوئی جلوہ اُس کا دیکھ سکتا ہے
یہ کیا کم ہے کہ ہم نزدیک اُس چلمن کے بیٹھے ہیں

وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھکر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن ٹھنکے بیٹھے ہیں

دلِ آغازِ شبابِ عمر کے جھولے مزے کیونکر
جوانی کے وہ سکے نقش پر بچپن کے بیٹھے ہیں

وہ رُخ غارت گرِ جاں ہے تو خطِ سبز پھر کیسا
تماشا ہے کہ خضر آغوش میں رہزن کے بیٹھے ہیں

لگے جھجکانہ آہِ آتشیں کا دل دہلتا ہے
وہ رکھکر ہاتھ پتھر پر مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

نکال اُنکو جو غیرت ہو کہ اے قاتل ترے ارماں
ترے کشتے کی تربت پر مجاور بن کے بیٹھے ہیں

نہیں اے ماہ وش یہ آسمان پر جا بجا تارے
تنکے کچھ ترے شمعِ رُخِ روشن کے بیٹھے ہیں

یہ کیا بیوقت کی اے حضرتِ دل آپکو سوجھی
اُٹھے ہیں وہ ٹھکانے اب جب وہ من کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھوں کی جو موت آئے تو یہ طے ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

میر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے
بھنویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تنکے بیٹھے ہیں

داغ

بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تنکے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بنکے بیٹھے ہیں

دلوں پر سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پر ہزاروں تیرِ چتون کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہین ہے اے دلِ نادان
ابھی پھیر روٹھ جائین گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہین

اثر ہے جذبِ الفت مین تو کھنچکر آہی جائینگے
ہمین پروا نہین ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہین

سبک ہو جائینگے گر جائینگے وہ بزمِ دشمن مین
کہ جبتک گھر مین بیٹھے ہین وہ لاکھون من کے بیٹھے ہین

فسون ہے یا دعا ہے یہ معمّا کھل نہین سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے مرے مدفن کے بیٹھے ہین

بہت رویا ہون مین جبسے یہ مین نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہین

کھڑے ہون نے یہ طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہین

تلاشِ منزلِ مقصد کی گردش اٹھ نہین سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے مین ہم رہزن کے بیٹھے ہین

یہ جوشِ گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت مین رویا ہون
در و دیوار اک پل مین مرے مسکن کے بیٹھے ہین

نگاہِ شوق و چشمِ شوق مین در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن مین ہین نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہین

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل مین اکثر رنگ لائے گا
قیامت بنکے اٹھے ہین بھبھوکا بن کے بیٹھے ہین

کسی کی شامت آئیگی کسی کی جان جائے گی
کسیکی تاک مین وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہین

قسم دیکر انھین سے پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اسکے
تمھاری بزم مین کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہین

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائین
عظیم آباد مین ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہین

اسی طرح اور ردیف قافیہ مین حضرت ریاض تلمیذ امیر مینائی صاحب مرحوم یون فرماتے ہین

غزل ریاض

گریبان چاک کچھ ٹکڑے لیے دامن کے بیٹھے ہین
جو ہوش آیا تو اب محتاج پیراہن کے بیٹھے ہین

ذرا اُن سے یہ کہدو جو اُدھر چلمن کے بیٹھے ہین
گلی مین رہنے والے ادی این کے بیٹھے ہین

وہی ہم تھے نہ چھوڑا تار تک ہم نے گریبان کا
وہی ہم ہین کہ اب ٹکڑے لیے دامن کے بیٹھے ہین

جو آجائیگی دل مین اٹھ کے سیدھی طور کرلین گے
ابھی تو سنگ در پر اُنکی پرفن کے بیٹھے ہین

مسی مالیدہ لب کیون ہین نے چوسے آج گلشن مین
وہ مجھسے منھ پھلائے سیاٹے مین سون کے بیٹھے ہین

ہوئی مٹی حنا اُنکی لگی ہے اُن کے تلوون سے
مٹانے والے دیکھو وہ مرے مدفن کے بیٹھے ہین

پڑھینگے پینگ نتنے کے جھلائین گے حسینون کو
ابھی ہم پانون توڑے منتظر ساون کے بیٹھے ہین

نکالے دیتے ہین اپنے ساتھ یہ گم کردہ راہون کو
ہمارے رہنما ہین ہم جو رہزن کے بیٹھے ہین

یہ ظالم کیا اُبھر کر تیرے جوبن کو دبائے گا
دلِ پُر داغ پر سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہین

بھرے خم کیطرح ہم میکدہ سے اُٹھ نہین سکتے
یہان بھی ہم جو بیٹھے ہین تو لاکھون من کے بیٹھے ہین

وفا میری جفا اپنی انھین کچھ یاد آئی ہے
نظر نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین

ارے او حشر مین اترانے والے یون نہ چل تنکر
یہان بھی لوٹنے والے ترے جوبن کے بیٹھے ہین

بیان کیا ہو نیاز و ناز عشق و حسن کا عالم
اِدھر چلمن کے ہم ہین وہ اُدھر چلمن کے بیٹھے ہین

غضب ہے بے بچھونے چھیڑے چھجکنا چونکنا ڈرنا
یہ عالم ہے کہ گویا گور مین وہ دشمن کے بیٹھے ہین

عدو آیا تو فرمایا چلو محفل سے خلوت کو
یہان پہچاننے والے مری چتون کے بیٹھے ہین

ذرا اے آرزوئے وصل موقع ہاتھ آنے دے
کہ وہ روٹھے ہوئے پھر اون کے اب کچھ من کے بیٹھے ہین

اُٹھانے سے ریاض اُٹھتے نہین یہ ماجرا کیا ہے
درِ دولت پر اُنکے آج سائل بن کے بیٹھے ہین

جناب منشی سید زوار حسین زوار آگرہ آبادی شاگرد حضرت وسیم لکھنوی نے ذیل کی غزل لکھی ہے

غزل زوار

غضب ہے بن سنور کر وہ اُدھر چلمن کے بیٹھے ہین
ستم ہے ہم اِدھر مشتاق اک چتون کے بیٹھے ہین

نہین ہین عارضِ پُر نور پر حلقے یہ زلفون کے
نکلکر سانپ دو دو روشنی مین من کے بیٹھے ہین

خدا معلوم کیا پھونکا ہے چھو منتر رقیبون نے
وہ بزم خاص مین بھی آج مجھسے تن کے بیٹھے ہین

ذرا مہلت دے اے دستِ جنون صحرا نوردی کی
ابھی ہم توڑ کر کچھ ٹانکے پیراہن کے بیٹھے ہین

وہ نظرین تاڑکر آئینہ خانے مین یہ کہتے ہین — یہان بھی تاک مین اُٹھتے ہو جوبن کے بیٹھے ہین
وہ میرا کیون نہین تیغ ادا سے فیصلہ کرتے — وہ مجھسے روٹھکر پہلو مین کیون دشمن کے بیٹھے ہین
پشیمان ہوے ہین قتل کرکے اپنے عاشق کو — وہ جب تو سر جھکائے سامنے مدفن کے بیٹھے ہین
زبان خطرح سے حلقے مین ہے تلوین دانتون کے — اسی انداز سے حلقہ مین ہم دشمن لے بیٹھے ہین

وہ بولے دیکھکر تصویر میری حیرت سے
یہی ہین حضرت زوار جوبن ٹھنکے بیٹھے ہین

غزل امیر

عشق مین گر نخلۂ زلف نگھاتے بھی نہین — جائیے جائیے ہم آپ مین آتے بھی نہین
بت بنے بیٹھے ہین کچھ بات بتاتے بھی نہین — اور یہ غصہ کہ مین روٹھا تو مناتے بھی نہین
کچھ وفا کچھ ہے حیا جان ہے کس مشکل مین — دل سے جاتے بھی نہین آنکھ مین آتے بھی نہین
نیمجان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہین چپکے — ہاتھ اُٹھاتے بھی نہین ہاتھ لگاتے بھی نہین
روٹھنا روز کا ٹھہرا ہے تو یہ سن رکھیے — روز کے روٹھنے والے کو مناتے بھی نہین
آگے آئینے کے بیٹھے ہین مجھکائے آنکھین — چوٹ کھاتے بھی نہین چوٹ لگاتے بھی نہین
اپنے پہلو مین بٹھاتے نہین عاشق کو مگر — بیٹھ جائے تو مروت سے اُٹھاتے بھی نہین
اُن نگاہون سے جوانی مین حیا کہتی ہے — جاؤ اب پردے مین ہم تم کو بٹھاتے بھی نہین
نکلے ہی پڑتے ہین محرم سے اُچکے دیکھو — شرم کی بات ہے تم اُن کو دباتے بھی نہین
جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہ دلکی ثابت — منھ سے اِنکار بھی ہے آنکھ ملاتے بھی نہین
پرسش حشر مین چوکے تو وہ مجھ سے بولے — تم کھڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہین
ہیچ ہین حور و پری لیلی و شیرین کیسے — ایسے لیسون کو تو وہ دھیان مین لاتے بھی نہین
ہنس ہی دین دیکھ کے رونا مرا ہمدردی — مجھ کو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہین
آکے تربت پہ مری کہتے ہین لو اُٹھ بیٹھو — اب تو مدت ہوئی ہم تم کو ستاتے بھی نہین

پھیر دو دل جو نہیں دیتے ہو بوسہ سہی کیا
مال پر لوٹ بھی ہو دام لگاتے بھی نہیں

ناز کہتا ہے کہ جان اس کی ہو تم جی نہ اُٹھے
مارے اس ڈر کے جنازے پہ وہ آتے بھی نہیں

زاہد و حق تو یہ ہے تم ہو بڑے بے توفیق
اپنے مہمان کو دو گھونٹ پلاتے بھی نہیں

جب سے عاشق کے ہوئے پھول پہننا کیسا
کپڑے وہ اس سے پھولوں نہیں بساتے بھی نہیں

لطف مرنے کا دکھائیں کسے فرقت میں امیر
نہیں آتے وہ تو ہم جان سے جاتے بھی نہیں

غزل امیر

عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں پھر چھوٹ جاتے ہیں
جہان یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

کڑی منزل ہے پیری آفت بھی سب ٹوٹ جاتے ہیں
قدیمی ساتھ یاروں کے نہیں تو چھوٹ جاتے ہیں

الٰہی کیا علاقہ ہے وہ جب لیتا ہے انگڑائی
مرے سینے میں سب زخموں کے ٹانکے ٹوٹ جاتے ہیں

ادا دل مانگتی ہے جان غمزہ اے شہ خوبی
ترے کشور میں ہے اندھیر لوٹا لوٹ جاتے ہیں

عجب کانٹا ہے ساقی محتسب جب آنکلتا ہے
تو سب جام و سبو چھالوں کی صورت ٹوٹ جاتے ہیں

زمانے بھر میں ہے مشہور حال اخوان یوسف کا
طمع دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہیں

امیر نثار کی غربت کو جہت سمجھے ہیں کیا گھر کی
یہ ماتم دار آکر چھاتیاں کیوں کوٹ جاتے ہیں

اور اسی ردیف میں کی ردیف میں افتخار الشعرا اعتبار الملک قتدار جنگ سید افتخار حسین صاحب مضطر استاد مہر بائیس نواب صاحب بہادر ٹونک نے یہ غزل لکھی ہے

غزل مضطر

عیش کے رنگ کمالوں سے دبے جاتے ہیں
آبو ہم اپنے ہی حالوں سے دبے جاتے ہیں

پاؤں رکھنا مجھے صحرا میں بھی دشوار ہے اب
سارے کانٹے مرے چھالوں سے دبے جاتے ہیں

توبہ توبہ وہ مرے خواب مین کیا آئین گے
جاگنے مین جو خیالون سے دبے جاتے ہین

اللہ اللہ ری نزاکت ترے رخسارون کی
اتنے نازک ہین کہ خالون سے دبے جاتے ہین

بے طرح بارِ محبت تو پڑا ہے اُن پر
آپ کیون چاہنے والون سے دبے جاتے ہین

اُلفتِ رُخ نے یہ کردی ہے دلون کی حالت
جیسے تکیے ترے گالون سے دبے جاتے ہین

کیا دبائین گے اُبھر کر ترے جوبن ظالم
یہ تو خود دیکھنے والون سے دبے جاتے ہین

تو ہے کوٹھے پہ تو کتر کے نکلتی ہے گھٹا
کالے بادل ترے بالون سے دبے جاتے ہین

اُس نے لکھا یہ مرے نامۂ حسرت کا جواب
اب تو ہم تیرے سوالون سے دبے جاتے ہین

بارہون دیدۂ اربابِ سخن پر مضطر
مدّعی میرے کمالون سے دبے جاتے ہین

غزل امیر

وہ رخ و زلف نہ تڑپائین یہ ممکن ہی نہین
ہلئے راتین بھی قیامت ہین فقط دن ہی نہین

رنگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین
پھولنے پھلنے کے اب دن ہی نہین سن ہی نہین

دیکھئے محکمۂ حسن سے کیونکر ہو نجات
مجرمِ عشق ہون میرا کوئی ضامن ہی نہین

جذبِ دل اُن سے یہ کہتا ہے کہ اب کیون آئے
تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہین

یون تو سلجھے گا نہ اُلجھا ہوا بوسون کا حساب
سہل سا گر مین بتادون تجھے تو گن ہی نہین

سادگی مین مرے محبوب کی ہے لاکھ بناؤ
سُرمۂ مے سے سنورنے کے ابھی ن ہی نہین

اُن سے مطلب کی کہی بات تو ہنسکر بولے
بات وہ کہیئے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہین

دارِ فانی مین پتا اُس کا مین کس سے پوچھون
سب ہین پردیسی یہان کا کوئی مسکن ہی نہین

مرے آغوش مین آنے کو جو وہ اُٹھتے ہین
نازکی کہتی ہے بیٹھو بھی یہ ممکن ہی نہین

نالہ کش دل کو نہ دیکھا تو وہ کافر بولا
اچھی مسجد ہے جہان کوئی مؤذن ہی نہین

جب کہا مین نے کہ اب رحم ہے واجب بولے
آپ واجب کہین یا فرض یہ ممکن ہی نہین

اے صنم وصل میں کیا قید کہ ٹھہرے کسدن
سب دن اللہ کے ہیں کوئی برا دن ہی نہیں

وہ جفا کو ابھی جانیں نہ وفا کو سمجھیں
بارھویں سال کا آغاز ہے کچھ سن ہی نہیں

تیغ قاتل ہے کٹھن مجھسے اجل روٹھی ہے
کس کا احسان اٹھاؤں کوئی محسن ہی نہیں

غیر کے پاس سے اٹھکر جو میں اُن سے لپٹا
بولے یہ بیان بھی بنی آگ کی ہیں جن ہی نہیں

اُنسے ہے وصل کی درخواست وہ جو چاہیں کہیں
غمزہ کیوں بیچ میں بول اٹھتا ہے مکن ہی نہیں

صنعتِ کاتبِ قدرت ہیں رُخ و خط دونوں
وہی اس متن کا شارح بھی ہے متن ہی نہیں

بے جگہ شام ہوئی جاتی ہے بسمل میں امیر
ہائے کیا پہونچیں گے منزل پہ کہ اب جان ہی نہیں

ولہ

اس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ میں
مشعل دکھائی برقِ تجلی نے راہ میں

اندھیر کر رہی ہے یہ چشمِ سیاہ میں
شوخی کو قید کیجیے نیچی نگاہ میں

کیا دخل جا سکے کوئی اُس جلوہ گاہ میں
غمزہ چھڑی لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں

خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتل گاہ میں
لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ میں

توبہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے زاہدو
پہونچی ہے ہمسے ٹوٹ کے اب خانقاہ میں

وہ شبنمی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

گھر سے مرے بلائے شبِ غم گئی کہاں
بیٹھی ہے چھپ کے پردۂ روزِ سیاہ میں

ہم مست مے بھی پیتے ہیں تو کانپتے ہوئے
توبہ پڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ میں

قائل ہیں دل ہے دلمیں ہے وہ قدر دانِ دل
یوسف گرا ہے لیکے زلیخا کو چاہ میں

افتادگی میں بھی مجھے معراج ہے نصیب
ٹھوکر بھی کھائی ہے تو محبت کی راہ میں

پھونکا ادھر عدو کو اُدھر آسمان کو
دو ظالموں کی لی ہے خبر ایک آہ میں

وہ دیکھتے ہیں خون تمنا جا کے آنکھ
مہندی لگائی جاتی ہے پلے نگاہ میں

اہلِ نظر کو وسعتِ امکان بہت ہے تنگ
گردون نہین گرہ ہے بہت تارِ نگاہ مین

جب مین پکارتا ہون تو کہتا ہے آفتاب
کمبخت گم ہون مین ترے روزِ سیاہ مین

ڈرتا ہون جذبِ شیخ کا سُن سُنکے غلغلہ
کھینچ جائے دخت رز نہ کہین خانقاہ مین

آنکھ اپنی فتنہ ہائے قیامت پہ کیا پڑے
جسکے یہ فتنے ہین وہ ہے اپنی نگاہ مین

دلمین صمد صمد ہو زبان پر صنم صنم
حسنِ عمل کی بھی ہو جھلک کچھ گناہ مین

بیتا بیان جو مانگین تو دینا نہ تو ہمین
ای صبر اب ہم آتے ہین تیری پناہ مین

اُٹھتا نہین ہے اب تو قدم مجھ غریب کا
منزل سے کہدو دور کے لے مجھکو راہ مین

قدرت خدا کی ہے کہ ہین خاک مین تو ہم
اور سرمہ کر کے تری چشمِ سیاہ مین

شاعر کو مست کرتی ہے تعریفِ شعرِ میر
سو بوتلون کا نشہ ہے اس واہ واہ مین

ولہ

اللہ ری لاغری کہ تری جلوہ گاہ مین
بس بس گیا ہون بے کے مین گردِ نگاہ مین

ہے اس غضب کی آگ دلِ دادخواہ مین
اُف کر کے بھاگے آگے جو تاثیرِ آہ مین

دل ہے تباہ قافلۂ اشک و آہ مین
گھیرا ہے آندھی پانی نے سب کی سر راہ مین

آفت کی شوخیان ہین تمھاری نگاہ مین
محشر کے فتنے کھیلتے ہین جلوہ گاہ مین

بھاگا خیالِ یار یہ کہ کر شبِ فراق
دشمن مرے شریک ہون حالِ تباہ مین

محشر خرام تم جو نہین ہو تو کون ہے
فتنون کے پہرے کتنے بٹھائے ہین راہ مین

تیرے جلال مین بھی مزہ ہے جمال کا
چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ مین

یہ عکس کس کے چاند سے چہرے کا پڑ گیا
پانی کو ناز ہے کہ مین یوسف ہون چاہ مین

اُفتادگی مین بال برابر نہین ہے فرق
ہے ایک رنگ سایۂ درویش و شاہ مین

تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ
کیا دلمین پیر جاتی ہین چبھ کر نگاہ مین

قالب کو بھی قیام نہین روح کی طرح
منزل چلی ہے ساتھ مسافر کے راہ مین

مانندِ شمع تاج ہی سے ہے بقاے شاہ
ہے اس کلاہ پوش کی جان اس کلہ مین

ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش
مے پیتے ہین تو سایۂ ابرِ سیاہ مین

صحبت سے پاک طبع کو آسودگی کہان
آئے نہ تیرے دیدۂ تر سے نگاہ مین

غمزے کا بانکپن صفِ مژگان مین دیکھیے
کس نوک کا جوان ہے یہ اس سپاہ مین

اللہ رے رشک جمع نہین ہوتے دو حسین
روزِ ازل سے پھوٹ ہے خورشید و ماہ مین

آنسو ہمارے دیکھ کے خوش ہو رہے ہین وہ
پازیب موتیون کی ہے پاے نگاہ مین

اے تیغِ ناز ہاتھ جو تو نے اٹھا لیا
لیتا نہین مجھے کوئی اپنی پناہ مین

چشمِ سیہ کے عشق مین یادِ دشہ جو کی
ماتم کی صف بچھی مرے روزِ سیاہ مین

قاصد کو اُسنے قتل کیا نامہ دیکھ کر
مارا پڑا غریب ہمارے گناہ مین

آئینہ جب سے دیکھ لیا لوٹ ہی رہا
یوسف مرا ابھر نہ سکا گر کے چاہ مین

سودا و میر دونون تھے کامل مگر امیر
ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

غزل امیر

ابھی آئے ابھی جاتے ہو جلدی کیا ہے دم لیلو
نہ چھیڑو نگاہین جیسی چاہو تم مجھسے قسم لیلو

نہ دو بوسہ نگاہِ لطف ہی پر دل صنم لے لو
تمھارا مال ہے تم دیکے قیمت بیش و کم لے لو

گلا خنجر پہ مین نے رکھدیا آتے ہی تو بولے
کرینگے فوج ٹھہرو کیون مرے جاتے ہو دم لیلو

سرِ میخانہ آنکلے جو قاضی دخت رز بولی
بڑے مرشد ہین حضرت میکشو اٹھو قدم لیلو

زمین گور ہر مہمان سے اپنے یہ کہتی ہے
اُتر جائے تھکن آگے کڑی منزل ہے دم لیلو

خدا نے دن یہ دکھلایا کہ وہ بت مہمان آیا
ملے تو شیخ سے کہہ سنکے دو دن کو حرم لیلو

خبر ہے حضرتِ مجنون کہ آئی نجد مین لیلیٰ
نہ پہونچے ہاتھ محمل تک تو ناقے کے قدم لیلو

فراقِ یار کا دِن کم نہین عاشور سے نالو
اُٹھاؤن تعزیہ مین اپنے دل کا تم عَلَم لیلو

دکھانا ہے جو زورِ رشتہ بسم اللہ منجوارو
فلاطون سے نہ ہاتھ آئے اگر خُم جامِ جم لیلو

نہ ملنے تک یہ اے شیخ حرم سارا تقدس ہے
برہمن دے تو سجدے کر کے مٹّی کا صنم لیلو

ابھی تو آسما تو خاک مین گڑ جاؤ تم سا تون
جو میرے سر سے اپنے سر پہ میرا بارِ غم لیلو

چمن مے پینے کو ہے میکشو برسات مین لازم
نہ نیچے تو کرایہ دیکے رضوان سے ارم لیلو

نہین کچھ انتہا اُس تُرک کے کشتون کی اے عیسیٰ
کہان تک قم قم کہو گے مُنھ سے تھک جاؤ گے دم لیلو

غرض تو میکشو مستی سے ہے تکرار سے حاصل
لے پیرِ مغان سے جسقدر مے بیش و کم لیلو

ہم اُسکے قد کے ہین عاشق ہمین کیا غیر سے مطلب
عبث کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیلو

امیر اُس عیسیٰ دوران کو خط لکھنا جو ہو تم کو
فلک سے مانگ لو کاغذ عطارد سے قلم لیلو

ولہ

اے تیغِ یار ملکے گلے سے جدا نہ ہو
اب روٹھنے کا وقت نہین ہے خفا نہو

وہ کیا خرامِ ناز ہے جو فتنہ زا نہ ہو
وہ فتنہ کیا ہے جس سے قیامت بپا نہو

حسن و وفا کا ساتھ تو اے دل ہوا نہو
معشوق نام اُسی کا ہے جسمین وفا نہو

میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے
بیدرد پھر مہین دیکھون کہ درد آشنا نہو

چٹکا چمن مین غنچہ تو بولا جھجک کے یار
ٹوٹا کہین مرا ہی وہ بندِ قبا نہو

موسی پڑے ہین غش مین تڑپتی ہے برقِ طور
پردہ اُٹھا رے رُخ سے کہین ہٹ گیا نہو

ہنستے ہین اوچھے زخم تو خوش ہو کے تو بھی ہنس
یہ تو ہنسی کی بات ہے ظالم خفا نہ ہو

اے ضعف اسقدر تو گھلا میرے جسم کو
آئینے مین بھی شکل مری رو نما نہ ہو

ہر وار مین نمک کی بھی چٹکی چلی ہی جائے
کس کام کی تڑپ ہے وہ جسمین مزا نہو

حسرت سے دیکھتا ہون جو اُنکی طرف امیر
کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو

ولہ

باعثِ وحشت ہوئی بے اعتنائی آپکی
تنکے چُنوانے لگی ہم سے جدائی آپکی

آپکی جانے بلا کیونکر کٹی فُرقت کی رات
دل تڑپ کر رہ گیا جب یاد آئی آپکی

بات کرنا ہم سے اور آنکھین لڑانا غیر سے
دیکھ لی بس واہ مشفق پارسائی آپکی

عاشقون کے دلپہ گرتی ہین ہزارون بجلیان
دیکھکر سینے پہ زنجیرِ طلائی آپکی

آپکی باتون کا رہتا ہے مجھے ہر دم خیال
جب کوئی بولا صدا کانون مین آئی آپکی

خود گلا کاٹون مجھے خنجر عنایت کیجیے
دیکھیے دُکھ جائیگی نازک کلائی آپکی

جان دیدو یا پسِ دیوار سر پٹکو امیر
اُن کے کوچہ تک نہو دیگی رسائی آپکی

نوٹ:۔ غزل مذکورۂ بالا جناب امیر مینائی لکھنوی کے سلسلہ کلام مین بوجہ امیر تخلص ہونیکے درج کی گئی ہے لیکن کہین کہین یہ رئیس تخلص کے نام سے بھی دیکھی گئی ہے۔ ناظرین اس غزل کو امیر مینائی لکھنوی کی طرف منسوب نہ کرین۔ یہ کوئی دوسرے امیر ہین (مؤلف)

امیر

یہ کس بیدرد کس ظالم پہ اپنا دم نکلتا ہے
بہ رہ رہ کر کلیجا چٹکیون سے کون ملتا ہے

ترے بیمار کا کام اب بڑی مشکل سے چلتا ہے
کہ دَردِ اُٹھ کر بدلواتا ہے تکیے وٹ بدلتا ہے

بہار آپہونچی ہے شاید کہ دامان و گریبان مین
بہم یہ بحث ہے دیکھین تو کون آگے نکلتا ہے

ضرور آفت کوئی آئی ہے دلپہ ورنہ اے ہمدم
تڑپتا لوٹتا کیون آنکھ سے آنسو نکلتا ہے

ترا بیمار اے عیسیٰ نفس بگڑا ہے اب ایسا
سنبھالا بھی سنبھالے آکے تو وہ کب سنبھلتا ہے

ہمین دھڑکا ہے ایسا اُسکے اُٹھ جانیکا محفل سے
بدل جاتا ہے رنگ اپنا جو وہ زانو بدلتا ہے

خدا کیون دیکھکر اُس کو نہیں جاتی ہے گلشن مین
لہو عشاق کا ملتا ہے مہندی کب وہ ملتا ہے

چھڑکتے ہین وہ افشان گیسوؤن پر خیر ہو دلکی
مسافر چھاؤنین تارون کے گھر سے چل نکلتا ہے

خدا بھی عاجزوں کی عاجزی سنتا ہے محشر میں
بڑی سرکار میں دربار میں یہ عذر چلتا ہے

رُلا دیتی ہیں ہنستی صورتیں ان خوبرویوں کی
یہ طفلِ اشک انھیں پیارے کھلونو پر مچلتا ہے

کسی کی گرمیوں سے پھُنک رہی ہے شمع محفل میں
کہ پروانہ پروں سے شب کو پنکھا روز جھلتا ہے

ذرا سی جان ہے پر دل جگر پروانے کا دیکھو
کہ جلتی آگ میں کس شوق سے گر گر کے جلتا ہے

خرامِ ناز پر اُن کے گریباں چاک کرتا ہوں
کسی کے پانوں چلتے ہیں کسی کا ہاتھ چلتا ہے

جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں
ہمارے وصل کا ارمان تو یوں ہی نکلتا ہے

تمھاری گرمیاں آفت ہیں ہجر و وصل دونوں میں
کوئی دوزخ میں پھکتا ہے کوئی جنت میں جلتا ہے

عجب تقدیر پائی ہے امیر اس دار دنیا نے
نہیں آتا پھر اس گھر میں جو اس گھر سے نکلتا ہے

داغ

ملاتے ہو اُسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مرے جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

کہیں ہے عید کی شادی کہیں ماتم ہے مقتل میں
کوئی قاتل سے ملتا ہے کوئی بسمل سے ملتا ہے

پسِ پردہ بھی لیلیٰ ہاتھ رکھ لیتی ہے آنکھوں پر
غبارِ ناتوانِ قیس جب محمل سے ملتا ہے

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمعِ خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

مجھے آتا ہے کیا کیا رشک وقتِ ذبح اس بے کی
گلا جس دم لپٹ کر خنجرِ قاتل سے ملتا ہے

بظاہر با ادب یوں حضرتِ ناصح سے ملتا ہوں
مُرید خاص جیسے مرشدِ کامل سے ملتا ہے

مثالِ گنجِ قارون اہلِ حاجت سے نہیں چھپتا
جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈھ کر سائل سے ملتا ہے

جواب اس بات کا اُس شوخ کو کیا دے سکے کوئی
جو دل لیکر کہے بخت تو کس دل سے ملتا ہے

چھپائے سے کوئی چھپتی ہے اپنے دل کی بیتابی
کہ ہر تارِ نفس اپنا رگِ بسمل سے ملتا ہے

عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہلِ ہستی سے
مسافر کو تو منزل کا پتا منزل سے ملتا ہے

غضب ہے داغ کے دل سے تمھارا دل نہیں ملتا
تمھارا چاند سا چہرہ مہِ کامل سے ملتا ہے



غزل امیر

بھولے پن سے دمِ رخصت یہ سوال اچھا ہے
ہاتھ سینے پہ ہے کیون دل کا تو حال اچھا ہے

پاک دامن ہو تو ارمانِ وصال اچھا ہے
اچھی نیت ہو تو اچھون کا خیال اچھا ہے

مانگیے بوسہ تو کہتے ہین وہ دیکر دشنام
کیون جواب اچھا ہے اِسکا کہ سوال اچھا ہے

دخترِ رز گھر مین جو قاضی کے ہے اُسکی کیا بات
پارسا گھر ہے رقم چوکھی ہے مال اچھا ہے

ذکر طوبے ہی کا کرتا ہے ہمیشہ واعظ
باغ بھر مین یہی کیا ایک نہال اچھا ہے

اس کا انجام فراق اُسکا ہے انجام وصال
کون کہتا ہے کہ فرقت سے وصال اچھا ہے

غم مین گذرے تو بُرا عیش مین گذرے تو بھلا
نہ بُرا ہے کوئی دنیا مین نہ سال اچھا ہے

کہتے ہین خوش ہون جو عاشق تو لڑین اور آفت
رہنے دو رہنے دو ایسون کا ملال اچھا ہے

روز آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے
تجھ سے اے دشمنِ جان تیرا خیال اچھا ہے

عمر کی جان جوانی یہ جوانی کی ہے جان
بارہ سے بیس تلک جو ہے وہ سال اچھا ہے

ناز کو جان کی ہے تاک ادا کو دل کی
دونون خوش فکر ہین دونون کا خیال اچھا ہے

میزبان مرتا ہے مہمان مرے کرتا ہے
دل کی حالت ہے بُری درد کا حال اچھا ہے

نہ سہی ذوق وفا شوقِ جفا کیا کم ہے
کچھ نہ ہونے سے تو جیسا ہو خیال اچھا ہے

جی لگے کیون نہ حسینون کی جفائین سُنکر
تذکرہ جسمین ہو اچھون کا وہ حال اچھا ہے

خوب دیکھا تو جوانی کا ہے سارا جوبن
حسن پریون کا نہ حورون کا جمال اچھا ہے

کہتے ہین آئینے سے واہ ہین سے لیکر
پھر دکھاتا ہے ہین کو کہ یہہ مال اچھا ہے

چلکے دیکھ آئینہ خانے مین ہین کہتے تجھ سے
تجھ کو سوجھی ہے کہ میرا ہی جمال اچھا ہے

لوٹ ہو دیکھ کے دل جسکو وہ قد ہے موزون
جس کو بجلی کہے اچھا وہ نہال اچھا ہے

گرمیِ مہر قیامت کا بھی دھڑکا نہ رہے
پھونک دے خلق کو اک مہر جمال اچھا ہے

رشک اِس پر نہیں ہوتا ہے کسی حاسد کو
خوب دیکھا تو خوشی سے بھی ملال اچھا ہے

کہتے ہیں آجکو ناخن سے مرے دی تشبیہ
کل کہو گے ترے ابرو سے ہلال اچھا ہے

گرمیِ شوق یہ کہتی ہے چلو دیکھیں تو
سنتے ہیں طور پہ بھی ایک نہال اچھا ہے

قوتِ عجز سے تا کنگرۂ عرش پہونچ
رنگ پرواز یہ اے بے پر و بال اچھا ہے

رشک سے بوسۂ ابرو نہیں دیتے وہ امیر
کیوں کہا میں نے غزل میں کہ ہلال اچھا ہے

اسی طرح میں حضرت داغ کی غزل یہ ہے

غیر کے نام سے پیغامِ وصال اچھا ہے
اچھیڑ کا حسین مزا ہو وہ سوال اچھا ہے

کبھی کہتا ہوں محبت کا مآل اچھا ہے
کبھی کہتا ہوں جو اب تک یہی حال اچھا ہے

یہ بھی کہتے ہو کہ بیچین کیا کس نے تمھیں
یہ بھی کہتے ہو مرا حسن و جمال اچھا ہے

دل تو ہم دیں گے مگر پیشتر اتنا کہدو
ہجر اچھا ہے ہمارا کہ وصال اچھا ہے

یہ تو بہتر ہے کہ دنیا میں ہو عقبیٰ کا خیال
کچھ تو عقبیٰ میں بھی دنیا کا مآل اچھا ہے

یہی دولت کا مزا ہے کہ اُڑیں گنجھے
ہاتھ آتے ہی جو اُڑ جائے وہ مال اچھا ہے

صلح دشمن سے بھی کرلیں گے تری خاطر سے
جسطرح سے ہو غرض رفع ملال اچھا ہے

اک کان میں ابھی رکھ آئے ہیں ہم اپنا دل
دور سے سب کو دکھاتے ہیں یہ مال اچھا ہے

کیا وہ غارت گرِ دین حشر سے اُڑ جائے گا
ہر مسلمان کا سُنتے ہیں مآل اچھا ہے

روز بد سے نہیں تا عمر محبت میں نجات
موت جس سال میں آئے وہی سال اچھا ہے

اپنی تعریف سے چڑتے ہو اگر جانے دو
چشم بد دور مرا حسن و جمال اچھا ہے

لوگ کہتے ہین بھلائی کا زمانہ نہ رہا
یہ بھی کہدین کہ بُرائی کا مآل اچھّا ہے

رقمِ شوق کی تاثیر سے اُڑنا بہتر
طائرِ نامہ رسا بے پر و بال اچھّا ہے

ایسے بیمار کی افسوس دوا ہو کیونکر
ابھی دم بھر مین بُرا ہے ابھی حال اچھّا ہے

دیکھنے والون کی حالت نہین دیکھی جاتی
جو نہ دیکھے وہی مشتاقِ جمال اچھّا ہے

یاد دکھا دو مجھے تم پانون کا ناخن اپنے
یا یہ کہدو مرے ناخن سے ہلال اچھّا ہے

تم نہین اور سہی دل کے طلبگار بہت
سو خریدار ہین موجود جو مال اچھّا ہے

دلمین تو خوش ہین تسلی کو مرے کہتے ہین
آپ مرنے کے نہین آپ کا حال اچھّا ہے

باغِ عالم مین کوئی خاک پھلے پھولے گا
برق گرتی ہے اُسی پر جو نہال اچھّا ہے

وعدۂ حشر مین سب ہو گئے خواہان اُسکے
لوگ کہتے ہین اشارون مین یہ مال اچھّا ہے

ہمسے پوچھے کوئی دنیا مین ہے کیا شے اچھّی
رنج اچھّا ہے غم اچھّا ہے ملال اچھّا ہے

آپ پچھتائین نہین جور سے توبہ نہ کرین
آپ گھبرائین نہین داغ کا حال اچھّا ہے

غزل امیر

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے
مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے

تمھین حور اے شیخ جی سوجھتی ہے
مجھے رشکِ حورِ اِرم پری سوجھتی ہے

یہ آتا ہے دل مین کہ کوثر پہ چلیے
خرابات مین دور کی سوجھتی ہے

جفا کو وفا کیون نہ سمجھون مین ناصح
محبت مین اچھّی بُری سوجھتی ہے

یہان تو مری جان پر بن رہی ہے
تمھین جانِ من دل لگی سوجھتی ہے

جو کہتا ہون اُن سے کہ آنکھین ملاؤ
تو کہتے ہین تم کو یہی سوجھتی ہے

کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کے بولے
اجی آج تو دور کی سوجھتی ہے

دمِ نزع بھی تکتی ہین اُس کو آنکھین
جو کچھ سوجھتی ہے وہی سوجھتی ہے

یہان تو ہے آنکھون مین اندھیر دنیا
وہان اُنکو سُرمہ مسی سوجھتی ہے

شبِ وصل آخر ہے اے دل لپٹ جا
تجھے اب خوشی ناخوشی سوجھتی ہے

جو کی مین نے جوبن کی تعریف بولے
تمھین اپنے مطلب ہی کی سوجھتی ہے

بُری ہو نہ قسمت الٰہی کسی کی
کہ جو سوجھتی ہے بُری سوجھتی ہے

بُرا دخترِ رز کو کہے کیون نہ واعظ
بُرے کو بھلی بھی بُری سوجھتی ہے

پڑا ہے یہان دیدۂ و دل کا رونا
تمھین آئنہ آرسی سوجھتی ہے

گھٹا گھر کے آتی ہے جب فصلِ گلمین
تو منوا لون کو میکشی سوجھتی ہے

یہان دل ہے صد چاک پڑتی ہین چٹین
تمھین کنگھی چوٹی اجی سوجھتی ہے

کسی زلف سے ہر طرح جا لپٹنا
نہ بگڑی نہ دل کو بنی سوجھتی ہے

کمر کی رعایت شبِ وصل کیسی
کہین ایسے مین نازکی سوجھتی ہے

امیر ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون
نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

ولہ

نالۂ بلبل سے دل پر چوٹ ایسی لگ گئی
روتے روتے باغبان کو آج ہچکی لگ گئی

ہم صفیرو اس چمن مین ہون مین وہ دردآشنا
غنچہ بھی چٹکا تو میرے دل پہ گولی لگ گئی

بیعتِ پیرِ مغان سے لگ گیا بامِ مراد
سلسلہ پیدا ہوا رفعت کا سیڑھی لگ گئی

واہ رے شوقِ تماشا وہ ابھی گھر ہی مین ہین
اُٹھ گئی دیوار در پر بھیڑ ایسی لگ گئی

تا کجا بیداد اب فریاد کی طاقت نہین
باغبان آواز مین بلبل کے پتی لگ گئی

دردِ دل نے اُٹھ کے پہلو سے وہین چونکا دیا
رات بھر مین ایک پل جب آنکھ میری لگ گئی

آنکھ بدلی اے امیر اُس نے مین بسمل ہو گیا
وان نگہ ترچھی ہوئی یان دل پہ برچھی لگ گئی

دلہ

پہلے نگاہ پھر مری دشمن حیا ہوئی
وہ ایک تھی یہ دوسری اے دل بلا ہوئی

لٹکائے کیون گئے ہین یہ کیسی سزا ہوئی
گیسو تو خود بلا تھے انھین کیا بلا ہوئی

موجود آکے وصل مین بھی لو حیا ہوئی
اک جان کا عذاب ہوئی شرم کیا ہوئی

گالی بھی پیارے منھ سے ترے خوشنما ہوئی
بیجا بھی بات تو نے کہی تو بجا ہوئی

ہے بخشنے نہ بخشنے مین اُس کو اختیار
تو ہے گنا ہگار کہے جا خطا ہوئی

میٹھے ہوئے کلیجے مین لیتے ہو چٹکیان
اے جانِ دل لگانے کی اچھی سزا ہوئی

کہتا ہے اُن سے آئنہ صبح شبِ وصال
ہے ہے یہ رات بھر مین تری شکل کیا ہوئی

غمزے سے اپنے بولے وہ کشتون کو دیکھکر
لو جی مری گلی نہ ہوئی کربلا ہوئی

رحم آگیا کریم کو محتاج دیکھکر
حاجت ہی اس غریب کی حاجت روا ہوئی

اب آنکھ کیا ملائینگی مستون سے دخترِ رز
قاضی کے گھر مین پڑھکے بڑی پارسا ہوئی

کیا کیا لباس شام کرم کے ہین دیکھنا
خاکِ شفا ہوئی کہین آبِ بقا ہوئی

اک عمر ہوگئی شبِ فرقت کو میرے گھر
اب بھی جو ابتدا ہے تو بس انتہا ہوئی

دیکھا نگاہِ گرم سے آج اُس نے غیر کو
مقبول کس جلے ہوئے دل کی دعا ہوئی

ہے وصل مین تو ہجر سے بھی بڑھکے اضطراب
تڑپانے مین تو درد سے دونی دوا ہوئی

معشوقِ سبزہ رنگ تھی جب تک تھی سبز پوش
قاتل لباسِ سرخ پہنکر حنا ہوئی

شکوہ کیا جفا کا تو بولے کہ ناسپاس
میری جفا ہی سے تو نمودِ وفا ہوئی

جی خواب رنگ ہوش یکایک سب اُڑ گئے
روزِ فراق تیز کچھ ایسی ہوا ہوئی

آنکھون کے آگے آکے کھڑی ہوگئی وہ شکل
دم بھر جہان پلک سے پلک آشنا ہوئی

ہے چیز ایک ادا و قضا اس قدر ہے فرق
سیدھی نظر ادا ہوئی ترچھی قضا ہوئی

آئینہ عاشقون سے سوا ہے ستم نصیب
پہلے اسی غریب پہ مشقِ ادا ہوئی

مستانِ عشق کو رمضان مین بھی عید ہے
روزے مین بھی شراب سے اُنکی قضا ہوئی

مقتل کو وہ چلے تو ہٹانے کو بھیڑ بھاڑ
تیغ نگاہ کھینچ کے آگے ادا ہوئی

آئینے نے جواب دیا بات بات کا
لو آج تو کھلی کھلی اے دلربا ہوئی

گھبرا رہے ہو حشر مین کیون اِسقدر امیر
اتنی ہی سی تو بات ہے کہدو خطا ہوئی

ولہ

کہہ رہی ہے حشر مین وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اِس بھری محفل مین رسوائی ہوئی

ٹھوکرین کھلوائے گی یہ چال اٹھلائی ہوئی
کیا جوانی پھرتی ہے جوبن پہ اترائی ہوئی

آئنے مین ہر ادا کو دیکھ کر کہتے ہین وہ
آج دیکھا چاہیے کس کس کی ہے آئی ہوئی

جان بلب حسرت مین پاتی ہے جو مجھ ناشاد کو
کیا ہنسی پھرتی ہے اُن ہونٹون پہ اترائی ہوئی

کھل گیا جوبن تو عصمت سے حیا نے یہ کہا
ایک انگڑائی سے ہم دونون کی رسوائی ہوئی

کہہ تو اے گلچین اسیرانِ قفس کے واسطے
توڑلون دو چار کلیان مین بھی مرجھائی ہوئی

مین تو رازِ دل چھپاؤن پر چھپا رہنے بھی دے
جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ للچائی ہوئی

کیفِ مستی مین بھی رہتا ہے یہ جوبن کا لحاظ
اُنکو انگڑائی بھی آتی ہے تو شرمائی ہوئی

موت آتی روح جاتی ہے کرے کون اہتمام
اک نگاہِ واپسین پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

کیون ترے لب پر تبسم مجلسِ ماتم مین ہے
یہ ہنسی بھی کیا مرے پھولونمین ہے آئی ہوئی

آنکھ اُٹھے پردہ ہٹے یہ بھی ہے کوئی دیکھنا
آڑ مین گھونگھٹ کے آنکھ اور وہ بھی شرمائی ہوئی

وصل کی شب واہ ری بیتابیِ شوقِ وصال
شرم بھی نیچی نگاہون سے تماشائی ہوئی

غمزہ و ناز و ادا سب مین حیا کا ہے لگاؤ
ہائے رے بچپن کہ شوخی بھی ہے شرمائی ہوئی

جو ادا کی جس حسین نے میری آنکھون نے کہا
ہین یہ سب پائے نگہ کی ٹھوکرین کھائی ہوئی

وصل مین خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا
شرم بھی جائے تو مین جانون کہ تنہائی ہوئی

اُٹھ گیا پردہ تکلف کا اٹھے جب اُنکے ہاتھ
آسکے حسن و عشق مین مشاطہ انگڑائی ہوئی

کیا پھلے پھولے گی امید دلِ پُرآرزو
پاس کے دامن مین ہے پروردش پائی ہوئی

گرد اُڑی عاشق کے تُربت سے تو جھنجھلا کر کہا
واہ سر چڑھنے لگی پانون کی ٹھکرائی ہوئی

شعر گلدستے مین مجھ افسردہ دل کے کیا امیر
دامنِ تکچین مین کچھ کلیان ہین مرجھائی ہوئی

وله

یہ گالی جو ہی دلربا مل رہی ہے
دعا دی تھی اُس کی سزا مل رہی ہے

لگا چاہتی ہے کوئی آگ تازہ
شرارت سے اُن کی حیا مل رہی ہے

بھری زہر سے ہین عیادت کی باتین
مریضون کو اچھی دوا مل رہی ہے

گلے پر جو رُک رُک کے چلتا ہے خنجر
یہ گویا قضا سے ادا مل رہی ہے

الٰہی اُنھین راس آئے یہ زینت
لہو مین ہمارے حنا مل رہی ہے

مرے قتل کا دن ہے کیا عید کا دن
گلے تیغ کے کیون قضا مل رہی ہے

بہار آئی ہے چہچہاتے ہین بلبل
قیامت صدا سے صدا مل رہی ہے

مرا دل وہ تلوون سے ملنے نہین مین
یہ مٹی مین میری وفا مل رہی ہے

امیر التجا کیون کرون چارہ گر سے
اذیت مین لذت سوا مل رہی ہے

امیر اب کہان شعر مین کوئی کامل
رہی تھی تو اک بحر کامل رہی ہے

انشا تخلص - میر انشاء اللہ خان خلف حکیم ماشاء اللہ خان - یہ حضرت مرشد آباد مین پیدا ہوے اور ایام شباب مین لکھنؤ مین قیام پذیر ہوے - وزیر الممالک نواب سعادت علیخان بہادر کے مقربون مین تھے مشکل قافیون مین عاشقانہ کلام خوب لکھتے تھے مشہور ہے کہ کچھ روزون میان مصحفی سے اصلاح لے کر منحرف ہوے - اور اُن کی ہجو لکھی - میان متنظر نے اُس کا جواب لکھا ہے - انکے اور میان مصحفی کے درمیان ہمیشہ چشمک ہوتی تھی - چنانچہ گردن والی غزل مین جو کہ اس ذخیرہ کے انتخاب مین آگئی ہے اُنھون نے میان مصحفی پر بڑے حملے کئے ہین - اُن کا کلام یہ ہے -

دستزادِ انشا

کو صولتِ اسکندر و کو حشمتِ دارا - اے صاحبِ فطرت
پڑھ فاعتبروا یا اولی الابصار کا آیا - تا ہو تجھے عبرت
مستانہ جو مین نے قدح بھنگ پڑھایا - در عالمِ وحشت
تب نصر کیا راکھ ھنیئاً و مریئاً - اب دیکھ حلاوت
ہے جی مین فقیرون کی طرح خبط لگھانا - اور باندھ کے نمت
جا بیٹھ خرابات مین ٹک گھونٹے سبزا - یون کیجے عبادت
اے حضرتِ عشق آیے ہین اجی دلا - یان کیجے عنایت
مرشد مرے مالک مرے ہادی مرے داتا - دیکھے تجھے نعمت
ماتھے پہ مرے خاک الف اللہ کا کیجو - سو پڑ تجھے بستر
تم موند کر دو پیر پہ بندہ ہوا چیلا - جی سے کرے خدمت
مین خاک نشین ہونگا گردِ فقرا سے - کیا سمجھے ہو مجھ کو
رومال چھڑی لے کے جو ٹک کھینچون اسیا ہا - دکھلاؤن کرامت
گر سیر کنان دیر مین جا نکلون تو بولون - ناقوس کو سنکر

ہان برہمن بتکدہ عشق است صدارا ہے تجھسے بھی اُلفت

خوش رہتے ہین جا را برد کی تبلا کے صفائی - مانند قلندر

کی ہم کو غم دزد نہ اندیشہ کالا - ہے خوب فراغت

درویش بلا نوش بلا چٹ ہین میان دوست - پینک ہین جو آوین

افعی کو مسل کر کرین افیون کا گولا - ہین ایسے ہی آفت

گاڑھے ہین ہم اُس سے بھی جو خنگے کو ہلاکر - للکارتا تھا یون

دیتا ہون ہلا کنگرہ عرش معلی - رکھتا ہون یہ طاقت

آزادون کے لہجہ مین غزل تو نے سنائی - از بہر تفنن

اب اپنی تو بولی مین کچھ اشعار کہ انشا - ہو جسمین ظرافت

وله

ہے نام خدا دا چھڑے کچھ زور تماشا - یہ آپ کی رنگت

گات ایسی غضب قہر پھبین اور جھکڑا - اللہ کی قدرت

مین نے جو کہا ہون مین ترا عاشق شیدا - ای کان ملاحت

فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا - یہ شکل یہ صورت

الحاد و تصوف مین جو تھا فرق بہم یان - اصلا نہ رہا کچھ

پردہ جو تعین کا محبت نے اُٹھایا - کثرت ہوئی وحدت

تاثیر ہے کیا خاک مین اُس مجد کی کہدے - تو مجھکو تو بارے

پھر پھر کے جو آ نکلے ہے یان ناقہ لیلی - ای جذب محبت

کعبہ کا کرون طوف کہ بتخانہ کو جاؤن - کیا حکم ہے مجھ کو

ارشاد مرے حق مین بھی کچھ ہوگا آیا - ای پیر طریقت

ہون پر تو روح القدس اس عہد مین بھی عیسی کی طرحے

یون چاہیئے بے ساختہ رُہبانِ کلیسا - میری کرے بیعت
آئے جو مرے گھر مین وہ شب راہِ کرم سے مین مُندی گنڈی
مُنھ پھیر لگے کہنے تعجب سے کہ یہ کیا - این تیری یہ طاقت
لوٹا کرین اِس طور مزے غیر ہمیشہ تک سوچو تو دل مین
ترسا کرے ہر وقت یہ بندہ ہی تمھارا - اللہ کی قدرت
دیوارِ چمن پھاند کے پہونچے جو ہم اُن تک - اِک تاک کے اوجھل
ترسان ہو یہ فرمانے لگے کوٹ کے مانھا - اے وائے فضیحت
خورشید چھپا شام ہوئی شیخ جی صاحب - اب دیکھتے کیا ہو
پیرہن نے لیا آگے درختون پہ بسیرا - چون چون کر و حضرت
لے برق کی زنجیر کو تک سوند مین اپنی - اے ابر کے ہاتھی
سیندور لگا ماتھے پہ اِس نگ شفق کا - باعظمت و شوکت
چل آٹھون کے میلے کی ذرا دید کرین ہم - ہے سیر کی جا گہ
سُم بیٹھ چڑھایا رون کے پھر میل رگدوا مت رعد کی سُن دھمت
شب محفلِ ہولی مین جو وارد ہوا زاہد - رندون نے لپٹ کر
داڑھی کو دبا اُس کی لگا بذرِ قطونا - اور بجنے لگی گت
تب منجھے کہنے لگے تک پر کلونا چو - رکھ ناک پہ انگلی
اور آنے جی آنے سے بُرا مانے سو بھر طوا - ہے موسمِ عشرت
کشمیری معلم کو جو اِک طفل نے ناگہ - انگور کے دانے
لا کر دیے اور اُس نے کہا کھائیے میوا - ہے قسمِ ولایت
لہجہ مین نکہت کے مقطع ہو یہ بولے - شاگرد سے اپنے
چل سامنے سے میرے اُٹھا کر انھین لیجا کہین مین نہین لذت

اب اور ردیف اور قوافی مین غزل پڑھ لیکن اسی ڈھب سے
تاشاعرون کے آگے ہو اس بزم مین انشا ظاہر تری شوکت

ولہ ا

لینے جو بلائین لگے ہم آپ کی چٹ چٹ - تو بول اُٹھے جھٹ
چل جا اے رے واؤ زبر رو ہوئے ہٹ ہے سب یہ بناوٹ
اِن آنکھون کو مین حلقۂ زنجیر کرون گا - ایسا ہی بلا ہون
چھوڑون نہ کبھی آپکے دروازہ کی چوکھٹ جبتک نہ کھلین پٹ
مرجائے لہو چھانٹ نہ گونگا ہو وہ کیونکر - جو شخص کہ دیکھے
سُرخی تری آنکھون کی اور ابرو کی کھنچاوٹ سُرمہ کی کھلاوٹ
ہے معدنِ انوارِ الٰہی دلِ عاشق - سوچو تو عزیزو
اس چھوٹی سی جاگہ مین یہ وسعت یہ سماوٹ - اللہ ری جگھٹ
کیا چھپتی ہے اے نامِ خدا اچھڑے آہا - ہونٹھو نہ تمھارے
اک بوسہ کے صدمے سے دھوان دھار نلاہٹ مستی کی اُداہٹ
مین روپ بدل اور ہی چپکے سے جو پہونچا بیٹھے تھے جہان وہ
سُن سکنے لگے میرے دبے پانون کی آہٹ - ہے ایک نوٹ کھٹ
تھی گرم یہ کچھ مجلسِ رات کہ ساقی - سب کہتے تھے زاہد
ہے توبہ شکن آج صراحی کی غٹاغٹ - بھلا ری جماوٹ
اے وا رے ری بالیدگی اور چنپئی رنگت - یہ گات یہ سج دھج
اور جامۂ شبنم کی وہ چولی کی پھساوٹ - بازو کی گلاوٹ
مت چھیڑو مجھے دیکھو ابھی کہنے لگوگے - اچھا کیا تم نے یہ گلا گھونٹ
چولی مری ٹکڑے ہوئی دامن بھی گیا پھٹ - لگجائیگی یہ رٹ

ہے نورِ بصر مردمکِ دیدہ مین پنہان - یون جیسے کنھیا
سو اشک کے قطرونسے پڑا کھیلے ہے جھرمٹ - اور انکھین ہین نگھٹ
اے عشق اجی آؤ مہاراجون کے راجہ - ڈنڈوت ہے تم کو
کر بیٹھے ہو تم لاکھون کرورون ہی کے سرچٹ - اک آن مین جھٹ پٹ
وہ سیج پڑی پھولون کی مخمل کے وہ تکیے - کمخواب کی پوشش
پردے وہ تمامی کے وہ سونے کا چھپرکھٹ - اور اُسکی سجاوٹ
پھرتا ہے سمان آنکھون مین ابتک وہی نقشا - ظالم ہے ارے کیون
باہم وہ لپٹ سونے مین آجانی رکاوٹ - وہ پیار کی کروٹ

غزل

بھلا دھوم اتنی ترے دیوانے مچا سکتے ہین — کہ ابھی عرش کو چاہین تو ہلا سکتے ہین
مجھسے اغیار کو کوئی آنکھ ملا سکتے ہین — مُنھ تو دیکھون وہ مرے سامنے آسکتے ہین
یان وہ آتش نفسان ہین کہ بھرین آہ تو جھٹ — آگ دامانِ شفق کو بھی لگا سکتے ہین
سوچیے تو سہی ہٹ دھرمی کیجے صاحب — چٹکیون مین مجھے کب آپ اُڑا سکتے ہین
حضرتِ دل تو بگاڑ آئے ہین اُس سے لیکن — اب بھی ہم چاہین تو پھر بات بنا سکتے ہین
تجھی اتنی نہ کر اے شیخ کہ رندانِ جہان — اُنگلیون پر تجھے چاہین تو نچا سکتے ہین
تو گروہِ فقرا کو نہ سمجھ بے جیرت — ذات ہولی مین یہی لوگ سما سکتے ہین
دم ذرا سادھ کے لیتے ہین پھریری تو ابھی — سُون کھینچے ہوے لاہوت کو جا سکتے ہین
گرچہ ہین مونس و غمخوار تگ و دو مین سبھی — پر تری طبع کو کب یہ لا سکتے ہین
چارہ ساز اپنے تو مصروف بہ دل ہین لیکن — کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتے ہین
ہے محبت جو تری دل مین وہ اک طور پہ ہے — ہم گھٹا سکتے ہین اُسکو نہ بڑھا سکتے ہین
کر کے جھوٹا نہ دیا جام اگر تو نے تو چل — ارے غیرت کے ہم افیون تو کھا سکتے ہین

ہمنشین تو جو یہ کہتا ہے کہ غدر غن ہے بہت
اب وہ آواز بھی کب تجھکو سنا سکتے ہین

اسمہ آواز سنا دین مجھے در تک آکر
اپنے پانون کے کڑونکو تو بجا سکتے ہین

گھر سے باہر نہین آنا ہے اگر منع تو آپ
اپنے کوٹھے پہ کبوتر تو اڑا سکتے ہین

جھولتے ہین یہ جو جھولے مین سو کہتے ہین مجھے
ایک وعدہ پہ تجھے برسون جھلا سکتے ہین

ایک ڈھب کے جو قوافی ہین ہم انہین انشا
اک غزل اور بھی چاہین تو سنا سکتے ہین

ولہ

کل وہ بولا مجھ سے ہنسکر چاہ ارے کچھ کھیل نہین
مین ہون ہنسوڑ اور تو ہے فقط میرا تیرا میل نہین

زلف کو اسکی مین نے جو سونگھا خال یہ بولے ہونٹون کے
دیکھتے کیا ہین آپ ادھر کو یان تو تلو نہین تیل نہین

موج نسیم اب سر پر اپنے خاک اڑاتی پھرتی ہے
ہمکو ہے بن دیوانونکے تری آتی نظر کیون خیل نہین

حسرت و حرمان یاس و غم اندوہ و فراق و رنج و تعب
اپنے سر پر اتنی بلائین ناحق ہی دل جھیل نہین

اسکی نگہ کا زخم اٹھا کر انشا تو کیون لوٹے ہے
خنجر ناوک تیر نہین کچھ برچھی بلم سیل نہین

ولہ

توڑ دونگا خم بادۂ انگور کی گردن
رکھ دونگا وہان کاٹ کے اک حور کی گردن

خود دار کی بن شکل الف ہائے انا الحق
نت چاہتے ہین اک نئے منصور کی گردن

کیون ساقیِ خورشید جبین کیا ہی نشہ ہو
رتبون ہی چڑھا جاؤن مے نور کی گردن

اچھلی ہوئی ورزش سے ترے ڈنڈ پہ مچھلی
ہے نام خدا جیسی سفنقور کی گردن

تھا شخص جو گردن زدنی اس سے یہ بولے
اب بیجیے ہے دینی جو منظور کی گردن

آئینہ کی گر سیر کرے شیخ یہ دیکھے
سر خرس کا منھ خوک کا لنگور کی گردن

یون پنجۂ مژگان مین پڑا ہے یہ مرا دل
جون چنگل شہباز مین عصفور کی گردن

تب عالمِ مستی کا مزہ ہے کہ پڑی ہو
گردن پہ مری اُس بُتِ مخمور کی گردن

بیٹھا ہو جہاں پاس سلیمان کے آصف
واں کیوں نہ جھکے قیصر و فغفور کی گردن

پہونچے ہے بغل اپنے میں اس زور سے عشق
توتوڑنے پر ہے کسی مجبور کی گردن

اے مست یہ کیا قہر ہے خشتِ سرِ خُم سے
کیوں تو نے صراحی کی بھلا چُور کی گردن

محفل میں تری شمع بنی موم کی مریم
پگھلی پڑی ہے اُسکی وہ کافور کی گردن

اے دیو سفیدِ سحری کاش تو توڑے
اک مُکّے سے خور کے شبِ دیجور کی گردن

جب کُشتۂ الفت کو اُٹھایا تو الم سے
ق بس ہلگئی اُس قاتلِ مغرور کی گردن

بیساختہ بولا کہ ارے ہاتھ تو ٹک دو
ڈھلکے نہ مرے عاشقِ معفور کی گردن

حاسد تو ہے کیا چیز کرے قصد جو انشا
تو توڑ دے جھٹ بلعمِ باعور کی گردن

ولہ

اے دردِ جگر بن کے سرِ فیل کی گردن
توڑا ابرسیہ کے تو ذرا پیل کی گردن

گردن کی صفا دیکھو تو اُس شوخ پری کی
ٹھنی ایسی بھلا یوسفِ زلیل کی گردن

لٹکا نہ سرِ عاشقِ جانسوز کو اُلٹا
ٹوٹے گی ابھی عرش کے قندیل کی گردن

مت بھول دلا ربط مواخات جہاں پر
قابیل نے توڑی ہے نہ ہابیل کی گردن

جب سیدِ رہ کے سایہ سے گذرتی ہے مری آہ
بیساختہ ہلجاتی ہے جبریل کی گردن

زاہد کے ٹک اعضا کی طرف کرکے نگہ دیکھو
سر بجتنے کا منھ جن کا عزازیل کی گردن

ولہ

عنقا ہے اجی طائرِ نسوں کی گردن
پر یوں وہ نہیں جیسی ہو طاؤس کی گردن

یہ خوشخبری سنیے کہ کل رات سے صاحب
ہے بے حرکت آپکے یوس کی گردن

تا چند سے طوق و سلاسل کے شداید
کرتن سے جدا اپنے تو جوبن کی گردن

جب تختِ کیانی پہ نظر داغ دل آوے
کیون خم نہو کیخسرو و کاؤس کی گردن

چوری جو کسی رات کی پکڑی تو وہ بولے
کٹ جائے الٰہی ترے جاسوس کی گردن

جون گاؤ سرِ رستم دستان ہے مراڈگ
بازو وہ تو ہی کھون ہون جون طوس کی گردن

پڑھ رکھتی اور ایسے قوافی مین تو انشا
جسپر کہ ہو خم مالکِ قاموس کی گردن

واو

چھیڑنے کا تو مزہ تب ہے کہو اور سنو
بات مین تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

تم کہو گے جسے کچھ کیون نہ کہیگا تم کو
چھوڑ دیگا وہ بھلا دیکھیے تو اور سنو

یہ بھی انصاف ہے کچھ سوچو تو اپنے دل مین
تم تو سو کہہ لو مری کچھ نہ سنو اور سنو

انشا جو کچھ اسنے خفا ہو کہا ہو تجھ سے
ہے قسم تم کو مرا نام نہ لو اور سنو

عرضِ احوالِ مریض کے جھڑک کر بولے
جاؤ رے واہ زیرِ رو ہو چلو اور سنو

چلکے دو ایک قدم دیکھتے پھر ہو یون کیون
گالیان سن تو چکے چاہتے ہو اور سنو

آپ ہی آپ مجھے چھیڑ کو پھر آپی
آپ ہی بات مین پھر روٹھ رہو اور سنو

آفرین این نہی چاہیے شاباش تمھین
دیکھ روتا مجھے یون ہنسنے لگو اور سنو

بات میری جو نہین سنتے اکیلے مل کے
ایسے ہی ڈھب سے سناؤن کہ سنو اور سنو

شکوہ مند آپ سے انشا ہو سو اسکا کیا دخل
تم نہ مانو تو کہین چپکے چھپو اور سنو

ولہ

پرچھائین اپنی چال کی ٹک منھ کو موڑ دیکھ
گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ

پیکانِ نیز آہ ہے آلودہ زہر سے
باور نہ ہو تجھے تو مرے دل کو توڑ دیکھ

مین نے کہا کہ عشق کو اب چھوڑتا ہون خیر
بولا کہ سنا دے ہے اچھا چھوڑ دیکھہ

چوکھٹ پہ مین نے اُس کی جو ٹپکا یہ سر کہا
دروازہ کھولتا ہون سرِ پانہ چھوڑ دیکھہ

جوڑی جو اُس نے تجھ سے تو توڑی رقیب نے
انشا تو اپنے یار کی یہ توڑ جوڑ دیکھہ

سنے

وله

جھڑکی سہی ادا سہی چین جبین سہی
یہ سب سہی پر ایک نہین کی نہین سہی

مرنا مرا جو چاہے تو لگ جا گلے سے ٹک
اٹکا ہی دم یہ میرا دمِ واپسین سہی

گر ناز نین کے کہنے سے مانا بُرا ہو کچھ
میری طرف تو دیکھیے مین نازنین سہی

آگے بڑھے جو جاتے ہو کیون کون ہے یہان
جو بات ہم کو کہنی ہے تم سے نہین سہی

منظور دوستی جو تمھین ہے ہر ایک سے
اچھا تو کیا مضایقہ انشا سے کین سہی

وله

اک طفلِ دبستان ہے فلاطون مرے آگے
کیا مُنھ ہے ارسطو جو کرے چون مرے آگے

کیا چیز بھلا قصرِ فریدون مرے آگے
کانپے ہے پڑا گنبدِ گردون مرے آگے

مرغانِ اُدلی اجنحہ مانندِ کبوتر
کرتے ہین سدا عجز سے غون غون مرے آگے

مطلق متوجہ نہون سہر چند گذر جائین
صد قافلہ لیلیٰ و مجنون مرے آگے

قف بھی نہ کرون لاد کے گو گاذرِ زمین پر
لاوے کوئی گنجینۂ قارون مرے آگے

مُنھ دیکھے جو نقّارچیِ پیرِ فلک بھی
نقّارے بجا کر کہے دون دون مرے آگے

ہون وہ جبروتی کہ گروہِ حکما سب
چڑیون کی طرح کرتے ہین چون چون مرے آگے

بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو مین باندھون
بادل سے چلے آتے ہین مضمون مرے آگے

ہے دورۂ گیتی جو بنایا یہ کروی شکل
بے شبہہ و شک گیند سا ہے گون مرے آگے

مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر
شیریں بھی کہے آ کے بالا ون مرے آگے

بیتابیِ دل دیکھ کے سیماب سے بھر جائے
کف لاوے اگر موجۂ جیحون مرے آگے

کیا آ کے ڈراوے مجھے زلفِ شبِ یلدا
ہے دیوِ سفیدِ سحری جون مرے آگے

وہ مارِ فلک کا ہکشان نام ہے جسکا
کیا دخل جو بل کھا کے کرے فون مرے آگے

ہے مرحلۂ خمِ غدیر آنکھون مین چھایا
کیون چھپ کے ہے خم مین غلاطون مرے آگے

مین شاہِ خرسان کے غلاموں مین ہون انشا
معروف رہے موسیٰ ہارون مرے آگے

اور اسی (میرے آگے) کی ردیف مین فصیح الملک نواب مرزا داغ نے یون طبع آزمائی فرمائی ہے

آئے بھی تو وہ مُنھ کو چھپائے مرے آگے
اِس طرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے

دل مین نے لگایا ہے مگر دیکھیے کیا ہو
سب جھینکتے ہین اپنے پرائے مرے آگے

بجھتے ہوے دیکھو نگاہ مین دل کی لگی کو
کوئی نہ کبھی شمع بجھائے مرے آگے

کیا دم کا بھروسہ ہے کہ پھر آئے نہ آئے
جاتا ہو جو قاصد کو تو جائے مرے آگے

کچھ تذکرۂ رنجشِ معشوق جو آیا
دشمن کے بھی آنسو نکل آئے مرے آگے

مانگی ہے دعا وصل کی کچھ اور نہ سمجھو
کوسا ہو اگر مین نے تو آئے مرے آگے

تیور یہی کہتے تھے کہ یہ نام ہے میرا
لکھکر کئی حرف اُنھے مٹائے مرے آگے

دیکھے تو کوئی قاصدِ جانان کی دلیری
واپس مرے خط لا کے جلائے مرے آگے

بچھڑے ہوے معشوق ملین سب کو الٰہی
تنہا کوئی جنّت مین نہ جائے مرے آگے

محشر مین بھی ہے خواہشِ خلوت مجھے اُنسے
کہتا ہون کیا میرا نہ آئے مرے آگے

کچھ داغ کا مذکور جو آیا تو وہ بولے
آئے تھے بُرا حال بنائے مرے آگے

غزل انشا

نگہ ہے اُس پری کی سحر چنون ایک آفت ہے
معاذ اللہ دیکھے جو اُدھر کس کی یہ طاقت ہے

چمن ہے جامِ صہبا ہے گھٹا ہے جائے خلوت ہے
اگر ایسے مین آجاؤ تو صاحب وقتِ فرصت ہے

رگڑنے دو مجھے تلوؤن سے اپنے نگ تو آنکھین تم
تصدق مین تمھارے جاؤن اِسمین مجکو رحمت ہے

مبادا جھاڑکر پنجے چمٹ جاوے کہین وحشت
بُرے تیور نظر آتے ہین اُس سے مجھکو دہشت ہے

بھلا کیونکر نہ غش ہون ہم کروڑون وضع کی اُنمین
لطافت مے ملاحت ہے نزاکت ہے صباحت ہے

مجھے کیون گالیان دیتے ہو مجھے کرکے تم ناحق
ق ارے مکتب کے لڑکو اِن بھلا یہ کیا شرارت ہے

ابھی سے مت دکھا لو لام و کاف اپنی زبانسے تم
الف بے یاد تو کر لو بھلا یہ کون بابت ہے

بھلا آخوندجی صاحب کو آنے دو کہونگا مین
کہ اے حضرت سلامت آپ سیئے یہ حقیقت ہے

دیا ہے پانؤن شوخی مین یہ شاگردون نے صاحب کے
جہان مجھتی ملی انکو تو اک برپا قیامت ہے

کسی کو منھ چڑھانا کسی کو بے تے کہنا
سدھارے آپ مسجد کو یہان ہوتی قباحت ہے

کتابون پر پڑے دکھڑ بجے ہے ساتھ پٹّون کے
اگر چھپ کر نظر کیجے تو یان کچھ طرفہ صحبت ہے

مراتب غوث کے ملتے ہین اجزا رگلستان کو
نہایت شیخ سعدی کی یہان ہوتی فضیحت ہے

ایلو آتے ہین نیلا کھیس اوڑھے سامنے سے وہ
غرض تم صاحبون کی خوب ہوتی اب ضیانت ہے

نہین تو کچھ مجھے دینے کو سب مل کے آپمین
مزے سے کھیلو کودو لوٹو پوٹو پھر فراغت ہے

بدل کر قافیہ انشا غزل اب اور کوئی پڑھ
خدا کے فضل سے تجکو فصاحت ہے بلاغت ہے

ولہ قصیدہ

کیا چیز دیو مردِ سخندان کے سامنے
پر جلتے ہین فرشتون کے اِنسان کے سامنے

صدمہ ہی پہونچے رعد کی گردن پہ ایکبار
آوے کبھی جو نعرۂ مردان کے سامنے

جاری مری زبان سے ہو سوزندہ رودِ شہد
گویا اگر ہون اہلِ صفاہان کے سامنے

دلچسپ تر ہے آمدِ صہبا سے جام مین — میرا ورود زمزمہ مستان کے سامنے
ہے سنگ رنگ ڈھنگ یہ اپنے کلام کا — ہو جاوے جھٹ جو لعلِ بدخشان کے سامنے
لیلےٰ کا ہاتھ پکڑے ہوے قیس ہو نمود — گر اٹھ کھڑا ہون خارِ مغیلان کے سامنے
میری بلائین لیتی ہین جنّات عدن مین — حورین ہمیشہ مجمعِ غلمان کے سامنے
ہو جاوین مست وحش وطیور وسباع سب — ہون کر اٹھون جو دشت و بیابان کے سامنے
قانونِ بوعلی سے نہین کم کسی طرح — میرا کلام مردِ شفا دان کے سامنے
ہے وحشت آدمی کی جو سر جھاڑ منھ پہاڑ — جاہے تو ہووے شاہ بنی جان کے سامنے
کیونکر نہ یہ گھمنڈ ہو بیٹھا ہون آج مین — کیسے وزیرِ اعظمِ ذلیخان کے سامنے
یعنے یمین دولہ بہادر کہ جس کا خس — ہو جاوے آفتاب درخشان کے سامنے
کیونکر نہ کہیے ناظمِ ملک جہان اُسے — ہین جملہ جسکے دستِ زرفشان کے سامنے
دی جس کے نام کو یہ سعادت علی نے ہو — لیوین جسے نسیم بہاران کے سامنے
برہانِ ملک وصفدر ومنصور یہ شجاع — جا کر ہون جسکے سامِ نریمان کے سامنے
ایسا ہے شیر ببر کہ جس کے جلال کا — مذکور ہووے قیصر وخاقان کے سامنے
جو معرکہ مین رزم کے دیوے کھڑا ہو — مو کچھ نہ تاؤ شیرِ نیستان کے سامنے
ہمت ہے اُسمین ایسی کہ یہ چرخِ کوزہ پشت — خم ہے اُسی کے رتبۂ احسان کے سامنے
اُلشّا تو باریاب ہوا بزمِ خاص سے — خم ٹھونک لے نہ رستمِ دستان کے سامنے
بارے سپیدیِ دمِ صبحِ وطن ہوئی — مدّت کے بعد شامِ غریبان کے سامنے
اِسوقت اِک قصیدہ کوئی دھوم دھام کا — پڑھ اِس وزیرِ حاتمِ دوران کے سامنے
جسکے ہر ایک شعر پہ دلچسپ شوخیان — ہون تین قوتِ فصاحتِ سحبان کے سامنے

مطلع ثانی

حاضر ہوا ہون یوسفِ کنعان کے سامنے — یا آگیا ہون مین مہِ تابان کے سامنے

یاد آوے تیری چشم کی شوخی تو پھر وہین
ساقی کرے مراقبہ فنجان کے سامنے

گویو فراش شہرۂ آفاق ہے ولے
کیا دخل ہو جو تیرے ثناخوان کے سامنے

آکر حضورِ اقدسِ عالی مین ہون کھڑے
جو لوگ بیٹھ جائین تمر خان کے سامنے

یون خلق تیرے حکم مین جون خیلِ گوسفند
ہون گلہ گلہ موسیٔ عمران کے سامنے

کم رتبگی مین آتے ہین اطلس سے نظر
حُسّاد تیرے نطقِ غلامان کے سامنے

جس طرح سے مسیلمہ کے مہملات کا
ہو مرتبہ بلاغتِ قرآن کے سامنے

مسرور ہووے تیرے جو ذہنِ سلیم کا
آجائے ذکر حضرتِ لقمان کے سامنے

قمری کی طرح طوقِ غلامی ہین ہی لے
جو آوے تجھ سے سروِ خرامان کے سامنے

حُبِّ علیؑ ہے تجھ کو یہانتک کہ تیرا ذکر
جنّت مین ہے اباذر و سلمان کے سامنے

ہے قوّتِ مقررہ کا تیرے تذکرہ
مشہورِ فخرِ خطۂ یونان کے سامنے

شادابی اسمین ایسی کہ جون خضرِ سبز پوش
بیٹھا ہوا ہو چشمۂ حیوان کے سامنے

اُڑ جائین ہوش توسنِ بادِ بہار کے
گر ڈومین ہو کبھی ترے یران کے سامنے

اسکی روش کو دیکھے تو غش کھا کے لوٹ جائے
موجِ نسیمِ خیلِ غزالان کے سامنے

سب کھیتیان ہری ہون اگر تیرے فیل کا
لے نام پیلِ ابرِ بہاران کے سامنے

اسکا سوادِ لون شبِ قدر کی نمط
ہووے نمودِ زمرّہ ستان کے سامنے

دونون وہ دانت اُس کے مسیحا کے ہاتھ سے
ہووین بلند صاحبِ عرفان کے سامنے

ہے مرتبہ یہ عدل کا تیرے کہ مور ہو
اِس عصر مین جنودِ سلیمان کے سامنے

گر برقِ تیغ کی تری دیکھے چمک عدو
تو سمجھے یہ کہ ہے دمِ ثعبان کے سامنے

تجھکو ضمانِ ضامنِ ثامن مدام ہے
مقبول ہے تو شاہِ خراسان کے سامنے

انشا تری دعا مین ہے مشغول اے دن
اپنے کریم و قادر و سبحان کے سامنے

جب تک نہ ہو کمالِ درخشندگی نصیب
جرمِ سہا کو مہر کے لمعان کے سامنے

ق

آسان رہین یہ عقدہ کی غنچہ کشائیان — تا ناخنِ نسیم بہاران کے سامنے
حاضر رہے بہار و سرور و نشاطِ جشن — یارب ہمیشہ تیرے گلستان کے سامنے
افواجِ روم و شام و ولایت نہ ہو سکے — ہرگز کبھی تری صفِ مژگان کے سامنے
شایان ہے بس یہی کہ ترے دستِ جود کا — مذکور کیجیے موسمِ باران کے سامنے
ہر چند ہون مین بے سروسامان لیک آج — آیا ہون تجھسے با سروساماں کے سامنے
کلغی مجھے بھی ہووے تعجب نہین کہ تھا — ہدہد کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مستزاد در مستزاد در فہمیدن نسبت از زبان بختی

نسبت وہ جو آرام سے ہے۔ ہاتھ کو سو کیا — کچھ سوچ کے تبلا۔ ہے اس مین کلائی

نسبت کو تیرے نام سے ہے میل یہ کیسا — مت کر تو اچنبھا۔ کہدے اری باجی
وہ کونسی ہے چیز کہ ان جانورون سے — اک ہے اُسے نسبت۔ اور جی نہین اُسمین
کیڑون کے پرون سے جو بنی سونے کی چڑیا — یعنی تری انگیا۔ اے جان زنا خی
کوکا جی بھلا یہ کہو تھی کونسی نسبت — کسواسطے کل کیون۔ آنکھون پہ تمھارے
جو لوٹ گیا دیکھ کے کل پتلیون والا — کرنے مین تماشا۔ اُسمین یہی پتلی
کل کر کے ٹھٹھولی وہ پری مجھسے یہ بولی — دن رات سے نسبت کیو نکر نہ سمجھے ہو
تو لاکھ تھے ان آنکھون کے کانٹے مین نوٹھا — تو لاکھ ہے ماشا۔ دیکھا یہ تماشا
جھنڈے سے بھلا دھان کو ہے کونسی نسبت — فرمایئے صاحب۔ اسکو بھی نہ سمجھے
لو بوجھ چکے اور بس اب کھایئے خشکا — ہو جب کہ پھریرا۔ تو اب بھی نہ سمجھے
ہے مردون کے نامونمین خط سے کسے نسبت — پر اُس سے کہ جس بن۔ کچھ کام نہ ہووے
پہلے وہ لکھا جاوے ہے جب کہ لفافہ — ہے یہ تری انشا۔ اللہ کی خوبی

تالاب مین تیرا کرے دن رات جو چڑیا | کیا ہے وہ بھلا جی - بوجھو تو پہیلی
ہر شخص اُسے دیکھ کے نہوڑاوے سر اپنا | یہ چال انوکھی - ہے قبلہ نما کی
جا بیگمون کے مُنھ لگی اک کالی سی جشن | دونا کرے جوبن - وہ کیا اری سوسن
لوہے کی جنی ہووے اُسے سب کہین تانبا | صورت مین پری سی - وہ یعنی کہ مستی
تارون کی بنائی ہوئی اک ناگنی ایسی | سر جسکا سنہرا - ایک رات مین ظالم
پی جاوے جو تالاب بھی اک سارے کا سارا | یعنی کہ جلائی - ہے تو جو وہ بتی
اندھیاری مین جو پیٹ سے ہو کون بھلا وہ | جھٹ جن پڑے دُوہین - جب پاوے اُجالا
لڑکا جو نگوڑا بجے سو بھتنے سے کالا | اری دائی جنائی - پر چھائین اری بی

مستزاد خماسی

مین پھاند کے کل رات جو دیوار نہ جاتی - کنڈی نہ ہلاتی - جاکر نہ جگاتی - نیند اُسکو نہ آتی - جوبن کی وہ ماتی - تیوری نہ ہلاتی -
اور چٹکیون مین میرے نیئن صبح اُڑاتی - ہاتھون پہ نچاتی - گاتی نہ بجاتی - کھانے کو نہ کھاتی پھر تو نہ بُلاتی - سو سو ہلے گاتی -

غزل

بندی کی ہم نے تو جی سے اپنے ٹھانی آپ کی | بندہ پرور خیر آگے قدردانی آپ کی
تھی جو وہ لاہی کی ٹوپی زعفرانی آپ کی | سو ہمارے پاس ہے اب تک نشانی آپ کی
دم بدم کہہ بیٹھنا بس جاؤ اپنے اُنکے پاس | کیون نہین جاتی وہ اب تک بدگمانی آپ کی
کیا کہون مارے خوشی کے حال میرا کیا ہوا | آمد آمد کل ہوئی جو ناگہانی آپ کی
ہے کسی سے آج وعدہ کچھ اجی خالی نہین | یہ دھڑی مستی کی ہونٹون پہ جمانی آپ کی
ہم نے سورا تین جگائین تب ہوا یہ اتفاق | سو رسی رن کو دھری تھی نیند آنی آپ کی
میرے حق مین اب جو یہ ارشاد فرمایا کہ ہے | خوب یان منقوش خاطر جانفشانی آپ کی

لفظ ق

ایک بین اوڑھون بچھاؤن یا لپیٹون کیا کرون — اسکو — روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپ کی
کیون نہ عشق اللہ بولون حضرتِ دل آپکو — پیشواؤن نے بھی اپنے آن مانی آپ کی
دید کر ڈالا بس اُس نے عالمِ لاہوت سب — جس نے لگدی بھنگ کی صافی تین چھانی آپ کی
اپنی آنکھون مین پڑی پھرتی ہے تک روز و شب — عرش پر داتا وہی صورت دکھانی آپ کی
اے جنون اُستاد بس خم ٹھونک کر آجایئے — ہان خلیفہ ہم بھی دیکھین پہلوانی آپ کی
صدقہ صدقہ کیون نہ جاؤن بھاگ اُٹھا کے مین — دیکھ گدرائی ہوئی اُٹھتی جوانی آپ کی
سبزہ آغازی سو یہ کچھ تسبہ آفت سادگی — ہنر — قہر پھر اُس بات پر گردن ہلانی آپ کی
اپنی آنکھون مین نراوٹ آگئی یکبارگی — دیکھکر یہ لہلہی پوشاک دھانی آپ کی
کیون نہ لڑکے سب کہین ہو مُنھ مین اے شیخ جی — ف — ہے جھموخی کی سی صورت ڈراؤنی آپ کی
گول پگڑی نیلی لنگی موٹھ منڈی تکیہ ریش — پھر وہ رومال اور وہ اُن ٹھونا سانی آپ کی

دل کا بانی لا کے ساقی نے کہا انشا کو رات
زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

ولہ

پھبتی ترے مُکھڑے پہ مجھے حور کی سوجھی — الٰہا تھا دھرے کہ بہت دور کی سوجھی
تاک دیکھیے گا جبہ و عمامۂ زاہد — سہے اس پہ مجھے بلعمِ باعور کی سوجھی
کیون مین دلِ پُر آبلہ پر تاک نہ باندھون — سہے اس پہ مجھے خوشۂ انگور کی سوجھی
ہے شیخ سیہ چہرہ جو مجلس مین پھدکتا — یارون کو یہان روئی کے لنگور کی سوجھی
واعظ جو پڑھا جن تبخر ہے نہایت — اُسپر مجھے شیطان کے ہے پور کی سوجھی
ہاتھ اپنے سے جب چھوٹ گئی اُس ڈنڈ کی مچھلی — تب اُسکے تڑپنے پہ سقنقور کی سوجھی
ہان اے شفق صبح تری دیکھ کے رنگت — شنجرف کی سوجھی مجھے کافور کی سوجھی
لب پھول جھڑے نور کے ہر آہ سے میری — مسدم — اُس پر مجھے انشا شجرِ طور کی سوجھی

امانت تخلص سے تین شخص ہوے

ایک میر امانت علی خلف میر کرامت علی ناگوری مقیم دہلی سے جے پور مین انتقال کیا
دوسرے سید آغا حسن خلف میر آغا رضوی لکھنوی شاگرد دلگیر۔ مرثیہ گویون کے
انداز مین شعر اچھا کہتے تھے۔ سنہ ۱۲۷۵ ہجری مین انتقال کیا انکا دیوان اور مسدس دوسخت
قابل دید ہے کبھی کبھی یہ اُستاد بھی تخلص کرتے تھے۔ ذیل مین آپکا کلام درج ہے۔
تیسرے۔ امانت رائے باشندۂ دہلی۔

مسدس امانت

کیا وہ دن تھے کہ محبت سے سروکار نہ تھا
دامِ کاکل مین حسینون کے گرفتار نہ تھا
کسی معشوق کا مین طالبِ دیدار نہ تھا
دل کسی نرگسِ بیمار کا بیمار نہ تھا

راحتِ وصل نہ ایذائے غمِ فرقت تھی
رات دن عیش تھا اور دوستون سے صحبت تھی

عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی واللہ
حال یون دل کا نہ تھا حسن پرستی سے تباہ
جھپتی آنکھ حسینون سے سدا تھی واللہ
دیکھتا تھا کسی معشوق کو بھر کر نہ نگاہ

کوئی کہتا تھا جو عاشق تو مین کھپ جاتا تھا
اچھی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا

نظر آتی تھی کسی کی جو مجھے زلفِ سیاہ
جان کر مارِ سیہ مانگتا تھا اُس سے پناہ
گر کسی ابروِ خمدار پہ پڑتی تھی نگاہ
سر جھکا لیتا تھا تلوار سمجھ کر مین آہ

کسی قاتل کی مژہ جب کہ نظر آتی تھی
شکل خنجر کی مری آنکھ مین پھر جاتی تھی

گر کسی نرگسِ مخمور پہ پڑتی تھی نظر
دُور مین بھاگتا تھا جان کے مُے کا ساغر
دیدبازی کبھی کرتا کوئی خوش چشم اگر
آنکھین دکھلاتا تھا مین اُسکو وہین جھنجھلا کر

شوخیِ چشم سے آگاہ دلِ زار نہ تھا
عشق کا تیر کلیجہ کے مرے پار نہ تھا

باغِ عالم کے گلون سے مجھے ہوتا تھا خار
خوش نہ آتی تھی کبھی پھول سے عارض کی بہار
تنگ ہوتا مرا دل غنچہ لبون سے ہر بار
مسکرانے پہ حسینون کے نہ روتا زنہار

چمنِ دہر مین رہتا تھا کھلا گل کی طرح
نالہ کرتا تھا شب و روز بلبل کی طرح

دُرِ دندان جو دِکھاتا تھا کوئی ہنس ہنسکر
دانت مین پیستا تھا غصہ سے کیا کیا اُسپر
جب کوئی چاہِ زنخدان مجھے آتا تھا نظر
دل یہ کہتا تھا کنوین سے ہے کنارا بہتر

گر صراحی سا گلا کوئی نظر آتا تھا
ساغرِ چشم مے اشک سے بھر لاتا تھا

مرا اک دوست کسی پر کہ مین عاشق جو ہوا
دیکھ کر حال تعجب سے یہ مین نے پوچھا
عشق کہتے ہین کِسے کیسا مزا ہے اُس کا
تلخ ہے عشق کہ شیرین ہے بتا بہرِ خدا

ہے کسی نخل کا میوہ کہ کوئی گل ہے عشق
کوئی صیاد ہے یہ شخص کہ بلبل ہے عشق

عشق ہے شمع کسی بزم کی یا گھر کا چراغ
آبلہ ہے کوئی یا زخم کہ کوئی گل ہے کہ داغ
طوطیِ نغمہ سرا مرغِ خوش الحان ہے کہ زاغ
ہے کوئی نخل کہ کہسار ہے صحرا ہے کہ باغ

یہ تو بتلا دے بلندی ہے کہ پستی ہے عشق
کوئی ویرانہ ہے یہ شخص کہ بستی ہے عشق

یہ تو معلوم ہو انسان ہے کہ حیوان ہے عشق
کوئی کافر ہے دیا کوئی مسلمان ہے عشق
ہے گدا یا کوئی اقلیم کا سلطان ہے عشق
پیرِ دانا ہے کوئی یا کوئی نادان ہے عشق

برہمن ہے کوئی یا زاہد و ابرار ہے یہ

کوئی تسبیح ہے اس شخص کہ زُنّار سے ہے یہ

آشنا ہے کوئی اے دوست کہ بیگانہ ہے عشق
یہ تو بتلا کوئی عاقل ہے کہ دیوانہ ہے عشق
کعبہ اللہ کا ہے یا کہ صنم خانہ ہے عشق
مُرکہ ہے مُرکہ نوش ہے شیشہ ہے کہ پیمانہ ہے عشق

ہوشیاری ہے مری جان کہ مستی ہے عشق
حق پرستی ہے و یا کفر پرستی ہے عشق

ابر ہے رعد ہے اس شخص کہ باران ہے عشق
یا کسی غمزدہ کا دیدۂ گریان ہے عشق
آبِ شمشیر ہے یا چشمۂ حیوان ہے عشق
ناخدا ہے کسی کشتی کا کہ طوفان ہے عشق

ہے کوئی نہر کہ دریا کوئی تالاب ہے عشق
موج ہے قطرہ ہے ساحل ہے کہ گرداب ہے عشق

صبحِ روشن ہے و یا مطلعِ انوار ہے عشق
ہے ستارہ کوئی یا گنبدِ دوّار ہے عشق
طور ہے صاعقہ ہے نور ہے یا نار ہے عشق
مہر ہے ماہ ہے یا برقِ شرربار ہے عشق

کہکشانِ عقد ہے یا عقدِ ثریا ہے عشق
کوئی کہ
مجھ پہ روشن نہیں ہوتا ہے بتا کیا ہے عشق

مسکرا کر مری باتوں پہ یہ تب اُس نے کہا
عشق سے تو نہیں آگاہ تعجب کی ہے جا
دل کسی کو کبھی تو نے نہیں شاید کہ دیا
شربتِ وصلِ صنم کا نہیں چکھا ہے مزا

ہم بغل ہونے کا چسکا تجھے زنہار نہیں
لذّتِ بوسہ عارض سے خبردار نہیں

دل کسی شمع پہ تیرا نہیں پروانہ ہوا
کسی گل پر نہ ہوا صورتِ بلبل شیدا
مثلِ مجنوں کسی لیلےٰ کا نہ دیوانہ رہا
کسی شیریں کی محبت میں نہ فرہاد بنا

شعبدہ عشق نے کوئی نہ دکھایا تجھ کو
کسی ثمثاد کا قمری نہ بنایا تجھ کو

عشق ہے گلشنِ ہستی کے چمن کا گلِ تر
عشق اِک باغِ جوانی کے شجر کا ہے ثمر
عشق ہے عالمِ ایجاد کے دریا کا گہر
عشق ہے حُسنِ خدا داد کے گردون کا قمر

عشق آنکھون سے نہین یون تو نظر آتا ہے
جلوہ اپنا یہ مگر حُسن مین دِکھلاتا ہے

کی جو اُس عاشقِ شیدا نے یہ مجھ سے تقریر
آہ کی مین نے لگا جیسے کلیجے پر تیر
ٹکٹکی بندھ گئی حیرت ہوئی شکلِ تصویر
کر گیا عشق اُسی روز سے دل مین تاثیر

دم خفا ہونے لگا مُنھ کو جگر آنے لگا
جی مرا صحبتِ احباب سے گھبرانے لگا

بس اِسی بات کا سودا دلِ وحشی کو ہوا
خوبصورت کوئی اب کیجیے ایسا پیدا
ہوئے خوش وضع بھی اور حسن مین ہوئے یکتا
بھی ہو
حور بھی دیکھے جو اُس کو تو کہے صلِ علیٰ

آخر اس عشق نے جنجال مین ڈالا مجھ کو
طپشِ دل نے غرض گھر سے نکالا مجھ کو

باغ کی سیر کو مانند صبا جانے لگا
دلکو بلبل کی روِش پھولون سے بہلانے لگا
گل مجھے شکلِ رُخِ یار کی دکھلانے لگا
کہین
زلف کی طرح سے سُنبل کہین بل کھانے لگا

قد کا شمشاد نے بیساختہ پن دِکھلایا
آنکھ نرگس نے تو غنچہ نے دہن دِکھلایا

دل جو لہرایا تو دریا پہ کبھی جا نکلا
جگھٹے مین کبھی یارون کے گذر میرا ہوا
کسی مجمع مین سے آیا کسی صحبت مین گیا
کوئی محفل کوئی جلسہ کوئی میلا نہ چھٹا

جا بجا عشق نے جب خوب پھرایا مجھکو
ایک معشوق مقدر نے دِکھایا مجھ کو

کیسا معشوق کہ جو حسن مین یکتائے جہان
دیکھے یوسف بھی اگر اُسکو تو بس ہو حیران

دل نے سینے مین کہا ایسے حسین پر قربان
خور ہے یہ کہ فرشتہ ہے پری یا انسان

کس مین یہ شان یہ شوکت یہ نزاکت دیکھی
خواب مین بھی نہین اُس نور کی صورت دیکھی

یک بیک آنکھ ہوئی میری جو اُس شوخ سے چار
ہو گیا تیرِ نگہ صاف کلیجہ کے پار
دل سے جاتے رہے ہوش و خرد و صبر و قرار
لاکھ جان سے مین ہوا اُس بُتِ کم سن پہ نثار

وان سے آیا تو غمِ ہجرِ صنم کھانے لگا
روز اُس کوچہ مین چھپ چھپ کے غرض جانے لگا

کر کے نالہ کبھی آواز سُناتا اُس کو
روزنِ در سے کبھی شکل دِکھاتا اُس کو
دے کے تسمین کبھی کوٹھے پہ بُلاتا اُس کو
جذبِ دل کھینچ کے مجھ تک کبھی لاتا اُس کو

رُخِ انور کا کبھی اُس کے نظارہ کرتے
کبھی کچھ چشمِ محبت سے اشارہ کرتے

کبھی کہتا کہ بہت ہے مرا اب حال تباہ
کبھی کہتا کہ صنم گھر مین بُلا لے للہ
کبھی کہتا کہ عجب صدمۂ جانکاہ ہے آہ
کبھی کہتا تھا کہ اب مر کر ای غیرتِ ماہ

عشق مین چور جو اُس حور نے پایا مجھ کو
ایک دن در پہ اشارے سے بُلایا مجھکو

مسکرا کر یہ عجب ناز سے شرما کے کہا
کہیئے کیسا ہے مزاج آپکا کیسا ہے نقشا
مین یہ بولا کہ دعا کرتا ہون بس تم کو سدا
پھر کہا اُس نے کہ ہے اسم شریف آپکا کیا

نام جو مُنہ سے عاشقِ پُر رنج و محن بتلایا
پوچھا گھر اُس نے تو آوارہ وطن بتلایا

پھر کہا اُس نے کہ ہو عشق مین کس کے غمگین
بولا مین تھے تو بہت کوئی معشوق نہین
پوچھا پھر اُس نے کہ کس شخص کے ہو زمزمہ چین
بولا مین یان کے سوا دل نہین لگتا ہے کہین

پھر کہا اُس نے کہ کیا شغل رہا کرتا ہے
بولا مین آپ کو دل یاد کیا کرتا ہے

ہوئین آپس مین جو اسطرح کی باتین دو چار
صدقے مین اُسپہ ہوا وہ مری اُلفت پہ نثار
دل مین ازبسکہ بھری تھی ہوسِ بوس و کنار
ہم بغل ہو گیا اُس شوخ سے مین آخرِ کار

گھر مین لیجا کے قریب اپنے بٹھایا اُس کو
حال سب اپنی مصیبت کا سُنایا اُس کو

پھر تو معشوق وہ میرا تھا مین عاشق اُسکا
دخل ہرگز نہ رقیبون کا کسی امر مین تھا
دوست دشمن کا نہ اندیشہ تھا مجھکو اصلا
وصلِ جانان کے مزے لوٹتا تھا صبح و مسا

روز و شب اُس سے ہم آغوش رہا کرتا تھا
شاد تھا آٹھ پہر عیش کیا کرتا تھا

کبھی آتے تھے زبانون پہ نہ رنجش کے کلام
کہتے ہم صبح تو وہ صبح اگر شام تو شام
مطلب اپنون سے نرکھتا تھا نہ بیگانون سے کام
دم وہ بھرتا تھا ہماری ہی محبت کا مدام

لذتِ وصل مین دن رات بسر کرتے تھے
بس اسی شغل مین دن رات بسر کرتے تھے

ہم بغل یار تھا اندیشۂ اغیار نہ تھا
بے خلش تھا چمن عیش کوئی خار نہ تھا
خوبیِ حسن سے آگاہ وہ زنہار نہ تھا
خود پسندی کے بھی شیوے سے خبردار نہ تھا

اپنی منظورِ نظر اُس کو نہ آرایش تھی
کبھی کاجل کی نہ ہر شخص سے فرمایش تھی

کانپتا تھا وہ نہانے سے چھپاتا تھا جی
اُجلی پوشاک پہ دل میل نہ کرتا تھا کبھی
پیستا دانت جو آگے کوئی لاتا مسّی
کنگھی چوٹی سے اُلجھتا تھا بناوٹ کیسی

اچھی صورت پہ وہ رہتا تھا بُرے حالون سے

دل پریشان نہ ہوتا تھا کھلے بالون سے

سب خود آرائی کا انداز دکھایا مین نے
گوندھا سر کھینچ کے بالون کو بنایا مین نے
سرمہ آنکھون مین تو رو رو کے لگایا مین نے
مسی ملوا کے اُسے پان کھلایا مین نے

تنگ ملبوس بھی زیور بھی پہنایا اُس کو
کر کے آراستہ آئینہ دکھایا اُس کو

دیکھا اِس چاندسی صورت کو جو اُس نے یکبار
اپنے جوبن پہ ہوا شیفتہ و مشتاکِ بہار
اک تعجب سے یہ کی دل سے پھر اُس نے گفتار
واہ کیا حسن ہے اللہ کی قدرت کے نثار

حور کی ہوگی نہ اِس جلوہ گری کی صورت
مجھکو خالق نے عطا کی ہے پری کی صورت

زلف کے پیچ پہ وہ ناز سے بل کھانے لگا
دیکھی آئینہ مین چوٹی تو کھنچا جانے لگا
سُرمہ دیکھا تو نگاہون سے غضب ڈھانے لگا
پان مسی پہ طبیعت مین غرور آنے لگا

مُسکرا کر کیا ہونٹون کا نظارا اُس نے
دانتون کو دیکھ کے اک قہقہہ مارا اُس نے

پھر تو یہ شوق ہوا یار کو خود بینی کا
شغلہ کوئی نہ تھا اور بناوٹ کے سوا
آئنہ آٹھ پہر سامنے رہتا تھا دھرا
ہاتھ سے شانہ نہوتا تھا کسی وقت جدا

کبھی زلفون کے نہ بل پہ بگڑ کر روتا
کبھی چوٹی کے نہ کھنچنے پہ کشیدہ ہوتا

خالی افشان سے نہ رہتا کبھی ماتھا اُس کا
کاجل آنکھون مین رہا کرتا تھا ہر وقت گھلا
پان کے خون پہ اُٹھایا تھا لبون نے بیڑا
دانت مسی پہ لگا رہتا تھا ہر صبح و مسا

ٹھنڈی پانون مین کسی رات نہ گرہوتی تھی
ہاتھ ملکے مصیبت سے سحر ہوتی تھی

صبح سے شام تلک اپنا بنانا اُس کو
کبھی مُنھ دھونا کسی وقت نہانا اُس کو
پھول سے تن مین سدا عطر لگانا اُس کو
جُست بلبوس سے کچھ تنگ نہ آنا اُس کو

مین اُسے ڈھنگ خود آرائی کے بتلاتا تھا
روز بن ٹھنکے وہ جوبن مجھے دکھلاتا تھا

منھ چھپاتا کبھی زلفون مین دکھاتا تھا کبھی
شاد رکھتا تھا کبھی مجھ کو جلاتا تھا کبھی
ہنسکے وہ غنچہ دہن مجھ کو ہنساتا تھا کبھی
اشک پھر آنکھون مین بھرلاکے رُلاتا تھا کبھی

بھرلاکے خبر آنکھون مین

بیٹھتا پاس کبھی اور کبھی ہٹ جاتا تھا
کبھی بیساختہ سینہ سے لپٹ جاتا تھا

پایا چندے جو اسی طرح سے صحبت نے قرار
نشۂ بادۂ وصلت سے ہوا مین سرشار
دیکھ سکتا ہے مگر کب فلکِ بدکردار
نام سے عاشق و معشوق کے کھاتا ہے خار

سنگِ رنجش سے مرا شیشۂ دل چور کیا
ساغرِ عیش کو کم ظرف نے معمور کیا

شعبدۂ حُسن جو اُس شوخ کو دکھلانے لگا
اپنا نظّارہ اُسے آپ پسند آنے لگا
جی مین کچھ اور ہوا آگئی گھبرانے لگا
دل کو آئینہ کی صحبت سے وہ بہلانے لگا

کام ہر وقت تھا اپنی اُسے زیبائی سے
فرصت اک لحظہ نہوتی تھی خود آرائی سے

شعلۂ حُسن بناوٹ سے ہوا اور بلند
ہوگیا آتشِ رخسار کی گرمی سے دوچند
دیکھ لی جس نے جھلک اُسکی کیا دل سے پسند
دل تماشائیون کے جلنے لگے مثلِ سپند

لوگ سن سُنکے خبر طالبِ دیدار ہوے
ایک یوسف کے ہزارون ہی خریدار ہوے

حُسن پر اپنے ہوا پھر تو وہ ایسا مغرور
چاند بھی سامنے آیا تو وہ بولا چل دُور

دل کو نظارہ ہوا بد نظروں کا منظور | میری دبجوئی مین کرنے لگا وہ حور قصور
آنکھین ہر بات مین ناحق مجھے دکھلانے لگا
دیدبازی کے لیے بام پہ وہ جانے لگا

حسنِ جانان کی خبر ہوگئی عالم مین جو عام | لوگ آنے لگے نظارہ کو اُسکے تہ بام
خواہشِ وصل کا دینے لگا کوئی پیغام | کوئی کہتا تھا کہ مین ہجر مین ہوتا ہون تمام
کوئی دروازے پہ آکر کبھی دستک دیتا
روزنِ در سے کوئی اُس کی بلائین لیتا

سرخروئی کے لیے پان کوئی بھجواتا | ہار اُس گل کے کوئی آدمی کو دے جاتا
شیشیان عطر کی دل توڑ کے کوئی لاتا | کوئی آئینہ صفائی کے لیے دکھلاتا
سیکے انگیا کسی دلدادہ نے بھاری بھیجی
کسی خود رفتہ نے لینے کو سواری بھیجی

رقعہ لکھ کر کسی جاہل نے اُسے بھجوایا | حرف یون میری ملاقات پہ کوئی لایا
نقشِ خُب سورۂ اخلاص اُسے دکھلایا | ہوگئے زیر و زبر ہم کوئی یون پیش آیا
حرف عاشق کی محبت کا بھلایا اُس کو
نکتہ چینون نے غرض جھوٹ پڑھایا اُس کو

خوب

مجھ سے اُس مصحفِ رخسار کو اُلفت نہ ہی | دل مین رنج آیا وہ اخلاص کی صورت نہ ہی
سردمہری کے سبب گرمیِ صحبت نہ ہی | ذرہ اُس مہرِ درخشان مین حرارت نہ ہی
دن مصیبت کا فلک آنکھ سے دکھلانے لگا
مجھسے چھپ چھپ کے وہ راتون کو کہین جانے لگا

شبِ مہتاب کی سیر اُس کو لگی خوش آنے | لہرانے آبرو کھو کے وہ دریا پہ لگا گھبرانے
غنچۂ دل جو لگا گل کی روش کھلانے | عیش باغ اُس کو ہوا خواہ مخواہ گلے لگانے

جانا نوچندی کو درگاہ کا منظور ہوا
نامرادون کی مراد آئی الم دور ہوا

رفتہ رفتہ یون ہی جانے لگا وہ غیر کے گھر
صحبتین گرم وہان رہنے لگین آٹھ پہر

دو دو دن تک نہوا حال سے عاشق کے خبر
پاس آکر کبھی بیٹھا بھی تو اُٹھا لڑکر

نہ وہ صحبت نہ وہ خاطر نہ مری بات رہی
نام کے واسطے اک مجھ سے ملاقات رہی

رنگ صحبت کا جو اُس طرح یکایک بگڑا
خار دنیا مجھے منظور ہوا اُس گل کا

دل شب و روز حسینون کے تجسس مین رہا
اک پریزاد نظر آیا مجھے ماہ لقا

کھُب گئی آنکھون مین وہ چاندسی صورت اُسکی
ہوئی القصہ میسر مجھے صحبت اُس کی

اپنے قابو مین جو اُس شوخ کو پایا مین نے
وصل کا خوب مزا وان بھی اُڑایا مین نے

باتون باتون مین اُسے آکے سُنایا مین نے
تیرے ملنے سے صنم ہاتھ اُٹھایا مین نے

شاد تو غیر کو کر غیر تجھے شاد کرین
ہم تو اب لاکھ برس تک نہ تجھے یاد کرین بھی

عشق مین تیرے دل و جان کو گنوایا مین کبتک
ستم و جور حسین ناز اُٹھایا مین کب تک

ضبط کب تک کرین غم رشک کا کھایا مین کبتک
حرف شکوہ کا بھلا لب پہ نہ لایا مین کبتک

کب تلک صرف ترے ہجر مین اوقات کرین
جی مین آتا ہے کہ اب ترکِ ملاقات کرین

اپنے بیگانے سے جبتک مجھے کچھ کام نہ تھا
ایک لحظہ ترے بن مجھ کو بھی آرام نہ تھا

نام اس طرح ترا خلق مین بدنام نہ تھا
کوئی عاشق بخدا ای بتِ گلفام نہ تھا

ایک عالم سے نہ تھا حسن نرالا تیرا

کون تھا میرے سوا چاہنے والا تیرا

نام عاشق کا زبان پر نہ کبھی لاتا تھا
مین جو کہتا تجھے معشوق تو شرماتا تھا
حُسن کو اپنے نہ خاطر مین ذرا لاتا تھا
اچھی صورت پہ نہ اس طرح سے اِتراتا تھا

کب حسینون کی طرح ظلم و ستم کرتا تھا
حال پر میرے سدا لطف و کرم کرتا تھا

اجنبی شخص کا نظارہ نہ کرتا تھا کبھی
غیر سے آنکھ لڑانے پہ حیا مانع تھی
تھی نہ چتون مین شرارت نہ نگہ مین شوخی
دید بازی کسے کہتے ہین لگاوٹ کیسی

بدنگاہونکی نگاہون سے حذر کرتا تھا
چشمِ مردم مین نہ اسطرح سے گھر کرتا تھا

بات کرنے کا سلیقہ نہ تجھے مطلق تھا
چپ رہا کرتا تھا مُنھ مین نہ زبان تھی گویا
غنچہ کی طرح لبون سے نہ نکلتی تھی صدا
پھول ہر بات مین جھڑتے تھے نہ مُنھ سے اِملا

میری صحبت تجھے اے سیمبر اکسیر ہوئی
گفتگو سُنکے زبان قابلِ تقریر ہوئی

ترچھی نظرون سے نہ کج بازیان دِکھلاتا تھا
سیدھی باتون مین کب اسطرح سے بل کھاتا تھا
ٹیڑھی رفتار جو چلتا تھا تو گھبراتا تھا
راست تو یہ ہے کہ کوئی نہ چلن آتا تھا

رفتہ رفتہ فنِ رفتار مین یہ طاق ہوے
کبک و طاؤس تلک چال کے مشتاق ہوے

خار ہوتا تھا جو گلگشت کو جاتے تھے تم
سرو کے سامنے گردن نہ اُٹھاتے تھے تم
مُنھ کو بغلون مین خجالت سے چھپاتے تھے تم
قد یہ بوٹا سا اکڑ کر نہ دکھاتے تھے تم

ہوش قمری کے کب اسطرح اُڑا دیتے تھے
باتین بلبل کو ہزاردن نہ سُنا دیتے تھے

زلف کو دیکھ کے سنبل پہ جو کرتے تھے نظر
سر بسر ہوتا تھا مجموعۂ خاطر ابتر
عین گلزار مین پڑتی جو نظر نرگس پر
آنکھ تم اُس سے چُراتے تھے وہین شرما کر

گل کے نظارہ سے لقمہ یہ سدا ہوتا تھا
رنگ اِس پھول سے چہرے کا ہوا ہوتا تھا

جب کہ سوسن کیطرف باغ مین جاتے تھے تم
مستی مالیدہ زبان لب پہ نہ لاتے تھے تم
دُرِ دندان کو دُرِ شبنم سے چھپاتے تھے تم
دیکھ کر غنچون کو ہونٹھ اپنے چباتے تھے تم

گل خورشید سے تن غرق عرق ہوتا تھا
چاندنی دیکھکے منھ چاند سا فق ہوتا تھا

شبِ مہتاب کا کب شوق تھا اے رشکِ قمر
چاندنی بھیجتی تھی راتون کو نہ مہتابی پر
سیر تالاب کی کرتے تھے نہ بیخوف و خطر
آشنایون تمھین لیجاتے نہ تھے دریا پر

آب
ہاتھ گیا آبرو سے حُسن سے دھویا تم نے
بحرِ عالم مین غرض نام ڈبویا تم نے

سادہ دل تم تھے خود آرائی سے کچھ کام نہ تھا
زلف و رخسار کا سودا سحر و شام نہ تھا
بل پہ یون افعیِ گیسوے سیہ فام نہ تھا
مستی کاجل کا اجی منھ پہ سہین نام نہ تھا

کاکلین رُخ پہ پریشان رہا کرتی تھین
بگڑے تم رہتے تھے زلفین نہ بنا کرتی تھین

چاند سے ماتھے پہ رہتا نہ تھا طالع اختر
دردِ سر تھا تجھے افشان کا نہ اے رشکِ قمر
ہاتھ ابرو پہ پھرا کرتا تھا کب آٹھ پہر
مردمِ چشم کو زینت تھی نہ منظورِ نظر

سرمہ آنکھون مین نہ یون دن کو دیا کرتے تھے
کالا منھ رات کو کاجل سے کیا کرتے تھے

پھول سے گال پہ آگے یہ نزاکت تھی کہان
آئینہ ہوتا تھا کب رخ کی صفا سے حیران

سرخ و لب تھے نہ غنچے کی روشن جان جہان
طعنہ زن تھی گل سوسن پہ تمھاری نہ زبان

دانت مسی سے سدا خالی پڑے رہتے تھے
ٹکڑے نیلم کے نہ بیرون مین جڑے رہتے تھے

جامدانی کی نہ پوشاک تھی تن زیب کبھی
زر و ململ کی منگاتے تھے چکن کی کرتی

طاش کمخواب مین آتا تھا تمامی کیسی
گلبدن کی ترے گھر مین تو کہین چھینٹ نہ تھی

ٹھنڈی سانسین تھین جب اطلس پہ نگہ جاتی تھی
اوس پڑ جاتی تھی شبنم جو نظر آتی تھی

تنگ کرتی کے پہننے کا بہت شوق تھا کم
تنگ انگیا ہے مری جان نہ تم تھے محرم

چھوٹے کپڑون سے تو رہتا تھا سدا ناک مین دم
ٹھیک بلبوس تجھے سیکے پہناتے تھے ہم

تمھین

بجھا دل سوختہ عاشق نہ لہین پاؤ گے
بنھ کو ڈالو گے گریبان مین چھپاؤ گے

گہنا پھولون کا پہنتے تھے تو مرجھاتے تھے
عطر مٹی کا لگاتے تھے تو غش کھاتے تھے

وضعداری کے سدا نام سے شرماتے تھے
کب بھلا خلق کی نیرنگیان دکھلاتے تھے

کو

کپڑے رنگین پہنکر نہ نکلتے تھے تم
رنگ گرگٹ کیطرح سے نہ بدلتے تھے تم

وضعداری کا سب انداز بتایا کس نے
سچ کہو تم کو طرحدار بنایا کس نے

فن خود آرائی کا بتلاؤ سکھایا کس نے
حسن کا شہرہ زمانے مین اڑایا کس نے

اس ریاضت پہ صنم کچھ نہ وفا کی تو نے
دل مرا لیکے مری جان دغا کی تو نے

سب مجھے اس بات کا شکوہ نہین لو خوب کیا
مجھے معشوق ہزارون تجھے عاشق صدہا

صحبتِ غیر مبارک رہے تجھ کو اچھا
مین نے بھی ایسا پریزاد کیا ہے پیدا

تو اُسے دیکھے تو سینہ مین کلیجہ ٹھنڈا جائے
آتشِ رشک کے شعلہ سے سراپا جلجائے

اُس کی کس چیز کی خوبی کا کرون تجھسے بیان
خواب مین بھی نہین اُس شکل کے دیکھے انسان
نہ پری اُس سے مقابل ہو نہ حور و غلمان
ہے سراپا وہ غرض حُسن مین یکتائے زمان

چاند سورج کو جھل کرتی ہے تنویر اُس کی
کھینچکر تجھکو دکھا دیتا ہون تصویر اُس کی
دکھاتا ہون مین

قد وہ اُس بت کا ہے اے صلِ علیٰ نام خدا
اک جھلک دیکھے قیامت تو کرے حشر بپا
سرو اک بندۂ آزاد ہے اُس قامت کا
فاختہ طوق بگردن ہے کنیزی مین سدا

خارِ عکسِ رخِ گل رنگ سے بوٹا ہو جائے
سایہ شمشاد پہ پڑ جائے تو طوبیٰ ہو جائے

پائی اِس قامت موزون پہ ہے وہ قہر کی چال
سر اُٹھائے جو کبھی چرخ تو بس ہو پامال
دیکھین عشاق خرام اُس کا تو یہ غیر ہو حال
خواب مین بھی تری رفتار کا آئے نہ خیال

محو ہر شخص کو اعجازِ مسیحا ہو جائے
مارے ٹھوکر جو وہ مردے کو تو زندا ہو جائے

زلف وہ زلف کہ جس زلف پہ صدقے مرجان
ہے بجا کہیے اگر سنبلِ گلزارِ جنان
جالسازی مگر اِسطرح کی سنبل مین کہان
جس مین پھنسکر نہ کبھی پیچ سے نکلے انسان

آدمی کیا ہے جو اُس پر نہ فدا ہو جائے
ہو فرشتہ تو گرفتارِ بلا ہو جائے

نکہتِ حلقۂ گیسو کی صفت کیجیے کیا
نافۂ مشکِ ختن کہیے تو ہے صاف خطا
باغ مین لے گئی خوشبو کبھی اُس کی جو صبا
گویا پھیلا دیا گلزار مین عنبر سارا

نکہت اُسکی جو سوے دشتِ ختن جاتی ہے

اُس گھڑی آہو دن کی جان پہ بن جاتی ہے

پہونچی گلشن مین جو اُس گیسوے خمدار کی بو
اُڑ گئی بن کے دھوان سنبلِ گلزار کی بو
سونگھے عاشق اگر اُس طرۂ طرار کی بو
اُسکو بدھی کی پسند آئے نہ پھر ہار کی بو

جمع خاطر نہ الم سے کسی عنوان ہووے
نکہتِ گل کی روش حال پریشان ہووے

ہوئے سر پر نہ کوئی زلفِ سیہ سے زنہار
کالا منھ ہوئے جو ہو آسکے مقابل شبِ تار
اکڑے سنبل تو خزان سے وہین ہووے مسمار
ہمسری اُس سے کرے سانپ تو ہے عقل کی مار

ناگن اُس زلف سے بل کر کے پشیمان ہووے
اُلجھے گیسو جو کسی کا تو پریشان ہووے

اُس کی پیشانیِ روشن کو مین دون کس سے مثال
مہِ کامل مین سیہ داغ ہے ناقص ہے ہلال
زرِ افشان سے جہان مین ہے سدا مالا مال
صبحِ صادق نے بھی اسطرح کا پایا نہ جمال

جب کہ وہ رشکِ قمر چین جبین ہوتا ہے
موجزن چشمۂ خورشید وہین ہوتا ہے

تیغِ ابرو مین ہے وہ کاٹ کہ اللہ اللہ
آئے جنبش مین تو فولاد بھی ہو جائے تباہ
جوہرِ قتل سے لیکن وہ نہین ہے آگاہ
ورنہ عالم ابھی اک وار مین ہو خاک سیاہ

حال تلوار سنے اُس کی اگر تیزی کا
نام لیوے نہ زبان پر کبھی خونریزی کا

کج ادائی کسی خوش چشم کا ابرو جو دکھائے
تر چھی تلوار پڑے ایسی کہ سیدھا ہو جائے
سامنے اُس کے اگر قوسِ فلک سر کو اُٹھائے
چادرِ ابر مین گردون اُسے خجلت سے چھپائے

ماہِ نو اُس کے مقابل مین یہ شرماتا ہے
مُنھ گریبان مین خجالت سے نظر آتا ہے

اُس کی پلکین وہ نکیلی ہین صنم نامِ خدا
چبھ گئین جس کی نگاہون مین وہ بس لُوٹ گیا
کون جان بر ہو بھلا عاشقِ صادق کے سوا
تیر تو وہ صفِ مژگان مین ہین خنجر صد ہا

نظرِ بد سے کوئی دیکھے تو جی پر بنجائے
سینہ غربال ہو تیرون سے کلیجہ چھنجائے

دوست کے حق مین رگِ برگِ گل تر ہے مژہ
مدّعی کی رگِ جان کے لیئے نشتر ہے مژہ
شعبدہ باز ہے ساحر ہے فسونگر ہے مژہ
کبھی نیزہ کی انی ہے کبھی خنجر ہے مژہ

دیکھے عاشق تو لہو چشم سے ہر دم ٹپکے
یا دِ مژگان مین پلک شب کو نہ اک پل جھپکے

آنکھین ایسی ہین کہ سو جان سے مردم ہین نثار
دیکھے زاہد بھی تو نظّارہ کرے سو سو بار
آنکھ پڑ جائے جو عیسیٰ کی تو آئے نہ قرار
عین صحت ہے جو اِس چشم کا ہووے بیمار

دین و دنیا سے نہ پھر اُسکو سروکار رہے
نشۂ جامِ مئے عشق سے سرشار رہے

وہ اگر نرگسِ مخمور کی گردش دکھلائے
نرگسِ صحنِ چمن آنکھ خجالت سے چُرائے
دشت کی سمت وہ خوش چشم اگر مُنھ کو پھرائے
آہوے دشت ہرن دیکھکے وحشی ہو جائے

دیکھے بادام وہ آنکھین تو یہ نقشا ہو جائے
پھوڑے سر سنگ سے دو ٹکڑے کلیجا ہو جائے

آنکھ مینجانے کو وہ شوخ جو دِکھلاتا ہے
رنگ فق بادۂ گلرنگ کا ہو جاتا ہے
ساغرِ چشم کو گردش مین جو وہ لاتا ہے
جام کا شیشۂ دل چور نظر آتا ہے

آہوے چشم سیہ لذّت مے کھوتا ہے
نشہ ہر مست کی آنکھون کا ہرن ہوتا ہے

کبھی کاجل وہ صنم چشمِ سیہ مین جو لگائے
دل حسینون کا پیے ایسا کہ سرمہ ہو جائے

عین

عین محفل مین نگہ کی جو وہ شوخی دکھلائے
آنکھ شبنم مردم مین نہ ہرگز کوئی خوش چشم سمائے

دل کو حیرت ہو نظر محوِ تماشا ہو جائے
مردمِ دیدۂ عشاق کو سکتا ہو جائے

خمِ ابرو مین ہے کیا یار کی بینی کی صفا
جیسے ہو طاق مین مینائے بلورین رکھا
شمعِ کافور کی محرابِ حرم مین ہے ضیا
یا کوئی حور درِ خلد پہ ہے جلوہ نما

تو اُسے دیکھے تو خود بینی نہ یہ خاک رہے
رشک سے ہو ترا دم ناک مین غمناک رہے

گوشِ خاطر سے سُن اُس گوش کی تعریف ذرا
موتیون سے کبھی کانون کو نہ خالی دیکھا
شوق اُس سیم بدن کو ہے یہ خود بینی کا
ناک مین کیل وہ سونے کی پہنتا ہے سدا

دُر و یاقوت سے معمور ہین نادر ہین کان
ناک ہے معدنِ زر کان جواہر ہین کان

لہ زرا۔ ذال سے اہل زبان کے نزدیک ناجائز ہے۔

اُس کے رخسار وہ روشن ہین کہ سبحان اللہ
جس پہ خورشید فلک کی کبھی ٹھہرے نہ نگاہ
دیکھے دزدیدہ نظر سے جو وہ عارض کبھی ماہ
ہو یہ آنکھون مین چکا چوند کہ عالم ہو سیاہ

چشمِ اختر مین بھی عالم ہو یہ حیرانی کا
ہوئے مردم کو گمان دیدۂ قربانی کا

رخِ رنگین وہ جوانانِ چمن کو جو دکھائے
خار ہو ایسا کہ گل سوکھ کے کانٹا ہو جائے
بوسہ اُس عارضِ نازک کا جو عاشق کبھی پائے
باغ باغ ایسا ہو شادی سے کہ پھولا نہ سمائے

چاندنی رُخ کی صباحت سے لجا لو ہو جائے
گلِ خورشید ضیا سے گلِ شبو ہو جائے

کرون اُسکے دہنِ تنگ کی کس مُنھ سے ثنا
ایسا پنہان ہے نظر سے کہ نہین ہے گویا
جال پھیلائے بہت مین نے کہ عقدہ ہو یہ وا
فکر کے دام مین پر طائرِ مضمون نہ پھنسا

کون واقف ہے خدا جانے مُعمّا کیا ہے
جانور ہے جو کہے اِس کو کہ یہ عنقا ہے

لبِ شیریں کو کبھی اُسکے نہ پہونچے لوزات[۱] — میٹھی باتین جو ہوئے اُسکی تو ہو تلخ حیات
ذکر شیرینیٔ لب کا جو کرون مین درزات — قند بیقدر ہو پوچھے کوئی مصری کی نبات

بادام کا حلوا[۱۱] — نیشکر سے ہو یہ نفرت کہ کوئی مُنھ نہ لگائے
دل مٹھائی کے شکر خوارون سے کھٹا ہو جائے

سُرخیٔ لب سے عقیقِ یمنی شرما جائے — دیکھے وہ ہونٹھ جو یاقوت تو ہیرا کھا جائے
سامنے لب کے اگر دانۂ مرجان آجائے — صاف موتی کی طرح رُخ پہ سفیدی چھا جائے

عام نظّارہ اگر ہو لبِ جانان کا کبھی
نام پھر لے نہ کوئی لعلِ بدخشان کا کبھی

دانت ہین اُس دُرِ نایاب کے وہ سلکِ گہر — آنکھ موتی کی لڑی جس سے رہے آٹھ پہر
دیکھے الماس چمک اُسکی تو ٹکڑے ہو جگر — چشمِ اختر جو کرے غور تو ٹھہرے نہ نظر

پھرتے ہین دیدۂ مردم مین عجب تارے ہین
اس سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ سیارے ہین

کیا تر و تازہ ہے وہ سیبِ ذقن صلِّ علیٰ — رکھے آسیبِ نظر سے اُسے محفوظ خدا
کس کو اُس چاہِ زنخدان کی نہین چاہ بھلا — کون کون اُس کی محبت مین نہین غرق ہوا

آدمی ہی نہین دیوانے زنخدان کے ہین
چاہ مین اُس کی فرشتون نے کنوین جھانکے ہین

وصف شانون کا کرون اب کہ ثنائے گردن — دیکھے گردن کو تو شیشہ بھی جھکائے گردن
گلِ شبّو نہ خجالت سے اُٹھائے گردن — نازکی قہر قیامت ہے صفائے گردن

بان کا رنگ تلک جلوہ نما ہوتا ہے

ایسا شفاف صراحی کا گلا ہوتا ہے

مہ کو شرماتے ہین الماس سے بازو اُسکے
شاخِ بلّور کا کیا رتبہ ہے اُنکے آگے
شمع اُس ساعدِ روشن کو نہ ہرگز پہونچے
صاف آئینہ کو حیرت ہو اگر غور کرے

دستِ صانع نے عجب دی ہے صفائی اُسکو
جسنے دیکھی وہ کلائی نہ کل آئی اُس کو

دیکھے ہاتھ اُس کے حنائی جو کبھی حورِ جنان
کفِ افسوس ملے حیثم سے بس خون ہو روان
شاخِ مرجان مین بھلا نور کی رنگت ہے کہان
پنجۂ مہر ہے گویا کہ شفق مین پنہان

کیا کہون دستِ نگارین مین تجلّی کیا ہے
چورِ مہندی کا ہر اک رشکِ یدِ بیضا ہے

پھول سے سینہ پہ کیا قہر ہے پستان کا اُبھار
شجرِ قد مین مگر آئے ہین دو پھل یکبار
اینڈتا جائے گلستان مین جو وہ رشکِ بہار
دانت کھٹے ہون انارون کے کلیجے ہون فگار

دل جو انانِ چمن کا ثمرون سے ہٹ جائے
باغبان دیکھ لے وہ سینہ تو چھاتی پھٹ جائے

کیا کرون پیٹ کا اُس بحرِ لطافت کے بیان
غور سے دیکھو تو اک نور کا دریا ہے رواں
شکنین اُسکے شکم مین نہین موجین ہین رواں
ناف پر حلقۂ گرداب کا ہے صاف گمان

سیلی بالون کی نہین اُس کی نظر آتی ہے
چشمۂ حسن مین ناگن کوئی لہراتی ہے

نازکی مین کمر اُسکی رگِ گل سے ہے سوا
پر رگِ گل جو کہا اُس کو تو کچھ بھی نہ کہا
مو شگافی جو بہت کی تو معمّا یہ کھلا
موے سر ہے وہ نہین فرقِ سرِ مو اصلا

آتشِ حسن میان جب کہ بھڑک جاتی ہے
بال کی طرح کمر سیکڑون بل کھاتی ہے

اُسکے زانو کی صفائی کا کروں کیا میں بیان
دیکھے آئینہ جو وہ ران تو بس ہو حیران

پنڈلیاں اُس مہ تاباں کی ہیں کیا نور فشاں
گھر سے باہر جو رکھے پاؤں تو روشن ہو جہان

شمع کیا چیز ہے مشعل کی حقیقت کیا ہے
ساقِ پا دیکھ کے مہتاب بھی شرماتا ہے

اُس کے اب پائے نگارین کا کہوں کیا میں حال
باغِ عالم میں خنا فیضِ قدم سے ہے نہال

خوبرو رشک سے رہتے ہیں ہمیشہ پامال
ناخنِ پا کو بھی اُس کے ترا ہو پہنچے نہ جمال

دیکھے عاشق جو وہ تلوا تو فدا ہو جائے
خاک پر بیٹھ کے نقشِ کفِ پا ہو جائے

ہے سراپا وہ غرض حسن کے سانچے میں ڈھلا
ایسے محبوب کو دل دیجیے کیونکر نہ بھلا

صدقے پر صدقے اُٹھایا کرے یاں کسکی بلا
دل مرا آتشِ ہجراں سے بہت روز جلا

اُس کے نظارہ سے اب روح کو سیری ہوگی
زندگی شربتِ دیدار سے میری ہوگی

بس مسیحا پہ ہوں مرنا وہ جلائیگا مجھے
دارو وصل شب و روز پلائیگا مجھے

ہجر کا غم نہ تری طرح کھلائیگا مجھے
پاس سے اُٹھنے کی قسمیں وہ دلائیگا مجھے

صحبتیں ہونگی وہاں رنج سے ہم چھوٹینگے
وصل کے آٹھ پہر خوب مزے لوٹینگے

سارا انداز بناوٹ کا بتاؤں اُس کو
سب حسینوں میں پریزاد بناؤں اُسکو

بگڑی زلفوں کا بنانا میں سکھاؤں اُسکو
بات چوٹی کی جو ہووے وہ سناؤں اُسکو

سرخ موباف پہ تجھے کا بھی موباف رہے
صورتِ آئنہ دل مانگ کا بھی صاف رہے

چاند سے ماتھے پہ افشاں چنوں اے رشکِ قمر
حسن کے بخت کے طالع نظر آئیں اختر

کوئی انداز نزاکت کا نہ چھوڑون دلبر
دردِ سر کرکے مین صندل بھی لگاؤن یکسر

اُس کی پیشانیِ پُرنور دکھاؤن تجھکو
مُنھ کے بھل خاک پہ غیرت سے گراؤن تجھکو

تیغ ابرو پہ سلائی سے جو کردون صیقل
سب مکل جائے ترے ابروے خمدار کا بل
اُسکی مژگان کو رکھون آنکھون مین اپنی ہر پل
تیری پلکون کا نظارہ ہو مجھے تیرِ اجل

سُرمہ اُس چشم مین آنکھو نے لگاؤن پیارے
دن سیہ تجھ کو مصیبت کا دکھاؤن پیارے

بوسے اُن گالون کے لون مُنھ نہ لگاؤن تجھ پر
ہو خزان آنکھ مین تیرے گُلِ عارض کی بہار
مستی مَلوا کے ہون اُسکے لبِ دندان پہ نثار
کالا مُنھ تیرا کرون شکل نہ دیکھون زنہار

دیکھے پان اُسکو نیا رنگ دکھاؤن تجھ کو
سرخرو اُس کو کردن خوب رُلاؤن تجھ کو

جامہ زیبی کا بھی انداز بتاؤن اُس کو
چیدہ چُن چُن کے ڈوپٹے مین اُڑھاؤن اُسکو
ڈھیلے ملبوس سے کچھ تنگ جو پاؤن اُسکو
ٹھیک پوشاک دہن سیکے پھناؤن اُسکو

اُس کے سینہ سے رہے کام ہمیشہ ہم کو
کُرتی انگیا نہ دکھائین کبھی نامحرم کو

سر سے پا تک اُسے پہناؤن مُرصّع زیور
شجرِ قد مین نمایان ہون گُل و برگ و ثمر
گہنا پھولون کا بھی اس گُل کو پھناؤن دلبر
ہار ہر رات کو چوٹی مین لپیٹون یکسر

تیل بالون مین وہ ڈالون کہ جو سونگھے مرجائے
عطر کیوڑے کا ملون ایسا کہ تو غش کر جائے

پھولون کی طرح سے گودی مین اُٹھاؤن اُسکو
لوٹے تو کانٹون پہ مسند پہ بٹھاؤن اُسکو
ہر گھڑی عطرِ عروسی مین لساؤن اُسکو
دل کی شادی سے دُھن روز بناؤن اُسکو

سُرخ جوڑا اُسے پہنا کے جلاؤن تجھ کو
آتشی رنگ سے کیا آگ لگاؤن تجھ کو

پا کے قابو مین اُسے لطف اُٹھاؤن کیا کیا
دل کے مانند کلیجے سے لگاؤن کیا کیا
دن کو صحبت کے مزے اُس سے اُڑاؤن کیا کیا
رات کو سینے سے لپٹا کے سُلاؤن کیا کیا

تیری فرقت کا نہ صدمہ کوئی پھر یاد رہے
دور ہو ہجر کا غم وصل سے دل شاد رہے

پر اسی بات کا دھیان آتا ہے مجھکو ہر بار
چرچے ہونگے زمانے مین یہی آخر کار
چار دن بھی نہ نبھی دوستی کیسا تھا پیار
خلق کا حلق کسی نے نہین پکڑا اے یار

طعنہ سب دین گے کہ دو روز بھی اُلفت نہ رہی
آگیا فرق ملاقات مین صحبت نہ رہی

ڈر اسی بات کا ہے ورنہ ستاؤن تجھکو
جو کہا ہے وہ سب آنکھون سے دکھاؤن تجھکو
قدر اسکی کرون خاطر مین نہ لاؤن تجھکو
آتش رشک سے دن رات جلاؤن تجھکو

بخدا نام نہ لون تجھ بُت ہرجائی کا
ہے مگر خوف مجھے ذلت و رسوائی کا

خیر تو اب بھی اگر فعلون سے اپنے باز آئے
ہاتھ غیرون کی ملاقات سے یکدست اُٹھائے
نہ کوئی آئے ترے گھر مین نہ تو خود کہین جائے
جی فدا مجھپہ کرے دل نہ کسی سے اٹکائے

مجھ سے رغبت ہو تجھے غیر سے نفرت ہو جائے
پھر وہی مین وہی تو پھر وہی صحبت ہو جائے

لیکن اس شرط سے ہو صورت اخلاص بہم
اپنے بھی مصحف رخسار کی تو کھائے قسم
نہ بلائین گے کسی کو نہ کہین جائین گے ہم
جب تلک دم مین ہے دم تیرا بھرینگے ہم دم

ہو یہ منظور تو بس آؤ قسم کھاؤ تم

کر کے دل صاف گلے میرے لپٹ جاؤ تم

جب سنے اُسنے لگاوٹ کے یہ فقرے دو چار
دوڑ کر مجھ سے گلے مل گیا بے ساختہ یار
منھ پہ منھ رکھ کے محبت سے یہ پھر کی گفتار
غیر صدقے کیے تجھ پر سے مرے عاشقِ زار

جو کہے گا اُسے آنکھوں سے بجا لاؤں گا
لے ترے سر کی قسم اب نہ کہیں جاؤں گا

پھر لگا کہنے یہ ہنس ہنس کے وہ خورشید لقا
مجھے روئے مجھے پیٹے مرا دیکھے مُردا
تو نے سچ کہہ کوئی معشوق کیا ہے پیدا
یا مرے چھیڑنے کے واسطے یہ فقرا تھا

بولا میں کھا کے قسم اُس کے بُجھانے کیلئے
سب یہ باتیں تھیں فقط تیرے سنانے کیلئے

پھر تو ہونے لگی آپس میں قدیمی صحبت
وہی جلسے وہی چرچے وہی عیش و عشرت
الغرض آج تلک ہے وہی باہم اُلفت
آگے کیا دیکھیے دکھلاتی ہے ہمکو قسمت

غیر کے نام سے ابتو وہ ڈرا کرتا ہے
دم امانت کی محبت کا بھرا کرتا ہے

غزل

عشق کا خنجر لگا ہے دل پہ کاری اندنون
زخم کی صورت ہے خون آنکھوں سے جاری اندنون
باغمیں جاتی ہے اُس گل کی سواری اندنون
دم چڑاتی پھرتی ہے بادِ بہاری اندنون
بھولی بھولی شکل پر دل لوٹ جاتا ہے صنم
کیا ہی صورت ہوگئی ہے پیاری پیاری اندنون
عشق کے آزار نے لاغر کیا ہے اسقدر
شکل پہچانی نہیں جاتی ہماری اندنون
قتل کرتا ہے عرق آلودہ ابرو خلق کو
کیا تری تلوار پر ہے آبداری اندنون

ٹھنڈی سانسیں بھرتے ہو ہر دم امانت کس لئے
جان جاتی ہے کہو کس پر تمھاری اندنون

ولہ

چہرہ ایسا ہے مُنوّر کہ جسے کہتے ہین
ہاتھ آیا ہے وہ دلبر کہ جسے کہتے ہین

کیا حقیقت ہے ترے غنچہ دگل کی بلبل
مین دکھاؤن وہ گُل تر کہ جسے کہتے ہین

قاصد اُنھ ہے ترا کیا جو اُسے دے پیغام
ہے ہمارا وہ پیمبر کہ جسے کہتے ہین

آدمی کیا کہ نہ ہو حشر تلک روح کا دخل
مر کے پیدا کرین وہ گھر کہ جسے کہتے ہین

لاکھ ٹکرائے کوئی سر نہین ہوتے ہین خبر
دل بتون کا ہے وہ پتھر کہ جسے کہتے ہین

وصل جانان کی کوئی بن نہین پڑتی تدبیر
ایسا بگڑا ہے مقدر کہ جسے کہتے ہین

چشم مجنون مین کھٹک جاتا ہے تنکے کیطرح تن ہمارا
جسم میرا ہے وہ لاغر کہ جسے کہتے ہین

سرکشی میری چلے دشت جنون مین کیا خاک
ہین بگولے وہ ہوا پر کہ جسے کہتے ہین

ہاتھ سے اپنے پلائے مجھے ساقی جو شراب
وہ چڑھاؤن کئی ساغر کہ جسے کہتے ہین

کوچہ گردی کا کرے قصد جو میرے ہمراہ
دو دن وہ مین چرخ کو چکر کہ جسے کہتے ہین

جستجو کی جو ہوتی ہے کبھی وقت خرام
ایسا پھرتا ہے مرا سر کہ جسے کہتے ہین

سادہ رویون کے سد حسن کو دیتا ہے ضیا
آئنہ ہے وہ سکندر کہ جسے کہتے ہین

قبر مین سوتے ہین پھیلائے ہوے چین سے پاؤن
لطف اُٹھایا ہے وہ گھر کہ جسے کہتے ہین

خیر سے آئے مرے پاس جو وہ تند مزاج
دور اسطرح کرون شر کہ جسے کہتے ہین

آسمان کو نہ سمجھ لطف سے خالی اے دل
اس صدف مین ہین وہ گوہر کہ جسے کہتے ہین

ناصحا عشق کے دریا سے ڈراتا ہے کسے
دل مرا ہے وہ شناور کہ جسے کہتے ہین

اڑ گیا مین جو قفس سے تو پکارا صیاد
ابکی کاٹون وہ ترے پر کہ جسے کہتے ہین

خونسے ہو دامن گردون مے قاتل افشان
ایسا تڑپون تہ خنجر کہ جسے کہتے ہین

گھر مین کس آئنہ رخسار نے رکھا ہے قدم
آج امانت ہے وہ شش در کہ جسے کہتے ہین

ولہ

بیداد مجھے یاد ہے واللہ تمھاری — یوسف کی قسم اب نکردن چاہ تمھاری
لِللہ قدم شرم کے کوچے سے نکالو — بازار مین سب دیکھتے ہین راہ تمھاری
عاشق کی مراد آئے رقیبون کو الم ہو — جائے جو سواری کبھی درگاہ تمھاری
وہ بت مرے پاس آئیگا کس طرح یقین ہو — جھوٹی ہے قسم دوستو واللہ تمھاری
ہوتا ہے زمین پر اُسے خورشید کا دھوکا — صورت جو کبھی دیکھتا ہے ماہ تمھاری
بُت بنگئے محفل مین رقیبون سے نہ بولے — کیا بات ہے خالق کی قسم واہ تمھاری
بوسے جو طلب مین نے کیئے ہنسکے وہ بولے — سرکار سے موقوف ہے تنخواہ تمھاری
لہرا کے کبھی جاتے ہین دریا کبھی تالاب — کیا ہم کو جھنکاتی ہے کنوین چاہ تمھاری

ہے عشق کا دریا بسرِ جوش امانت
عالم مین رکھے آبرو اللہ تمھاری

ولہ

ہین جلوہ تن سے در و دیوار بسنتی — پوشاک جو پہنے ہے مرا یار بسنتی
کیا فصلِ بہاری نے شگوفے ہین کھلائے — معشوق ہین پھرتے سرِ بازار بسنتی
گیندا ہے کھلا باغمین میدان مین سرسون — صحرا وہ بسنتی ہے یہ گلزار بسنتی
مخمل کا نئی رت مین دلا زرد نہین میان — پہنے ہے قبا یار کی تلوار بسنتی
ہون غم سے یہ مین زرد جو قتل کرے گا — خون نکلے گا اے قاتلِ خونخوار بسنتی
اُس رشکِ مسیحا کا جو ہو جائے اشارہ — آنکھون سے بنے نرگسِ بیمار بسنتی
غم کھاکے مواہون مین کسی زرد قبا پر — ہے قبر کی چادر مجھے درکار بسنتی
گیندون کے درختون نمایان نہین گیندے — ہر شاخ کے سر پر ہے یہ دستار بسنتی
منھ زرد دوپٹے کے نہ آنچل سے چھپاؤ — ہو جائے نہ رنگِ گلِ رخسار بسنتی

رُت پھر گئی عالم کی چلی باد بہاری
خون ایک تو تھا میرا کیا زرد قبا نے
کھلتی ہے مرے شوخ پہ ہر رنگ کی پوشاک
ہے لطف حسینو نکی دو رنگی کا امانت
دو چار گلابی ہون تو دو چار بسنتی

یعنی

میخوارنے کو سجواتے ہین میخوار بسنتی
طرّہ ہوئی اُس پر تری دستار بسنتی
آوے اگر تُو چنپئی گلنار بسنتی ++

ولہ

روح بدنمین ہے تپان جی کو ہے کل سے لگی
بادِ صبا جو صبحدم باغ مین ناز سے چلی
سایہ کی طرح خط بڑھا چہرۂ صاف اُتر گیا
تجھسا نہ شکّرین دہن ہو گا حسین کو کہن
تارکشی دوپٹہ تو اُوڈھے کرن جو مانک کر
چلتا ہے باغمین وہ گُل جبکہ اُٹھا کے پانچے
قصد کیا جو بر مین اُس گُل ترنے سیر کا
یار سا نازنین کوئی کب ہے ریاضِ دہر مین
مین نے شبِ فراق مین کی جو اک آہ آتشین
آئی بہار ساقیا جامِ شراب دے بلا
بھلکے زمینِ شعر مین پانون امانت اپنا کیا
جب ہوئی لغزش اک ذرا کلا زبان سے یا علی

جلد خبر لو ہمدموجان فراق مین چلی
نخل نہال ہو گئے پھول گئی کلی کلی
آیا زوال یار پر حُسن کی دوپہر ڈھلی
شاخِ نبات ہونٹھ مین بات نبات کی ڈلی
ہو شبِ ماہتاب مین کیا ہی صنم جھلا جھلی
خار ہر ایک پھول کو دیتی ہے کیا کلی کلی
سبزے نے دُور تک کیا دشت مین فرش مخملی
بُوجھ سے درد سر ہوا اپنا جو جوڑا صندلی
جسم یہ شمع کا پگھلا کہنے لگی جلی جلی
پھول کھلے پھلے شجر آبرا ٹھا ہوا چلی +

ولہ

دل مرا سیرِ چمن سے نہ ہوا شاد کبھی
زندہ جبتک ہین ہم اے جان جفائین کرلو

لے گیا باغ مین بھولے سے نہ صیاد کبھی
یون سہے گا نہ تمھاری کوئی بیداد کبھی

توڑ تا بیڑیاں دُہری نہ اگر وحشت مین
مانتا کاہے کو لوہا مرا حدّاد کبھی

سر جُھکا جاتا ہے اُٹھتے نہین مقتل سے قدم
ہاتھ مجھپر بھی کوئی چھوڑدے جلّاد کبھی

ستم ایجاد تجھے ہم نے بنایا جانی
اس طرح دل سے ستم ہوتے تھے ایجاد کبھی

تم وہ خوش قد ہو روش پر جو زر اتن کے چلو
سر اُٹھائے نہ چمن مین کوئی شمشاد کبھی

نہ لگایا لبِ گلرنگ سے مینائے شراب
ہمسے شیشے مین نہ اُترا وہ پریزاد کبھی

دل کو تھا عالمِ طفلی مین یہ شوقِ صحرا
نہ کیا مین نے گلستان کا سبق یاد کبھی

لیلیٰ زلف کا سودا لبِ شیرین کی ہے چاہ
کبھی مجنون ہون ترے عشق مین فرہاد کبھی

صورتِ نقشِ قدم ہمنے گذاری اوقات
مٹگئے صاف کبھی ہوگئے برباد کبھی

ہوگا تب جال مین بلبل کا پھنسانا معلوم
آئیگا موت کے پھندے مین جو صیاد کبھی

بلبلو کس کو دکھاتی ہو عروجِ پرواز
ہم بھی اس باغ مین تھے قید سے آزاد کبھی

ہین قیامت بتِ نازک شرم وحیا کی باتین
کبھی کہتا ہے امانت مجھے اُستاد کبھی

ولہ

مرتا ہون ترے ہجر مین اے یار خبر لے
اب جان سے جاتا ہے یہ بیمار خبر لے

رہتا ہے تصور مین ترے صبح سے تا شام
بیتاب ہے یہ طالبِ دیدار خبر لے

بازارِ وفا گرم ہے اے یوسفِ ثانی
دل بیچتا ہے تیرا خریدار خبر لے

ڈھونڈھے سے بھی اب تیرا ٹھکانا نہین ملتا
ہون چھان رہا کوچہ و بازار خبر لے

دُنیا مین کوئی آن کوئی دم کا ہون مہمان
اب سانس ہے لینا مجھے دشوار خبر لے

آنکھین ہین لگین در سے دکھا شکلِ خدارا
سر پھوڑ رہا ہون پسِ دیوار خبر لے

اتنا بھی نہین چاہیئے عاشق سے تغافل
سو بار اگر ٹال تو اک بار خبر لے

آغازِ محبت مین نہین زیست کی امید — مرتا ہے ترا تازہ گرفتار خبر لے
لیدر دکھا شکل اب اے طفلِ برہمن — اے بیخبر اے بستۂ زنار خبر لے

سُنتے ہین کہ فرقت مین تڑپتا ہے امانت
جلد اے بت بیدین پئے غفار خبر لے

ولہ

لبِ جان بخش کی اُلفت مین لب پر جان آئی ہے — مریضِ عشق مرتا ہے مسیحا کی دُھائی ہے
نہین ملتے کی افشان اُسکے رخ پر اُڑکے آئی ہے — جبین نے شربتِ دیدار پر چھڑکی ہوائی ہے
شبِ تاریک فرقت مین کرے کون اپنا دل روشن — چراغ اندھا ہے چربی شمع کی آنکھو مین چھائی ہے
دفترِ خط سے ہے بدرنگ جلدِ مصحفِ عارض — کلام اللہ کی کافر نے کیا صورت بنائی ہے
جگہ فضل خدا سے اک بتِ کافر کی ہے دلمین — فرشتہ جا نہین سکتا جہان اپنی رسائی ہے
ہلاتا ہون فلک کو بعدِ مردن اپنے نالون سے — لحد مین پاؤن پھیلا کر زمین سر پر اُٹھائی ہے
خدا کے سامنے گردن جھکائی قامت سے — بتون کو کر کے سجدہ برہمن نے منھ کی کھائی ہے
نہ پہونچا آپکو ساعد چھڑا کے پاس غیرون کے — کلائی ہاتھ مین لیکر مرے دلکو کل آئی ہے
مری تربت کے سبزے پر گمان بیجا ہے شبنم کا — لحد پر موتیون کی چرخ نے چادر چڑھائی ہے
رکھے اللہ عزت عشق مین کچھ بن نہین پڑتی — اکیلا مین ہون اُس بت کیطرف ساری خدائی ہے
لیا ہے ابروِ قاتل کا بوسہ عین غصہ مین — جگر دیکھو ہمارا منھ پہ کیا تلوار کھائی ہے
مکرر بوسے لینے سے مزا ملتا ہے دُنیا مین — لبِ شیرین جانان قند کی گویا مٹھائی ہے
رخِ رنگین کے بوسے غیر کی غیبت مین لیتا ہون — اُڑا ہے باغ سے صیاد بلبل کی بن آئی ہے
لبِ بیدرد سے گھلتا ہون برنگِ شمع فرقت مین — بتون کے غم مین جل جلکر خدا سے لو لگائی ہے

پھنسی ہے عشق کے پھندے مین بیڈھب جان امانت کی
مدد کو یا علیؑ پہونچو دم مشکل کشائی ہے

ولہ

رفتار کے چلن سے غضب دل لبھا لیے
چھوٹے سے سن مین یار بڑے تم ہو جا لیے

بوسہ جو مانگا چشم کا کیا قہر ہو گیا
مجھپر نہ عین بزم مین آنکھین لگا لیے

جانے نہ دون گا آپ کو سُننے کا نین نہین
باتین بنا کے وصل کا وعدہ نہ ٹا لیے

اک بوسہ پر یہ گالیان اللہ کی پناہ
کچھ مین بھی اب کہونگا زبانکو سنبھا لیے

در گذر امین ملاپ سے ہٹیے کہان کا پیار
پھیلا کے پاؤن ہاتھ گلے مین نہ ڈا لیے

نظارہ روے صاف کا منظور ہے ہمین
دکھلا کے زلف کو نہ بلا سر کی ٹا لیے

عاشق کو زہر غیر کو مصری کی ہو ڈلی
اِس طرح کی نہ بات زبان سے نکا لیے

نامحرمون کی آنکھ نہ انگیا پہ جا پڑے
سینہ کھلا ہوا ہے دوپٹہ سنبھا لیے

خوش چشم سب جہان کے امانت ہین بیوفا
جی چاہتا ہے آنکھ کسی پر نہ ڈا لیے

ولہ

شب فرقت مین نالون نے جہان سر پر اُٹھایا ہے
زمین کو زلزلہ ہے آسمان چکر مین آیا ہے

رُخ رنگین کو ہنسکر زلف مین اُسنے چھپایا ہے
طپان ہے ابر مین بجلی چمن مین بر آیا ہے

چھپاؤن منھ ندامت سے لحد مین کیون نہ مین وحشی
کفن نے داغ عریانی کا جامے مین لگایا ہے

حساب آب و دانہ حشر مین ہوگا تو کہدونگا
پیا ہے عمر بھر خون جگر غم مین نے کھایا ہے

نئی ہے روشنی اپنی لحد پر تنگدستی مین
چراغون کے عوض ہر شمع رو نے دل جلایا ہے

ہوے ہو تیز غیر سنگدل کو گالیان دیکر
زبان کی تیغ کو خوب آپ نے پتھر چڑھایا ہے

شفق پھولی ہے دیکھو شام کو شہر بدخشان مین
لب رنگین پہ مستی ملکے اُسنے پان کھایا ہے

ہمین اب زندگی ہے تلخ اُنکی کڑوی باتون سے
کسی دن زہر کھا لیجے یہی جی مین سمایا ہے

مری تربت پہ نا ناچاندنی مین کیون ہے نگیرہ
یہ کس نے چادر مہتاب مین دھبا لگایا ہے

عیان سینہ در کاٹیکا نہین محراب ابرو مین | چراغ اُس شمع رو نے عین کعبے مین جلایا ہے

نہین یہ وجہ پیہم ہچکیان آتی ہین فرقت مین
کسی محبوب کو تو نے **امانت** یاد آیا ہے

ولہ

خیال آتا ہے دل کو شکوۂ بیداد کیا کیجے | خدا سے اور بت کافر تری فریاد کیا کیجے
بہار آئی ہے گلشن مین گھٹا جاتا ہے دم اپنا | قفس کے در کو وا کرتا نہین صیاد کیا کیجے
عبث کرتا ہے تو ہم سے خیال یار کا شکوہ | جو بھولے آپکو اے دل اُسے پھر یاد کیا کیجے
مقابل سرو کو پاکر گلستان مین وہ گل بولا | غلام اپنا جو ہو دل سے اُسے آزاد کیا کیجے
کسی محبوب کا بوٹا سا قد آنکھون مین پھرتا ہے | چمن مین دیکھکر اے دل سرو شمشاد کیا کیجے
جنون کا جوش گھوٹتا ہے رگونکو چھوکے نشتر سے | نہ تجکو کا لیان دیجے تو اے فصاد کیا کیجے
لہو بہتا ہے غیرون کا ہمارا دم نکلتا ہے | گلے پر پھیرتا خنجر نہین جلاد کیا کیجے
ہماری قبر کو ٹھوکر لگا کر یار کہتا ہے | ملا ہو خاک مین جو خود اُسے برباد کیا کیجے

امانت کوہ پر پہونچا تو یون فرہاد چلایا
لبون پر جان شیرین ہے اب اے اُستاد کیا کیجے

ولہ

دل کو مرغوب ہے ٹھنڈی جو ہوا ساونکی | مانگتا ہون مین سدا حق سے دعا ساونکی
یاد آتا ہے وہ سبزہ وہ گھٹا ساونکی | شکل دکھلائے پھر اب جلد خدا ساونکی
چڑھ گیا جبکہ فلک پر مری آہونکا دھوان | گر گئی خلق کی نظرون سے گھٹا ساونکی
دیکھیے آنکھون سے کس کس کی برستا ہے لہو | یار ہاتھون مین لگاتا ہے حنا ساونکی
زلف جانان کے قرین یون ہے دوپٹہ دودھا | شب تاریک مین جس طرح گھٹا ساونکی
ابر بھاگا ہوا جاتا ہے خدا خیر کرے | آج بدلی نظر آتی ہے ہوا ساونکی

کیون دم گریہ تصور نہ مجھے زلف کا ہو
رات ہوتی ہے سیاہی مین بلا ساونکی

موتی کا نونمین نہین یار کی زلفونکے قرین
جھالے بھادونکے ہین وہ یہ ہے گھٹا ساونکی

اے امانت یہ نکالی ہے نئی تونے زمین
پہلے تھی کس کی غزل تیرے سوا ساونکی

وله

لاکھ تم ہوتے خفا ہم بولتے پر بولتے
دم نکل جاتا اگر تم سے نہ دم بھر بولتے

نے زبانی نے ہمین قید قفس سے ہی نجات
کب رہا ہوتے جو ہم صیاد کے گھر بولتے

کروٹین لیتا جو اُس مطرب پسر کی یاد مین
بین کے تارون کی صورت تار بستر بولتے

پھولتا گلچین کا منھ ہم گل پہ دوڑاتے جو ہاتھ
بلبلین رد تین اگر غنچہ سے ہنسکر بولتے

کرتے اُس گل کا سراپا غین موزون جو ہم
کہتے سنبل زلف کو قد کو صنوبر بولتے

کیا گلا ہے بے زبانی کا طلسم عشق مین
بنگئے پتھر کے جب پھر خاک پتھر بولتے

نعرۂ تکبیر ہے لب پر تہ خنجر گلا
اب وہ ہم سے بھی نہین اللہ اکبر بولتے

اپنے نالون کو صدائے صور ہم کہتے اگر
داغ دل کو آفتاب روز محشر بولتے

نغمۂ بلبل سے ہوتا تھا جنھین دوران سر
داغ دیکھے سیکڑون اُن کی لحد پر بولتے

پیتا ہے دانت سونے مین وہ دریائے مرکو
خواب مین دیکھے نہ تھے ہم نے تو گوہر بولتے

خط سبز اُس رشک عیسیٰ کا جو آجاتا نظر
آئنے طوطی کے مانند اے سکندر بولتے

گھر سے تو میوہ فروشون کو اگر دیتا صدا
غیر سنکر کی طرح آواز سن کر بولتے

باتین کرتے کرتے قاتل اپنا دم ہوتا فنا
ہم دہان زخم ہی سے زیر خنجر بولتے

یاد زلف و رخ مین چلاتے ہین غیر روسیاہ
چاندنی مین رات کو کوے ہین اکثر بولتے

حسن عالم سوز کا ہوتا نہ پروانہ اگر
یون امانت شمع رو تجھسے نہ جلکر بولتے

ولہ[1]

ہوتا ہے کوئی آن مین اب کام ہمارا — انعام مین دلوائیے گلفام ہمارا
اب چاہ سے یوسف کو نکلواؤ ہمارے — گھٹتا ہے اندھیرے مین دلارام ہمارا
عاشق نے ترے مانگ لیا راجہ سے تجکو — دے آئے کوئی اُس کو یہ پیغام ہمارا
آجائے اگر یار تو چھاتی سے لگالین — سینے مین طپان ہے دل ناکام ہمارا
اب وصل کے لوٹینگے مزے خلق مین بخوف — آغاز سے بہتر ہوا انجام ہمارا
منگوالیئے شہزادے کو اب دیر نہ کیجے — نام آپکا ہو خلق مین اور کام ہمارا

اللہ مددگار ہے ہر حال مین اُستاد
کرسکتی ہے کیا گردشِ ایام ہمارا

ولہ

گاتی ہون بجاتی ہون سدا کام ہے میرا — آفاق مین پھرلچ پری نام ہے میرا
پھندے سے مرے کوئی نکلنے نہین پاتا — اس کاشنِ عالم مین بچھا دام ہے میرا
مین لاکھ کی دو لاکھ کی پروا نہین رکھتی — قارون کا خزانہ اجی انعام ہے میرا
کہتے ہین جہان جسے انسان گل و سنبل — وہ رخ ہے وہ گیسوے سیہ فام ہے میرا
بدمست مجھے دیکھ کے ہوتی ہے خدائی — معمورۂ حسن سے کیا جام ہے میرا
کرتی ہون دل و جان سے مین راجہ کی پرستش — کہتے ہین جسے کفر وہ اسلام ہے میرا
اللہ نے بخشا ہے مجھے رتبۂ عالی — گردون جسے سب کہتے ہین وہ بام ہے میرا
انسان کا شرارت سے مری بس نہین چلتا — دل لیکے مکر جانا سدا کام ہے میرا

اُستاد کو دیتی ہون دعائین دل و جان سے
یہ کام جہان مین سحر و شام ہے میرا

[1] ۔ ذیل کی غزلین "اندر سبھا امانت" سے انتخاب کی گئی ہین ۱۲

ولہ

حوروں کے ہوش اُڑتے ہیں اُڑنے کی شان پر
نسلم پری ہے نام مرا آسمان پر +

اللہ کے کرم سے زمانے میں ہے عروج
جُھکتا ہے سر فلک کا مرے آستان پر

انسان کی کیا ہے اصل کہ پُتلا ہے خاک کا
جن کھیل جاتے ہیں مری اُلفت میں جان پر

نیلم کو چوم چاٹ کے آنکھوں پہ رکھتے ہیں
شہرہ ہے میرا جوہریوں کی دکان پر

اُڑتے نہیں ہیں میری نزاکت پہ کس کے ہوش
رکھتے ہیں پھول ہاتھ گلستان میں کان پر

کرتا نہیں ہے کون محبت کا حق ادا
دیتے ہیں دیو جان مری آن بان پر

رستی کیطرح باغ میں جمتا ہے اُس کا رنگ
سوسن جو ذکر لاتی ہے میرا زبان پر

زہرہ مرے خیال میں دُھنتی ہے سر سدا
مرتے ہیں تان سین ترانے کی تان پر

اُستاد نے زمین پہ بُلا کر دیا ہے نام
کیونکر رہے نہ میرا دماغ آسمان پر

ولہ

معمور ہوں شوخی سے شرارت سے بھری ہوں
دہانی مری پوشاک ہے میں سبز پری ہوں

کیا اصل ہے سبزے کی مرے حُسن کے آگے
فیروزے سے خوشرنگ نہ مردے سے کھری ہوں

لے لیتی ہوں دل آنکھ فرشتے سے بچا کر
انسان سے بھلا کیا میں نہیں جن سے ڈری ہوں

شعلہ ہوں بھبھو کا ہوں غضب ہے مرا غصہ
جلجائیں پریزاد جو میں گرم زری ہوں

زندہ نہ رکھیگا مجھے سُن لے گا جو راجہ
شہزادۂ گلفام کی صورت پہ مری ہوں

وہ شمع میں پروانہ ہوں وہ سرو میں قمری
وہ گل ہے جہان میں میں نسیم سحری ہوں

اُستاد کے دم سے چمن حُسن ہے سرسبز
میں واسطے طاؤس کے داغ جگری ہوں

ولہ

دل کو چین اِک دم تہِ چرخ کہن ملتا نہین — وہ مرا گلفام وہ گل پیرہن ملتا نہین
کس طرف صرصر مرے دِل کو اُڑا کر لے گئی — گلشنِ عالم مین وہ رشکِ چمن ملتا نہین
باؤلی ہون بحرِ اُلفت مین زلیخا کی طرح — یوسفِ گم گشتہ کا چاہِ ذقن ملتا نہین
زندگی سے تنگ ہون بے یار باغِ دہر مین — یکلی ہے دل کو وہ غنچہ دہن ملتا نہین
جیتے جی جس پر مرے انسان کرے ترکِ لباس — بعد مردن اُس کے ہاتھون سے کفن ملتا نہین
شکلِ طاؤس گلستان ہون سراپا داغدار — گلِ بدن پر کھائے ہین وہ گلبدن ملتا نہین
جس کی خاطر جھانکتی ہون بحرِ عالم مین کنوین — وہ غریقِ قلزمِ رنج و محن ملتا نہین
کرتی ہون کُو کُو سدا صحرا مین قمری کی طرح — پر کہین وہ غیرتِ سروِ چمن ملتا نہین
ٹھوکرین کھاتی ہون جنگل کی خفا رہتا ہے جی — جان پر بنجائے ایسا کوئی بن ملتا نہین
کانٹے تلوؤن مین چبھے ہین جا کے اب ڈھونڈھون کہان — ہیرِیون مین بھی مرا نازکبدن ملتا نہین

صورتِ فرہاد مین لے تیشہ مارے سب پہاڑ
پر کوئی اُستاد سا شیرین سخن ملتا نہین ٭

ولہ

انسان کا کام حسن پہ میرے تمام ہے — جوڑا ہے سُرخ لال پری میرا نام ہے
یاقوت زرِ خرید ہے سرکار کا مرے — نوکر عقیق لعلِ بدخشان غلام ہے
عاشق کو قتل کرتی ہون ابرو کی تیغ سے — دن رات مجکو خون بہانے سے کام ہے
پوشاک میری سُرخ ہے مکھڑا ہے چاند سا — دیکھو شفق مین رات کو ماہِ تمام ہے
شوخی پہ میری ہوتے ہین مرغِ چمن حلال — ہر گل کو زیست باغِ جہان مین حرام ہے
رنگ مجھسے ہوتا ہے ہر دم جو دو بدو — کرتا لہو لگا کے شہیدون مین نام ہے

اُستاد انجمن مین ہین سُرخ رو سدا — اللہ سے دعا یہ مری صبح و شام ہے

احقر تخلص کے تین شخص ہوے۔
ایک سید غلام علی باشندۂ دہلی یہ فارسی مین بھی شعر کہتے تھے۔
دوسرے بلدیو پرشاد ولد مہاسکھ رائے فرخ آبادی۔
تیسرے مرزا جوّاد علی قزلباس باشندۂ لکھنؤ میر حسن سے اصلاح لی تھی کربلا اور نجف اشرف کے زوارون مین سے تھے۔
احقر تخلص کی غزل ذیل مین درج ہے

غزل احقر

حقیقت برج کی او دھو ذرا تم جا کے سمجھانا
مناسب ہے دم آخر ذرا تشریف لے آنا

خفا ہو ہو نکل جاتی ہے تن سے روح یاں ہر دم
نہ خوش آتا ہے برج ہمکو نہ بندرابن[۲] نہ شانا[۳]

وہ بھوئیں[۴] اینٹھتین اگلی خفا اب ہم سے ہو بیٹھے
یہی ہے شرط الفت کی یہی ہے طرز یارانا

اک عالم بیخودی کا دلپہ ہو جاتا ہے وقت[۵] اسکے
وہ یاد آتی ہے جب ہم کو صدا بنسی کی مستانا

لگا کر خط کو چھاتی سے یہ بولین گوپیان[۶] رو رو
لکھا ہے شام نے اودھو یہ اپنے ہاتھ پروانا

لبون پر جان آئی ہے تمھاری انتظاری مین
بوقت الوداع[۷] لازم تمھین صورت دکھا جانا

یہی ہے عرض شاہ دوارکا سے اب مری احقر
نکیجو اپنی خدمت سے مجھے محروم و بیگانا

۱؎ کرشن جی کے قاصد کا نام جسکو متھرا سے کرشن چندر نے برج خط دیکر بھیجا تھا ۱۲
۲؎ برج مین ایک شہر کا نام ہے۔ مقام تیرتھ ہے۔ یہ لفظ اصل مین "برندابن" ہے مگر عوام الناس "بندرابن" بولتے ہین ۱۲
۳؎ برج مین ایک موضع کا نام ہے مولد و مسکن رادھا جی ۱۲
۴؎ گوپیان" اہیرنین۔ سکھیان۔ برج کی وہ رہنے والی عورتین جنھین کرشن جی کی حضوری نصیب تھی ۱۲
۵؎ الوداع" کا مین "تقطیع سے گرتا ہے جو عیوب شاعری مین داخل ہے معلوم نہین مصنف کا سہو یا کاتب اول کی غلطی ہے ۱۲۔

اکبر تخلص ۔ کے تین شخص ہوے ایک نواب محمد اکبر خان دہلوی برادر خُرد نواب مصطفٰے خان شیفتہ شاگرد مومن۔ صاحب دیوان ہوے۔

دوسرے۔ مرزا بھیجو دہلوی شاگرد حاتم بڑے ظریف تھے۔

تیسرے۔ کرم الدولہ سید اکبر علیخان مرحوم موسیقی مین اچھا دخل رکھتے تھے۔

مستزاد[1] اکبر

اس عشق نے یار مجھے دُنیا سے اُٹھایا۔ دیوانہ بنا کے
لا کر یا ڈالا زلفون مین پریرو کے گرفتار پھنسایا۔ پھر شانہ بنا کے
پھر شوق کے شیشے مین شراب عشق کی اپنے۔ بھر بھر کے پلائی
پھر میرا تماشا ہر اک عالم کو دکھایا۔ مستانہ بنا کے
یہ دختر رز لگتی ہے ہر ایک کے مُنھ سے۔ افسوس اے ساقی
کیا نام رہا تیرا یہ کیا تو نے پلایا۔ میخانہ بنا کے
بیدل کیا دلبر نے عبث کیکے مرا دل۔ کس مکر و ہنر سے
پھر اپنے لگا کان کے بالے مین جُھلایا۔ دُردانہ بنا کے
نزدیک رقیبون کے صنم رات کو بیٹھا۔ مجلس کیا روشن
پھر اپنے شمعرو کے اوپر مجھکو جلایا۔ پروانہ بنا کے
غیرون کو بُلا کر وہ لگا پاس بٹھانے۔ مدت کے گویا دوست
ہم دوست یگانون کے تئین دور بٹھایا۔ بیگانہ بنا کے
اکبر کی یہی عرض ہے اب حق سے شب و روز۔ کر اپنا تو طالب
دُنیا مین اگر رکھتا ہے تو رکھ لے خُدایا۔ مردانہ بنا کے

[1] اس مستزاد مین پہلے کی زبان ہے اب (مجلس کیا روشن) اور (شمعرو) بفتح میم اور دوگویا)، بتخفیف واؤ۔ وغیرہ وغیرہ متروک ہے۔ ۱۲ مصحح

ارشاد تخلص ایک مفتی ارشاد علیخان بہادر وکیل نواب ناظم مرشد آباد کلکتے مین رہتے تھے۔
دوسرے مرزا عبد الغنی دہلوی شاگرد مرزا قادر بخش صابر۔

مخمس ارشاد

اس گردش افلاک سے حق آپکی سنبھالے — دنیا کی محبت سے مرے دل کو نکالے
یہ قوم دغا باز جفا جوے رزالے — کرتے ہین ہر اک بات مین کیا حیلے حوالے
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

افسوس عجب طرح کا آیا ہے زمانہ — جو دل سے یگانہ تھا ہوا ہے وہ بگانہ
جاتا ہون ہر اک کام کو مین خانہ بخانہ — کوئی مجھکو نہ پوچھے کہ یہ ہے کون فلانہ
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

پوچھے ہین اُسے جو کہ ہین زردار و تونگر — مفلس کو نہ پوچھے وہ اگر ہووے برادر
آثار محبت کے نہین روے زمین پر — کیا غیر زمانہ ہے یہ اللہ اکبر
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

جو کچھ کہ بزرگون نے کہا ہے سو بجا ہے — دل کو نہ لگائے جو کسی سے تو بھلا ہے
دُنیا مین ذرا چشم مروّت نہ حیا ہے — جو تجکو ملا اپنی غرض کا ہی ملا ہے
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

اے سوفت توقع نہین مادر و پدر سے — احمق ہین جو امید رکھین اپنے پسر سے
یہ مصرع عجب کس نے لکھا خون جگر سے — لایق ہے جو ہم اُس کو لکھین آب گہر سے
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

ارشاد تو عاقل ہے پر اک خوف خدا کر — جو دوست نظر آوے دل و جان تو فدا کر
مقدور سے اپنے نہ گذر کام روا کر — کوئی طعنہ نہ مارے تجھے یہ مصرع سنا کر
سچ ہے کہ خدا کچھ کسی سے کام نہ ڈالے

افسون تخلص - کے دو شخص ہوے -

ایک مرزا آغا حیدر لکھنوی -

دوسرے سید احسان حسین خان نبیرۂ نواب بہادر الدولہ باشندہ لکھنؤ -

غزل افسون

لہ

اس مہینے مین بھی منظور انھین عزا ٹھہرا
کیا مہ عید بھی خالی کا مہینا ٹھہرا

اے تو گھر یہ خدا کا ہے کہان آتے ہو
کعبۂ دل نہ ہوا کوئی کلیسا ٹھہرا

بیقراری تھی قیامت کی غم فرقت مین
آگئے تم تو دل عاشق شیدا ٹھہرا

کیون مٹاتے ہو کہ پھر بن نہ سکیگا تمسے
قصر دل کیا کوئی لڑکون کا گھروندا ٹھہرا

جھک کے چلیے تو کہین دیکھیے دلکو تو جھکین
ساری دنیا مین مزاج انکا نرالا ٹھہرا

حرص وہ شے ہے کہ حیوانکو کرتی ہے ذلیل
ہڈیان کھائین ہمانے سگ دنیا ٹھہرا

یون تو ہر روز ہوئی تمسے لڑائی افسون!
فیصلہ وصل کا آج اس سے کہو کیا ٹھہرا

ولہ

صدقے مین تیری زلف کے اور تار تار کے
دستار گل انار قبا بوٹے دار کے

بلبل نے وقت قید کے رو رو کے یہ کہا
صیاد واسطے ترے پروردگار کے

بچوگے تو سہی مگر اتنا تو کیجیو
دیجو تو ہاتھون ہاتھ کسی نوبہار کے

یہ ہی وطن ہمارا ہے تم پوچھتے ہو کیا
ہم رہنے والے ہین اسی باغ وبہار کے

افسون تو شادر ہیو زمانہ کرے گا کیا
ہم ہین غلام اس شہ دلدل سوار کے

لہ اس مصرع کو دیکھکر ہمکو میر محمد تقی صاحب میر زلی کا وہ قطعہ یاد آگیا جسکو کہ انھون نے ابتدا مین لکھنؤ آکر کسی مشاعرہ مین پڑھا تھا -

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو
ہمکو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے

دلی جو ایک شہر تھا عالم مین انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے

اسکو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہین اسی اجڑے دیار کے

امداد تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔
ایک۔ حافظ سید امداد علی ولد حافظ سید مہدی علی باشندۂ فرخ آباد۔
دوسرے۔ مرزا امداد علی شاگرد علی خان شفق باشندۂ لکھنو مقیمِ کلکتہ۔

دوہا و غزل (امداد)

رہا کردے مجھے صیاد اب فصلِ بہاری ہے
قفس مین کب تلک تڑپون نہایت بیقراری ہے

تن مین تنکو بوت ناگری جات سب دیہ — یا ہی گت بس ہوت ہے جو کوئی گرت سنیہہ
فرقت ۱۲ — محبت ۱۲
ہجوم ناتوانی سے ہماری جان عاری ہے

تن سوکھ کنکری بھیو رگین کھیئن سب تار — رو وان رو وان دُھن اُٹھے کہ باجت نام نہا
مرے ہر استخوان سے اب یہی آواز جاری ہے

پریت تو ایسی کیجیے کہ جیسے کرے چکور — کھینچ ٹوٹ گردن ملے چُوے واہی اُور
محبت اِسکو کہتے ہین یہی بس شرطِ یاری ہے

تن سوکھ پنجر بھیو رہیو رگت نا ماس — پران چھریدہ رہ سکے نکس چاہت سانس
خون ۱۲
ارے دم باز اب آجا کہ یان تو دم شماری ہے

لکڑی جل کوئلا بھئی کوئلا جل بھیو راکھ — مین پاپن ایسی جلی کہ کوئلہ بھئی نہ راکھ
جگر تو جل چکا پیارے فقط اب تن کی باری ہے

نہ کچھ کیا نہ کر سکی رین گنوائی سوے — خالی ہاتھون جات ہون دیکھون کیا گت ہوے
لحد مین سنتے ہین سب سے کہ پہلی رات بھاری ہے

آو پیارے موہنا تین نیچ تو ہے یون — نا مین دیکھون اور کو نا تو ہے دیکھن دیون
یہی ہے ارزو امداد اور حسرت ہماری ہے

احسن تخلص کے چھ شخص ہوے احسن کی غزلین اور اُنکی مختصر کیفیتین ذیل مین درج کیجاتی ہین۔

ایک۔ مولوی احسن ولد مولوی حسن بخش متوطن کاکوری ضلع لکھنؤ مقیم مین پوری ہین

دوسرے۔ فرزند حسن ولد شیخ حسین الدین ساکن قصبہ پالی ہین۔

تیسرے۔ محمد احسن یہ شاہ مبارک آبرو کے ہمعصر تھے چنانچہ غزل مندرجہ کے مقطع مین انھین کا ذکر ہے

چوتھے۔ مرزا احسن علی خوشنویس دہلوی تلمیذ سودا۔ نواب آصف الدولہ بہادر کی سرکار مین یہ احسن صیغۂ شاعری مین ملازم تھے۔

پانچوین۔ حسین علی خان خواجہ سرا مخاطب بہ احسن الدولہ شاگرد محمد رضا برق باشندہ لکھنؤ۔

چھٹوین۔ احسن اللہ دہلوی شاگرد قاسم صاحب تذکرہ ہوے۔

غزل احسنؔ

صبا کہیو تو گر جاوے کبھی اُس شوخ دلبر سون — کہ کر کر قول پرسون کا گیا برسون ہوے برسون

عجب کیا ابر گر جلتون کو تو جل سون جلاویگا — گیا ہے یار میرے برسون کہتا ہے کہ مین برسون

تو قاصد وعدہ کرتا ہے جو پرسون کا تو پھر آوے — کبوتر پھر نہین آتا گلی اُس کے سیتی برسون

ترس تجکو نہین اے شوخ اتنی کیا ہے ترسائی — ترے دیدار کو مین دیدۂ ترسون کھڑا ترسون

ترے تل سون مجھے نرت منھ کا سودا ہے اے ظالم — عجب نہین ہے اگر تو تیل نکساوے مرے سر سون

تری زلف معطر ہے عطر فتنہ سیتی ظالم — الٰہی آبرو رکھیو پڑا ہے کام ابتر سون

غزل اسطرح کی کہنی کبھی احسن تجھ سون بن آوے
جواب اب آبرو کب کہہ سکے مضمون بہتر سون

لہ اس غزل مین یہ لطف ہے کہ شاعر نے لفظ سون کو کئی مضمون مین دکھلایا ہے چنانچہ مصرعہ اولی مین سون بمعنی طرف اور مصرعہ دوم مین دگیا برسون، بمعنی برسے اور اسکو اصطلاح شعرا مین صنعت تجنیس لفظی کہتے ہین۔

انور تخلص کے دس شخص ہوے۔

ایک۔ شیخ عبداللہ قنوجی۔

دوسرے۔ میر آغا ولد میر تراب علی شاگرد مہدی علیخان کوثر باشندۂ لکھنؤ۔

تیسرے۔ غلام علی باشندۂ کالپی۔

چوتھے۔ سید محمد علیخان عرف نواب دولھا رئیس شمس آباد۔

پانچوین۔ پنڈت بشیشر ناتھ لکھنوی ولد کیشو ناتھ شاگرد آغا حسین مرزا عشق و معصوم علی طوبیٰ۔

چھٹے۔ ولی محمد خان باشندۂ دہلی۔ جدوآبا اُنکے داروغۂ عدالت شاہی تھے۔

ساتوین۔ مرزا علی حسین خان باشندۂ لکھنؤ۔ مقیم کلکتہ شاگرد علی جان شفق۔

آٹھوین۔ سید شجاع الدین عرف اُمراؤ مرزا دہلوی خلف سید جلال الدین خوشنویس اُستاد محمد بہادر شاہ شاگرد محمد ابراہیم ذوق دہلوی۔

نوین۔ سید مہدی حسن ولد میر احمد علی لکھنوی شاگرد مرزا مہدی لکھنوی۔

دسوین۔ نور محمد صاحب ولد حاجی عبداللہ قوم شیخ۔ وطن غازی پور۔ باشندۂ بمبئی پیشہ مدرسی تلمیذ فخر مشعرائے نامی حضرت مولانا حکیم نظامی صاحب مدظلہ السامی۔ عمر ۲۷۔ برس سلسلۂ شاعری محقق فن جناب شیخ امام بخش صاحب ناسخ مرحوم لکھنوی سے ملتا ہے۔ فارسی مین اُستاد کامل۔ عربی مین اکثر کتابین نکلی ہوئی ہین طبیعت مذاق پسند۔ کوئی جملہ مذاق سے خالی نہین ہوتا ہے۔ فن تواریخ گوئی مین خاص ملکہ ہے مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ذیل مین ایک قطعۂ تاریخ درج ہے۔

قطعہ تاریخ

بسوے مسجد زکریا آمد شاہ عالی جاہ	پئے دیدار نیک آثار او خلقے تمنا کرد
بگفت انور ہمین تاریخ تشریف آوری او	کہ عالی شاہ شہ کابل نماز جمعہ اینجا کرد

۱۳۲۵ھ

آپ کا دیوان قابل دید ہے

غزل انور

جب ہمسا باوفا نہ وہ دنیا مین پائینگے
کیونکر کہین کہ اُن کو نہ ہم یاد آئینگے

ہمسے شبِ وصال بھی اُنکا یہ ہے سوال
گر چھیڑیئے گا آپ تو ہم روٹھ جائینگے

اس باغِ دہر سے صفتِ لالہ ایفلک
ہم داغِ یاس سوئے عدم لیکے جائینگے

ہم رند ہین غرض ہمین دیر و حرم سے کیا
تیری گلی مین بیٹھ کے دھونی رمائینگے

تیرِ مژہ سے دل کو مرے کر چکے ہدف
اب کس کے مرغِ دل کو نشانہ بنائینگے

دینے کو جان دیدون مگر یہ ملال ہے
رو رو کے میرے غم مین وہ آنسو بہائینگے

لکھا ہے اُس پری نے یہ خط مین زہے نصیب
انور غزل یہ بھیجدو ہم اُس کو گائینگے

وله

آدمیت کے لیئے خلق نکو درکار ہے
جیسے بہرِ خوبیِ گل رنگ و بو درکار ہے

باغ مین بلبل کو کل محفل مین پروانہ کو شمع
اُنکو یہ درکار ہین اور مجھکو تو درکار ہے

کیجیے چشمِ عنایت پاک دل کے واسطے
آپکا تارِ نظر بہرِ رفو درکار ہے

شاک کبھی جاتی ہے جب جھک کے ملیے یار سے
اس عبادت کیلیے ایسا وضو درکار ہے

ہے حقیقت کی ہماری بے کہے تکو خبر
کب تمھارے آگے شرحِ آرزو درکار ہے

ہو نہین غش مین بھی صورت فعلِ گیسو دیکھکر
سونگھنے کو اُسکی زلفِ مشکبو درکار ہے

دل کی وسعت ہوے جاتے ہین خرنگ سم
یاس کو یہان آرزو کو آرزو درکار ہے

اے دُرِ اشک آنکھ سے نکلا کر پانی ہوگیا
آنکھ ہی مین رہ جو تجکو آبرو درکار ہے

بہرِ محبوب الکلام انور نے لکھی ہے غزل
اسکے گانے کو بھی کوئی خوش گلو درکار ہے

لہ شاید کسی گلدستہ کا نام ہو جو حیدرآباد سے شایع ہوتا تھا ۱۲

آتش تخلص خواجہ حیدر علی آتش خلف خواجہ علی بخش لکھنوی شاگرد مصحفی سنہ ۱۲۶۳ ہجری مین انتقال کیا۔ اِنکے دو دیوان ہین سوائے غزل کے اور کسی صنف سخن مین قادر نہ تھے۔ اِنکے اشعار پُرمضمون اور بامزہ ہوتے ہین شیخ امام بخش ناسخ سے اور اِنسے بڑے معرکہ ہوئے

غزل آتش

خاک مین ملکے بھی مین اُسکو نہ دشمن سمجھا
گردش چرخ کو اک گردش دامن سمجھا

زلفین سنبل ہین تو ہین نرگس شہلا آنکھین
جسنے دیکھا ترے کھڑے کو وہ گلشن سمجھا

کیا جگہ کوچہ محبوب ہے سبحان اللہ
کوئی کعبہ کوئی جنت کوئی گلشن سمجھا

ہوگئی یار کے ہاتھون سے جو مہندی کالی
اُنگلیون کو مین زبان گل سوسن سمجھا

محفل یار مین دیکھا جو سر اُسکا کٹتے
گردن شمع کو عاشق کی مین گردن سمجھا

چھوڑتا میرے گریبان کو نہین دست جنون
کیا یہ اِسکو کسی محبوب کا دامن سمجھا

کیون نہ معراج محمدؐ کا ہو قائل آتش
مہ و خورشید کو نقش سُم توسن سمجھا

وله

نہین کا اب نہین ہے وقت دے بوسہ کہ جان نکلے
دم آخر ہے ہمدم تو تمکو مُنھ سے ہان نکلے

گلے پر پھیرے خنجر نہ ڈریے مین نہ تڑپون گا
لہجے کا زبان بھی کھینچ لینا تم اگر مُنھ سے فغان نکلے

جو اُس قاتل نے اپنے عاشقون کا جائزہ دیکھا
اور کروردن اُسمین بیدم تھے ہزاردن نیجان نکلے

چلے زیر زمین تھے عرصہ محشر مین جا پہونچے
طلسم تازہ یہ دیکھو کہان ڈولے کہان نکلے

نہ تھا یارو کوئی مشفق برے دن اپنے جبتک تھے
جب آئے اپنے اچھے دن ہزاردن مہربان نکلے

جلا کر کر دیا مجھکو فنا اِس سوز فرقت نے
جو دیکھو قبر تختہ کھول کر شاید دھوان نکلے

بھری ہے سینہ سوزان مین آتش اسقدر غم کی
کہ ٹھنڈی سانس بھی لون تو مرے منہ سے دھوان نکلے

انعام تخلص منشی انعام اللہ صاحب دربھنگوی ۱۲۸۸ھ ہجری مین انتقال کیا۔

غزل انعام

کہین بیجا جو وصلت مین ہمارے ہاتھ پڑتے ہین
ہزارون گالیان دیتے ہین وہ کیا کیا بگڑتے ہین

چڑھانا مُنھ کا اے غنچہ دہن اچھا نہین ہوتا
انھین باتون سے اکثر گل رخون کے مُنھ بگڑتے ہین

وہان بنتا ہو کعبہ اور بہتا ہے وہان زمزم
ترے عاشق جہان پر ایڑیان ایجان رگڑتے ہین

دم رحلت مری بالین پہ وہ کہتے ہین حسرت سے
جدائی شاق تھی جنکو مری اب وہ بچھڑتے ہین

جو لیجاتا ہون مین اس یوسف دل کو سر بازار
نہین ملتا ہے رستہ اینے گاہک لوٹ پڑتے ہین

تمھارے عشق مین انعام کی حالت یہ پہونچی ہے
کہ شب پر کیا ہے دن کو بھی نہین پہچان پڑتے ہین

دلہ

مرے الفت کے نشہ مین ترا دیوانہ آتا ہے
سنبھلتا لڑکھڑاتا جھومتا مستانہ آتا ہے

مہ کنعان نہین جسکا سر بازار سودا ہو
مرے یوسف کا گھر بیٹھے ہوے بیعانہ آتا ہے

بیان کرتا ہون جب تنہائی دل لوگ روتے ہین
تڑپ جاتی ہے محفل وہ مجھے افسانہ آتا ہے

تصدق جان کرنا یار پر آسان سمجھتے ہین
ہمین جسدم خیال ہمت مردانہ آتا ہے

ذرا محفل سے ہٹ بیٹھو ہمین بس یاس ہوتی ہے
تصدق شمع پر ہونے کو وہ پروانہ آتا ہے

جب تو نہ پلا دیتا ہے غیرونکو وہ ساقی تو لبین مے کی
ہمارے سامنے خالی لیے پیمانہ آتا ہے

بجھا دیتا ہے جب وہ شمع مرقد کو تو اے انعام
ہماری قبر پر روتا ہوا پروانہ آتا ہے

بہارِ تخلص کے چار شخص ہوے ۔

ایک منشی ٹیک چند دہلوی مصنف لغت بہارِ عجم معاصر خانِ آرزو ۔
دوسرے میرزا علی مرثیہ گو خلف مرزا حاجی علی بیگ لکھنوی شاگرد رشک
صاحبِ دیوان ہوے ۔
تیسرے سلالہ کالکا پرشاد دلد بہاری لال شاگرد صفدر دہلوی ۔
چوتھے ۔ بابو بانکے بہاری لال متخلص بہ بہار مصنفہ اُردو راماین منظم ۔

انتخاب اُردو راماین بہار مصنفہ بابو بانکے بہاری لال متخلص بہ بہار

(اجودھیا کانڈ)

عجب یہ پیرِ گردون ہے جفاکار — دینے کو خوشی مین رنج کرنے کو ہے تیار
جو شادی رام کی ہو کر کے آئی — خوشی نے کی وہان پر رونمائی
خوشی سے رام اور سیتا جی اک روز — مکانِ پاک مین تھے جلوہ افروز
برائے دیدِ سیتا رام نارد — سرودِ عیش سے خود کام نارد
قدم رنجہ ہوے جسوقت اُسجا — بٹھایا رام نے تعظیم سے لا
جو پیش آئے مدارا سے سریرام — کہا تب رام سے برہما کا پیغام
تشفی پا گئے نارد وہان سے — سیا واقف ہوئین رازِ نہان سے
کیا رگھبیر نے سیتا سے مذکور — کردن سب دیو شیطان دہر سے دور
جہان نارد کے آنے کا ہوا چرچا — تفرقہ ہو تفرقہ ہو تفرقا
سنا رازِ نہان جو راویان سے — قلم ہے چشم پُرنم اُس بیان سے
عجب گردونِ دون ہے رخنہ انداز — خوشی کا ایک دم بھی ہے نہ دمساز
شہنشاہِ اودھ ناگاہ اک روز — بالباس زرین تھا جلوہ افروز
رکھا تاجِ شہی شہ نے جو سر پر — لیا آئینہ پیش روے انور

ہوالف

لفظ رام ایک رمز ہین کہ اگر فساد و قتال کا توسط ہو اور مراد اس سے نفاق ہو ۱۲

سفیدی بال دسرت نے نظر کی | پیامِ مرگ نے دل کو خبر دی
بہارِ زندگی کا دیکھ پت جھاڑ | ہوے عیش و طرب سے دست بردار
خیال آیا کہ اب ہے وقتِ پیری | نہ زیبا سر پہ ہے تاجِ امیری
امان اب زندگی مین بندگی ہے | وگرنہ آخرش شرمندگی ہے
ہوا دل مین کہ شاہی رام کو دے | ہنون عزلت گزین ہر نام کو لے
ہوا یہ مشورہ جب دل مین محکم | کیا ظاہر گرو سے جا کے اسدم
کہا شہ سے گرو نے شاد ہو کر | کہ یہ تجویز ہے خوش اور نکو تر
گرو کو ساتھ لائے شاہ دلشاد | کیا پھر خانساماں سے یہ ارشاد
بہت خوش ہو سو مت خانساماں | مہیا کن ہوا شاہی کا ساماں
گرو نے جو کیا ارشاد اسدم | وزیر و خانساماں مل کے باہم
ہر اک تیرتھ سے جب پانی کو لائے | شجر سے پھول اور پتے منگائے
کیا ساماں سب فرمانروائی | پھری کل رام کی ہر جا دہائی
ہوے حاضر وہان ارباب فرحت | مہیا تھا سبھی اسباب عشرت
ہوئی گدی نشینی کی خبر عام | امیرانِ جہان تھے شاد و خوش کام
محل شاہی مین شاہی کی ہوئی دھوم | خوشی بانو ہوئین خوش دیکھ مفسوم
نہ آیا خوش نظر گردون دون کو | حسد سے پر کیا چشمون مین خون کو
ہوا وہ رخنہ انداز شادی | کہ اسکی ذات مین ہے کج نہادی
کہا برہما نے نارد جی سے رکھبر | جو بیٹھے تخت پر ہو کام ابتر
گئے دنیا مین وہ چھے راجپسی کو | خبر لینا مقدم ہے اسی کو
کرین گر وہ جہان مین بادشاہی | تو ہو گی دیوتون پر پھر تباہی
قوی بازو اگر ہون دیو و شیطان | فلک پر ہوئینگے قابض بہر آن

بجز تیرے نہین ایسا کوئی اور — کرے جو انتظام اس کا بصد غور
کراب تدبیر ایسی آشکارا — نہووے رام کو شاہی گوارا
وہین نارد نے کی تدبیر اُسدم — کہا یہ شاردا[1] سے ہو کے پُرنم
زبان پر جا کے بیٹھو منتراکی — پھراُو کیکئی کی عقل کو بھی
اودھ مین ہر جگہ چرچا ہے گھر گھر — کہ اب شاہِ اودھ ہو دینگے رگھبر
جو تھی وہ شاردا اُسدم بصحرا — ہوئی عازم اودھ کو بہر اغوا
جو دیکھا ایک ہی تن من ہی سب کا — محل مین تھا نہ کوئی اپنے ڈھب کا
گئی تھی منترا بہر تماشا — کیا بے عقل پا کر اُسکو اغوا
جو بولی منترا بس طیش کھا کر — کہا یہ کیکئی سے منھ بنا کر
رہی غافل تو ایسی بانوے شاہ — ملی رگھبر کو گدی ہووے شاہ
بھرت کو پاس سے اپنے کیا دور — شہی رگھبر کی ہے شہ کو منظور
محبت شاہ پر ہو کر تو شادان — خیالِ خام پر ہے اپنے نازان
تری ہے شاہ کو ظاہر مین الفت — ہے کوسلا کی باطن مین محبت
یہ کوسلا کی سب دل مین ٹھنی ہے — حسد سے سوت کی دشمن بنی ہے
اگر رگھناتھ جی شاہی کرینگے — بھرت اُسوقت مین سیوک بنینگے
کہا یہ کیکئی نے پھر غضب سے — یہ نکلا کیا زبانِ بے ادب سے
خوشی ہے رام کی شاہی مین بیشک — بھرت کو فخر ہے ہو وین جو سیوک
نہ ہرگز ہو دیگی اُن سے جدائی — وہ ہین یکجان دو قالب دونون بھائی
کہا منترا نے شہ کو ئی ہو بیشک — ہونگی مین نہ با نو ہون کنیزک
نمک خواری سے تھا کلمہ زبان پر — نہ تھا مطلب مرا کچھ اُس سے بہتر
بھلائی کے لیے مین نے کہا تھا — وگرنہ کیا مرا مطلب پڑا تھا

[1] شاردا دیوی علم موسیقی کی دیوی بھاجی کہتے ہین کہ کوئی دیوی کا اور رشتے جو علوم متعلق ہین ۱۲

اُسی دم شاردا نے یہ کیا کام — زبان پر جا کے بیٹھی عقل کی خام
سُنے جب منترا کے ایسے کلمات — پھری تب کیکئی کی عقل بیہمات
کہا یہ منترا نے ہو نہ دلگیر — ترے دل مین اگر ہے کر یہ تدبیر
کیا ہے شہ نے دو قولون کا اقرار — وفا مین اُنکی ہو امشب طلبگار
کہا ہو کیکئی سے بھرت کو تاج — ملے گدّی تو لین ہر شاہ سے باج
پھرین بن بن جوگا دین رام بن باس — بنے سب کام جو من کی ملے آس
سُنی جب کیکئی نے من کو بھائی — پھری سب عقل ایسی منھ لگائی
فسانہ کیکئی با نو عجب ہے — ازل سے وہ بھرا رنج و تعب ہے
عروسی پیرہن کو چاک کر کر — ہوئی غلطان زمین پر خاک سر پر
پریشان کر کے غم سے زلف کے بال — بچھایا مکر و فن کی چال کا جال
محل مین کیکئی کے شاہ نے جا — پریشان حال دیکھا دلربا کا
جو تھے بیتاب دل شہ نے کہا تب — نہو آشفتہ خاطر دلربا اب
دل نازک پہ کیون سنگِ الم ہے — ستم ہے یہ کہ غم سے چشم نم ہے
ستایا کسنے تجھکو اس جہان مین — وہ سرکش کون ہے ایسا زمان مین
کہے تو جسکو بخشون تخت اور تاج — کرون مین سلطنت سے کسکو اخراج
یہ بولی کیکئی شیرین زبان سے — مجھے امید ہے اُلفت عیان سے
سلف سے تھا جو دو قولون کا اقرار — کرو ممتاز اب مجھکو شہریار
کہا شہ نے کہو شیرین زبان سے — کرو آگاہ اس راز نہان سے
بجا لاؤن اگر ارشاد اسدم — دل بیتاب ہو دلشاد اسدم
اُٹھی وہ مہ جبین فرش زمین سے — وہ تھی نازک بدن ہر نازنین سے
نزاکت نازمین وہ خوش ادا تھی — حضورِ شہ عجب غمزہ نما تھی

کہا اُسدم جو ہین میرے مطالب — وفاے عہد ہے شہ کو مناسب
بھرت کو راج ہووے اِس چمن مین — رہین چودہ برس رگھبیر بن مین
یہ سُنکر راجہ دسرت ہوکے بیہوش — گرے فرش زمین پر بادلِ جوش
جو بیہوشی سے اکدم ہوش آیا — تو پھر نازک بدن سے دل لگایا
کہا دون کیکئی سے بھرت کو راج — کٹھن ہے پر جُدائی رام کی آج
مسافت کے نہین لائق سریرام — نہو رسوا ابد تک ای گل اندام
جُدا لختِ جگر کرنا غضب ہے — تری اِسوقت کی ہٹ بے سبب ہے
کہا زیبا نہین شاہون کو انکار — کرین اپنی زبان سے جس کا اقرار
ہٹی ہٹ سے نہ وہ زنہار زنہار — شہ اپنے قول پر نادم تھا ہر بار
رہا خاموش شہ غلطان زمین پر — نہ تھا افسوس اُس تاج زرین پر
بکید زن پھنسے ہین مرد ہشیار — فنِ عورت سے بچنا ہے بڑا کار
ہے نازِ نازنینان مکر و نیرنگ — ہوے برباد اِس سے تاج و اورنگ
سحر حسبدم سومنت آیا مکان مین — پریشان شہ تھا نازِ لعبتان مین
ادب سے یہ کہا ای شاہِ والا — بڑا کیون ماہ پر اسوقت ہالا
کہا آدین زرا رگھنا تھ جدم — تو اُسدم پوچھنا احوالِ پُرغم
سُنی دستور نے جو کچھ کہ گفتار — کہا رگھنا تھ جی سے بادلِ زار
گئے سُنکر کے جب رگھبر شتابان — پدر کا حال دیکھا ہے پریشان
عجب حالت بنی تھی زار مضطر — خبر تن کی نہ تھی نہ تاج سر پر
کہا رگھبر نے ای صاحب تاج — بھلا کیون زار اتنا تم ہوے آج
خطا میری جو ہو اُس کو عطا کر — بجا لاؤن رضا مین حکم یا کر
نہین اورنگ و افسر مجھکو درکار — رضاے والدین سے ہے سروکار

زبان شیرین سے سُن تقریر رگھبیر — اُٹھے اُسدم زمین سے شاہِ دلگیر
جو صورت رام کی دیکھی ہوا جوش — ہوے بس اشکباری کر ہم آغوش
زبس غم سے ہوے خاموش دسرت — زبان پر تھا نہ کچھ جز آہ و حسرت
یہ دیکھا رام نے ہین شاہ خاموش — ہوے رنج و الم سے خود فراموش
کہا مان کیکئی نے نیک کردار — رہا زیادہ بھرت سے اب ترا پیار
دیے تھے قول دو راجہ نے اکبار — وفا کرنے مین ہے اب اُنکے انکار
بھرت کو راج ہو اور آپ کو بن — رہو چودہ برس خاکستری تن
کہا قول پدر ہے مجھ کو منظور — نکوئی ہے ہماری اسمین بھرپور
ہوے رخصت پدر سے کیکئی سنگ — بھرت کو ہو مبارک تاج و اورنگ
گئے جب پاس کوسلا کے رگھبر — گلے لگ کر ملین رو رو کے مادر
جدائی تھی لبہ کی شاق دل پر — گرین اُسجا ہوئین بیتاب و مضطر
خبر سُن بن کی ہو بیتاب و بیحال — پریشان مثل سنبل سب کیے بال
محبت مین زبس ہو کر کے مضطر — ہوئین عازم سفر سیتا بہ رگھبر
فراق رام مین بیتاب تھا دل — اُسے جینا تھا بے رگھبر مشکل
گئین خدمت مین پیش مادر رام — محبت دل کی کر ظاہر گل اندام
بخوشدامن ملین رنج و تعب سے — ہوئین خواہان رخصت پھر ادب سے
جو خوشدامن ہوئین مانع سیا سے — نہ مانا پھر کہا روے وفا سے
محبت سے سیا جی کو بٹھایا — سفر کا رنج اور محنت سُنایا
ہوئین مانع وے سیتا نہ مانی — محبت رام کی بس دل مین ٹھانی
کہا دنیا مین ہے عورت کو دولت — کرے شوہر کی وہ دل سے اطاعت
جو کی شیرین کلامی بہر رخصت — تو خوشدامن سے پھر پائی اجازت

عہ مخفف سیتا بمعنی ہل کہ شیار زمین ہند ساس کہتے ہین ۱۲ مصحح

وطن سے دونون نکلے اسطرح پھر — چمن سے جا گل و بلبل نکلکر
ہوا جسوقت یہ لچھمن کو روشن — کہ جاتے ہین سیا اور رام جی بن
ازل سے عہد تھا رام و لکھن کے — وفا واجب تھی کرنا وقت ہن کے
کہا مادر سے لچھمن نے ادب سے — پدر شاہ اودھ پر جان لب سے
مجھے بھی حکم دیجے صاحب گنج — نہو اشنائے رہ مین رام کو رنج
کرے خدمت برادر وقت سختی — ہے اُسکی دو جہان مین نیک بختی
گئے لچھمن بھی اُسدم لیکے رخصت — ہوئین بے نور آنکھین شاہ دسرت
لکھن دلشاد آئے پیش رگھبر — ہوے یکجا بہم دونون برادر
کہا دستور سے شہ نے بُلا کر — لے آؤ رام کو بن مین پھرا کر
لے آیا رتھ وہین دستور جا کر — لکھن سیتا بٹھائین اور رگھبر
چلا لیکر کے رتھ مین رام کو مین — سیا جی ساتھ ہین خدمت مین لچھمن
پسر دونون جبھی چھوٹے پدر سے — بہا خون جگر اُس چشم تر سے
خبر بن رام کی سُن بادل جوش — جدائی مین ہر اک تھا خود فراموش
رعایا ساتھ مین اُنکے ہوئی سب — خوشی مین رنج عالمگیر تھا تب
اودھ مین اشکباری کا تھا سیلاب — بھرے ہر جا پہ نہر و جوے تالاب
اودھ مین زاغ تھے بن مین بھی بلبل — بجاے خار صحرا مین کھلے گل
اودھ مین تھا ہر اک بادیدۂ تر — ملک تھے گل فشان رام و لکھن پر
اودھ سے جب چلے رگھبر اک ڈھب — جہان بہ لنکا تاج راون تھا زمین پر
شگن بد سے ہوئی راون کو سختی — لکھن اور رام کو تھی نیک بختی
ہوے وارد لکھن رگھبر جہان پر — تھے سب ہمراہ مرد و زن وہانپر
تشفی رام نے دی سب کو اُس جا — کہا جاؤ اودھ مین دے دلاسا

لکھنؤ لچھمن جی ۱۲

کہا رگھبر نے گر ہو وے غریبی
وطن مین جو رہے ہے خوش نصیبی

وطن مین جاے کر یا شادمانی
بسر اپنی کرو تم زندگانی

سفر مین ہر جگہ خار الم ہے
وطن ہے گل اگر چھوٹے ستم ہے

سُنی رگھبیر سے جسدم یہ تقریر
جوان و پیر ہمراہی سکھے دلگیر

بفرقت رام دل تھا سب کا بیتاب
بجز غم کے نہ تھا اُسجا خور و خواب

جو ہمرہ رام کے پیر و جوان تھا
تلطف رام کا سب پر عیان تھا

شتابی میر پر پہونچے لکھن رام
رہے شب باش سب یکجا بہ آرام

سومنت و رام و سیتا اور لچھمن
ہوے صحرا کی جانب جلوہ افگن

صبح کو سب اُٹھے با دیدۂ تر
نپایا رام و لچھمن کو وہان پر

پھرے صحرا بصحرا با دلِ زار
نپائے رام و لچھمن ہو کے ناچار

گئے سوے اودھ بیحال و مضطر اکے
زبان پر تھا ہر اک دم نام رگھبر

سری گنیش انیمہ

استت گنیش جی ستت سری دیی جی

سمرون سری گنیش بصد التجا کے ساتھ
سچ سیس سے اسیس ملے مدعا کے سا

استت کو پڑھ کے سیس نواؤن ادا کے ساتھ
جو بھج سری دیال ہے دیبی دیا کے سا

کھپر ہے ایک ہاتھ مین کر دوسرے مین کھڑگ
تیسرے مین منڈ چوتھے ہے ترسول کا کے سا

لال زبان سے وصف مین کیا کیا بیان کرون
دھیرج ہومن مین دھرم نظر کرپا کے سا

کیا کیا کرونمن کس سے کہون اور کون ہے
میری تو ہی ہے لاج رکھیا دیا کے سا

بانکے بہاری لال کو آسا سے کام ہے
رسنا کی رٹ لگی ہے سری کالکا کے سا

استت سری چترگپت جی

سمرون مین اپنا مورث اعلی وفا کے ساتھ
نامی ہین چترگپت جی وصف و ثنا کے سا

ہین راج کاج دھرم کے دیوان قسم دہی — کالیتھ اُنکا بنس ہے وصف ثنا کے ساتھ
آشیرباد اُن سے ملے یہ امید ہے — تادم حیات عزّ و قر ہو دیا کے ساتھ

بیان بیاہ شنکر جی

سمرن سری مہیش دلِ باصفا کے ساتھ — بھولا کرپال نام ہے شنکر دیا کے ساتھ
ہو ہمکلام کلکِ زبان وصف بیاہ سے — سب حال مختصر ہو دلے اکتفا کے ساتھ
پربت ہمالیہ پہ جو ہو نچل کا راج تھا — تھے راج کاج دھرم مین یکتا ثنا کے ساتھ
پیدا ہوئی جو دخت تو پنڈت طلب کیے — پوچھا نجومیون سے بخوشدل عطا کے ساتھ
نارد نے نام پاربتی رکھ کے یون کہا — سیوا مین برمہیش ملینگے وفا کے ساتھ
گرجا جو سن شعور کو پہونچین تو ہر گھڑی — برکی دلی پریت تھی ظاہر حیا کے ساتھ
استھان مین تھا ہر ہر نے ہر اہیا — سمرن زبان تھی ہر ہر دلِ بیریا کے ساتھ
تھین برس ساتوین مین تو برہما نے دیس دیں — ڈھونڈھا ہے برنیا طبع نارسا کے ساتھ
برہما جیو پاس ہر ہر کیلاس پر گئے — انکار تھا قبول کیا پھر دیا کے ساتھ
تینتیس کوٹ دیو تھے شنکر بواہ مین — سب مل خوشی سے بیاہ کیا حوصلا کے ساتھ
موسم بہار بواہ مین آیا مہیش کے — برسے ہین پھول زیر فلک خوشنما کے ساتھ

در تالیف کتاب

بانکے بہاری لال تخلص بہار ہے — حب الوطن ہے خاص لٹاوہ وفا کے ساتھ
منشی چھبیلے رام معزز وکیل تھے — تھے باپ میرے لالہ تخلص ثنا کے ساتھ
مولد بڑا مقام ہے دہلی جسے کہین — برلب چمن ہے گلگل آب و ہوا کے ساتھ
کیا خوش خلاصہ ست راما بنی لکھا — امید خاص دل کی ملی خوش جزا کے ساتھ
بچھمی نراین ہین جو مرے دوست یکدلی — شاگرد خوش کلام ہین طبیعت رسا کے ساتھ
تحریک ہر کلام مین تھی رام نام کی — ہوا اختصار رام کتھا اکتفا کے ساتھ

جو دوست خاص تھے وہ معاون کتھا ہوے — مشکور دل دعا سے ہے انکا ثنا کے ساتھ
ہے سامعین سے عرض مری گر قبول ہو — غلطی ملے تو معاف ہو چشم عطا کے ساتھ
ورد زبان ہو جسکے صبح و شام یہ کتھا — ہون مستجاب خواہشین دل کی دیا کے ساتھ
دھیرج ہو من مین دھرم سے لون نام رام کا — آسانگی ہے دیکھیے نرظر کرپا کے ساتھ
تو سن زبان کو وصف مین دسرت کے پھیرلے — میدان مین خوش بیان کے نکلے ادا کے ساتھ

آرنیہ کانڈ کتھا بال کانڈ

راجہ تھے نام دسرتھ خوش حوصلا کے ساتھ — رانی بھی انکی تین تھین پت اگیا کے ساتھ
کوسلا اولین تھین دوم تھین سمترا — سوم تھین نام کیکئی دسرتھ پریا کے ساتھ
کہتے ہین جاے پاک اجودھیا پوری جسے — مسکن گزین سلف سے تھے فرمزوا کے ساتھ
باغ ارم کا رشک دہندہ پوری وہ ہے — تیرتھ کا ہے مقام اودھ مین ثنا کے ساتھ
تھی زیر حکم انکے رعایا جو اس جگہ — بادا دتھے تو نگر خوشدل عطا کے ساتھ
لیکن تھی انکے دل مین تمنا پسر کمال — سنگی رکھی کولائے بصد التجا کے ساتھ
سنگی رکھی نے آکے کیا جاپ دی دعا — تینون سے چار پتر ہوے خوش ادا کے ساتھ
تھے اولین سے رام دوم سے تھے بھرت جیو — سوم سے تھے من لکھن تھے ثنا کے ساتھ
رام و لکھن و ستر ہن و بھرت چار تن — یکدل وہ گل تھے خلق مین بوے وفا کے ساتھ
سیتا جنم بیاہ لکھون رام اور لکھن — پہونچے جنک پوری مین دہنش جگ سبھا کیساتھ
راون نے ڈنڈ خون رکھونسے بھرا کے پاٹ — گاڑا جنک پوری کے دھرتی مین دغا کے ساتھ
پنڈت نے جب نجوم کو دیکھا تو یون کہا — چھے راجھسون کا ہے یہی حیلہ بلا کے ساتھ
جب دم جنک پوری مین شکایت تھی مینھ کی — پنڈت نجومیون نے کہا التجا کے ساتھ
گر ہل چلاوین آپ جنک جیو جو کھیت مین — برسے گا مینھ خوب سالا انتہا کے ساتھ
جوتا ہے ہل جو آپ جنک جیو نے کھیت مین — تھا خون رکھون کا پاٹ مین صورت سیا کے ساتھ

سیتا جنک پوری مین جو پیدا ہوئین نر غیب — الفت دلی بثوت جنک تھی دعا کے ساتھ
سیتا نے چندر بھال دھنک جب ہٹا دیا — اُسدم جنا نے سب سے کہا دل صفا کے ساتھ
جودھا بلی ہو کوئی گدایا کہ شاہ ہو — کھینچے کمان بیاہ کرین اُس بنا کے ساتھ
ہراک گیا امید مین سیتا بواہ کو — راون بھی بیقرار گیا دل فدا کے ساتھ
صحرا مین بسوا منتر جو گوشہ نشین تھے — شیطان نے اُنکو جا کے ستایا جفا کے ساتھ
ماریچھ تاڑکا ولعین اور دیو تھے — کرتے تھے جنگ بھنگ جو کرتا وفا کے ساتھ
تکلیف پا کے پنڈت دسرتھ سے مانگ کر — رام ولکھن کو لائے لڑین تاڑکا کے ساتھ
رام ولکھن نے مار کے دیوان لعین کو — مطلع کیا ہے صاف وہین خوشنما کے ساتھ
گورو رام بسوا منتر لکھن رام سنگ لے — پہونچے جنک پوری کے چمن مین صبا کے ساتھ
گلشن جنک پوری مین چُنے گُل امید کے — اُسدم تھین جانکی وہین باد صبا کے ساتھ
اوجھل مین دیکھ رام کو موہت ہوئین سیا — مانگا ہے برا ومان سے دل سہرا کے ساتھ
بردان پائے خوش بہ متنا دلی پھر سین — من مین تھے رام دلمین تھی الفت حیا کے ساتھ
جا کر سبھا مین رام نے توڑا دھنس مہیش — پھر سالے پر سرام بھی پہونچے صدا کے ساتھ
آکر سبھا مین دھوم مچائی تڑپ تڑپ — رکھ کر کے ہاتھ اپنا تبر پر جفا کے ساتھ
رام ولکھن کو دیکھ ہوا گیان برملا — بھولا کر دوھ دل کا وہ فہم ودکا کے ساتھ
بیاہی جبھی وہ رام وہین جانکی کے ساتھ — دیگر کنور بوا ہے تھے حق الرضا کے ساتھ
چھے راجھسون کو رام تھے زان بعد راج تھا — راجہ خلاف راے تھے حق الرضا کے ساتھ

الجودھیا کانڈ

ہو تتبہ تھی ازل سے پھری عقل کیکئی — نارد کو کیکئی جو ملین منترا کے ساتھ
منترا تھی نام کیکئی رانی کی خدمتی — چالاک تیر کان لگے مہ لقا کے ساتھ
دی عقل کیکئی کو کہ ہو راج بھرت کو — بن بن پھرین وہ رام ولکھن جا بجا کے ساتھ

دسرتھ سے مانگا کیکئی نے راج بھرتھ کو
دشمن بنی وہ رام و لکھن کی دغا کے ساتھ

ہٹ کین کیکئی تو لکھن رام بن گئے
سیتا جی اُنکے ساتھ تھین دسرتھ قضا کے ساتھ

جب بھرتھ ستروہن نے سنا رام بن گئے
بولے غم فراق مین محشر بپا کے ساتھ

رام و لکھن سے ملکے کہا تب نجائیے
آئے نہ وہ تو لائے کھڑاؤن وفا کے ساتھ

تپشی بنے کھڑاؤن رکھ کر کے رات دن
روتے تھے اُنکو دیکھ کے با صد جفا کے ساتھ

جب چترکوٹ دھام مین پہونچے ہین رام جیو
کرہیت ہر رکھی سے ملے دل صفا کے ساتھ

رام و لکھن کو کام وہان گل چمن سے تھا
برسات باغ باغ تھی رام و سیا کے ساتھ

پہونچے ہین چترکوٹ پر اور بن مین رام سے
سوپن نکھا نشاچر کا کاسزا کے ساتھ

آرنڈ کانڈ

زیور گلے تھا زیب دہندہ بسر بسر
خدمت لکھن کو زیب تھی رام و سیا کے ساتھ

یہ دیکھ رشک کھائے بنا کاگ اندرست
منقار بھی بپائے سیا دل جفا کے ساتھ

بیچین پا سیا کو دُکھا دل جو رام کا
پھوڑی ہے آنکھ کاگ کی تیر جفا کے ساتھ

رہوار تیز پائے کا ٹھہرا قدم دہین
چھوڑا رکھیشورون کو چلے تیز پا کے ساتھ

پہونچے ہین جا کے پنچ بٹی بن مین رام جیو
کینا مقام زیر شجر دلربا کے ساتھ

رام و لکھن تھے پنچ بٹی بن مین جسگھڑی
بن ٹھن گئی ہے سوپ نکھا خوش ادا کے ساتھ

رگھبیر سے یہ بولی کہ آئے ہو بیاہ کو
اُسدم اشارہ رام تھا لچھمن پیا کے ساتھ

لچھمن کے پاس سوپ نکھا جا بنی ٹھنی
کاٹی ہے ناک اور ہٹایا سزا کے ساتھ

دوڑی گئی وہ سوپ نکھا جب بھرات پاس
رام و لکھن کا حال کہا سب بنا کے ساتھ

کھر و دکھن آکے سوپ نکھا سے سنا بیان
تپشی نے ناک کاٹی ہے جور و جفا کے ساتھ

کھا کر کے پیچ و تاب گیا لے کے فوج کو
تپشی کو باندھ لاؤن بزور و غا کے ساتھ

کھر و دکھن و نشاچر چودہ ہزار تھے
تنہا وہان یہ رام و لکھن تھے سیا کے ساتھ

تھین جانکی جو خاص اگن مین سپرد کر — سایہ رہا جو اُنکا لیا دل فدا کے ساتھ
لچھمن جتی کو بھیجا ہے پھل پھول کے لیے — مارے ہین رام جا کے نشاچر جفا کے ساتھ
آہو فلک نے چوکڑی بھر کر شکار مین — لینے دیا نہ رام کو دم پھر سیا کے ساتھ
لنکا خبر گئی کہ نشاچر کٹا ہوے — سالا رنے بھی جان دی محشر بپا کے ساتھ
مارا ہے مرگ رام نے راون ہری سیا — بنکر فقیر لے گیا سیتا دغا کے ساتھ
مارچ راچھس کا بڑا اعتماد تھا — راون یہ بولا جانکی لطف وعطا کے ساتھ
بنکر کے مرگ جا کے دکھائی دے رام کو — وقت شکار بن مین پھرو جا بجا کے ساتھ
مارچ نے کیا وہی راون نے جو کہا — پیچھے ہرن کے رام تھے لچھمن سدھا کے ساتھ
جاتا تھا کوسون چوکڑی بھرتا ہوا ہرن — آنا تھا رو برو بھی دبے پا قضا کے ساتھ
تیر قضا لگا تو گرا مرگ خاک پر — لچھمن بھی نام کیدے سدیم صبا کے ساتھ
نام لکھن کو سُنکے سیا چھوڑ آن مین — ڈھونڈھن گئی ہین رام کو رنج وبکا کے ساتھ
تنہا رہین سیا تو ہوا جو رراونی — لنکا مین دکھ اُٹھایا ہے جا کر بلا کے ساتھ
رام ولکھن تھے جبکہ سیا کی تلاش مین — سبوری سے بھید پایا مفصل پتا کے ساتھ
سبوری کے بیر کھائے ہین بھو کے پریم کے — دل سے اگھائے کھائے ثمر ذائقہ کے ساتھ
کھائے نہ رام سنگ لکھن بیر کچھ سکیچ — ثمرہ وہی ملا ہے سجیون بنا کے ساتھ
بن بن پھرے تلاش مین سیتا کے رام جی — پایا پتا جٹائی سے راون خطا کے ساتھ

سگریو کانڈھ

خامہ نگار وصف ہے سگریو بال کے — مارا ہے بال رام نے پایا خطا کے ساتھ
سگریو تنگ بال بھراتا سے حسب ہوا — بن مین ملا وہ رام ولکھن سے سبھا کے ساتھ
مارا ہے بال رام نے سگریو اُور سے — تھا درد ناک بال سے شکوہ جفا کے ساتھ
وقت نزع یہ رام سے بولا کہ سگریو — پیارا ہوا مین شتر و ہوا کس خطا کے ساتھ

اور تر دیا یہ رام نے اُسوقت بال کو — دنیا مین نیہ چار سے ہو دل صفا کے ساتھ
بھگتی آنج بدھوست ناری عزیز ہین — جانے انھین جو دختر رسم وحیا کے ساتھ
دیکھے جو نظر بد سے کوئی ان کو بدتمیز — مارے سے اُسکے پاپ نہین ہے بجا کے ساتھ
دھیرج ہوا ہے من مین سُنی بات رام کی — انگد کو دیکھے بال نے لی رہ بقا کے ساتھ
دینی نظر مین رام کو سگریو کے وہین — لنگور یچھ اور پون سُت وفا کے ساتھ
کہتے ہین بیجنا تھ نے خوش ہو کے رام کو — پایک دیا پون سُت لطف وعطا کے ساتھ
سگریو راج پائے بسا ری خبر سیا — گچھمن نے کوپ[1] کر کے ڈرایا جفا کے ساتھ
لی دل کو اپنے بھیج کے چھون اور سے خبر — مژدہ کوئی نہ لایا طبع نارسا کے ساتھ
اُسدم بلا کے رام نے ہنونت سے کہا — لاؤ خبر شتاب سیا کی وفا کے ساتھ

سُندر کانڈ

خامہ نگار وصف ہے سیتا خبر لی — پہونچے ہین سندھ پار پون سُت وفا کے ساتھ
بھیجے ہین جامونت و انگد و سُت پون — سگریو اور رام و لکھن نے دعا کے ساتھ
پہونچے ہین جب وہ سندھ پہ پوچھا کہ کون ہے — لاوے خبر سیا کی جو جا برملا کے ساتھ
سب نے کہا یہی کہ پون سُت سو انہین — جاوے کوئی جو پار سمندر رضا کے ساتھ
پایک صبا کے مثل وہ پایک سے پایک بن — پہونچا ہے سندھ پار پون سُت ہوا کے ساتھ
بھبھیکن بھراتہ راون رامہ سینھ کو — کیا کیا کیا ہے کام طبیعت ہما کے ساتھ
پایا پتہ سیا کا بھبھیکن سے جس گھڑی — مُندرا دکھائے جا کے سیا کو ادا کے ساتھ
لے اگیا سیا سے پون سُت بشوق دل — کھانے گئے ہین باغمین پھل اشتہا کے ساتھ
مارا اچھے کمار کو پھل کھائے بٹ اُجاڑ — ڈائی ہے میگھناد برہم پھانس جا کے ساتھ
لنکا جلا کے دُم کو بڑھایا عجب غضب — دُم کو بجھایا سندھ نے پل مین صدا کے ساتھ

[1] کوپ سنسکرت غیظ و غصہ - دنر چاہ دکنوان ۱۲

لنکا کانڈ

باندھا ہے سیتو ڈالکے نل نیل سیلگر
اُترے ہین پار رام و لکھن جیو بھبھا کے ساتھ

دشمن بنا ہے رام کا راون جو مکت کو
فرزند زن برادر کھوئے خطا کے ساتھ

لنکا پہ جب چڑھے ہین لکھن رام کوپ کر
انگد گیا ہے اور پون سُت جفا کے ساتھ

پاتی لکھی جو رام نے انگد کو بھیجکر
راون لکھا جواب دلِ باسزا کے ساتھ

میدان مین فوج ہر دو طرف سے جمع ہوئی
تیغ و تفنگ تیر و سنان و بلا کے ساتھ

ہر دو طرف ہوے جو مقابل دو لشکری
جا نبر نہ تھا نشا نہ چر تیرِ قضا کے ساتھ

راون جگایا کمبھ کرن کو بوقت جنگ
مارا ہے رام اور لکھن نے دغا کے ساتھ

راون نے اندرجیت سے فوراً کہا کہ جا
برسا دے آگ فوج لکھن مین جفا کے ساتھ

لاگی لکھن کے دل مین اگن بان کی چھڑی
قدرت سے مثل خاک تھی بادِ صبا کے ساتھ

میدان مین میگھنا د کی جب فوج آگئی
برسائے تیر رام و لکھن نے بلا کے ساتھ

چشمِ قلم تر آب ہے شکتی کے حال سے
سوزِ جگر سے آہ لکھن تھی صدا کے ساتھ

شکتی لگی لکھن کے جبھی میگھنا د سے
بس رام بیقرار تھے رنج و بکا کے ساتھ

گریہ سے آہ و نالہ صدا دردناک تھی
ہر دم زبان پہ نام لکھن تھا ثنا کے ساتھ

غمگین دیکھ رام بھبھیکن نے یہ کہا
لنکا مین ہین طبیب طبیعت رسا کے ساتھ

کالیسنھ قوم نام سکھینا حکیم ہے
دعویٰ ہے اُنکو مثل مسیحا قضا کے ساتھ

پیک صبا کے مثل پون سُت روان ہوے
لائے طبیب نام سکھینا ہوا کے ساتھ

دیکھا لکھن کو آکے بتائی سجیونی
پربت سے جائے لائے وہ بوٹی پہلے ساتھ

سورج کو ہونکا اس نہ ہوگا اثر دوا
اسکے سوا نہین ہے دوا لا دوا کے ساتھ

پربت اُٹھا کے لائے پون سُت اُدھر کی راہ
جانا ہے بھرتھ جی نے نشا چر بلا کے ساتھ

مارا ہے سینک بان گرے سُت پون دہن
رام و لکھن تھا نام زبان پر ثنا کے ساتھ

سُنکر کے نام رام ہوا سوچ بھرت کو — پوچھا کہا ہے حال پون سُت بتا کے ساتھ
پائی دعا پون سُت پربت کو لے اُڑے — پہونچے ہین پاس رام لکھن بلا کے ساتھ
بوٹی لگائی رام نے لچھمن کی رین مین — آرام جان ہوئی ہے سنجیون بنا کے ساتھ
رام و لکھن نے بید سُکھینا کو دی دعا — رہیو اچل بہنس ہمہ تن سخا کے ساتھ
دربار راج کاج مین عز و وقار ہو — علمی ہو شان شوکت طبع ذکا کے ساتھ
لچھمن لڑے ہین بار دگر میگھناد سے — تیغ و خدنگ تیر و کمان و بلا کے ساتھ
تھی موت میگھناد کی لچھمن جتی کے ہاتھ — مارا ہے ایک بان مین تیر قضا کے ساتھ
جانا سلوچنا نے کہ پت پر بپت پڑی — کردار رادنی سے تھا نالہ صدا کے ساتھ
ڈولا منگا کے رام و لکھن پاس حب گئی — مانگا ہے سیس ستی کر برملا کے ساتھ
لے سیس آئی کر کے رچا سر ستی ہوئی — دل خوش کیا ہے رنج مین تن من جلا کے ساتھ
امداد خواہ راون پاتال حب گیا — محشر بپا تھا اور قیامت بلا کے ساتھ
اہراون اور براون تھے دوست ہمدگر — کی اُسنے جان اپنی تصدق وفا کے ساتھ
اہراون اور چندر کا دیبی سے یہ کہا — تم ہی ہو میرے لاج رکھیا دیا کے ساتھ
اہراون آکے دل مین بھبھیکن کا بھیس رکھ — رام و لکھن کے پاس وہ پہونچا دغا کے ساتھ
سوتے تھے رام اور لکھن اُن کو لے گیا — پائی خبر پون سُت دوڑے ہوا کے ساتھ
دربان در تھا مکر و دھوکے پھلوان جوان — باندھا ہے اُسکو لڑکے بزور و جفا کے ساتھ
مندر مین پہونچے چندر کا دیبی کے ست پون — رام و لکھن تھے بیٹھے مصیبت بلا کے ساتھ
دیو لعین کو مارا اُچھل کو دست پون — سب رنگ بھنگ کر دیا محشر بپا کے ساتھ
پائی خبر اہراون آیا ہے دوڑ کر — فتنہ ہو زیر تیغ بزور و جفا کے ساتھ
رام و لکھن کو پاے کے دیوان تھے خوش گمن — دیبی کو مان کرتے تھے پوجن وفا کے ساتھ
رام و لکھن نے یاد پون سُت کو حب کیا — قاصد قضا اہراون پہونچا جفا کے ساتھ

ناگاہ ست پون نے تڑپ کر کے اُس جگہ — مارا ہے دیو جان سے تیغ قضا کے ساتھ
رام ولکھن کو لیکے پون ست روان ہوے — پہونچے ہین اپنی فوج مین خوشدلی وفا کے ساتھ
خوشدل ہوئی ہے دیکھ سبھا رامچندر کی — تھا ہر زبان پہ ذکر پون ست ثنا کے ساتھ
راون کو تھا غرور تو لنکا اُجڑ گئی — صورت ہنر برافگن بزدل قضا کے ساتھ
مندودری یہ کہتی ہے راون سے بار بار — جی جانکی یہ جانکی پائی سیا کے ساتھ
فرزند وزن برادر کر خانمان برباد — راون نے تیغ ہاتھ مین لی پھر قضا کے ساتھ
راون چڑھا ہے آپ جو لیکر کے فوج کو — تیغ و تبر تھا تیر و سنان و بلا کے ساتھ
رام ولکھن تھے انگد سگریو ست پون — راون کو مارتے تھے سبھی مل دغا کے ساتھ
راون کی جان کنی مین لکھن بھیج رام نے — پوچھا ہے حال راج نیت سمے پا کے ساتھ
جس کام کا کہ دل مین اگر نیک خیال ہے — کریے شتاب بدمین تامل عطا کے ساتھ
راون کو مار کر کے بھبھیکن کو راج ہے — لوٹے وہان سے رام فتح پاسیا کے ساتھ
چھے راچھسون[۵۱] کے بعد کیا راج رام نے — بکر تھا اور ستر ہن ولکھن تھے وفا کے ساتھ

اُتر کانڈ

رام ولکھن ادودھ مین جو پہونچے تو ہوے خوش — بھیجا خبر کو پیک پون ست ہوا کے ساتھ
پہونچے ہین رام چندر اجودھیا کے متصل — رعایا قدم مین گر کے ملی سب وفا کے ساتھ
آئے جو رام اور لکھن بھرت ستر ہن — اُنکے قدم چھوئے ہین بڑی لالسا کے ساتھ
ہر ایک کو انعام دیا ملک و مال و زر — خوش ہو گیا ہے راج اجودھیا سبھا کے ساتھ
جھانکی بنی ہے رام ولکھن کی ادا کے ساتھ — اچوبھ تھے خوبصورت صورت سیا کے ساتھ

گدی پہ بیٹھکر کے کیا جگ رام نے
ابتک بہار نام ہے کیا خوشنما کے ساتھ

۵۱ راچھس - سنسکرت بمعنی ارواح شیطانی -

تحسین تخلص ۔ کے چار شخص ہوے ۔

ایک ۔ محمد حسین خان صاحب مطبع مصطفائی دہلی ۔

دوسرے ۔ سید حیدر علی مولانا خانصاحب باشندۂ شاہجہانپور ۔

تیسرے ۔ سید حیدر علیصاحب باشندۂ آگرہ آباد توکل اختیار کیا تھا ۔

چوتھے ۔ تحسین علیخانصاحب نائب تحصیلدار کھنڈ وہ یہ تلمیذ اپنے والد ماجد متخلص بہ قدیر ہین جنکا ذکر ردیف قاف مین ہوگا ۔ یہ علاوہ والد کے اکثر فیض صحبت اپنے پھوپھی زاد برادر خان محمد خان شہیر افتخار الشعرا بھوپال سے بھی باریاب ہوتے رہے ہین عمر ۳۲ سال ہے ۔ کچھ دن پہلے شعر و سخن سے بہت دلچسپی رہی ہے اور اکثر اوقات دوست احباب کی فرمایش پر قصائد غزلیات مسدس تضامین وغیرہ لکھی ہین نمونتاً دو چار غزلین درج کیجاتی ہین ۔

غزل

بہی ہے حال اُسکے عشق مین ساری خدائی کا
مجھے شکوہ ہے اپنے بخت سے کیون نارسائی کا

حنا کا یا الٰہی کھوج مٹجائے کہ آے مین
بہانہ اُنکو ہو جاتا ہے اک بے دست و پائی کا

بتون ہی کا زبان عام پر اک کلمہ جاری ہے
نہو جائے کہین یارب اُنھین دعوی خدائی کا

کسے رہبر بنائین کون ہے یہ دل ہی لیتا جا
ہمارے دل سے لیجو کام قاصد رہنمائی کا

کدورت دور ہو دل سے بھلا اے ہمنشین کیونکر
ہمین آتا نہین کوئی طریقہ بھی صفائی کا

زمانے مین مروّت تیری ہے مشہور اے تحسین
نباہا سب سے جیسا چاہیے حق آشنائی کا

ولہ

اے دوستو مین قابل محفل نہین رہا
قابو مین کیا کرون کہ مرا دل نہین رہا

کیون کاٹون اپنا آپ گلا مین نصیب غیر
دنیا مین کیا کوئی مرا قاتل نہین رہا

کیون زلزلہ زمین کو نہ آیا کہ حشر تک
سیدھا تہ زمین بھی بسمل نہین رہا

کیا کیا نکر گذرتا کہون کیا کہ تنگ ہون
قابو مین کیا کرون کہ مرا دل نہین رہا

تحسین ایک بار وہ جب سے گذر گیا
پھر اپنے ذہن مین کوئی کامل نہین رہا

ولہ

تصویر یار پھرتی ہے اس دل کے آس پاس
یا یہ کبھی ہے حور شمائل کے آس پاس

ڈرتا ہون وقت ذبح طبیعت بدل نجائے
کیون ازدحام ہے مرے قاتل کے آس پاس

آفت کی شوخیان ہین مرے اضطراب مین
پھرتا ہون ایک برق شمائل کے آس پاس

دیکھے ہین لطف وہ دم کشتن کہ حشر مین
پھرتے ہین کشتنی مرے قاتل کے آس پاس

صحرائے نجد وادی دل سے قریب ہے
پردے ہین چشم قیس کے محمل کے آس پاس

تار نظر سے تیرے تحسین بنے ہین سب
پردے لٹک رہے ہین جو محمل کے آس پاس

ولہ

سر سے اُترا ہے تری زلف کا سودا دلمین
ایک یہ اور سنو ڈس گیا کالا دلمین

تیر مژگان کسی پہلو بھی پڑے سینے پر
پر جگر توڑ کے آجاتا ہے سیدھا دلمین

اُنکا انداز اشارہ پہ مرے کہتا ہے
چپکے چپکے ہی سے کہ لیتے ہین اچھا دلمین

درد فرقت مین اے تحسین یہ نالہ کیسا
درد کی جاے تو بیٹھا ہے مسیحا دلمین

ولہ

اُسکے قدم پہ چلتے ہین سارے بتان کے پانون
مقدور ہو تو توڑ دون مین آسمان کے پانون

اچھے ہین تیرے ہاتھ یہ حورون کے ہاتھ سے
قربان ہون تیرے پانون پہ سارے جنان کے پانون

وردِ زبان خلق ہے افسانۂ جنون
گویا کہ ہو گئے ہین مری داستان کے پانون

دیوانہ وار وادیٔ غربت مین جب چلا
آآ کے خار پڑتے تھے مجھ خستہ جان کے پانون

جا جا کے اُس پری کو پریشان کر دیا
تحسین توڑ دے تری آہ و فغان کے پانون

تبسم تخلص کی کچھ کیفیت معلوم نہین ہوتی ہے۔ لیکن کلام کی تاثیر اور الفاظ کی بلندی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ حضرت تسلیم لکھنوی کے شاگردون مین سے ہین۔

غزل تبسم

جھپک دکھا کے مجھے دلربا نے لوٹ لیا
بچا نگہ سے تو شرم و حیا نے لوٹ لیا

ہزارون ہین صفِ مژگان تیر کے گھائل
مجھے تو ابرو کمان کی ادا نے لوٹ لیا

خدا کے واسطے کر رحم اے بُتِ سنگدل
ترے تو روز کے جور و جفا نے لوٹ لیا

نگاہِ شوخ نے کئی خانمان کیے برباد
مجھے بھی کافرِ زلف دوتا نے لوٹ لیا

جہانمین جیتے ہین معشوق بیوفائی سے
یہ عاشقون کو تو یار دوفا نے لوٹ لیا

نہین ہے شکوہ رقیبون سے کچھ مجھے ہمدم
کہ دل لگاتے ہی اُس آشنا نے لوٹ لیا

روان تھا قافلہ اشکون کا جو مرے یارو
سُو اُس تبسم غارت ربا نے لوٹ لیا

نوٹ ذیل مین ہم اسی (لوٹ لیا) کی ردیف مین سید انشا واللہ خان انشا کے دو بیت لکھتے ہین۔ گو کہ سید صاحب کا حال اور کلام ہم ردیف الف مین درج کر چکے ہین۔ لیکن اسجگہ ہمکو سید صاحب کی استخوان بندی اور جودتِ طبع خاص طور سے دکھلانا ہے اور یہ بات لطف سے خالی نہو گی۔ ہندی اور ملکی خصوصیتونکے مضامین کو مرزا رفیع سودا نے اچھی طرح سے باندھا ہے۔ مگر سید صاحب نے بھی اسمین خوب خوب قدم مارے ہین۔ انکا خیال تھا کہ اپنے ملک کے ہوتے عرب سے بجد ایران سے مثنوی اور قصہ شیرین تو ران سے جیحون و سیحون کو ہندوستان مین لانا کیا ضرور ہے۔ ایسی باتونسے فصاحت مین دشواری اور اشکال پیدا ہوتے ہین۔ چنانچہ ہیر رانجھا ہندوستان کے مشہور عاشق و معشوق کے قصہ کے متعلق آپ فرماتے ہین (یہ قصہ پنجابی زبان مین ہے)

دلِ ستم زدہ بیتابیون نے لوٹ لیا
ہمارے قبلہ کو وہابیون نے لوٹ لیا

سُنا یار کو قصہ جو ہیر رانجھے کا
تو اہلِ درد کو پنجابیون نے لوٹ لیا

تابان تخلص۔ میر عبدالحی دہلوی شاگرد مرزا سودا۔ آپکا خاندانی سلسلہ حضرت علی موسیٰ رضاؑ سے ملتا ہے۔ جمال پری اور تمثال پری پر آپ کے ایک جہان دیوانہ و عاشق زار تھا۔ شروع جوانی مین انتقال کیا۔ آپکی نازک طبعی اور لطیف المزاجی ضرب المثل ہے۔

غزل تابان

نہ کوئی دوست اپنا یار اپنا مہربان اپنا
سُناؤن کس کو غم اپنا الم اپنا بیان اپنا

بہت چاہا کہ آوے یار یا اِس دلکو صبر آوے
نہ یار آیا نہ صبر آیا دیا جی مین مذاق اپنا

قفس مین تڑپے ہین یہ عندلیبان بخت برگشتہ
نہ گلشن دیکھ سکتے ہین نہ یہ اب آشیان اپنا

جُھٹکا ہے کیا ہی دنا ایسی تنہائی پہ اے **تابان**
نہ یار اپنا نہ دل اپنا نہ تن اپنا نہ جان اپنا

دلہ

کیون مِلا ظالم سے جا دل ہائے دل افسوس دل
کھینچتا ہے کیا جفا دل ہائے دل افسوس دل

جس نے عالم کو کیا ہے قتل میرے دیکھتے
اُس ستمگر سے مِلا دل ہائے دل افسوس دل

کس پری رو نے چھپایا دل مرا ملتا نہین
ڈھونڈھتا ہون کیا ہوا دل ہائے دل افسوس دل

جانتا تھا مین کہ وہ ظالم نہ پٹے گا بیرحم ہے
کیون ہوا تھا مبتلا دل ہائے دل افسوس دل

دیکھکر اُس ماہ رو کو مجھسے اب ہو کر جدا رم کر گیا
کس طرح سے رم گیا دل ہائے دل افسوس دل

کس سے جا پوچھون کہان ڈھونڈھون نشان پاتا نہین
کیا ہوا **تابان** مرا دل ہائے دل افسوس دل

دلہ

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیے
کسطرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہیے

کیا تڑپنے مین مزا ہے قتل ہو پیارے کے ہاتھ
اسکی لذت کو کسی بسمل سے پوچھا چاہیے

جس نے اس کا زخم کھایا ہے اُسے معلوم ہے
تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیے

یار کے مِلنے کی ہم کوئی طرح پاتے نہین
طرح مِلنے کی کسی واصل سے پوچھا چاہیے

آہ و نالہ کی حقیقت دیکھتا ہون ہجر مین
کیا گذرتی ہوگی **تابان** دل سے پوچھا چاہیے

ترقی تخلص اسد اللہ آغا محمد تقی خان بہادر خلف سید محمد امین خان شاگرد میر سوز وطن انکا نیشاپور تھا۔ فیض آباد مین سکونت اختیار کی تھی۔ صاحب دیوان تھے۔

غزل ترقی

اگر ایک شب بھی وصل کی لذت نہ پائے دل
پھر کس امید پر کوئی تم سے لگائے دل

اک دل تجھے مدام ستانے کو چاہیے
تیرے لیے کہان سے کوئی روز لائے دل

ترغیب دے ہے کس لیے کعبہ کی تو ہمین
زاہد خدا کا گھر نہین کوئی سوائے دل

اُسکی گلی مین کوئی یہ بیدل ہوا ہے دفن
آواز متصل سے جو آتی ہے ہائے دل

اُترا نہ آسمان پہ کوئی کاروانِ غم
مہمان سرا سے کم نہین یار دسرائے دل

کوچے سے ہم کو اپنے اُٹھاتا ہے کس لیے
بیٹھے ہین ہم جہان سے اپنا اُٹھائے دل

کہتے ہین دردمند ترقی کا حال دیکھ
یارب کبھی کسی پہ کسی کا نہ آئے دل

اسی طرح مین جناب داغ مرحوم کی یہ غزل ہے

کیون کہکے دل کا حال کرین ہائے ہائے دل
اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

افسوس مین نے روز ازل یہ نہ کہدیا
دے مجھکو سب جہان کی نعمت سوائے دل

گھبرا کے بزم ناز سے آخر وہ اُٹھ گئے
سُن سُن کے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل

رہتا ہے دم خفا مرے سینے مین ہر گھڑی
روٹھے ہوے کو ہائے کہانتک منائے دل

کیا اب بھی مشق ظلم کے ارمان رہ گئے
اک ایک دن مین تو نے ہزار دن بنائے دل

ایسا بناؤن ٹھیک کہ وہ یاد ہی کرے
اب کی کسی طرح مرے قابو مین آئے دل

کہتے نہ تھے وہ سنکے برا مان جائینگے
اے داغ سُنسے اور کہو ماجرائے دل

تسخیر تخلص شاہزادہ مرزا سلیمان قدر ولد مرزا محمد خورشید قدر قیصر بن مرزا آسمان قدر نمونہ نبیرۂ مرزا جہاندار شاہ شاگرد ہادی علی بیخود۔ وطن دہلی۔ مسکن لکھنؤ تھا۔

غزل تسخیر

کچھ نہین درکار ہے مجکو نشانی آپ کی
ایک بوسہ دیجیے تو مہربانی آپ کی

ہان کرون تعریف کس مُنھ سے مین جانی آپکی
خلق مین ہوگا نہ لیکن کوئی ثانی آپ کی

جب سُنہرے بال دیکھون[1] ہون کسی کے گلبدن
یاد آجاتی ہے فوراً نوجوانی آپ کی

بس نہین بھولینگے پیارے جب تلک ہے دم مین دم
ہر جگہ کہتے پھرین گے ہم کہانی آپ کی

مرحبا جوشِ جنون تسخیر کہتے ہین اِسے
کھینچ لائی اُس کو آخر جانفشانی آپ کی

غزل تراب علی شاہ

کیا ملا تیری آشنائی مین
عمر آخر ہوئی جدائی مین

راہ و رسمِ وفا وہ کیا جانے
منتخب ہو جو بیوفائی مین

کج خرامی روش ہے خوبون کی
خوشنمائی ہے کج ادائی مین

خار و خس چومتے ہین اُسکے قدم
خوش ہے مجنون برہنہ پائی مین

بے طرح رخنہ عکسِ زلف پڑا
تیرگی ہے چھائی روشنائی مین

شاہ ہوتے ہین پائے بوس گدا
ہے عجب سلطنت گدائی مین

ناحق اُس بُت کی دوستی مین تراب
لگ گیا داغ پارسائی مین

[1] دیکھون ہون اب متروک ہے بجاے اسکے دیکھتا ہون بولتے ہین ۱۲

جلال تخلص حکیم سید ضامن علی صاحب خلف حکیم سید اصغر علیخان ابن حکیم سید حسن علیخان مرحوم آپکا مولد خاص لکھنؤ ہے سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین آپکی ولادت ہوئی اور ابتدا عمر سے شاعری کا شوق پیدا ہوا طبیعت مین خداداد مناسبت تھی اور فطری مادہ موجود تھا اس شوق نے کتب درسیہ کی تکمیل نہونے دی حکیم صاحب خود فرماتے ہین کہ مدرسۂ شاہی مین مین نے میبذی تک عربی پڑھی اور فارسی کے درسیات بجاے خود دیکھے آپ ہمیشہ سے فنافی الشعر رہے کوئی شوق سوائے اسکے ہوا ہی نہین تیرہ چودہ سال کی عمر سے خیالات شاعری نے دل و دماغ مین جگہ پائی۔ ابتدا مین امیر علیخان ہلال شاگرد رشک مرحوم کو اپنا کلام دکھایا چونکہ آپ مین قابلیت اور مناسبت فطری موجود تھی چند ہی غزلونکے بعد آپکی طبیعت مین رنگ پیدا ہوگیا تو ہلال خود آپکو میر وسط علی صاحب رشک کے پاس لیگئے اور اُنکا شاگرد کرادیا آپ مدت تک اُنکے زیر اصلاح رہے اتفاق سے اُنکو سفر عراق درپیش ہوا۔ اُسوقت آپنے فتح الدولہ برق کی جانب توجہ فرمائی اور اُنسے مشورہ کرنا شروع کیا اب آپکی عمر ۷۰ سال کی ہے اور مدت مشق کسی طرح ساٹھ سال سے کم نہین سنہ ۱۲۷۲ ہجری مین آپکی شہرت اچھی طرح ہوچکی تھی چنانچہ اُسی سال نواب یوسف علیخانصاحب مرحوم والی رامپور نے آپکو طلب کیا اور اُنکے انتقال کے بعد نواب کلب علیخانصاحب مرحوم کے عہد مین تو رامپور مرجع شعرا رہا بڑے بڑے نامی گرامی شاعر جنھون نے زمین شعر کا پایہ آسمانسے ملادیا تھا اُس ریاست مین موجود تھے اور روزانہ مشاعرے ہوتے تھے آپ بھی اُنھین جلسونکے شریک ہونیوالونمین سے ہین آپ بہت مدت تک ریاست عالیہ مین تشریف فرما رہے ہین اور ابتک نواب صاحب بہادر آپکو کافی وظیفہ عطا فرماتے ہین۔ اب آپ بموجب پیرانہ سالی خانہ نشین ہین آپکا ہر صنف سخن پر قادر ہونا آپکی تصنیفات جلیلہ سے ظاہر ہے آپکے چار دیوان طبع ہوچکے ہین اور پانچوان بھی قریب قریب تیار ہے اور آپکی تالیفات مین سے حسب ذیل کتابین شایع ہوچکی ہین۔ (۱) افادۂ تاریخ (۲) منتخب القواعد (۳) سرمایۂ اردو زبان (۴) مفید الشعرا (۵) گلشن فیض بزبان فارسی خداوند کریم آپکی عمر مین برکت عطا کرے آپ شیخ امانعلی سحر و شیخ امداد علی بحر و میر امداد حسین نشتر و سید ہادی علی بیخود کے ہمطرح رہے ہین۔ آپ خاندان ناسخ کی قابل قدر یادگار ہین۔

ہم آپکا ہدیہ دلسے شکریہ ادا کرتے ہین کہ آپ نے اپنے حال کے کلام سے جو ابھی طبع نہین ہوا ہے اور نیز اپنی شفقت بزرگانہ سے قطعۂ تاریخ سے گلدستہ کو زینت بخشی ہے۔ آپکا کلام صفحۂ مابعد مین درج ہے

غزل

شبِ وصل بھی وہ ہم سے نہ کسی کا بات کرنا — نہ کچھ اختلاط کرنا نہ کچھ التفات کرنا
وہین دن گزار دینا وہین ہم کو رات کرنا — وہین عید کا منانا وہین شب برات کرنا
کہین غنچہ کوئی چٹکا جو کبھی تو یاد آیا — وہ ادا سے مسکرا کر کسی گل کا بات کرنا
ارے چرخ جیسے تو نے شبِ وصل صبح کردی — مرے روزِ ہجر کو بھی یوہین جلد رات کرنا
کبھی دل پکڑ کے بھرنا ہمین تین چار آہین — شبِ غم تڑپ کے نالے کبھی پانچ سات کرنا
کسی بُت پہ آکے دل نے مجھے بُت بنا دیا ہے — نہ جگر سے آہ کرنا نہ زبان سے بات کرنا
جسے یاد نے تمھاری دیا شغلِ بیقراری — شب و روز دم شماری اُسے تا حیات کرنا
وہ لگانا کوئی ٹھوکر کہ مٹے نشانِ مرقد — مری قبر پر گزرتم جو بپرسِ وفات کرنا
وہ تڑپ دکھانا اے دل کہ گلے سے خود لگالے — کسی دلفریب بُت سے کبھی تو بھی گھات کرنا
کبھی آکے میکدون مین یہ پکارنا کہ ساغر — کبھی جاکے مسجدون مین طلبِ نجات کرنا

یہ تو قہر ہے کہ اب بھی نہ ملے جلال سے آنکھ
کہین اُس سے چشم پوشی نہو مرگ وفات کرنا

شباہ کرنے کو عہدِ شباب آئے گا — دلہ کہان کہان دلِ خانہ خراب آئے گا
ضرور پڑھ کے اُسپہ پیچ و تاب آئیگا — مین جانتا ہون جو خط کا جواب آئے گا
وہ روئین گے بھی تو منھ ڈھانک کر ہمن پس مرگ — ہماری روح سے بھی اک حجاب آئے گا
جواب دینے مین کیون کی ہے تو نے دیر اے دلست — نہ رکھ امید کہ خط کا جواب آئے گا
تسلیان مجھے دیگا وہ کیا شبِ وعدہ — بڑھانے اور مرا اضطراب آئے گا
کہو گے پیار سے تم جسکو عاشقِ ناکام — تمھاری بزم سے وہ کامیاب آئے گا
کیا ہے گھر مرے دل مین خیال نے جسکے — وہ میری آنکھون مین بھی بنکے خواب آئے گا
کسی کی اُٹھتی جوانی اُبھارتی ہے مجھے — ارے دوبارہ نہ عہدِ شباب آئے گا

جب آنکھ دیکھ سکیگی نہ اُسکو بے پردہ
نگاہِ شوق کو کیا کیا حجاب آئے گا

تڑپ ہی باعثِ راحت ہے دل یہ کہتا ہے
قرار مجکو نہ بے اضطراب آئے گا

جلالؔ پوچھتے پھرتے ہین عہد پیری مین
گیا ہوا کبھی پھر بھی شباب آئے گا

وصل مین کیا جلد ہوتے ہین عیان آثارِ صبح
شام ہی سے بولتا ہے مرغِ ناہنجارِ صبح

وصل کی شب وہ ہمارا ناسحر انکارِ صبح
اور اُن کا شام سے کہنا کہ ہین آثارِ صبح

روے تابان کی چمک ہے عبرتِ انوارِ صبح
اُسکے جلوے سے ہے شرمندہ تجلی زارِ صبح

شام ہی سے ہین شبِ وصل آشکار آثارِ صبح
جلوہ گر ہین شاہدانِ پردۂ اسرارِ صبح

آخرِ شب اُس صبوحی کش کا دینا ہنسکے جام
یاد دلواتا ہے کیا کیا خندۂ سرشارِ صبح

کیا ہماری وصل کی راتین گذر جاتی ہین جلد
کچھ یہ کرتب ہین فلک کے اور کچھ کردارِ صبح

مجکو اور اُس مہ کو یکجا دیکھکر وحدہ کی شب
آسمان سے مشورے کرتے ہین کچھ آثارِ صبح

مرحلہ طے ہجر کی راتون کا ہو آسان نہین
کب رسائی ہوتی ہے تا منزلِ دشوارِ صبح

شامِ فرقت کی بلا کو دیکھکر بھاگی ہے کیا
دید کے قابل تھی شب کو تیزیِ رفتارِ صبح

وصل کی راتون مین اپنے کوکب تقدیر کو
دیکھتے ہین گہ فلک کا دست ہم گہ یارِ صبح

اُس رُخِ انور سے اُٹھی آخرِ شب جو نقاب
فق ہوا رنگِ سحر سب مٹگیا پندارِ صبح

دن سے ہوتی ہے خبر یون شامِ غم کی جسطرح
صبح کے تارے کرین چپکے سے اظہارِ صبح

تیرگی کھودے شبِ غم کی طلوعِ آفتاب
اے فلک ہمکو دکھا دے سرخیِ رخسارِ صبح

روزگل کرنا جلا کر داغِ فرقت کے چراغ
یہ ہمارا مشغلہ ہے شام کا وہ کارِ صبح

یون شگفتہ ہے شبِ غم آہ سے گلزارِ داغ
گل کھلا ہے جسطرح بادِ شبِ رفتارِ صبح

مسکرا کر رات کو اُس مہ نے دو باتین جو کین
ہنس پڑے ہو کر عیان بے اختیار آثارِ صبح

مین نہ جانے دونگا وہ کہتے ہین جاؤنگا جبھی
دے رہی ہے وصل کی شب لطف کیا تا رِ صبح

کھینچکر ہم اُسے پہلو مین بٹھائین کیونکر | ولہ | تجھسے ہاتھ اودل بیتاب اُٹھائین کیونکر
جنکو آمد کی خبر کرتی ہو از خود رفتہ | آپ آجائین تو وہ آپ مین آئین کیونکر
کیجیے درد کا اظہار تو کہتے ہین کہ جھوٹ | اُنکو چوٹ اپنے کلیجے کی دکھائین کیونکر
سات پردون مین تو آنکھونکے جگہ دی ہے اُسے | حسرت دید کو پھر اور چھپائین کیونکر
دیکھکر میرا جنون ہائے یہ کہنا اُن کا | اپنے دیوانے کو ہم ہوش مین لائین کیونکر
نیچی نظرون سے کہ اٹھکیلیون کی چالون سے | دیکھیے خاک مین وہ ہمکو ملائین کیونکر
لنترانی کے زرا ہم بھی کرشمے دیکھین | ہوش کھودیتی ہین پردے کی صدائین کیونکر
اُنکی زلفون سے زرا پوچھ لے اے مشاطہ | لیتے ہین چہرۂ زیبا کی بلائین کیونکر
تنگ آآکے تمنائین مری کہتی ہین | دِلمین کیونکر رہین دلسے نکل آئین کیونکر
رشک کہتا ہے نہ چل شوق کا اصرار کہ چل | جائین کیونکر کہین ہم اور نہ جائین کیونکر

اس تردد مین ہین ہم جس مین وہ رہتا ہے جلال
راہ مین اُسکی اُن آنکھون کو بچھائین کیونکر

اُستاد و شاگرد کا مقابلہ

یعنی حضرت جلال اور آپکے ارشد تلامذہ جناب مولوی حکیم محمد حنیف علی صاحب رعب انصاری شاہ آبادیکا ہمطرح کلام

جلال

وہ ہم سے ترا اجتناب اوّل اوّل | تپاک آخر آخر حجاب اوّل اوّل
غضب اُٹھتے جوبن کی اُنکے نمودین | قیامت وہ جوش شباب اوّل اوّل
دکھایا کیا لطف آخر تک اے دل | وہ دلبر کا ہم پر عتاب اوّل اول

یہ اس لنترانی کی کیا وجہ آخر — دکھا کر رخِ بے نقاب اوّل اوّل
مقدر مین لکھا تھا آخر جو اپنے — وہی خط کا آیا جواب اوّل اوّل
یہ عشق اب جو اک روگ سنکر لگا ہے — یہی جان کا تھا عذاب اوّل اوّل
کچھ آغاز ہی عیشِ دنیا کا بد ہے — کہ دیتی ہے تلخی شراب اوّل اوّل
وہ بوسے بھی دیتے ہین چند آخر آخر — مگر کا لیان بے حساب اوّل اوّل
سرِ زلف کرتا ہے سودائی آخر — دکھا کر پریشان خواب اوّل اوّل
نشد دکسی کے وہ دربان در کا — وہ روک اپنی وہ سدِّ باب اوّل اوّل
شبِ وصل اچھا نہین ہے بُرا ہے — یہ تیرا جلال اضطراب اوّل اوّل

رعب [۱۵]

شبِ وصل اُن کا حجاب اوّل اوّل — وہ شوخی بھرا اجتناب اوّل اوّل
خجل ہین کہ ہم کیون نہ دُنیا سے اُٹھے — اُٹھا کر تمھارا عتاب اوّل اوّل
کسی کے غش آنے کا کچھ دھیان کرتے — سُلٹتے وہ کم کم نقاب اوّل اوّل
سمجھکر پیئے بادۂ عشق زاہد — پھر آتی ہے سر پہ شراب اوّل اوّل
خیال شبِ وصل تک اب نہین ہے — نظر آتے تھے ایسے خواب اوّل اوّل
مساوات اب ہو گئی یا دِ گیسو + — بہت دل کو تھا پیچ و تاب اوّل اوّل
وہ شرم اب کہان آئنہ دیکھ کر تم — ہوا کرتے تھے آب آب اوّل اوّل
دکھاتا مدآخر اثر جذب کب تک — رہا خوب اُنھین اجتناب اوّل اول
بنے بندے اُس بت کے اے شیخ آخر — بگڑتے تھے کیا کیا جناب اوّل اوّل
مرا عشق ہے قابلِ داد جس نے — تجھی کو کیا انتخاب اوّل اوّل

کئی جان اُلفت مین اے رعب آخر
سمجھنا تھا خانہ خراب اوّل اوّل

[۱۵] فی الحال آپ عجمن مین تشریف رکھتے ہین سو جب سے آپ کے حالات و کلام نہین دستیاب ہوئے ۱۲

جہانگیر تخلص۔ جہانگیر بیگ دہلوی۔ مدّت تک لکھنؤ مین اوقات بسر کی۔ آخر عمر مین دہلی مین جاکر مالیخولیا مین مبتلا ہو کر میر شاہ علی درویش کو زخمی کرنے کے باعث محبوس ہوے۔ اور زندان بلا مین انتقال کیا۔

غزل

گر یار نہ ہو ساقی پیمانہ ہوا تو کیا
معمور شرابون سے میخانہ ہوا تو کیا

ہم عشق کے بندے ہین مذہب سے نہین واقف
گر کعبہ ہوا تو کیا بتخانہ ہوا تو کیا

جب درد نہو دل مین کیا عشق مزا دیوے
کہنے کو بھلا کوئی دیوانہ ہوا تو کیا

اس عشق کی آتش سے جلتے ہین سبھی عاشق
گر شمع ہوئی تو کیا پروانہ ہوا تو کیا

معشوق کے کانون تک ابتک نہین پہونچا ہین
یہ اشک مرا یار دُر دانہ ہوا تو کیا

احوال جہانگیر اب اس دل کا نہ کچھ پوچھو
آباد ہوا تو کیا ویرانہ ہوا تو کیا

۱۲ مقطع کا مصرعۂ اولیٰ مکتر گلدستہ نین یون لکھا دیکھا ہے "جہانگیر شاہزادہ تھا عشق مین وہ غافل" مگر چونکہ وہ ناموزون اور بے ربط تھا اسلیے یون درست کر دیا گیا۔ ناظرین معاف فرمائین اور اگر صحیح نسخہ بجائے تو اُس سے درست کر لین۔ ۱۲

نوٹ۔ حسرت! اسوقت بیساختہ دل چاہتا ہے کہ ہم آپکے سامنے اُردو زبان کا ایسوقت کا فوٹو پیش کرین جب وہ شاہجہانی بازار سے نکلکر شعرا کی گود مین پرورش پا رہی تھی۔ دیکھیے "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات"، ایسوقت سے اسمین غضب کی شوخی و بیساختہ پن تھا ہم آپ لوگونکی دلچسپی کیلیے اسکی ردیف (تو کیا) کے چار شعر جناب شیخ ظہورالدین حاتم کے لکھتے ہین ہمسود ایسے اُستاد کے اُستاد تھے اور سنہ ۱۱۹۶ھ کو فوت ہوے

آب حیات جاکے کسنے پیا تو کیا
مانندِ خضر جگ مین اکیلا جیا تو کیا

جلنا لگن مین شمع صفت سخت کام ہے
پروانہ چون شتاب عبث جی دیا تو کیا

ناسور کی صفت ہے نہ ہوگا کبھی وہ بند
جراح زخم عشق جو اکر سیا تو کیا

محتاجگی سون مجکو نہین یکدم فراغ
حق نے جہان مین تمام کو حاتم کیا تو کیا

جوہر تخلص۔ کے پانچ شخص ہوے۔
ایک مرزا احمد علی قزلباش۔
دوسرے۔ میر مشرف علی عظیم آبادی۔
تیسرے۔ جواہر سنگھ ولد نجاور سنگھ شاگرد مرزا ناطق و خواجۂ وزیر لکھنوی۔
چوتھے۔ مادھو رام ساہوکار ولد جواہر مل فرخ آبادی شاگرد منیر۔
پانچویں پنڈت دینا ناتھ۔ ولد پنڈت دیبی پرشاد عرف سالیاے لکھنوی شاگرد آمانت

غزل جوہر[1]

کھلینگے شکوؤنکے جبکہ دفتر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے
تو کیا کیا گذریگی آہ دلپر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

لڑو نہ ہمسے اے میرے دلبر یہ بات جانے دو مانو کہنا
نہین تو مذکور ہونگے گھر گھر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

ہمارے دلپر ہین داغ حسرت تمھارے منھ پر ہین داغ چھپکے
یہ دونون چمکینگے مثل اختر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

تمھین اب اپنی قسم ہے جانان ملو تو ایسا ملو کہ جسمین
غم جدائی نہ آنے دل پر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

ملون مین کیونکر ہوا ہون حیران اگرچہ دونون طرف ہے خواہش
پھرین ہین جاسوسیان تو گھر گھر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

ستم کا کیا تم جواب دوگے بھلا جو پوچھیگا تمسے خالق
جو ہوگا منصف بروز محشر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

شراب ہے یہ تمھی کے پینا خراب کہتا ہے اسکو عالم
کہین نشہ مین کھلین نہ جوہر اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

---

[1] بعض گلدستونمین یہ غزل "عالم" تخلص کی لکھی ہے واللہ اعلم بالصواب

نوٹ۔ اس شعر کے معنے بالکل خبط ہین کاتبونکے ہاتھ سے اشعار کا جو کچھ خون ہوتا ہے وہ ظاہر ہے ربط بے ربط کچھ نہین دیکھتے جو کسی طوائف کے منھ سے سنا وہ لکھ لیا اور اُسپر طرہ یہ کہ جو لفظ اخیر مین پڑا اُسکو تخلص سمجھ لیا بہت سی غزلین ایسی ہین کہ ہین کسی کی اور نام ہے کسی کے مشہور ہین گلزار سخن مین اگرچہ اسکا خاص اہتمام کیا گیا مگر پھر بھی کہانتک۔

جرأت تخلص ۔ کے تین شخص ہوے ۔
ایک مرزا مغل خلف عبد الباقی شاگرد سودا بریلی مین انتقال کیا ۔
دوسرے ۔ امیر شیر علیخان ۔ یہ معاصرین مرزا سودا سے تھے ۔ دکن مین سکونت اختیار کی تھی ۔
تیسرے ۔ شیخ قلندر بخش ولد حافظ امام بخش دہلوی مقیم لکھنؤ ۔ شاگرد جعفر علی حسرت ۔
انسٹھ برس کی عمر مین بعارضہ چیچک بصارت چشم زائل ہوگئی ۔ نجوم اور موسیقی مین کامل تھے ۔
ستار خوب بجاتے تھے ۔ مرزا سلیمان شکوہ بہادر اور نواب محبت خان بہادر کی رفاقت مین تھے
مضامین معاملات عاشق و معشوق کے خوب باندھتے تھے ۔ ان کے اشعار نہایت دلچسپ اور
عاشقانہ ہین ۔ سنہ ۱۲۲۵ ہجری مین انتقال کیا ۔ کلیات موجود ہے ۔ انکا کلام ذیل مین درج ہے

مستزاد در سراپا

جادو ہے نگہ چھپ ہے غضب قہر ہے ٹکھڑا ۔ اور قد ہے قیامت
غارت گر دین وہ بت کافر ہے سراپا ۔ اللہ کی قدرت
انکھیلی ہے رفتار مین گفتار کی کیا بات ہر بات جگت ہے
اور رنگ رخ یار ہے گویا کہ بھبھوکا پھر تسپہ ملاحت
ہین بال یہ بکھرے ہوے ٹکھڑے پہ دھوان دھار جون دود و شعلہ
حسن بت کافر ہے خدائی کا جھمکڑا ۔ ٹک دیکھیو صورت
ابر دفن خونریزی مین اس کے ہین غضب طاق ۔ شمشیر برہنہ
آنکھونکا یہ عالم ہے کہ آنکھون سے نہ دیکھا ۔ افسون ہے اشارت
کان ایسے کہ کانون سے سنے ویسے نہ ابتک ۔ نے آنکھونے دیکھے
بالون کے تصور مین مجھے گھیرے ہے گویا ۔ ایک حلقہ حیرت
بینی یہ خوش اسلوب کہ نتھنونکی پھڑک دیکھ ۔ تڑپے ہے دو عالم
ہے اشکو لب یار کے بوسون کی تمنا ۔ ارمان ہے حسرت

دانتونکی صفا کیا کہون موتی کی لڑی ہے۔ لب لعل کے ٹکڑے
مسّی ہے بلا تسبہ رکھے پان کا بیڑا۔ سو شوخی کی رنگت
دل خون کرے وہ دستِ حنا بستہ پھر اُسمین۔ سُرنگی پھبن ہاے
ہے وضع تو سادی سی پہ کیا کیا نہین پیدا۔ شوخی و شرارت
اُس اُبھری ہوئی گات کی کیا بات جسے دیکھ سب ہاتھ ملے ہین
اور ہاے رے ہر بات مین گردن کا وہ ڈورا۔ ہے دامِ محبت
گلشن مین پھرے ٹک تو وہین آتش گل کی۔ گرمی سے عرق آئے
ہر گام پہ چلنے مین کمر کھائے ہے لچکا۔ اللہ ری نزاکت
ہین قہر سُرین گول وہ اور ہاے کہون کیا۔ رانون کی گدازی
فرق اس مین نہین فرق سے لے تا بکفِ پا۔ ہے طرفہ لطافت
ہے عشوہ و انداز و ادا ناز و کرشمہ۔ اور گرمی و شوخی
ہر عضو پہ آنکھ اٹکے وہ کافر ہے سراپا۔ اک موہنی مورت
بھولے سے جو ہم نام لین تو رُک کے۔ کہے یون۔ اس نام کو کم لو
پھر اُس مین جو رُک جائیے تو جھٹ سے یہ کہنا۔ بس دیکھ لی چاہت

جرأت یہ غزل گرچہ کہی ایسی ہی تو نے۔ ہے خوب سراپا
پر کہکے کچھ اشعار کراب اس کو دو غلا۔ ہو جس سے کہ وحشت

ولہ

جز بیکسی و یاس نہین ہے کوئی جس جا۔ ہے اپنی وہ تربت
افسوس کرے کون بجز دستِ تمنا۔ ہون کشتۂ حسرت
جو مین نے کہا اُس سے دکھا مجکو رُخ اپنا۔ بس دے نہ اذیت
تو کیا کہون کس شکل سے جھنجھلا کے وہ بولا۔ تو دیکھے گا صورت

یہ راہ تکی اُس کی کہ بس چھا گئی یکبارہ آنکھو نپہ سپیدی
پیمانِ گسل آیا نہ وہ وعدۂ فردا۔ تا صبحِ قیامت
سودائے محبت جو نہین ہے تجھے اے دل۔ تو پھر مجھے بتلا
کیون چاک کیے اپنے گریبان کو ہے پھرتا۔ آنکھو نپہ ہے وحشت
اب گھر مین بُلانے سے اگر آتے ہین نئے سوچ۔ بدنام سمجھکر سو
آواز ہی تو در پہ مجھے آکے سنا جا۔ از راہِ مروت
آلودہ ہوا خون سے ولا دامنِ قاتل۔ بسمل ہو جو تڑپا
افسوس صد افسوس ہے یہ تو نے کیا کیا۔ اے ننگِ محبت
جو ولولۂ شوق سے ہو مضطر و بیتاب۔ نکلا ہی پڑے دل
کیا قہر ہے کیا ظلم ہے محبوب گر اُسکا۔ ہو صاحبِ عصمت
کیا خاک رہین چین سے بیچینی کے مارے۔ بس ہے یہ پرکھیا
ہم ہو گئے جس کے وہ ہوا ہاے نہ اپنا۔ کیا کیجیے قسمت
چُپ اندرون رہتا ہے جو وہ صورتِ تصویر۔ کچھ اور ہے خفقان
لگجائے پھر اس سے مرے کیون دلکو نہ دھڑکا ہے موجبِ حیرت
دل دیکے عجب ہم تو مصیبت مین پھنسے ہین۔ اِک پردہ نشین کو
نی جانیکا گھر اُس کے ہے مقدور ہمارا۔ نی رہنے کی طاقت
یا مجکو بُلاتا تھا وہ یا آئے تھا مجھ پاس۔ صحبت کی تھی گرمی
اب اُس کو خدا جانے دیا کس نے یہ بھڑکا۔ جو ایسی ہے نفرت
لے نام مرا کوئی تو دے سیکڑون دشنام۔ گن گن کے وہ قاتل
بیرحمی و بیدردی سے پروا نہ ہو اصلا۔ سُن مرگ کی حالت
آنا مرا سُن در پہ کہین گھر سے چلا جائے۔ دیکھون تو نہ دیکھے

اور کوئی سفارش جو کرے میری تو کیا کیا۔ کھینچے وہ ندامت

گر خواب مین دیکھے مجھے تو چونک اُٹھے اور پھر سوندے نہ آنکھین

آواز جو میری سی سُنی تو وہین گھبرا۔ کھانے لگے دہشت

افسوس کہ گردون نے عجب رنگ دکھایا۔ نقشا ہی وہ بدلا

لے جان مری خانۂ تن سے تو نکل جا۔ ہو جائے فراغت

کس مُنھ سے کرون عشوہ گری اُسکی بیانمین۔ آتی ہے حیا مجھکو

مل بیٹھے ہم اور وہ کبھی قسمت سے جو یکجا۔ طرفہ ہوئی صحبت

بیتاب ہو تک چلنے کا جو مین نے کیا غرم ۔ مٹھا وہ گالی

کچھ اور کیا قصد تو کس ناز سے بولا۔ بل بے تری جرأت

دیگر

شکل دو دن سے جو تمنے ہمکو دکھلائی نہین — کل سے بیکل ہین ہمین کل آ جتک آئی نہین

اس دل وحشی سے جو تم بھاگتے ہو دور دور — اپنا دیوانہ اسے تمجھو یہ سودائی نہین

ہر جگہ جانیسے میرے دلمین کیون رُکتے ہو تم — مین تمھین کو دیکھتا پھرتا ہون ہرجائی نہین

اُسکے جانیسے مرے دلمین نہین کچھ اور سوچ — ہے یہی حیرت کہ کیون ابتک اجل آئی نہین

گر نہ دیکھونگا تمھین تو اور ہون گا بیقرار — اس مین رسوائی ہے کچھ ملنے مین رسوائی نہین

بات گر کرتے نہین تو سامنے بیٹھے رہو — شکل دکھلانیکی تو تم نے قسم کھائی نہین

دید کا طالب ہون تیری سُنکے کہتا ہے وہ شوخ — خاک دیکھیگا تری آنکھون مین بینائی نہین

دیگر

پھرتا ہون تجھ بغیر مین ہوکے دوانہ ہو بہو — شہر بشہر دہ بدہ خانہ بخانہ کو بکو

چھوٹے وہ کس طرح سے دل آہ ہوا ہو جو اسیر — زلف بزلف خم بخم پیچ بہ پیچ مو بمو

وائے نصیب ایک شب پاس ہوے نہ آہ ہم — دست بدست لب بہ لب سینہ بسینہ رو برو

روئے ہین ہم جو نوحہ گر پہونچے ہین اشک چشم تر
بحر بہ بحر یم بہ یم دجلہ بدجلہ جو بجو

اُسکی تلاش مین سدا پھرتے ہین ہم پُر اضطراب
بام بہ بام در بدر کوچہ بکوچہ سو بسو

دیکھا چمن مین حسرت اب جلوہ عیان ہے یار کا
شاخ بشاخ گل بہ گل غنچہ بہ غنچہ بو بہ بو

دیگر

امشب تری زلفونکی حکایات ہے واللہ
کیا رات ہے کیا رات ہے کیا رات ہے واللہ

دل چھین لیا اُس نے دکھا دست حنائی
کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ

عالم ہے جوانی کا جو اُبھرا ہوا سینہ
کیا گات ہے کیا گات ہے کیا گات ہے واللہ

دشنام کا پایا جو مزہ اُس کے لبون سے
صلوات ہے صلوات ہے صلوات ہے واللہ

حسرت کی غزل جسنے سُنی اُس نے کہا واہ
کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واللہ

غزل چاہ

برش غضب کی ہے تری تیغ نگاہ کی
جس کے لگی نہ اُس نے کبھی اُٹھکے آہ کی

ہے چشم و گل پہ یار کے جسدم نگاہ کی
شیشہ نے رو دیا لب ساغر نے آہ کی

کلفت مین ہائے تیری ہمارا ہوا یہ حال
لیکن نہ تو نے حیف کرم کی نگاہ کی

ہم تشنہ جان دین ملقین غیر دنکی چاہ ہو
ہوتی ہے کیا اجی یہی صورت نباہ کی

کہتے ہین دیکھ دیکھ کے میرا وہ رنگ زرد
اس شکل پہ حضور کو خواہش ہے چاہ کی

نوٹ - افسوس ہے کہ ان حضرت کے حالات نہ معلوم ہوسے صرف غزل لکھدی گئی اگر ناظرین کو اِنکے حالات معلوم ہون تو حقیر مؤلف کو اطلاع فرمائین تاکہ دوسرے ایڈیشن مین یہ شکایت رفع ہوجائے -

حافظ تخلص - جناب خواجہ شرف الدین محمد حافظ شیرازی صاحب لقب لسان الغیب آپ پر علم ظاہر و باطن کھلا ہوا تھا خصوصاً علم قرآن مین آپ اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپکے متعلق یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ آپکو کس بزرگ سے نسبت ارادت یعنی بیعت حاصل تھی آپنے شاہ منصور بن شاہ مظفر کے زمانۂ حکومت مین وفات پائی۔ خاک مصلے آپکی تاریخ وفات کا مادہ ہے۔ کہتے ہین کہ آپکی طرز معاشرت ایسی نرالی تھی کہ آپکے وفات کے بعد مشائخ وقت نے آپکی نماز جنازہ ادا کرنے مین تامل کیا۔ آخرالامر یہ بات قرار پائی کہ آپکے اشعار جو اِدھر اُدھر منتشر ہین جمع کیئے جائین اور پھر اُنسے نتیجہ نکالا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر آپکے اشعار لکھے ہوئے اِدھر اُدھر سے جمع کیئے گئے اُنکو خلط ملط کر کے رکھدیا گیا۔ ایک معصوم لڑکے سے کوئی پرچہ اُٹھوایا گیا جسکے اوپر یہ شعر درج تھا۔

قدم دریغ مدار از جنازۂ حافظ
کہ گرچہ غرق گناہ است میرود بہشت

اِس واقعہ کو دیکھکر مشائخ وقت متحیر ہوے۔ اور بڑی شان و شوکت و جماعت سے آپکے جنازے کی نماز ادا کی گئی۔ اُس وقت سے آپکو لسان الغیب کہا گیا ہے۔ حتّٰے کہ ابھی تک واقفکار اصحاب آپ کے دیوان سے امور دینی اور دنیوی مین فال لیتے اور کافی جواب پاتے ہین (آپکا کلام ذیل مین درج کیا جاتا ہے)

غزل حافظ رح

اگر آن ترکِ شیرازی بدست آرد دل ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

بدہ ساقی می باقی کہ در جنّت نخواہی یافت
کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ را

فغان کین لولیانِ شوخ و شیرین کارِ شہر آشوب
چنان بُردند صبر از دل کہ ترکان خوانِ یغما را

ز عشقِ ناتمامِ ما جمالِ یار مستغنی است
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئی زیبا را

من از آن حُسنِ روز افزون کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت برون آرد زلیخا را

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت این معمّا را

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دارند
جوانانِ سعادتمند پند پیرِ دانا را

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ میزیبد لبِ لعلِ شکر خارا

غزل گفتی و در سفتی بیا و خوش بخوان حافظ
کہ بر نظمِ تو افشاند فلک عقدِ ثریا را

ولہ

دل میرود ز دستم صاحب دلان خدارا
دردا کہ رازِ پنہان خواہد شد آشکارا

دہ روزہ مہرِ گردون افسانہ ایست و افسون
نیکی بجایِ یاران فرصت شمار یارا

کشتی نشستگانیم ای بادِ شرط برخیز
باشد کہ باز بینم آن یارِ آشنا را

در حلقۂ گلِ و مل خوش خواند دوش بلبل
ہاتُوا الصَّبُوحَ حَیُّوا یا اَیُّہَا السُّکَارٰی

اے صاحب کرامت شکرانۂ سلامت
روزے بفقر بے کن درویش مینوازا

آسایشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است
با دوستان تلطّف با دشمنان مدارا

در کوے نیکنامی مارا گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا

آئینۂ سکندر جامِ جم است بنگر
تا بر تو عرضہ دارد احوالِ ملکِ دارا

سرکش مشو کہ چون شمع از غیرتت بسوزد
دلبر کہ در کفِ او موم است سنگ خارا

گر مطربِ حریفان این پارسی بخواند
در رقص و حالت آرد پیرانِ پارسارا

آن تلخ وش کہ صوفی ام الخبائثش خواند
اَلْمَیْتَۃُ لَنَا وَاَحِلَّ مِنْ قَبْلُ اَلْغِذَا لَنَا

ہنگامِ تنگدستی در عیش کوش و مستی
کاین کیمیاے ہستی قارون کند گدارا

خوبانِ پارسی گو بخشندگانِ عمرند
ساقی بدہ بشارت رندانِ پارسارا

حافظ بخود نپوشید این خرقہ مے آلود
اے شیخِ پاکدامن معذور دار مارا

لہ ترجمہ بادۂ تم شراب صبح بہت جلد اے نشہ باز دہ ۱۲ لہ ترجمہ مرغوب بادہ و شیریں بادہ ہی ہمارے لیے بوسہ زنان باگرہ ۱۲

ولہ

تعالے اللہ چہ دولت دارم امشب
کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

چو دیدم روی خویش سجدہ کردم
بحمد اللہ نکو کارم امشب

نہالِ عیشم از وصلش برآورد
ز بختِ خویش برخوردارم امشب

برآن عزمم اگر خود می برد سر
کہ سر پیش از طبق بردارم امشب

کشد نقش انا الحق بر زمین خون
چو منصور ار کشی بردارم امشب

برات لیلۃ القدرے بدستم
رسید از طالعِ بیدارم امشب

تو صاحب نعمتے من مستحقم
زکوٰۃ حسن دہ حق دارم امشب

ہمے ترسم کہ حافظ محو گردد
ازین شوری کہ در سر دارم امشب

ولہ

دلِ من در ہوای روی فرخ
شدہ آشفتہ ہمچو موی فرخ

بجز ہندوی زلفش ہمچو کس نیست
کہ بر خوردار شد از روی فرخ

سیاہ بینجت است آن کہ دائم
بود ہمراز و ہم زانوی فرخ

شود چون بید لرزان سرو آزاد
اگر بیند قدِ دلجوی فرخ

بدہ ساقی شرابِ ارغوانے
بیادِ نرگسِ جادوی فرخ

دوتا شد قامتم ہمچو کمانی
ز غم پیوستہ چون ابروی فرخ

نسیم مشک تاتاری خجل کرد
شمیم زلف عنبر بوی فرخ

اگر میلِ دلِ ہر کس بجائی ست
بود میلِ دلِ من سوی فرخ

غلامِ خاطرِ آنم کہ باشد
چو حافظ چاکرِ ہندوی فرخ

لہ نام معشوق خواجہ حافظ رح چنانچہ یہ غزل اول سے آخر تک اُسی کی تعریف میں ہے۔ وبقول بعض مراد از ذات بابرکات حضرت محمد صلعم

بنویس دلا بیار کاغذ | وله | بفرست به آن نگار کاغذ
ای باد صبا ببر به آن شوخ | بیقرار | از عاشق دل فگار کاغذ
هرگز نه نویسد او جوابے | | بنویسم اگر هزار کاغذ
تا نام تو نقش شد براو ماند | | بر صفحهٔ روزگار کاغذ

بنویس ز روے مهربانی
بر حافظ دلفگار کاغذ

این چه شوریست که در دور قمر می بینم | وله | همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
هیچ شفقت نه برادر به برادر دارد | رحمی | هیچ مهری نه پدر را به پسر می بینم
مردمان روز بهی می طلبند از ایام | هر کسے | مشکل اینست که هر روز ببتر می بینم
دختران را همه جنگ است و جدل با مادر | طلبند | پسران را همه بدخواه پدر می بینم
بلهمان را همه شربت ز گلاب و قند است | | قوت دانا همه از خون جگر می بینم
سپ تازی شده مجروح بزیر پالان | | طوق زرین همه در گردن خر می بینم

پند حافظ بشنو خواجه برو نیکی کن
که من این پند به از لعل و گهر می بینم

مطرب خوش نوا بگو تازه بتازه نو بنو | وله | باده دلکشا بجو تازه بتازه نو بنو
با صنمی چو لعبتے خوش بنشین بخلوتی | | بوسه ستان بکام از و تازه بتازه نو بنو
بر مجیات کی خوری ار نه مدام می خوری | گرنه | باده بخور بیاد او تازه بتازه نو بنو
شاهد دلربای من مسکند از برای من | | نقش دگر و رنگ و بو تازه بتازه نو بنو
ساقی سیم ساق من مست میم بیا و پیش | خوش | زود که پر کنم سبو تازه بتازه نو بنو

باد صبا چو بگذری بر سر کوے آن پری
قصهٔ حافظش بگو تازه بتازه نو بنو

حسن تخلص کے کئی اشخاص گذرے ہین اُن مین سے ہرایک کی مختصر کیفیت ناظرین کی دلچسپی اور واقفیت کے لئے ذیل مین درج کیجاتی ہے۔

(۱) ۔ مولوی ابوالحسن صاحب خلف مولوی الٰہی بخش صاحب نشاط تخلص ۔ آپ قصبہ کانڈھ کے رہنے والے ہین میرٹھ مین قیام پذیر تھے۔

(۲) ۔ خواجہ حسن ۔ فرزند خواجہ ابراہیم نبیرہ خواجہ بھکھاری مودودی علیہ الرحمۃ ہین آپ حضرت علی حسرت سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ آپ صاحب باطن تھے۔ موسیقی مین آپ کو اچھا دخل تھا۔ آپ لکھنؤ مین نخشبی جان طوائف پر دل و جان سے عاشق ہوگئے آپ اپنی غزلیات کے مقطع مین اُسکا نام بطریق التزام کے لاتے تھے۔

(۳) نواب مہدی علیخان بہادر لکھنوی خلف مرزا امام الدین بن شجاع الدولہ بہادر ہین آپ سعادت علیخان صاحب ناظر کے شاگردون مین ہین۔ آپکا دیوان قابل دید ہے۔

(۴) حکیم احمد حسن مرشد آبادی خلف مولوی فخر الزمان احمد ہین ۔ آپ کلکتہ مین رہتے تھے کبھی کبھی احسن کے علاوہ آپ احمد بھی اپنا تخلص کرتے تھے۔

(۵) ۔ میر حسن ولد سید غلام حسین صاحب ضاحک تخلص ہین ۔ آپ ضیاء الدین ضیا کے شاگرد رشید ہین آپ کا وجداد کا اصلی وطن ہرات ہے۔ آپکا مولود دہلی ہے۔ آغاز جوانی مین آپ فیض آباد کے نواب سردار جنگ ولد نواب سالار جنگ کے رفیقون مین داخل ہوے۔ شعر پُر مزہ و شور انگیز خوب کہتے تھے مثنوی بدر منیر آپکی یادگار ہے۔ آپنے سنہ ۱۲۰۱ ہجری مین رحلت کی شاعر شیرین زبان آپکی فوت کی تاریخ ہے۔

(۶) محمد حسن ولد شیخ کلن باشندۂ پالی۔

(۷) مولوی محمد حسن ولد مفتی محمد سالم باشندۂ سلہٹ شاگرد مست سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین فوت ہوے۔

(۸) منشی عطا حسین خان عرف حسن میان خلف سعادت حسین خان صاحب بلگرامی۔

(۹) سید محمد حسن ولد میر حسین لکھنوی شاگرد خواجہ وزیر صاحب دیوان ہین۔

(۱۰) - نواب میرزا حسن بہادر خلف الرشید آغا حیدر نیشاپوری مقیم لکھنؤ شاگرد محمد بخش شہید۔
(۱۱) احمد حسین ولد سعادت علی باشندہ قصبہ لوہان شاگرد رشک

میر حسن کی نظم ذیل میں درج کیجاتی ہے

(انتخاب از قصۂ گل بکاؤلی نثار)

ارے سنگدل تو نے یہ کیا کیا — کر انصاف اپنے ہی دل میں ذرا
مرا جسم گلرنگ ہو جائے سنگ — حنا کا ہو پھر تیرے ہاتھوں پہ رنگ
میں پتھر کی ہو کر رہوں یاں پڑی — کرے عیش تو غیر سے ہر گھڑی
مرا غنچۂ دل یہاں داغ کھائے — وہاں اور گل کو گلے تو لگائے
غضب ہے کہ معشوق غم سے چلے — شب و روز دست تاسف ملے
وہ عاشق تو ہو کر کے دھونی رمائیں — وہ ماتم نشیں ہو یہ شادی رچائیں
نہ لے نام چاہت کا اے بد گہر — پڑیں پتھر ایسی تری چاہ پر
اٹھے درد و غم کی مرے دلمیں ہوک — نہ کیوں کر کرے عیش تو حیف تاج الملوک
جو رنجش کی باتوں کو اُس نے سُنا — لگا بید سا کانپنے سر دُھنا
کہا ہے ترا کس طرف آج دھیان — خیال ایسا دل میں نہ لا میری جان
اگرچہ ہوں شہزادۂ نامدار — مگر ہوں ترا بندۂ جان نثار
بلاشبہہ ہوں مالکِ تخت و جاہ — پہ تیرا ہوں مملوک اے رشکِ ماہ
مرا گوشت اور پوست ہے سب ترا — ترے ہاتھ مدت سے میں بک چکا
یہ جلوہ نے دیوانہ مجکو کیا — کہ اپنے سے بیگانہ مجکو کیا
مرے دل کو جس دن سے بھائی ہے تو — اِن آنکھوں میں جب سے سمائی ہے تو
تبھی سے کوئی چیز بھاتی نہیں — نظر میں کوئی شے سماتی نہیں
ترے پاؤں سا منھ نہیں چاند کا — تصدق ہے تجھ پر سے یہ دل مرا

سوا تیرے پھر کس پہ اے دلربا — یہ عاشق ترا ہووے گا مبتلا
نہین اور تجھسی کوئی دوسری — پڑے آنکھ کس پر بھلا اب مری
نہ مجھسے کبھی ہو جیو بدگمان — مین عاشق بدل ہون ترا میرِ جان
یہ کیا دخل ہے حکم سے گر پھرون — جو فرماؤ فوراً کنوین مین گرون
تعلق نہین اور کے ساتھ ہے — مرا جینا مرنا ترے ہاتھ ہے
مگر کیا کرون سخت ناچار تھا — بڑی قید مین مین گرفتار تھا
مجھے خواہش کتخدائی نہ تھی — مگر بے کیے بھی رہائی نہ تھی
نہ کرتا جو اس کام کو مین بھلا — تو آکر تجھے کس طرح دیکھتا
مین اُس قید خانہ مین رہتا اُدھر — تو اس تنگدستی مین پڑتی اِدھر
بھونچتی نہ میری خبر تجھ تلک — نہ حالت ترے درد کی مجھ تلک
فقط اپنا ہی دیکھتا جو ضرر — تو کرتا نہ یہ بات اے سیمبر
مجھے اپنا جی ایسا پیارا نہ تھا — مگر تیرا نقصان گوارا نہ تھا
یقین تھا مرے دل کو اس بات کا — جیے گی نہ تو بھی جو مین مر گیا
اسی ڈر سے یہ امر مین نے کیا — مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا
پری نے یہ سُن کر غضب سے کہا — بھلا جھوٹ اتنا ہے کیون بولتا
کوئی بیاہ کرتا نہین جبر سے — حذر چاہیے ہے مرے صبر سے
وفا اور محبت تری دیکھ لی — یہ دو دنکی چاہت تری دیکھ لی
تجھے عیش و عشرت مبارک رہے — مجھے رنج و زحمت مبارک رہے
تجھے مجھسے اس حال مین کام کیا — بُرے وقت کا کون ہے جُز خدا
سُنا اس طرح کا جو اُسنے کلام — لیا اپنا دل دونون ہاتھونسے تھام
دمِ سرد بھر بھر کے رونے لگا — دل و جان کو ہاتھونسے کھونے لگا

پری نے جو دیکھا اُسے اشکبار — لگی آپ بھی رونے بے اختیار
یہ حالت بڑی دیر طاری رہی — کہ دونون طرف اشکباری رہی
پھر آخر کو وہ عاشقِ بیقرار — گرا اُس کے قدمون پہ بے اختیار
پری بھی تحمل نہ کچھ کر سکی — اُٹھا کر سر اُس کا گلے لگ گئی
کہ مین تجھسے جی مین نہین کچھ خفا — یہ شکوہ زبانی فقط تھا مرا
ہے منظور بس مجکو تیری خوشی — خفا ہونیوالی مین صدقے گئی
وہی مصلحت تھی جو تو نے کیا — مین عورت ہون آخر مری عقل کیا
ہوا تجھسے جو مجکو وہ سب قبول — نہو تو ذرا اپنے دل مین ملول
ہزارون ہین گلرو اگر تیرے پاس — تو ہے جان و دل سے مگر میرے پاس

داستان بینظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری مین (از میر حسن)

پلا ساقی اک جام مجکو شتاب — کہ پردے مین شب کے گیا آفتاب
شبِ ہجر کی پھر علامت ہوئی — غرض عاشقون پر قیامت ہوئی
گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشکِ حور — سبھون کو کہا تم رہو دور دور
اکیلی وہ رونے لگی زار زار — اُسی اپنے عالم مین بے اختیار
گرے چشم سے اُس کی اتنے گہر — کہ دُھویا اُسی آب سے مُنھ سحر
صبوحی تو دے ساقیِ لعل فام — کہ رو دھو کے مین رات کاٹی تمام
ہوا آفتابِ الم جو طلوع — اُداسی کا ہونے لگا دن شروع
ذرا آئنہ لے کے دیکھا جو رنگ — تو جون آئنہ رہ گئی وہ بھی دنگ
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار — کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
فلک کی طرف دیکھ اور شکر کر — لگی دل کو بہلانے ادھر اُدھر
زبان پر تو باتین ولے دل اُداس — پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس

نہ منھ کی خبر اور نہ تن کی خبر — نہ سر کی خبر ہے نہ بدن کی خبر
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہین — جو کرتی ہے میلی تو محرم نہین
جو مسی ہے دو دن کی تو ہے وہی — جو کنگھی نہین ہے تو یون ہی سہی
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے — غم آلودہ صبح طرب ناک ہے
نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام — نظر مین وہی تیرہ بختی کی شام
ولیکن یہ خوبون کا دیکھا سبھاؤ — کہ بگڑے سے دونا ہوا انکا بناؤ
نہین حسن کی اس طرح بھی کمی — جو بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی
غرض بے ادائی ہے ان کی ادا — بھلون کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا
جو ماتھے پہ چینِ جبین غم سے ہے — تو وہ بھی ہے اک موجِ دریائے مے
وہ آنکھین جو روئی ہین بس ٹوٹ پھوٹ — تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تپِ غم سے یون تمتماتے ہین گال — کہ جون رنگِ لالہ ہو وقتِ زوال
گریبان سینے پہ ہے جو کھلا — تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے — ویا آہ ہونٹو نپہ کچھ سرد ہے
ادا سے نہین یہ بھی عالم جدا — کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا

داستان بیقراری بدر منیر کی بنظیر کے فراق مین اور نجم النسا کے تسلی دینے مین

پلا ساقیا ساغر نے نظیر — پھنسی دامِ ہجران مین بدر منیر
وہ حسن و جوانی اور اُس پر یہ غم — ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
جہان بیٹھنا آہ کرنا اُسے — بہانا نزاکت پہ دھرنا اُسے
کبھی خون آنکھون سے رو ڈالنا — کسی کو کبھی دیکھ دھو ڈالنا
خواصون کو بالا بتانا اُسے — اکیلی درختون مین جانا اُسے
ولے اُن درختون مین جسمین وہ ماہ — سرِ شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ

سو وہ بھی پہرون سے لگا مٹنے تمام
اُسی چھاؤنین بیٹھ کرتی تھی شام

گیا اس طرح جب مہینہ گذر
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر

اور اُسکا اُدھر رنگ گھٹنے لگا
جگر خون ہو مژگان پہ بٹنے لگا

لگی رہنے تب جان بیتاب مین
لگا فرق آنے خور و خواب مین

محبت کا سودا سا ہونے لگا
جنون و تہم وحشت کا بونے لگا

سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ
لگی عقل اور عشق مین ہونے جنگ

خموشی اُٹھانے لگی دل مین شور
جتانے لگی ناتوانی بھی زور

یہ احوال دیکھ اُسکا دخت وزیر
لگی جلکے کہنے کہ بدر منیر

تو وہ ہے کہ سب تئین دے تو قف
کدھر دل گیا تیرا اے بیوقوف

مسافت کرتا ہے کوئی بھی بیت
مثل ہے کہ جوگی ہوے کس نے میت

ارے چار دن کے ہین یہ آشنا
ملا دل کو آخر کرین ہین جُدا

گہے آسمان گہ زمین کے ہین یہ
جہان بیٹھے جا بیس وہین کے ہین یہ

تو بھولی ہے کس بات پر اے بوا
خبر نے دوانی تجھے کیا ہوا

سُنو جانی اپنے پہ جو کہ مرے
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو پھر چاہیے اُسکی پروا نہو

وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے
عبث اُس پہ بیٹھی ہو تم جی دیے

تمھاری اُسے چاہ ہوتی اگر
تو اب تک وہ تمکو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اسکو بدر منیر
کہ سُنتی ہے اے میری دخت وزیر

کسی کی بدی تو نکر عیب ہے
کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہے

وہ اپنے دلونسے تو ہے نیکذات
ہوئی اُسپہ کیا جانے کیا واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ

مجھے رات دن اسکا رہتا ہے ڈر — پری نے سُنی ہو نہ یان کی خبر
نہ باندھا ہو اُسکو کسی شید مین — کیا ہو نہ اُسکے تئین قید مین
پری نے کہین طیش کھا لاف مین — دیا ہو نہ پھینک اُسکو کوہ قاف مین
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو — کسی دیو کے منھ مین ڈالا نہو
نہ ملنے کے دکھ اُسکے سب مین سہے — بھلا اپنے جی سے وہ جیتا ہے
یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی — گہر آنسوؤن کے پرونے لگی
گئی منڈ کڑی مار آخر کو لیٹ — چھپر کھٹ کے کونے مین منھ کو لپیٹ

تعریف سخن از میر حسن

پلا مجکو ساقی شراب سخن — کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
سخن کی مجھے فکر دن رات ہے — سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
سخن کے طلبگار ہین عقلمند — سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین فکر مردان کار — سخن نام اُن کا رکھے برقرار
سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام — جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہے — زبان قلم سے بڑائی رہے
کہان رستم و گیو و فرا سیاب — سخن سے رہی بات یہ نقل خواب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے — جواہر سدا مول لیتے رہے
سخن کا سدا گرم بازار ہے — سخن سنج اُسکا خریدار ہے
رہے جب تلک داستان سخن — الٰہی رہین قدردان سخن

لہ زمین میں ہر چیز کو قدردان کی ضرورت ہے لعل کو جوہری کی۔ گل کو بلبل کی شراب کو میکش کی سخن کو سخن شناس کی
لعل بے جوہری پتھر ہے و گل بے بلبل خس و خاشاک چمن۔ شراب بے میکش آب نجس و سخن بغیر سخن شناس کے تقریر لاطائل ہے۔
دعا ہے کہ گلزار سخن سخن سنج و سخن فہم قدردان کے ہاتھ مین جائے۔ کہ سخن کی قدر و منزلت معلوم ہو۔ المؤلف

حسام تخلص ۔ کے تین شاعر گزرے ہین جنکی مختصر کیفیت ذیل مین درج کیجاتی ہے ۔

(۱) ۔ نواب حسام الدولہ محمد نقی علیخان لکھنوی داماد جناب امجد علی شاہ بادشاہ لکھنؤ نواسہ غازی الدین حیدر شاگرد امان علی سحر صاحب دیوان ۔

(۲) چودھری حسام الدین ولد چودھری سعادت علی باشندہ سلیم پور پرگنہ گوشاہین گنج تولد لکھنؤ شاگرد کرامت علیخان متخلص بہ فرخ صاحب دیوان فارسی ریختہ گذرے ہین

(۳) ۔ مولوی حسام الحق ولد مولوی نظام الحق باشندہ لکھنؤ شاگرد مولوی محمد حسین صاحب متین تخلص ۔

مستزاد حسام

آن کیست کہ تقریر کند حال گدارا ۔ در حضرت شاہے
کز غلغل بلبل چہ خبر بادِ صبارا ۔ جز نالہ و آہے
ہر چند نیم لایق درگاہ سلاطین ۔ نومید نیم نیز
شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا ۔ گاہے بنگاہے
بر خرمنِ گل مارسیہ خفتہ کدام است ۔ یعنی کہ دو زلفش
چین ست کہ ہمخوابہ بود ترک خطارا ۔ ہندوے سیاہے
تا چاہ زنخدان تو شدہ مسکن دلہا ۔ اے یوسف ثانی
صد یوسف گم گشتہ فرو نست شمارا ۔ در ہر تگ و چاہے
اندام تو در بندِ قبا شرط نباشد ۔ الّا کہ بدو زند
از لالۂ سیراب بقدِّ تو قبارا ۔ در غنچہ کلاہے

بر شعرِ من حسن تو کز سینہ نخوانند ۔ از ابن حسام ست
بر معجزِ عیسیٰ نبود دستِ قضارا ۔ حاجت بگواہے

حاجی منشی وزیر الدین صاحب۔ جونپوری ایام شباب مین انتقال کیا۔

غزل حاجی

تم خفا ہو مجھسے تو مین بھی علی ہذا القیاس
آپکی خو ہے وہی میری علی ہذا القیاس

تم جو کہتے ہو کہ تجھسے کچھ غرض مجکو نہین
ہمکو کب پروا ہے اب تیری علی ہذا القیاس

کون تو میرا مین تیرا کون جو تم کہتے ہو
کچھ مرے دلمین بھی اب سوجھی علی ہذا القیاس

کوئی امید وفا پر مت لگاؤ اُس سے دل
ہوگئی اک مجھسے نادانی علی ہذا القیاس

بیٹھتے ہین جسطرح نزدیک تیرے آکے غیر
ہو کاسے پاس بھی کوئی علی ہذا القیاس

کیجے بدنام مجکو خوب لیکن میرے ساتھ
ہوگی صاحب کی بھی سوائی علی ہذا القیاس

پوچھتے کیا ہو کہ اس حاجی نے دلکو سبطرح
کھو دیا تھا جان بھی کھوئی علی ہذا القیاس

مستزاد حسین

سوتا ہے گلے لگ کے وہ جب یار پلنگ پر۔ کیا ناز و ادا سے ہے
آتی ہے لپٹ پھولون کی مہکار پلنگ پر۔ اُس بند قبا سے ہے
سُرخ جو پوشاک تو اس گورے بدن پر۔ سجتی ہے سجا وٹ
رکھتا ہے عجب طرح کا گلزار پلنگ پر۔ آنچل کی جلا سے ہے
ساقی مین ترے صدقے ذرا جام کو بھر دے۔ جو شوق خدا ہو
چو ساتھ رہون یار کے سرشار پلنگ پر۔ سرمست نشا سے ہے
آرزو دل کی جو وہ آغوش مین آوے۔ خواہش ہے مری یہ
سو جاوے تو ہو جاؤن مین نثار پلنگ پر مینت یہ خدا سے

رنگینی ترے شعر کی سُن سُن کے حسین اب
تو خوش ہے اور پاس ہو دلدار پلنگ پر۔ ہر روز رضا سے

حمید تخلص۔ جناب سید باقر مرزا صاحب لکھنوی۔ آپکا مولد خاص لکھنؤ ہے۔ آپ حضرت میر تعشق مرحوم کے سگے بھتیجے ہین اور میر صاحب ہی مذکور مغفور سے آپ تلمذ فرماتے ہین۔ آپ جناب پیارے صاحب رشید کے منجھلے بھائی ہین۔ آپکا کلام عاشقانہ ہوتا ہے وہو ہذا۔

غزل

کوئی تمھارے سوا جان لیگا کیا میری
مین مرونگا ن ہون کہ حافظ ہے خود قضا میری

تری جفا کے مقابل ہوئی وفا میری
بہانہ ہوگیا یہ آئی تھی قضا میری

سبب سے دل کے سُنی اُسنے التجا میری
قبول واسطے سے ہوگئی دُعا میری

حضور سُنیے گلے مل کے التجا میری
ہے آج عید کا دن لیجیے دُعا میری

جو حُسن و عشق مین ہے فرق بس تو اتنا ہے
جفا تمھاری ہے مشہور اور وفا میری

صفِ نعال مین کیا شاد شاد بیٹھا ہون
یہ ہے گمان کہ ہے اُسکے دل مین جا میری

یہ سوچکر وہ کبھی دو قدم نہین چلتے
لگا نہ لے کوئی آنکھون مے خاک پا میری

وہ مست چال وہ چلتا ہے جس سے ملتے ہین دل
ابھی جو کہیے تو کہدے یہ ہے ادا میری

بتاتے ہین وہ نشان یہ قیامت آنیکا
شریکِ ناز کے ہوجائے گی ادا میری

مین چاہتا ہون کہون یون تمام حالتِ دل
سُنے کوئی نہ تمھارے سوا صدا میری

بڑھا وقارِ گنہگارِ عشق روزِ جزا
کہ باز پرس سبھونسے ہوئی جدا میری

اُٹھے ہین جب سے وہ آرام کرکے غصہ ہے
کہ مجھسے رات کو لپٹی تھی کیون قبا میری

بڑا غضب ہوا دفعتہً ہوا پلٹی
ہوگئی تھی لبِ بام تک صدا میری

تمھارے بزم مین سب سنس رہے ہین روتی ہے شمع
یہ ہے خیال کہ ہے صبح تک بقا میری

تمھاری تیغ کے رومال کا اشارہ ہے
چراغِ جان کو بجھا دیتی ہے ہوا میری

وہ مجھسے عید کے دن بھی گلے نہین ملتے
یہ عذر ہے کہ بہت تنگ ہے قبا میری

ہزار حیف تعشق نہین اجل ہے قریب
حمید کرتے وہ اچھی طرح دوا میری

سلہ مراد از سید حسین میرزا متخلص بہ تعشق ۱۲

حزین تخلص کے سات شخص ہوے۔

ایک ابوالخیر دہلوی۔

دوسرے۔ مرزا حسینہ بخت بہادر۔

تیسرے۔ میر علی حسین شاگرد آتش۔

چوتھے۔ میر بہادر علی دہلوی ملازم مرزا ولی عہد بہادر دہلی شاگرد زین العابدین خان عارف و اسداللہ خان غالب۔

پانچوین۔ محمد علیخان ولد زین العابدین خان۔

چھٹے۔ مرزا محمد باقر دہلوی مقیم عظیم آباد شاگرد حضرت مرزا مظہر جان جانان صاحب دیوان ہوے ہین۔

ساتوین شیخ محمد علی اصفہانی۔ آپ سنہ ۱۱۳۰ھ مین پیدا ہوے تھے اور سنہ ۱۱۸۰ھ مین انتقال کیا

غزل

زندگی در جمع ساماں رفت حیف
صبح در خواب پریشاں رفت حیف

دانۂ اشکے نیفشاندیم ما
عمر چون سیل بہاراں رفت حیف

نور جان در ظلمت آباد بدن
چون چراغ زیر دامان رفت حیف

از بیابان رفت تا مجنون ما
نوخی از چشم غزالان رفت حیف

دل بامیدی درین وحشت سرا
از پی آہو نگاہان رفت حیف

بوی عشق از جیب مجنون برنخاست
این سفال کہنہ ریحان رفت حیف

شیشہ ہا شد از مے روشن ہنی
نور چشم مے پرستان رفت حیف

نالۂ عاشق نے آید بگوش
از چمن مرغ خوش الحان رفت حیف

اول شب دل گدازد دل حزین
شمع بزم ما بپایان رفت حیف

حفیظ تخلص کے تین شخص گذرے ہین۔

ایک حافظ محمد حفیظ مرثیہ گو دہلوی ہین۔ یہ بزرگ قدرت اللہ خان قاسم کے شاگرد رشید ہین۔ انکے مرثیہ مین بخلاف دیگر مرثیہ گویونکے روایت وضعی اور کاذبہ نہین ہوتی ہین۔

دوسرے۔ حفیظ اللہ خان سانڈوی ہین۔ انکے باپ کا نام محمد باز خان ہے۔ یہ سانڈی ضلع ہردوئی کے رہنے والے ہین۔ یہ ۱۲۵۶ھ مین بعہدۂ افسر مدرسی دار السرور مدرسۂ موضع بناپور پرگنہ بانگر تھانہ بگھولی اسٹیشن ضلع ہردوئی ملک اودھ مین مامور تھے۔ اور منشی شنکر پرشاد صاحب صبح بلگرامی شاگرد رشید حضرت قدر بلگرامی سے تلمذ فرماتے ہین۔ انکو شعر شاعری کا طالب علمی سے شوق تھا اکثر غزلین انکی مقبول عام ہین۔ یہ مقطع مین حفیظ اللہ یا حفیظ اللہ خان پورا نام لکھا کرتے تھے۔ ہندی ٹھمری وغیرہ بھی کہتے تھے چنانچہ ایک غزل ہم انکی ذیل مین لکھتے ہین

تیسرے حفیظ جونپوری افسوس ہے کہ ان حضرت کے کلام اور حالات نہ ملے ذیل مین ہم انکی غزل سے صرف تین شعر انتخاب کرکے لکھتے ہین۔ آپکو حضرت آسیر مینائی سے تلمذ حاصل ہے

غزل حفیظ اللہ خان

خوشی سے کاٹ لے ظالم گردن — کہ حاضر روبرو ہے یار گردن
جو عاشق ہین نہین مرنے سے ڈرتے — کٹاتے ہین سر بازار گردن
تم اپنے زلف کی پھانسی بناؤ — جھکاتا ہون ابھی سو بار گردن
اسیر دام اُلفت کی مریجان — نہین چھٹنے کی ہے زنہار گردن
مرے معشوق کے دو ہی تو ہین — کمر پتلی صراحی دار گردن

حفیظ اللہ گر ہے عشق صادق
تو سرکانا نہ تم زنہار گردن

یہ سچ کہا ہے زمانے کو اعتدال نہین — کہ ایک حال پہ رہتا کسی کا حال نہین
وہان سکوت بھی اک شان لنترانی ہے — یہان یہ رعب کہ کھلتا لب سوال نہین
حفیظ کہتی ہے کچھ اور مجھسے وسعت فکر — زمین شعر مین گنجایش خیال نہین

حقیر تخلص ۔ کے دو شخص ہوے ۔ اُن مین سے ایک تو میر ممن ولد سلطان علی دارو غہ ہین اور ۔

دوسرے منشی نبی بخش صاحب حقیر اکبر آبادی ہین یہ بزرگ عدالت فوجداری ضلع کول کے سررشتہ دار تھے ان کے والد کا نام منشی حسین بخش تھا ۔ ان کو فارسی مین اچھا دخل تھا انکا کلام ذیل مین درج کیا جاتا ہے ۔

غزل حقیر

بتا دین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے
اسے ہم سانپ سمجھے اور اسے من سانپ کا سمجھے

یہ کیا تشبیہ ہیہو دے ہے کیون مودی نسبت دین
سمن عارض کو اور کاکل کو سنبل کی جٹا سمجھے

نباتات زمین سے اُنکو کیا نسبت معاذ اللہ
ہما عارض کو اور کاکل کو ہم لال ہما سمجھے

غلط ہی ہو گئی تشبیہ یہ بھی ایک طائر سے
اسے برق اور اسے ساون کی ہم کالی گھٹا سمجھے

گھٹا اور برق کیا ہے کیون گھٹا کر اُنسے نسبت دین
اسے ظلمات اُس کو چشمۂ آب بقا سمجھے

جو کہتے یہ بھی اک مخصوص تھی خضر و سکندر کی
ید بیضا اسے اور اُس کو موسیٰ کا عصا سمجھے

جو اس تشبیہ سے بھی داغ ان دونون پہ آتا ہے
اسے قندیل کعبہ اُس کو کعبہ کی ردا سمجھے

جو یہ تشبیہ پسند خاطر والا نہ ہو تو پھر
اُسے وقت نماز صبح اور اس کو عشا سمجھے

حقیر ان ساری تشبیہون کو رد کر کے یہ کہتا ہے
سوید اسکو سمجھے اور اُسے نور خدا سمجھے

لہ ۔ یہ غزل "صنعت تشبیہ" مین ہے اور چونکہ عارض و کاکل ہی کی پوری غزل تشبیہات ہے اسوجہ سے "صنعت تضاد" بھی کہہ سکتے ہین اور بعض گلدستون مین یہ غزل ظفر کے نام سے لکھی ہے ۱۲

لہ ۔ اس مصرعہ مین خالی سوید اکے لفظ کا نور خدا کے ساتھ کچھ تقابل نہین ہے اور نہ کاکل کی پوری تشبیہ ہے شاید یہ مصرع یون ہو
"سواد کفر اسکو اور اُسے نور خدا سمجھے"

حافظ تخلص۔ کے ہندوستان مین تین بزرگ گذرے ہین۔
ایک حافظ ضامن شاہ رامپوری شاگرد حضرت راقت ہین۔
دوسرے حافظ محمد اشرف دہلوی ہین انکو موسیقی مین خوب دخل تھا۔
تیسرے۔ حافظ عبداللہ ملیح آبادی ہین۔ حافظ تخلص کی غزلین ذیل مین درج ہین۔

غزل حافظ

ہمنے در پردہ تجھے ماہ جبین دیکھ لیا
اب نہ کر پردہ کہ اوپر دہ نشین دیکھ لیا

ہر نظر باز و نسے تو چھپ نہ سکا جان جہان
تو جہان جا کے چھپا ہمنے وہین دیکھ لیا

نام مشہور ترا کون و مکان مین پایا
لامکان کا تجھے کہتے ہین مکین دیکھ لیا

تیرے دیدار کی تھی ہمکو تمنا سو تجھے
لوگ دیکھین گے وہان ہمنے یہین دیکھ لیا

عشق پہونچا ہے جہان عقل نہ پہونچی وہان
زیر سدرہ ہی رہا روح امین دیکھ لیا

تجھ سوا دل مین جو ہے وہم و گمان ہے شک
اب تو انصاف سے کہہ ہان کہ نہین دیکھ لیا

رہنما ہو ہی گیا اپنا جمال سبحانان
یاد وہ آگیا جو روے حسین دیکھ لیا

تو ہے وہ نور مصطفا کہ نہین تیرا مثال
گہ زمین گاہ سر عرش برین دیکھ لیا

سن کے حق بینی کا مضمون غزل مین میری
اہل تحقیق کہین گے کہ کہین دیکھ لیا

اُس سے پوچھے کوئی توحید کے مضمون حافظ
جس نے احمد کو احد کے ہے قرین دیکھ لیا

دوہا و غزل حافظ (ہندی)

رہا کردے مجھے صیاد اب فصل بہاری ہے
اڑنے
قفس مین کب تلک تڑپون نہایت بیقراری ہے

برہ بدگ تن من دہی کل نہ پڑے دن رین
حافظ کا ہو کے کہون لاگین ہاے نہ نین

نہین رحمی بچا اسکا یہ وہ مٹھی کٹاری ہے

پریت ریت تم اگلی سبھی دیے بسرائے | ایسی کو ڈکرت ہے جیسی تم کی ہائے
نہین معلوم کیا ہم سے ہوئی تقصیر بھاری ہے

پریتم پریت لگائے کے کہان گئے پردیس | برہ روگ بس ہوے یان جیا جوٹ بھیے کیس
ترس آتا ہے دیکھے سے کہ جو حالت ہماری ہے

پریت کرے سے ناتھی کا نون دھرو سب نام | حافظ واہی گت بھئی مایا ملی نہ رام
بجاے اشک آنکھو سے یہان اب خون جاری ہے

حافظ ج کل کان سب تم سن کینھی پریت | تم نرموہی نٹھر ہوے کرن لگے اپریت
اسی کا نام الفت ہے یہی کیا شرط یاری ہے

کرجن ہٹ کی ناسنی دہاے کری ہم پریت | سوے اب سب لکھ پرے دین لگے دکھ میت
نہین تقصیر کچھ اتلی یہ سب قسمت ہماری ہے

ارے پپیہا نہ دے بول نہ آدھی رات | برہ آگ تن من دہے جر وجاے سب گات
تری آواز یہ پیو کی ہمین لگتی کٹاری ہے

پیارے تھری سدھ ہمین ایک گھڑی نہ لیر مین | پلپھ پلپھ جیا جاے اب لگے نہین چت چین
نہین معلوم کیا ہونی یہ اب حالت ہماری ہے

ہم بیاکل تڑپین یہان وہان کر دم چین | اے پیارے من موہنا پریت یہ نہین
نہ یہ طرفہ محبت ہے نہ کوئی شرط یاری ہے

حافظ لاگی ناچھٹے کرے کوٹ اپاے | کر جن اردو سب کا نون گھر جو چاہے سمجھاے
نہین معلوم اے حافظ یہ کیسا قہر باری ہے

نوٹ ۔ حافظ تخلص مین

"اب نکر پردہ کر اوپر دہ نشین دیکھ لیا

کی غزل جو ۱۵۳ صفحہ پر حافظا کے نام سے لکھ آئے ہین کہین کہین ساقی کے نام سے بھی سنی گئی ہے۔ مؤلف۔

خسرو تخلص ۔ امیر خسرو۔ آپکے والد ماجد سیف الدین ترکستان کے ایک نامی گرامی امیر تھے جب اُسطرف چنگیز خانی جھنڈا بلند ہوا۔ آپ ہندوستان مین تشریف لائے۔ سلطان محمد تغلق نے جو اُسوقت ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ آپکی بہت قدر و منزلت کی۔ آپ کافرونکے فساد مین شہید ہوے۔ اور آپکی جگہ پر آپ کے صاحبزادے امیر خسرو قائم مقام ہوے۔ آخر عمر مین انکو معرفت الٰہی کا ولولہ ہوا۔ دنیا اور مافیہا کو چھوڑ کر حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ کے مُرید ہوے فقر مین بھی ایسا درجہ حاصل تھا۔ کہ خود آپ کے مرشد برحق فرماتے تھے کہ قیامت کے روز مین اس ترک کی بدولت بخشا جاؤنگا۔ جب ہندوستان مین حضرت شرف الدین مصلح سعدی صاحب تشریف لائے دہلی مین آکر آپسے ملے۔ عرصہ تک باہم شعر و فقر کا چرچا گرم رہا۔ آپ کی تصنیفات مثنوی خمسہ و دیوان۔ غزلیات۔ بیس چار ہزار شعر ہین ۷۲۵ھ ہجری مین عالم فانی کو روانہ ہوے اور اپنے مرشد کے پہلو مین دفن ہوے۔ مثنوی شیرین خسرو۔ لیلی و مجنون آپ کی تصنیف سے ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن امیر خسرو کا کسی کوچہ مین گذر ہوا۔ دھنیا ایک دوکان مین روئی دُھنک رہا تھا کسی نے کہا کہ جس دُھنیے کو دیکھو ایک ہی انداز پر روئی دُھنکتا ہے سب ایک ہی اُستاد کے شاگرد ہین لوئی بولا کہ قدرتی اُستاد نے سب کو ایک ہی انداز پر سکھایا ہے آپنے کہا کہ سکھایا ہے اور ایک حرکت مین بھی تال کو ہاتھ سے نہین جانے دیا۔ کوئی بولا کہ لفظو نمین کیونکر لائین آپنے فرمایا کہ

دریٔ جانان جان ہم رفت جان ہم رفت جان ہم رفت۔ رفت رفت جان ہم رفت
اینہم رفت و آنہم رفت آنہم رفت آنہم رفت اینہم آنہم اینہم آنہم آنہم رفت
رفتن رفتن رفتن دہ دہ دہ رفتن دہ رف رف رفتن دہ رفتن دہ

اور خسرو مرزا محمد کیخسرو عرف مرزا احمد خان ولد مرزا محمد خرم بخت کا بھی تخلص ہے۔ یہ شاہ غلام قادر کے مرید تھے۔

امیر خسرو کا کلام (دیکھو صو ۱۵۶)

غزل امیر خسرو

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

ماغریبانرا تماشای چمن در کار نیست
داغہای سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

از سرِ بالینِ من برخیز ای ناداں طبیب
دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

شاد باش ای دل کہ فردا بر سرِ بازارِ حشر
وعدۂ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

ناخدای کشتی ما گر نباشد گو مباش
ما خدا داریم ما را ناخدا در کار نیست

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آری آری میکنم با خلق و عالم کار نیست

ولہ

جان ز تن بردی و در جانی ہنوز
درد ہا دادی و در مانی ہنوز

اشکبارا سینہ را بشگافتے
ہمچنان در سینہ پنہانی ہنوز

ملکِ دل کردی خراب از تیغِ ناز
کاندرین ویرانہ سلطانی ہنوز

بازگریہ چون نمک بگداختیم
تو بخندہ شکر افشانی ہنوز

جور کردی سالہا بر کافران
بہر رحمت با مسلمانی ہنوز

ہر دو عالم قیمتِ خود گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پیروی شاہد پرستی ہم خوش است
خسروا تا کے پریشانی ہنوز

ولہ

زحال مسکین مکن تغافل دراے نینان بنائے تیاں
کہ تابِ ہجراں ندارم اے جاں نہ کیہو کاہے لگائے چھتیاں

چو شمع سوزان چو ذرہ حیران ہمیشہ گریان بعشق آن مہ
نہ نیند نینان نہ انگ چینان نہ آپ آوین نہ بھیجین بتیان

شبان ہجران دراز چون لف و روز وصلش چو عمر کوتہ
سکھی پیارو جو مین نہ دیکھون تو کیسے کاٹون اندھیری رتیان

یکایک از دل دو چشم جادو بصد فریبم ببرد تسکین
کسے پڑی ہے جو جا سناوے پیارے پیو کو ہماری بتیان

بحق روز وصال دلبر کہ داد مارا فریب خسرو
لو بھا رکھون تو سن اے ساجن جو کہنے پاؤن تو بول بتیان

وله

ہر شب منم فتادہ بگرد سرائے تو
ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

جانان باین شکستہ دلی بیوفا مشو
عمرے گذشت تا شدہ ام آشنائے تو

روزے کہ ذرہ ذرہ شود آسخوانِ من
باشد ہمیشہ شیفتہ دل در ہوائے تو

یکدم شبِ وصال میسر نہ شد مرا
اے وائے بر کسی کہ شود مبتلائے تو

بر حال زار ما نظرے کن ز راہ لطف
تو بادشاہِ حسن و خسرو گدائے تو

وله

اے چہرہ زیبائے تو رشکِ بتان آزری
ہر چند وصفت میکنم در حسن زان زیباتری

تو از پری چا بکتری وز برگِ گل نازکتری
ور ہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوبتر
من این ندانم تو ملک فرزند آدم یا پری

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

عالم ہمہ یغمائے تو خلق خدا شیدائے تو
وے نرگسِ رعنائے تو آوردہ رسم کافری

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوی غریبان بنگری

خوشتر تخلص - منشی جگناتھ پرشاد صاحب - آپکی تصنیف کردہ رامائن اُردو مین نہایت لاجواب اور مقبول عام ہے چنانچہ ہم اُسکا انتخاب درج کرتے ہین -

اجودھیا کانڈ

راجہ دسرتھ کا راجہ رامچندر جی کے واسطے خلافت اودھ تجویز فرمانا اور بوجہ ثیہ ادونی رانی کیکی کے بن باس ہونا راجہ رامچندر کا

مشعبدے عجب یہ پیر کردن — کہ ہردم اسکی ہے صورت دگرگون
جفا پیشہ ستمگر فتنہ خو ہے — برائے رنج ہر کس حیلہ جو ہے
اگرچہ پیر ہے لیکن ہے نے پیر — ہمیشہ منقلب ہے اسکی تدبیر
کسی کا خویش نہین آتا ہے عیش — برائے جنگ پھرتا ہے لئے جیش
ہر اک کے عشق مین ہے رخنہ انداز — میان ہر شہر ہے فتنہ پرداز
سدا اس سنگدل کا ہے یہ شیوہ — کہ پتھر مارتا ہے دیکے میوہ
یہ وہ زنبور ہے چرخ ستم کیش — کہ پہلے نوش دے پیچھے جڑے نیش
کرون اب تمکو اس مضمون سے آگاہ — کہ جب سے رام وسیتا کا ہوا بیاہ
بشاشت تھی اودھ مین روز افزون — خوشی تھی چار سو ے ربع مسکون
سرور و عیش و راحت دمبدم تھا — اودھ مین تھی خوشی گردو نکو غم تھا
کف افسوس ملتا تھا ستمگر — برائے تفرقہ تھا حیلہ پرور
قضارا ایک دن وہ پاگیا گھات — بگاڑی یکدم مین سب بنی بات
خوشی سے رام وسیتا یعنی اکروز — مکان پاک مین تھے رونق افروز

لہ ۱۲ ل ۱۲ کا ل یعنی شعبدہ باز زمانہ کا

پئے دیدار روے رآم و سیتا — قدم رنجہ کیا نارد نے اُس جا
سرودِ عیش کا لب پر ترانہ — میانِ عاشقان حقِ یگانہ
جو دیکھا رآم نے نارد من آئے — سراپا اُٹھ کے با تعظیم لائے
پرستش کی قدم دھوئے ہوے شاد — بزرگی اُسکو بخشی حد سے ایزاد
مدارات سے بہت پیش آئے جب رام — کہا نارد نے تب برہما کا پیغام
تسلی کی کیا نارد کو رخصت — لگے سیتا سے کہنے خود بدولت
کہ ہے ایفاے وعدہ مجکو منظور — کرون دیوانِ بد کو دہر سے دور
نہ کیونکر ہو وہان ہنگامہ برپا — گذر نارد کا ہو ناگاہ جس جا
جہان ہو تفرقہ بیٹھے بٹھائے — یہ ہے ضرب المثل نارد من آئے
شہنشاہ اودھ تھا یعنی اکروز — سریر زرفشان پر رونق افروز
مرصع سر پہ زیبا تاج زرین — عیان چہرے سے نورِ ماہ پروین
پئے آرایش تاجِ زرافشان — کیا آئینہ پیش روے تابان
نگاہ شہ پڑی کاکل پہ اکبار — سفید آئے نظر بال اُسمین دو چار
خزان دیکھی بہار زندگی مین — امان دیکھی خدا کی بندگی مین
نظر موے سفید آئے جو شہ کو — زوالِ شب ہوا معلوم مہ کو
کہا دل مین کہ آیا دور پیری — نہین زیبا ہے اب تاج امیری
مناسب ہے کہ اپنے روبرو اب — یہ تاج و تخت بخشون رآم کو سب
کرین رآم اب اودھ مین بادشاہی — کرون صحرا مین یاد آلہی
غرض یہ مشورہ ٹھہرا کے ناگاہ — حضورِ پیرِ دانا دل گیا شاہ
بجا لایا قدمبوسی کے آداب — دلِ مرشد کیا خدمت سے شاداب
کیا درپیش اپنا مقصدِ دل — بہت شادان ہوا درویشِ کامل

کہا شہ سے یہ اُس نے شاد ہو کر
کہ ہے تجویز شاہنشاہ بہتر

زہے طالع زہے ساعت ہے نخجت
کہ جبدم رام بیٹھین برسرِ تخت

کیا جب پیر دانا نے یہ ارشاد
ہوا شاہنشہِ آفاق دل شاد

بشتِ نامور کو لیکے ہمراہ
سوئے دولت سرا آیا شہنشاہ

سومنت خانسامان کو بُلایا
اُسے مرکوزِ باطن سب جتایا

غرض سُن کر شہِ عالم کا ارشاد
سومنت نامور نے بادلِ شاد

مہیا سب کیا سامان شاہی
کیا آراستہ ایوانِ شاہی

کہا جو کچھ بشتِ نامور نے
کیا حاضر وزیرِ پُر ہنر نے

ہراک دریا کے آبِ پاک آئے
گُل و برگِ درختان سب منگائے

کیا اسبابِ عشرت جملہ حاضر
ہوے ارباب فرحت جملہ حاضر

ہوئی ظاہر اودھ مین جب خبر یہ
ہوے دلشاد و خرم سب کہ و مہ

امیرانِ جہان از خاص تا عام
سب آئے سُن کے حال شقہ رام

حریم بادشاہی مین ہوئی دھوم
ہوئی خوش بانوے فرخندہ مقسوم

ہوئی چشمِ فلک پُر خون حسد سے
نہ باز آیا وہ اپنے فعلِ بد سے

خوشی کا تھا جہان سامان سارا
کیا کچھ غیب سے اور آشکارا

اودھ مین دیکھکر شادی کا سامان
ہوا خیلِ ملائک دل مین حیران

بصد منت بلایا پُرستی کو
کہا حال اودھ سب اُس سے رو برو

کہ اے نطقِ زبانِ ہر کہ و مہ
دلِ روشن پہ تیرے ہے عیان یہ

کہ بہرِ کشتنِ دیوانِ اظلم
لیا ہے رام نے اوتارِ آدم

کرین دنیا مین گر وہ بادشاہی
پڑے خیلِ ملائک مین تباہی

قوی ہون دیو جن شاہِ فلک پر
شہِ جن مسند آرا ہو فلک پر

نہین زیبا کوئی تیرے سوا ہے — فقط تیرا ہمین اب آسرا ہے
کچھ ایسی ہووے قدرت آشکارا — خلافت رام کو ہو ناگوارا
ادھر سے آج صحرا کو روان ہو — ترا احسان ہو ہم کو امان ہو
سُنا جب شاردا نے یہ فسانہ — ہوئی سوے ادھ پیدل روانہ
ہوئی جاکر وہان پر حیلہ انگیز — بپایا کوئی دشمن اُس جگہ تیز
کنیز اک کیکئی کی منتھرا نام — زبس تھی عقل و دانش سے وہ ناکام
کیا نطق زبان کو اُس کی اغوا — وہ نکلی شہر مین بہر تماشا
جو دیکھا یہ ادھ مین جلوۂ عیش — حضور کیکئی آئی بصد طیش
سراپا تن مین روشن آتش خشم — روان مانند دریا چشمۂ چشم
کہا یون کیکئی سے باغم و آہ — کہ کیا غافل تو ہے اے بانوے شاہ
بھرت کو شاہ نے گھر سے کیا دور — خلافت ہے بنام رام منظور
محبت پر ہے نازان شہ کی ناحق — یہ تیرا ہے خیال خام مطلق
بظاہر تجھپہ عاشق ہے شہنشاہ — ولے باطن مین کونسلا کی ہے چاہ
یہ کونسلا کا ہے سب مکر اور فن — کہ بیشک سوت کی ہے سوت دشمن
خلافت کا اگر ہو رام کو تاج — ترا فرزند ہووے روٹی کو محتاج
یہ سُن کر کیکئی بولی غضبناک — کہ کیا کہتی ہے تو اے شوخ بیباک
اگر ہو رام کو تاج و خلافت — بھرت کو ہے زہے فخر و سعادت
مرے دل کے برآئین سب مطالب — بھرت اور رام ہین یکجان دو قالب
نہو اُنمین کبھی ہرگز جدائی — اگر ہو یک طرف ساری خدائی
تو ہے بد باطن و بد کار و بد ذات — غضب تو نے نکالی مُنھ سے یہ بات
کہا پھر منتھرا نے با صفائی — بھلائی مین ہوئی حاصل بُرائی

کوئی ہو بادشہ کیا مجکو مطلب — نہین لونڈی سے بی بی ہونگی مین آپ
ولے ہون مین کنیز بانوے شاہ — کیا راہ نمکخواری سے آگاہ
کہا مین نے برا و خیر خواہی — مبارک رام کو ہو بادشاہی
نہین خواہش مجھے کچھ سیم وزر کی — خطا کی مین نے گر تم کو خبر کی
مجھے مطلب نہین ہے کچھ کسی سے — خوشی اپنی ہے مالک کی خوشی سے
ولے کیا کیجیے اس دل کا چارا — بُرائی ہے تمھاری ناگوارا
زمانے مین یہ روشن ہے سبھو نیر — کہ دشمن ہو برادر کا برادر
خصوصاً جبکہ ہووے بادشاہی — مقرر ہو برادر پر تباہی
زبان حرب سے جب کی یہ تقریر — ہوئی تب کیکئی بیزار و دلگیر
نہ ہو دلگیر تب بولی وہ نادان — کہ ہے تدبیر اس مشکل کی آسان
کیے ہین شہ نے جو دو عہد محکم — لہو تم شہ سے اس شب شاد و خرم
سحر گہ رام ہون صحرا کو راہی — بھرت کو دیجیے دیہیم شاہی
کیا یون کیکئی کو جبکہ اغوا — ہوا برگشتہ دل پھر کیکئی کا
عروسی پیرہن تن سے کیا چاک — ہوئی آشفتہ غلطان بر سر خاک
کیے غم سے پریشان مشکبو بال — بچھایا مکر و فن کا خاک پر جال
بوقت شب ہوا شاہ نکو روز — محل مین کیکئی کے رونق افروز
پریشان حال دیکھا کیکئی کا — ہوا دلگیر شاہ عالم آرا
یہ اُسکے عشق مین دیوانہ تھا شاہ — کہ تھی وہ شمع و پروانہ تھا شاہ
نہ تھی بیتابی معشوق منظور — نکرتا تھا کبھی نزدیک سے دور
جو فرش گل پہ کرتی تھی سد اغواب — اُسے دیکھا زمین پر در تپ و تاب
ہوا آشفتہ خاطر دیکھ کر شاہ — سر بالین پروین پر گیا ماہ

کہا اے جانِ شاہِ عالم آرا — ہوا کیا رنج دل پر آشکارا
ہوا پیدا جہان مین کون سرکش — ستایا کس نے تجکو اے پری وش
خلافت سے کرون کس شہ کو اخراج — کرون کس بے نوا کو صاحبِ تاج
زردے شکر بولی کیکئی تب — کیا تم نے مرا کہنا سدا سب
کیے تھے پیشتر دو مجھسے اقرار — کیے کتنے وفا تبتک نہ زنہار
نہین ہے آپ سے کچھ مجکو امید — نہین کھلتا ہے مجھپر آپ کا بھید
کہا دسرتھ نے اے جانِ شہنشاہ — کرو مطلب سے اپنے مجکو آگاہ
بجا لاؤن اُسے بالرأس والعین — دلِ بیتاب کو بخشو ذرا چین
قسم ہے رام کی گر جان مانگو — تو حاضر ہے نہین افسوس مجکو
یہ سُن کر کیکئی بادیدۂ تر — ہوئی حاضر حضورِ شاہ اُٹھکر
کہا ہین شاہ سے دو مجکو مطلب — وفاے عہد ہے شاہون کو انسب
بھرت کو سلطنت کا دیجیے کام — بیابا نمین رہین چودہ برس رام
یہ سُن کر ہو گیا بیہوش دسرت — گرا سر سے زمین پر تاجِ دولت
ہوا چہرہ غم واندوہ سے زرد — کہا یون کیکئی سے بادِ سرد
بھرت کو تاج دون اے راحتِ دل — جدائی رام کی لیکن ہے مشکل
نہین قابل سفر کے ہین ابھی رام — قیامت تک رہے گا بد ترا نام
مناسب ہے کہ اس سے درگذر ہو — غضب ہے گر جدا لختِ جگر ہو
کہا اُس نے کہ اے شاہِ زمانہ — نہین شاہون کو زیبا ہے بہانہ
نہین ہے جھوٹ شاہو کو سزاوار — نہین اقرار مین واجب ہے انکار
بھرت سے آپکو کیا دشمنی ہے — جو اُلفت رام کی دل پر ٹھنی ہے
وہ بولی تلخ یون شہ سے ستمگر — نمک چھڑکا لبِ زخمِ جگر پر

ل بعض نسخون مین گفتے کلہ ۱۲

کیا ہر چند دسرت نے بہاتا — پلیکن کیکئی نے کچھ نہ مانا
ہوا غلطان زمین پر شاہ خاموش — رہا مطلق نہ تاج و تخت کا ہوش
دلِ مردان ہے ٹکڑے ٹکڑے زن سے — خدا بخشے امان عورت کے فن سے
قوی ہے عورتوں کا مکر و نیرنگ — کیئے برباد لاکھوں تاج و اورنگ
سو مہمت آیا بوقتِ صبح اُس جا — جو یہ حالِ پریشان شہ کا دیکھا
کہا روے ادب سے اے شہنشاہ — ہوا کیا آپکا یہ حال ناگاہ
کہا تم رام کو لاؤ شتابی — پھر آکر پوچھنا حالِ خرابی
وزیرِ نامور یہ سُن کے گفتار — حضورِ رام آیا با دلِ زار
کہا اے صاحبِ تکوین و ایجاد — شہنشہ نے کیا ہے آپ کو یاد
اُٹھے یہ سُن کے شاہِ کونین — کہا حکمِ پدر بالرأس و العین
پدر کے سامنے آئے شتابان — زبس حالِ پدر دیکھا پریشان
زمین پر مضطرب ہے شکلِ ماہی — کہیں کلغی کہیں ہے تاج شاہی
زمین پر اسطرح تھا شاہ کا حال — ہما غلطان ہے گویا بے پر و بال
کہا تب رام نے با اشکباری — کہ ہے کس واسطے یہ سوگواری
جو ہو تقصیر میری وہ عطا ہو — بجا لاؤں جو صاحب کی رضا ہو
نہیں درکار مجکو افسر و تخت — رضاے والدین ہے حاصلِ بخت
وہی ہے نیک لڑکا اس سرا میں — رہے مادر پدر کی جو رضا میں
خدا داد اُستاد ہے ایسے پسر سے — نہ ہو جو منحرف حکمِ پدر سے
سُنی جب رام کی شیریں یہ تقریر — اُٹھا روے زمین سے شاہِ دلگیر
جو آیا دیکھنے سے رام کے ہوش — ہوا با گریہ و زاری ہم آغوش
زبس غم سے نہ تھا یارائے گفتار — رہا مانندِ نرگس محوِ دیدار

لہ ہمہ - سارا اجاڑ کرنا مراد ہے

کہا تب رام سے ماں نے یہ مضمون — بھرت سے تجکو تم پیارے ہو افزون
کیے تھے شاہ نے دو مجھسے اقرار — وفا مین اُنکی اب ہے صاف انکار
اگر دنیا مین چاہو بول بالا — بجا لاؤ قرارِ شاہِ والا
کہا شاہِ دو عالم نے زہے بخت — مبارک ہو بھرت کو افسر و تخت
یہ کہکر شاہ سے رخصت ہوے رام — پڑا دولت سرا ے شہ مین کہرام
ہوے مادر سے رخصت رام جاکر — بہت روئی گلے مل مل کے مادر
یہ شاق اُسپر ہوئی بس فرقتِ رام — زمین پر مان گری نے صبر و آرام
ہوئی بیتاب سیتا سُن کے یہ حال — پریشان صورت سنبل کیے بال
ہوا جینا اُسے بے رام مشکل — نہ لائی تاب ہجرِ گل عنادل
فراقِ رام کب ہو اُسکو منظور — غضب ہے شمع سے پروانہ ہو دور
سیتا پھر آئی پیشِ مادرِ رام — پریشان موے زلفِ عنبرین فام
ہوئی پابوس خوشدامن ادب سے — ہوئی رخصت کی خواہان روے سب سے
ہوئی دلگیر خوشدامن یہ سُن کر — کہا اے راحتِ دلہاے مضطر
بیابان مین نہین عورت کلے کام — نکر برباد ناحق ننگ اور نام
رہو تم پاس میرے بادلِ شاد — رہے تا خاندانِ شاہ آباد
کہا سیتا نے اے خوشدامنِ پاک — نہون جانے سے میرے آپ غمناک
نہین بہتر ہے اس سے کوئی دولت — کرے عورت جو شوہر کی اطاعت
رہا کب دامنِ شوہر ہو زن سے — کہین سایہ جدا ہوتا ہے تن سے
نہین دلکو مرے ہی تابِ فرقت — عطا کر خوشدلی سے مجکو رخصت
خبر سیتا کی سُن کے شاہِ دسرت — ہوا دلمین بہت بیتاب و طاقت
بلایا جانکی کو باغم و آہ — کہا سب اُس سے بہ رنج و محنتِ راہ

ع محفوظ ہے ۱۲

ع خوشدامن ساس ہندی ساس ۱۲

ع شاہ دسرتھ ۱۲

کہا سیتا نے خار کلفت دشت — مجھے ہے رام کے ہمراہ گنگا گشت
شہنشہ نے زبس غم سے ملے ہاتھ — ہوئی سیتا نکل کر رام کے ساتھ
وہ نکلے اس طرح دونون وطن سے — کہ رخصت ہون گل و بلبل چمن سے
ہوا لچھمن پہ جب یہ آشکارا — ہوا نے رام رہنا ناگوارا
ازل سے تھے جو باہم شرط و اقرار — ہوا واجب وفاے عہد ناچار
ہوے پیش پدر حاضر ادب سے — کیا معروض شاہ جان بلب سے
مجھے بھی حکم ہو اے صاحب گنج — ہو کچھ رام کو تا راہ مین رنج
برادر کی یہی ہے نیک بختی — رہے پیش برادر وقت سختی
سلف سے عالمون نے اے خرد ور — کہا ہے قوت بازو برادر
غرض لچھمن ہوے یہ کہکے رخصت — ہوئین بے نور ہر دو چشم دسرت
بہ پیش رام آئے شاد لچھمن — ہوے اک جا پہ باہم جلوہ افگن
کہا شہ نے سومنت پر خرد سے — کہ تو آگاہ ہے سب نیک و بد سے
دکھا کر چار دن بن کا تماشا — اودھ مین پھیر لانا بادلا سا
وہ لایا رتھ بحکم شاہ دوران — چڑھا کر لیچلا سوے بیابان
ہوے سب رام کے درپے جز و کل — برنگ خار پکڑا دامن گل +
جدا جسدم ہوے وہ غیرت باغ — دل دسرت نے کہا یا لالہ سان داغ
پڑا شہر اودھ مین شور و شیون — چلے ہمراہ گریان مرد اور زن
اودھ مین یہ ہوا رونے کا سیلاب — ہوے ہر جا لب لب نہر و تالاب
رواق و طاق و منظر کا اڑا رنگ — ہوا غم سے مشبک سینۂ سنگ
زبس تھے غم سے گریان سقف و دیوار — نظر آتے تھے روزن چشم خونبار
مکان شاہ کے ہر طاق و منظر — بنے گریہ سے تھے شکل دیدۂ تر

+ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ع ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ یعنی بعد ۱۲ کے ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ع ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

ہزارون چشم سے روتا تھا دریا — حباب اُسکے ہوے دیدے سراپا
کیا غم سے سحر نے پیرہن چاک — اُڑائی سر پہ اپنے شام نے خاک
جہان گریان تھا سب آہ و فغان سے — فرشتے گل فشان تھے آسمان سے
نہ کھولی آنکھ شہ نے ایسی کی بند — یکایک جبکہ چھوٹے دونون فرزند
زمین پر شاہ تھا اسطرح بیتاب — کہ ہو جس طرح سے آتش پہ سیماب
فزون تھے ہر گھڑی درد و غم و آہ — بہے لخت جگر اشکون کے ہمراہ
لہو تھا ہر بن مژگان سے جاری — بسند آنکھو نکو آئی اشکباری
اودھ مین زاغ نالان بن بن بلبل — اُگے کانٹے یہان پھولے وہان گل
چلے جسدم اودھ سے رام تھمکن — گرا نکا مین سر سے تاج راون
ہوئی بیداد گر کو بد شگونی — دکھائی نیک بختی نے زبونی
ہوے جس جا پہ وار د رام جاکر — ہوے شب باش مرد و زن وہانپر
تشفی رام نے کی سب کی اُس جا — کہا ہر ایک سے دیکر دلاسا
سوے خانہ ہو تم سب رونق افروز — نہ ہو دشت صعوبت مین غم اندوز
اودھ مین تم رہو با شاد مانی — کرو عیش و طرب سے زندگانی
سفر مین رنج ہے اندوہ و غم ہے — وطن کا چھوڑنا یار دستم ہے
نہ دکھلائے خدا رنج غریبی — کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی
شہ کونین نے کی جب یہ تقریر — ہوے پیر و جوان سب سنکے دلگیر
فراق رام کی کب تھی انھین تاب — ہے غم سے پریشان بے خور و خواب
بچشم لطف دیکھا رام نے جب — مری فرقت مین نالان خلق ہے سب
مری فرقت انھین ہے ناگوارا — وہان کی اپنی قدرت آشکارا
ہوے غافل جوان و پیر و کودک — نقاط لفظ سب جب وہ ہوے حک

وہان سے تب سو منت وہ رام لچھمن ہوے سوے بیابان جلوہ افگن
قریب میرپور پہونچے شتابی یہان وقت سحر آئی خرابی
ہوے سب عاشقان رام بیدار ہوے سب نشہ غفلت سے ہشیار
نپایا کچھ نشان رام و لچھمن دل و جان سے نظر آئے تھی تن
دوان صحرا مین تھے یون بادل زار برہے مہرہ بیکل جس طرح مار
بیابان مین تھے یون ہر سمت پویان پیاسا جسطرح ہو آب جویان
تڑپتا تھا کوئی صحرا مین غمناک مثال ماہی دریا سر خاک
فراق سروِ مین کوئی لب جو برنگ فاختہ کرتا تھا کو کو
تلاش گل مین گریان شکل بلبل میان دشت کرتا تھا کوئی غل
نہ آئے جب نظر وہ غیرت گل ہوے آوارہ شکل نکہت گل
خراب و خستہ و غمگین و مضطر پھرے سوے ادھر با دیدۂ تر
ہوے داخل ادھر مین بادل زار لگے وعدے پہ کرنے زیست دشوار

آگے تھے وہ

نوٹ اُردو رامائن بہار مصنفۂ بابو بانکے بہاری لعل صاحب متخلص بہ بہار سے (ب) کی ردیف مین اسی مضمون کو گلزار سخن کے صفحہ (۱۰۱) تا صفحہ (۱۰۸) پر ہم انتخاب کر چکے ہین۔

حضرت عو فتر و جناب بہار نے اپنی اپنی شیرینی زبانی و فصیح البیانی کو تصنیف رامائن کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے دونون حضرات کا کلام بلاغت نظام ملاحظۂ ناظرین مین پیش ہے ہم کو اپنے سخن فہم ناظرین کی موجودگی مین کسی کے کلام کو سست و چست کہنے کی ضرورت نہین ہے۔

ناظرین گلزار سخن ہر دو یا کمال کے طرز بیان اور زبان دانی کا اندازہ خود ہی فرما لین گے ہمارا کام صرف ناظرین کی خدمت مین پیش کر دینا ہے۔ ۱۲ مولف

خاکسار تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ تو غلام محی الدین خان مراد آبادی شاگرد قدرت اللہ صاحب شوق۔

دوسرے۔ میر محمد یار عرف میر کلو مرحوم دہلوی شاگرد مرزا مظہر قدس سرہ ہین آپ دہلی کے مشہور مقام قدم شریف مین تشریف رکھتے تھے۔ آپ بڑے عاشق مزاج اور صاحب دل تھے۔ جس کسی پر آپ کی آنکھ پڑ جاتی تھی وہ تعلقات دنیا سے آزاد ہو جاتا تھا۔

غزل خاکسار

اُسکے ملنے کی نہ سوجھی کوئی تدبیر مجھے
آہ دکھلاویگی کیا دیکھیے تقدیر مجھے

دو جہان کو مین کرون اُسپہ تصدق پل مین
اُسکی دکھلاوے بھلا جو کوئی تصویر مجھے

ایک بوسے کے سوا کچھ نہین مانگا ہمنے
جس کا جی چاہے اگر دیکھے تعزیر مجھے

آج ہے عید ذرا عید منا لو پیارے
شرط اسلام کی ہے کیجے بغلگیر مجھے

تب تو جھنجھلا کے وہ بولا بت کافر مجھسے
آج یان عید مین کیون کرتے ہو دلگیر مجھے

خاکسار و نکو نہین دولت و زر کی خواہش
خاکساری ہے بہت نسخۂ اکسیر مجھے

اسی قوافی مین محمد منیر منیر لکھنوی کی غزل برائے دلچسپی ناظرین لکھی جاتی ہے ملاحظہ ہو

پہلے ثابت کر دو کچھ تقصیر بھی
شوق سے پھر دینا تم تعزیر بھی

کچھ نہین آہ سحری کا گلہ
بے اثر ہے نالۂ شبگیر بھی

آپ ہی کچھ مجھسے آزردہ نہین
ہے کشیدہ آپ کی تصویر بھی

نزع مین مین ہون مری سُن لیجے
ختم مین بھی ہون مری تقریر بھی

ہے منیر اُسکے کف پا سے خجل
دیکھ لی بس ماہ کی تنویر بھی

خیالی تخلص۔ محمد علیم اللہ۔ الہ آباد مین پیدا ہوے قصبۂ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ مین پرورش پائی نو سال کی عمر مین برھانپور آنے کا اتفاق ہوا یہان مولوی حافظ محمد فیض اللہ صاحب مرحوم سے فارسی اور کچھ عربی حاصل کی شاعری مین ابو الکلام سید ذاکر حسین صاحب ہنر غازیپوری سے تلمذ ہے اب بذریعہ ٹھیکہ سرکاری کھنڈوہ اور برھانپور دونون جگہ مقام ہے۔ کلام یہ ہے۔

غزل خیالی

فصلِ گل آخر ہوئی دورِ شراب آیا تو کیا
لے کے اب سامانِ بارش کا سحاب آیا تو کیا

سوزِ غم سے ہوگیا جل کر دلِ عاشق کباب
جوش اب تجکو جواے چشمِ پُر آب آیا تو کیا

سامنے دانتون کے تیرے پانی پانی ہوگیا
لاکھ لے کر آبرو دُرِ خوش آب آیا تو کیا

وہ تجلی گاہ سے جلوہ دکھا کر چلدیے
ہوش اب تجکو دلِ خانہ خراب آیا تو کیا

رہ گئے محروم اپنے بختِ برگشتہ سے ہم
رات گردش مین وہان جامِ شراب آیا تو کیا

جب دمِ وصل اُس نے آنچل شرم سے مُنھ پر لیا
شوخیان بولین حیا سے اب حجاب آیا تو کیا

دیکھتے ہی دُور سے ساقی نے عورت تاڑ لی
محتسب گو صورتِ رندِ خراب آیا تو کیا

جان لبون پر آگئی ہے کرتے کرتے انتظار
قاصد اب لیکر مرے خط کا جواب آیا تو کیا

شربتِ دیدارِ ساقی کی تمنا ہے مجھے
اِسکے بدلے مین اگر جامِ شراب آیا تو کیا

دیدۂ دل سے تجھے ہم دیکھتے ہین ہر گھڑی
سامنے تو ڈال کر مُنھ پر نقاب آیا تو کیا

لے خیالی میکشی بے بزمِ ساقی ہے حرام
چرخ سے لے کر پیالہ آفتاب آیا تو کیا

ولہٗ

کہتا ہے دل اب عشق بتان ہو نہین سکتا
یہ کام تو بے تاب و توان ہو نہین سکتا

ہے مانعِ اظہار تری پردہ نشینی
جو درد جگر مین ہے عیان ہو نہین سکتا

وہ قول لین جب چاہین مجھے اور عدو کو
کم ظرف کا پلہ تو گران ہو نہین سکتا

اس طرح نظر دل کو بنا دیتی ہے چھلنی
یہ کام تو بے تیر و کمان ہو نہین سکتا

ممکن نہین تل لینے نہ دے بوسۂ عارض
یہ زاغ تو گل کا نگران ہو نہین سکتا

بچھٹ ہی عنایت ہو مگر ہاتھ سے لینے
کیا تجھسے یہ اے پیر مغان ہو نہین سکتا

جلتی ہے زبان اب اثر سوز دروں سے
کیا حال کہون قصد بیان ہو نہین سکتا

مجھسے کہ یار کا اے دل نہ پتہ پوچھ
معدوم کا کچھ نام و نشان ہو نہین سکتا

آئی ہے بہار ابدی گلشن دل مین
تیرا اثر اے باد خزان ہو نہین سکتا

مشتاق ہین وہ کیفیت سوز درون کے
مجبور رہون مین شعلہ فشان ہو نہین سکتا

ہم داغ جگر لاکھ چھپایا کرین لیکن
عشق رخ دلدار نہان ہو نہین سکتا

کہتے ہین سخن سن کے خیالی سے سخنور
تجھسا کبھی کوئی سحر بیان ہو نہین سکتا

ہے لطف ہنر سے یہ مجھے ناز خیالی
مجھسا کوئی مقبول جہان ہو نہین سکتا

ولہ

اگر بے اثر میرے نالے ہوے ہین
تو کیون وہ کلیجہ سنبھالے ہوے ہین

چھپائے چھپے ہین کہین اٹھتے جوبن
دکھانیکو آنچل وہ ڈالے ہوے ہین

مگر جان ہی لینگے گیسو تمھارے
کہ دشمن ہمارے یہ کالے ہوے ہین

انھین بھی ہے کیا تیرے گیسو کا سودا
پریشان کیون عرش والے ہوے ہین

بلا کی امنگین جوانی ہے اُنکی
قیامت کا جوبن نکالے ہوے ہین

حیا مکنی مین یہانتک ہے اُنکو
کہ رُخ پر نقاب اپنے ڈالے ہوے ہین

سنائینگے کیا قصۂ غم خیالی
وہ پہلے ہی سے دل سنبھالے ہوے ہین

ولہ

رہیگا تا کجا رُخ زیر پردا ہم بھی دیکھینگے
نہ دکھلائینگے کب تک آپ جلوا ہم بھی دیکھینگے

کھلاتی ہے وہ کیونکر عاشقونکے غنچۂ دل کو
نسیم صبح کا اکروز جھونکا ہم بھی دیکھینگے

گلی مین اپنی مرنیکی اجازت دیکے کہتے ہین
نکلتا کسطرح سے ہے جنازا ہم بھی دیکھینگے

جو مرنیکی بھی سوجھی ہے تو سوجھی اس توقع پر
کہ زندہ ہونگے اعجاز مسیحا ہم بھی دیکھینگے

ذرا دو گام چلکر اپنے وہ انداز دِکھلا دو
قیامت کسطرح ہوتی ہے برپا ہم بھی دیکھینگے

تڑپنے کی رضا دیکر یہ فرماتے ہین کشتونسے
تماشا ہے سرِ مقتل تماشا ہم بھی دیکھینگے

بہت ہونگے قیامت مین خیالی دیکھنے والے
مگر اُس شوخ بے پروا کا جلوا ہم بھی دیکھینگے

ولہ

یہ زلفِ یار نے باندھی ہو ختن کی سی
کہ عاشقون کی طبیعت ہوئی ہرن کی سی

کبھی نہ مانینگے ہم پی ضرور اے زاہد
کہ تیری بات نکلتی ہے آج سن کی سی

چمن مین گرم خبر ہے یہ کس کے آنے کی
کہ پھر رہی ہے نسیم بہار سن کی سی

کہان چھپاؤن بچاؤن مین کسطرح دل کو
نگاہ یار کی پھرتی ہے راہزن کی سی

نہ پوچھ تنگ ہے سیر بہار باغ سے دل
کوئی گلی جو نہ دیکھی ترے دہن کی سی

ہوا ہے خون کسی بیگناہ کا شاید
زمین کوئے صنم کی ہے آج رن کی سی

بتون کے عشق مین زاہد کو کیا سمائی ہے
کہ شکل اپنی بنائی ہے برہمن کی سی

پکار اُٹھا دلِ وحشی وہ رشکِ گل آیا
ہوائین آئین بیابانین جب چمن کی سی

دعائین قبر کو کیونکر نہ دین خیالی ہم
پس فنا ہمین راحت ملی وطن کی سی

درد تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ میر رحمت علی ولد سید علی شاگرد غلام مولی قلق۔ میرٹھی۔

دوسرے۔ حضرت خواجہ میر درد دہلوی۔ آپ حضرت خواجہ ناصر عندلیب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے ہین۔ آپ کے اشعار فارسی دریختہ بڑے ہی پر درد ہوتے ہین آپ کا وصال روز آدینہ صفر ۱۱۹۹ھ ہجری مین ہوا نالۂ درد۔ وآہِ سرد۔ سوز دل شمع محفل و دیوان آپکی یادگار ہین۔

غزل درد

مقدور ہمین کب ترے وصفونکے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہین ترے سایہ مین سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھسے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی مین تو ہے تیرے غضب سے
اور ہر دلمین بھروسہ ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانندِ حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر مین عرصہ کوئی دم کا

ولہ

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم
تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم

جون آئنہ جس پہ یان نظر کی
ساتھ اپنے دوچار ہو گئے ہم

ماتم کدۂ جہان مین جون ابر
اٹھے تئین آپ رو گئے ہم

ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا
پر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

یارون ہی سے درد ہے یہ چرچا
پھر کوئی نہین ہے جو گئے ہم

ولہ

ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی ایک دل ہے جہان تو سما سکے

وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے
آئینہ کیا مجال تجھے مُنہ دکھا سکے

مین وہ فتادہ ہون کہ بغیرِ از فنا مجھے
نقشِ قدم کی طرح نہ کوئی مٹا سکے

قاصد نہین یہ کام ترا اپنی راہ لے
اُسکا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی راہ پہ مت بھول زنہار
اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے

یارب یہ کیسا ظلم ہے ادراک و فہم یان
دو ڈگ ہزار آپ سے ہر گز نہ جا سکے

گو بحث کر کے بات بنائی تو کیا حصول
دل سے اُٹھا خلاف اگر تو اُٹھا سکے

اخفائے نارِ عشق نہ ہو آپ سے کبھی
یہ آگ وہ نہین جسے پانی بجھا سکے

مستِ شرابِ عشق وہ بیخود ہوئی جسکے شعر
اے درد چاہیے لائے بخود پر نہ لا سکے

ولہ

اے چشم مرے موتیون کا ہار نہ ٹوٹے
سب اشک مسلسل رہین اور تار نہ ٹوٹے

ہم پانے برہنہ چلے صحرا کو نکل کر
ہر چوب بکاری کہ مرا خار نہ ٹوٹے

صیاد سے بلبل نے کہا رو کے قفس مین
مین موئی بلا سے پہ یہ گلزار نہ ٹوٹے

کل رات صراحی نے لی میخانہ مین ہچکی
کہنے لگی پیالے سستی خمار نہ ٹوٹے

دل درد کی باتین نہ کر دہم سستی جانے
یہ رشتہ نازک ہے میان تار نہ ٹوٹے

لہ یہ بجائے "سے" شعرا متقدمین کے کلام مین مستعمل ہے اور رسم الخط اسکا "ی" کے ساتھ یعنے (ستی) بکسر سین مہملہ ہے تاکہ لفظ "ستی" بفتح سین مہملہ کے شبہ نہو۔ مصحح

دلبر تخلص۔ چھوٹی بیگم صاحبہ ساکنۂ حیدرآباد دکن۔

غزل دلبر

مرتا ہون ترے عشق مین سر شار خبر لے — ٹک میرے دلِ زار کی اے یار خبر لے
اے باد صبا تو ہی جا کے زرا شوخ سے کہنا — مرتا ہے کوئی۔ جا پسِ دیوار خبر لے
اللہ ہی بچاوے مجھے اس آتشِ غم سے — یا تو ہی زہر کھا کے مری یار خبر لے
کیون یار بھلایا ہے مرے دل کو تو یکبار — مرتا ہے ترا طالبِ دیدار خبر لے
کوچے مین ترے آنیکی طاقت نہین اے یار — مرتا ہون پڑا بر سرِ بازار خبر لے
یہ حال مرا دیکھکے کہتے ہین طبیبان — بچتا ہے کہین عشق کا بیمار خبر لے

اے نازنین جو ناز اُٹھائے ترے دلبر
پوچھین گے سبھی کوچہ و بازار خبر لے

نوٹ۔ غزل مذکورہ بالا مین چند ضروری باتین حسب ذیل درج ہین (مؤلف)

۱؎ ٹک یہ بیشتر استعمال کرتے تھے اب متروک ہے۔

۲؎ اے باد تو ہی جا کے زرا شوخ سے کہنا۔

غالباً یہ مصرع یون ہوگا۔

"باد صبا تو جا کے زرا شوخ سے کہنا"

۳؎ یا تو ہی مہر کھا کے مری یار خبر لے

شاید یہ مصرع یون ہوگا۔ یا تو ہی زہر کھا کے مری یار خبر لے

۴؎ کیون یار بھلایا ہے مرے دل کو تو یکبار۔

اس مصرع مین بھی کاپی نویسون نے بہت الجھن پیدا کردی ہے۔ شاید یون ہا ہو "کیون مجکو بھلاتا ہے مرا یار دمِ نزع"

۵؎ طبیبان ۔ معالج ۔ یا ۔ اطبا۔

ذکی۔ میر ذاکر حسین صاحب ہیڈ مدرس سراتھوا آلہ آباد۔
۷۰۔ برس کی عمر مین بمقام کرالی انتقال کیا۔

غزل ذکی

نہین تاب کہ دیکھون جمالِ صنم مجھے اپنی ہی خوش نظری کی قسم
مجھے حسن کی جلوہ گری کی قسم مجھے عشق کی پردہ دری کی قسم

بڑے عاشقِ زار ہزار ہیان۔ مجھے دیکھنے آتی ہے خلق جہان
کوئی دیکھا ہے مجھسا بھی سوختہ جان تجھے میری ہی دیدہ دری کی قسم

نہو قاصدِ یار تو چین بہ جبین ابھی اپنا خیال ہے اور کہین
ابھی ہوش کی اپنے خبر ہی نہین مجھے عالمِ بیخبری کی قسم

شبِ وصل کی ہوگئی صبح عیان کہ تڑپنے لگا دلِ سوختہ جان
مرے دیدۂ تر ہوے شعلہ فشان مجھے اس شفقِ سحری کی قسم

نہ کر ناز ذکی تو جگر کو لہو کہ نہ شوقِ سخن ہے نہ ذوقِ سبو
ترے شعر سے آتی ہے خون کی بو مجھے تیرے ہی جگر کی قسم

نوٹ۔ غزل مذکورۂ بالا۔ بعض بعض گلدستون مین شوق کے نام سے بھی دیکھی گئی ہے بعض کہتے ہین یہ غزل جناب شیخ محمد ابراہیم صاحب ذوق مرحوم دہلوی کی ہے۔ واللہ اعلم
لیکن ایک سن رسیدہ حضرت سے معلوم ہوا کہ میر ذاکر حسین مرحوم کی ہے بہرحال کسی کی ہو کلام کی شستہ اور سادگی نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ مین داخل گلزار سخن کردون۔
اگر ناظرین کو اصلی مصنف کا پتہ لگ جاے تو برائے مہربانی مؤلف حقیر کو مطلع فرماوین تاکہ دوسرے ایڈیشن مین صحت ہو جائے۔ (مؤلف)

ذوق تخلص - خلفانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق اُستاد جنت آرام گاہ بہادر شاہ ظفر بادشاہ دہلی آپ شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد تھے جمیع صنعت سخن پر قادر تھے۔ محاورات اور ضرب المثل خوب باندھتے تھے۔ سنہ ۱۲۷۱ ہجری مین راہی ملک بقا ہوے حیات مین دیوان چند و لال حیدرآباد نے آپکو طلب کیا اُسکے جواب مین آپنے تحریر کیا کہ۔ ؎ اندنون گرچہ دکن مین ہے بڑی قدر سخن ۔ کون جائے ذوق پر دلی کی گلیان چھوڑ کر

انتقال شاعر کامل ہوا یہ آپکی تاریخ وفات ہے یہ سہرا آپکا بہت مشہور ہے وہو ہذا۔

	سہرا	
عہ نام فرزند ظفر شاہ دہلی ۱۲	اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا	آج ہے مین دسعادت کا ترے سر سہرا
	آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک	کشتی زرین مہ نو کی لگا کر سہرا
	تابش حسن سے مانند شعاع خورشید	رُخ پُر نور پہ ہے تیرے منور سہرا
	وہ کہے صل علیٰ یہ کہے سُبحان اللہ	دیکھین مُکھڑے پہ جو تیرے مہ و خور سہرا
	تا بنی اور بننے مین رہے اخلاص بہم	گوندھیے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا
	دھوم ہے گلشن آفاق مین اس سہرے کی	گائین مرغان نوا سنج نہ کیونکر سہرا
	روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار	تار بارش سے بنا ایک سراسر سہرا
	ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرایش	سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا
	اک گہر بھی نہین صد کان گہر مین چھوڑا	تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا
	پھرتی خوشبو سے مہکی ہوئی بادِ بہار	اللہ اللہ رے پھولون کا معطر سہرا
	سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی	کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو مُنھ پر سہرا
	رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید فلک	کھولدے منھ کو جو تو مُنھ سے اُٹھا کر سہرا
	کثرت نار نظر سے ہے تماشائیون کے	دم نظارہ ترے روے نکو پر سہرا
	دُر خوش آب مضامین سے بنا کر لایا	واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا
	جسکو دعوے ہو سخن کا یہ سُنادے اُسکو	دیکھ اِسطرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

جینا ہمین اصلا نظر اپنا نہین آتا
مذکور تری بزم مین کسکا نہین آتا
دیتا دلِ مضطر کو تری کچھ تو نشانی
کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میرے طرف سے
آیا ہے دمِ آنکھو مین دمِ حسرتِ دیدار
کِسدم نہین ہوتا قلق ہجر ہے مجکو
مین جاتا جہانسے ہون تو آتا نہین یان تک
ہم روتے پہ آجائین تو دریا ہی بہائین
ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم مین
آتا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
غافل ہے بہارِ چمنِ عمرِ جوانی
ساتھ اُنکے ہین ہم سایہ[1] کے مانند و لیکن
دُنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام مین اُسکے
دل مانگتا ہے مُفت یہ پھر اُس پہ تقاضا
بیجا ہے ولا اُسکے نہ آنے کی شکایت
جاتی رہے زلفونکی لٹک دیکھ ہمارے
جو کوچۂ قاتل مین گیا پھر نہ وہ آیا
آئے تو کہان جائے نہ تاجی سے کوئی جائے

ولہ
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہین آتا
پر ذکر ہمارا نہین آتا نہین آتا
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہین آتا
جو خواب مین بھی رات کو تنہا نہین آتا
پر لب پہ کبھی حرفِ تمنا نہین آتا
کِسوقت مرا مُنھ کو کلیجا نہین آتا
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہین آتا
شبنم کیطرح سے ہمین رونا نہین آتا
جو جاتا ہے یان سے وہ دوبارا نہین آتا
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہین آتا
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہین آتا
اُسپر بھی جدا ہین کہ لپٹنا نہین آتا
آجاتے ہین لیکن کوئی دانا نہین آتا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہین آتا
کیا کیجے گا فرمائیے اچھا نہین آتا
افسوس کچھ ایسا ہمین لٹکا نہین آتا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جیتا نہین آتا
جبتک اُسے غصہ نہین آتا نہین آتا

قسمت ہی سے لاچار ہون اے ذوق وگرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

[1] سایہ فارسی، اُردو مین پرچھائین اور عربی مین ظل و فی کہتے ہین ۱۲

ولہ

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہین کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ مین اُف نہین کرتا

کیا فہر ہے وقفہ ہے ابھی آنہین اُنکے
اور دم مرا جانے مین توقف نہین کرتا

کچھ اور گمان گذرے نہ دلمین ترے کافر
یاد اسلیئے مین سورۂ یوسف نہین کرتا

پڑھتا نہین خط غیر مرا دان کسی عنوان
جبتک کہ عبارت مین تصرف نہین کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دُنیا کے زر و مال پہ مین تُف نہین کرتا

تا صاف کرے دل نہ ترے صاف ہے صوفی
کچھ سود و صفا علمِ تصوف نہین کرتا

اے ذوق تکلف مین ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہین کرتا

ولہ

تا مہ یون پستی مین بالا تر ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کنوین کی تہ مین تارا ہو گیا

دل پہ زخمونکی ترقی سے ہوئی اور کہ بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہو گیا

ذوق ابن بحر جہا نہین کشتیِ عمر روان
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

ولہ

گذرتی عمر ہے یون دورِ آسمانی مین
کہ جیسے جائے کوئی کشتی دُخانی مین

رُکاوٹ خوب نہین طبع کی روانی مین
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی مین

کہانیان ہین حکایاتِ خضر و آبِ بقا
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی مین

نہین خضاب سے مطلب ہمین یہ موئے سفید
سیاہ پوش ہوے ماتم جوانی مین

ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا مین فنا
حباب وار ہون مین آبِ زندگانی مین

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زبان کا مزا تیری شعر خوانی مین

جناب ذوق وجناب داغ یعنی اُستاد وشاگرد دونون کے کلام کا نمونہ

ذوق

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکان جتنے تھے دے سے دیے ہمنے نکال
اپنے ہاتھون گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکر قاتل کو بھر لائے خراش دلمین خون
سچ تو ہے یون مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط مین لکھوا کر اُنھین بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹکر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

وان ہلے ابرو یہان گردنپہ پھیری ہمنے تیغ
بات کا ایسا بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سُنکے آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہین ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہمنے پہلے ہی کہا تھا تو کرے گا ہم کو قتل
تیور یونکا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اُسکو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہین جون مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

داغ

درد بنکے دلمین آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
جان عاشق ہوکے جانا کوئی تمسے سیکھ جائے

ہر سخن پر روٹھ جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
روٹھکر پھر مسکرانا کوئی تم سے سیکھ جائے

وصل کی شب چشم خواب آلودہ کو ملتے اُٹھے
سوتے فتنے کو جگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

کوئی سیکھے خاکساری کی روش تو ہم سکھائین
خاک مین دلکو ملانا کوئی تم سے سیکھ جائے

آتے جاتے یون تو دیکھے ہین ہزارون خوشخرام
دلمین آنا دل سے جانا کوئی تم سے سیکھ جائے

دیکھکر آئینہ اِترائے کہ ہم بھی کوئی ہین — اپنی نظرون مین سمانا کوئی تمسے سیکھ جائے
اِک نگاہ لطف پر لاکھون دعائین لگکین — عمر کا اپنی بڑھانا کوئی تم سے سیکھ جائے
جان سے مارا اُسے تنہا جہان پایا جسے — بیکسی مین کام آنا کوئی تم سے سیکھ جائے
فیلسوفی لے تو تم کو زمانہ کیا سکھائے — بلکہ ہو کیسا ہی دانا کوئی تم سے سیکھ جائے
جانتے ہو بات ہر غمّاز کی آیت حدیث — جھوٹ پر ایمان لانا کوئی تم سے سیکھ جائے
کیا سکھائے گا زمانے کو فلک طرز جفا — اب تمھارا ہے زمانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہے تغافل مین بھی دزدیدہ نظر سے تاک جھانک — چور کو رستہ بتانا کوئی تم سے سیکھ جائے
ہر گنہ سے توبہ کرلی جب جوانی ہو چکی — زاہد زاہد جنّت مین جانا کوئی تم سے سیکھ جائے
وہ کیا وعدہ کہ مین فرط خوشی سے رو دیا — ایسے ہنستے کو رُلانا کوئی تم سے سیکھ جائے
غیر کو اپنا بنا لیتے ہین ہم تو وقت پر — دوست کو دشمن بنانا کوئی تم سے سیکھ جائے

مخمور خود ہو نہین کچھ دین و دنیا کی خبر
داغ ایسا دل لگانا کوئی تم سے سیکھ جائے

ہم نواب مرزا داغ کی ایک دوسری غزل بھی ناظرین کی دلچسپی کے لیے ذیل مین درج کرتے ہین (مؤلف)

وله

ہمارہی آنکھون نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا — بُرائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا
نہ دل ہی ٹھہرا نہ آنکھ جھپکی نہ چین پایا نہ خواب دیکھا — خدا دکھائے نہ دشمنو کو جو دوستی مین عذاب دیکھا
نظر مین ہے تیری کبریائی سمائی دیدہ بری خود نمائی — اگرچہ دیکھی بہت خدائی مگر نہ تیرا جواب دیکھا
سُرور و عیش و نشاط کیسے بدل گئے رنگ ہی جہان کے — سُنا نہ تھا کان سے جو ہمنے وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

شراب غفلت ہے دلبرغش تجھے دکھائے غفلت کیا تماشے
کہ سوتے سوتے جو چونک اُٹھے مگر کوئی تم نے خواب دیکھا

ریاض تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ شیخ ریاض الدین امجد خلف شیخ غیاث الدین اشرف باشندۂ سنڈیلہ شاگرد خواجہ وزیر۔

دوسرے۔ جناب منشی سید ریاض الدین احمد صاحب ریاض مالک وایڈیٹر ریاض الاخبار لکھنؤ شاگرد رشید استاد الاساتذہ ملک الشعرا پیر و شریعت رہبر و طریقت مداح ختم المرسلین سخن آفرین یکتاے زمن خدائے سخن برگزیدہ درگاہ صمد حضرت مولوی مفتی منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی نور اللہ مرقدہٗ۔

آپ سادات کرمانی سے ہین۔ آپ کے مورث اعلیٰ شاہ شجاع والی کرمان۔ کرمان سے تشریف لائے تھے۔ خیرآباد مین آپ کا خاندان ہمیشہ معزز و موقر رہا آپ مدرسۂ عربیہ خیرآباد مین زیر تعلیم تھے کہ طبیعت شعر و سخن کی طرف مائل ہوئی۔ عنفوان شباب تھا۔ کہ آپ نے ماہوار رسالے کی حیثیت مین گلدستہ جاری کیا۔ جسکا نام گلکدۂ ریاض تھا۔ یہ اول گلدستہ ہے جو ہندوستان مین ماہوار رسالۂ نظم کی حیثیت سے جاری ہوا۔ پھر اسکی تقلید مین اور گلدستے شائع ہونے لگے ریاض الاخبار اُسی زمانے مین جاری کیا۔ جس نے لٹریچر مین خاص شہرت حاصل کی ابتداً آپ نے جناب منشی سید مظفر علیخان اسیر مرحوم کی اصلاح سے فیض حاصل کیا۔ پہلا دیوان جو غالب کے رنگ مین تھا تمام و کمال جناب اسیر کا اصلاحی تھا۔ چونکہ آپکی طبیعت کا وہ اصلی رنگ نہ تھا اور بقید ردیف و قوافی غالب ترتیب دیوان کو مرتبۂ غالب کے لحاظ سے آپ بدنما و نازیبا سمجھے اُس دیوان کو تلف فرما دیا۔ اسیر مرحوم کی ہدایت سے صاف و سادی زبان مین شعر فرمانے لگے پھر جناب اسیر مرحوم سے اجازت لیکر جناب منشی امیر مینائی مرحوم و مغفور سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپکے والد ماجد مولوی سید طفیل احمد صاحب مرحوم بھی جناب اسیر مغفور کے تلمذ سے فیضیاب تھے۔ گلکدۂ ریاض کی جدت پر اعلیٰ حضرت فردوس آشیان نواب کلب علیخان بہادر فرمانروے ریاست امپور کو توجہ ہوئی آپکی قدر افزائیان اہل کمال و اہل فن کے ساتھ

مشہور روزگار ہین آپ نے حضرت ریاض کو بھی طلب فرماکر خلعت و زر نقد سے نوازا کیا قیام کے لیے بھی اصرار فرمایا۔ مگر آپ قیام نہ فرماسکے۔ اُس زمانے مین رامپور منتخب شعرائے روزگار کا مرکز تھا۔ خدائے سخن امیر مینائی و اسیر مرحوم کے سوا کیسے کیسے اُستاد زمانہ مجتمع تھے۔ منیر۔ عروج۔ آغا۔ ہجر ہندی۔ داغ۔ جلال۔ بحر۔ فلن وغیرہ۔ حضرت ریاض کا زیادہ حصۂ عمر خاص تعلقات کی بنا پر گورکھپور مین گذرا۔ ریاض الاخبار گورکھپور کو منتقل ہوا۔ اور گلکدے کے عوض فتنہ و عطر فتنہ شایع ہے آپ کے کلام کو ابتدا ہی سے خداداد شہرت حاصل ہے۔ اُستاد امیر مینائی آپ کے رنگ سخن پر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔ آپکی عمر اسوقت ۵۰ سال کی ہے خدا آپ کی عمر مین برکت دے آپکا دیوان غیر مطبوع ہے۔ حرم سرا دو جلد مطبوعہ۔ نظارہ مطبوعہ۔ تصویر مطبوعہ ہے۔ آپکا کلام روزمرہ اُردو کی جان۔ محاورات کی کان۔ برجستگی۔ شوخی شگفتی مین اور دل نشینی مین بے نظیر ہے۔ وہو ہذا۔

غزل

دور ہی راہ سے کچھ بیٹھ گیا دل میرا
پاؤن کیا خاک اُٹھے اب سوئے منزل میرا

ہو گا ناخن سے نہ وا عقدۂ مشکل میرا
چٹکیان آپ نہ لین اب نہین دل میرا

رنگ باندھا ہے چمن مین یہ فغان نے میری
چھپکے منھ دیکھتے رہتے ہین عنادل میرا

نہین اتنا بھی ٹھہر جائے ذرا تیری نظر
کئی تل گھٹ کے رہا تل سے ترے دل میرا

آستین رنگ پہ لے آئی لہو دے نکلی
نہ چھپا لاکھ چھپا حشر مین قاتل میرا

کون ہے جان مری پوچھتے ہو کیا مجھسے
ہے وہی جان مری جس نے لیا دل میرا

بزم متوالی تھی کیا خم سے اُڑالی مین نے
ہاتھ تھا مانہ کسی نے سر محفل میرا

شکل اُتر جائے اگر آرسی ٹوٹے اُنکی
دل مرا دیکھتے ہین توڑ کے وہ دل میرا

ہے یہ مشتاق رہ عشق مین رکھتون جو قدم
بڑھکے لے پاؤن ابھی جادۂ منزل میرا

کچھ عجب لطف سے مل جل کے ہا ایک سے ایک
غم ترا جان مری رنج ترا دل میرا

بوئی لیلیٰ ہوئی اُڑنے سے مین اس کے رسوا
آگ لگ جائے اُڑے پردۂ محمل میرا

کثرتِ خارِ الم سے جو ہوا جی چھوٹا
دل بڑھانیکو بڑھا آبلۂ دل میرا

مین کہون بڑھکے شبِ وصل بنے نافِ دراز
تو نہ کہہ گھٹ کے شبِ وصل بنے تل میرا

یہ مرا ہو کے رہا بعدِ فنا تربت مین
جان سے بھی ہے سوا میرے لیے دل میرا

زخم ایسا تو ہوائے تیغ مین تیرے صدقے
کہ تڑپ جائے مرے ساتھ ہی قاتل میرا

ہاتھ مین رکھکے اُسے جب وہ چمن مین پہونچے
برگِ گل جان کے بلبل نے لیا دل میرا

جو کھلا پھول بناز خم مرے دل کا ریاضؔ
جو کلی رہ گئی کھلنے سے بنی دل میرا

ولہ

جفا مین نام نکالو نہ آسمان کی طرح
کھلینگی لاکھ زبانین مری زبان کیطرح

فریب اثر کو کوئی دے مری فغان کیطرح
تراشتی ہے یہ فقرے تری زبان کیطرح

یہ کس کے سایۂ دیوار نے مجھے پیسا
یہ کون ٹوٹ پڑا مجھپر آسمان کیطرح

ضرور ڈھائینگے کچھ قہر اُنکے ناوکِ ناز
چڑھے ہین گوشۂ ابرو کڑی کمان کیطرح

رہِ حیات کٹی اسطرح کہ اُٹھ اُٹھ کر
مین بیٹھ بیٹھ گیا گردِ کارواں کیطرح

برنگِ طائرِ بو مین ہون غنچہ و گل ہین
مرے قفس کیطرح میرے آشیان کیطرح

ہٹے نہ در سے ترے تیری ٹھوکرین کھاکر
وہین جمے رہے ہم سنگِ آستان کیطرح

ہین ہے گھر سے تعلق اب اسقدر باقی
کبھی جو آئے تو دو دن کو میہمان کیطرح

گیا چمن کو تو جھک کر بہت لبین شاخین
لیا گلون نے مجھے میرے آشیان کیطرح

بلا ہے یہ کوئی تھوڑا نہ جانے پیکان کو
لہو پیے گا ہمارا غمِ نہان کیطرح

مین آؤن آپکے گھر کیا مجھے ڈراتے ہین
عدو کے نقشِ قدم چشمِ پاسبان کیطرح

ذرا سی جان کو لاکھون طرح کے کھٹکے ہین
چمن بھی تنگ ہوا مجھپر آشیان کیطرح

شریکِ درد تو کیا باعثِ اذیت ہین
وہ لوگ جن سے روابط تھے جسم و جان کیطرح

نہین مرزیسے ہے خالی مری مصیبتِ عشق
کہین کہین سے سنو اسکو داستان کیطرح

رہے کبھی نہ آلہی مرا قفس خالی
کہ مجکو چین بلا اسمین آشیان کیطرح

مجھے شباب نے مارا بلائے جان بنکر
بہار آئی مرے باغ مین خزان کیطرح

قفس مین لوٹ لیے کون سے مزے مین نے
دکھائے آنکھ نہ صیاد باغبان کیطرح

کسی کو چین نہ قاتل کی شوخیونسے ملا
مرے ہوے بھی تڑپتے ہین نیمجان کیطرح

ترا اٹھان ترقی کرے قیامت کی
ترا شباب بڑھے عمرِ جاودان کیطرح

جو اپنے گھر کوئی آئے تو کون دے تکلیف
ستائے کون وہ بیٹھے ہین میہمان کیطرح

ریاض موت ہے اس شرط سے ہمین منظور
زمین ستائے نہ مرنے پر آسمان کیطرح

ولہ

کوئی منھ چوم لیگا اِس نہین پر
شکن رہجائیگی یون ہی جبین پر

گری تھی آج تو بجلی ہمین پر
یہ کہیے جھک پڑے وہ نہشین پر

لہو بیکس کا مقتل کی زمین پر
نہ دامن پر نہ اُن کی آستین پر

بلائین بنکے آئین وہ ہمین پر
دعائین جو گئین عرشِ برین پر

یہ قسمت داغ جس مین درد جسمین
دو دل اور لوٹ دستِ نازنین پر

رُلا کر مجھکو پوچھے اشکِ دشمن
رہا دھبا یہ اُن کی آستین پر

اُڑائے پھرتی ہے اُن کو جوانی
قدم پڑتا نہین اُن کا زمین پر

ارے او چرخ دینے کیلئے داغ
بہت ہین چاند کے ٹکڑے زمین پر

نزاکت مجھکو کیا کیا کوستی ہے
طبیعت آئی اچھے نازنین پر

تمنائے اثر او چشمِ حسرت
اُٹھا رکھ اب نگاہِ واپسین پر

دھری رہجائیگی یون ہی شبِ وصل
نہین لب پر شکن تیری جبین پر

نگاہِ شوق گرمی سے ہے بجلی — نہ آنچ آئے کہین اس نازنین پر
مجھے ہے خون کا دعویٰ مجھے ہے — انھین پر ہان خداوندا انھین پر

ریاض اچھے مسلمان آپ بھی ہین
کہ دل آیا تو اک کافر حسین پر

وله

کہین تو پاؤن دھرنے کا ٹھکانا جوشِ وحشت ہو — کہان جاؤن جو مجھپر تنگ میدانِ قیامت ہو
خداوندا یہی مے اُسکو شہد و شیرِ جنّت ہو — جو رندِ صاف باطن ہو جو رندِ پاک طینت ہو
شبِ غربت مین نکلے چاند یہ قسمت کہان اپنی — نہین ممکن کہ تارا بھی چراغِ شامِ غربت ہو
قیامت کو کہین کیا دل کے چلتے لینے جاتا ہے — تم اِس فتنے کو ٹھکراؤ یہی فتنہ قیامت ہو
نہ وقتِ نزع پھیرِ آنکھین چھلکتے جام سے زاہد — ترے ماتم مین شاید آبدیدہ حورِ جنّت ہو
اب ایسا دل کہان سے لاؤن اُنکے نذر کرنیکو — نہ جسمین کوئی ارمان ہو نہ جسمین کوئی حسرت ہو
نزاکت پر تصدق ہو نبوالونکی ہے کیا ہستی — جب اُٹھتے بیٹھتے اُنپر فدا اُن کی نزاکت ہو
نہین ارمان ہے کافر حسینونکے ستانے کا — نہین ہو یا نہو ہم سے حسینون کو محبت ہو
خدا جانے یہ واعظ میکدے کو کیا سمجھتے ہین — جو چھو جائے ہوا اِسکی تو دُنیا اِن کو جنّت ہو
کوئی بات اُٹھ رہی تھی کوہکن کا کام بننے مین — اب اِسکو کیا کرے کوئی بُرائی پر جو قسمت ہو
مزے کی چیز ہے یارب یہ بیہوشی جوانی کی — نہ آئے ہوش پیری مین بھی مجھکو ایسی غفلت ہو
وہ شب آئے کہین تم شرم کے پتلے نہ چپ ہو — ستاتے ہون تمھین ہم کو ستی ہم کو نزاکت ہو
ہمین کیا بھر دیے ہون کوٹکر موتی جو قدرت نے — ہمارے کام کی وہ آنکھ ہے جس مین مروّت ہو
خدا کی دھوپ رُکتی ہے نہ شب کی اوس رُکتی ہے — مرے گھر کا وہ عالم بیکسون کی جیسے تربت ہو

گل افشان ہو ریاض آکر جو بزمِ سحر و ساحر مین
زر افشان کیا در افشان جنبشِ دامانِ دولت ہو

ولہ

یہ کوئی بات ہے سُنتا نہ باغبان میری — کہان اثر مین وہ ڈوبی ہوئی فغان میری
چلی ہے آج ستانے اُنھین فغان میری — ارے ضرور یہ کٹوائیگی زبان میری
کسی کے مان کی صیاد ہے فغان میری — خدا کرے نہ قفس مین کھُلے زبان میری
وہ زلف کھُول کے شرمائین غیر کے گھر مین — کچھ اس ادا سے شبِ غم ہو میہمان میری
مجھے ہے خوف نہ پھولے پھلے بہار مین یہ — جھکی ہوئی ہے بہت شاخ آشیان میری
غضب کا درد قیامت کا ہے اثر اسمین — خدا کسیکو نہ سُنوائے داستان میری
یہ دیر مین نہین بجتے ہین خود بخود ناقوس — حرم مین گونج رہی ہے بتوا ذان میری
تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو — یہانسے تو نہین سُنتا ہے آسمان میری
کسی کے آنیکا اب انتظار کون کرے — پکارتی ہے مجھے مرگِ ناگہان میری
کہے کہے نہ کہے کوئی مجکو کیا اس سے — سُنین سُنین نہ سُنین آپ داستان میری
وہ بولے حشر مین کھُل کھیلنے کو کہتی ہین — ستا رہی ہین مجھے آج شوخیان میری
نہ دستِ نازمین لو تیغ اس نزاکت سے — تمھارے بس کی نہین جان ناتوان میری
زبان مین بھی اثر ہے مرے بیان مین بھی — سُنین نہ آپ مرے مُنھ سے داستان میری
جو بوسہ وصل مین مانگون تو دو سزا مجکو — جو لب ہلاؤن تو تم کاٹ لو زبان میری
مین ناتوان بھی گیا آج بام تک اُنکے — ضعف تھا کہ مجھے لے اُڑی فغان میری
وہ بادہ کش ہون جو مانگون شراب بھولے سے — تو مے فروش کہے نذر ہے دکان میری
کچھ اب کی باغ مین اس دھوم سے بہار آئے — نہ باغبان کی سُنون مین نہ باغبان میری
جو یہ کہا ہو مری آئی تجکو آجائے — مجھے نصیب نہو نیند یا سبان میری
پیام موت کا ہے یا اُنھین مری کیسی — کچھ آج اور ہی کہتی ہین ہچکیان میری
وہ بولے ارے وہ مژگان کو کیا ہوا شبِ وصل — دھرے رہے ہین نہین ناوک مے کمان میری

اُٹھاؤن عفو کی لذت بھی لطفِ عصیان بھی
سنانے والونکو کچھ قدر ہو ستانیکی

مرے کریم یہ تقدیر ہے کہان میری
اِنھین ستائے جو مانے یہ آسمان میری

وہ مین ہون آج زمانیکو ناز ہے جسپر
ریاض دھوم ہے جسکی وہ ہے زبان میری

ولہ

رنگ کیا کیا شام کو لائین گے آنے کے لیے
صبح سے بیٹھے ہین جو مہندی لگانے کے لیے

بخد مین اُٹھ اُٹھ کے آجاتے ہین اکثر گرد باد
میری اُجڑی گور پر بھی خاک اُڑانے کے لیے

حشر کے دن وعدہ کس کا کون کرتا ہے وفا
تھین یہ باتین مجکو دیوانہ بنانے کے لیے

نزع کس کی موت کیسی اب مرے دشمن مرین
پاس آ بیٹھے ہین وہ باتین بنانے کے لیے

چھیڑ دیکھو سوے گلشن مجکو آتے دیکھکر
کہہ گیا غنچون سے کوئی مسکرانے کے لیے

کوثر و تسنیم حور و خلد کے ہوتے ہوے
جائین گے ہم آگ دوزخ مین لگانے کے لیے

آستانِ یار سے کوئی اُٹھائے کیون ہمین
ہم بھی آ بیٹھے ہین قسمت آزمانے کے لیے

اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعویٰ چہ خوش
کیون مکر سکتے ہین وہ بیڑا اُٹھانے کے لیے

چھیڑ کیسی بات کہتے روٹھ جاتے ہین ریاض
اک حسین ہر وقت ہو اُنکے منانے کے لیے

ولہ

اذان کا کام چل جائے جو ناقوس برہمن سے
بڑا یہ بوجھ اُترے اے مؤذن تیری گردن سے

رفو سے کیا تعلق واسطہ کیا اُسکو سوزن سے
سمجھکر خارِ دامن جو نکالے تار دامن سے

نہ پائے گل تو لائی تا قفس تنکے نشیمن سے
کبھی موجِ صبا آئی نہ خالی ہاتھ گلشن سے

جوانی بھی ہوا کرتی ہے دیوانی مثل سچ ہے
وہ برساتے ہوے چلتے ہین پتھر اُٹھتے جوبن سے

گلا بیٹھا تو آواز ے کسے کیسے مؤذن پر
یہ کیون بھولا ہوا رہتا ہے ناقوسِ برہمن سے

بھری بوتل کی زد مین آگئی تو یہ مری کیسی
اُڑایا کاگ اُس کا تڑ سے یا گولی چلی ٹن سے

چمن مین نیل بو سونکے پڑے کیونکر نہین کھلتا
وہ منھ غنچو نکا کیل آئے وہ کچھ کہہ آئے سو سن سے

مسل دو دل کو چٹکی سے اگر چھیڑے کبھی تمکو
یہ جب اُبھرے ذرا اسکو دبا دو اُٹھتے جوبن سے

سُبک پر ہم سے کیا صیاد کے پھندے مین آئینگے
یہ گل سے موج بو نکلی کہ ہم نکلے نشیمن سے

اُٹھاؤن آنکھ کیا اوپر کہ ڈرتا ہون نگاہون سے
نہ کھل کھیلین کہین جاکر کسی کمرے کی چلمن سے

جگایا ہے بہت جادو جگا کر اِن حسینون کو
بہت کچھ سحر سیکھا ہے انھین کی چشم پُرفن سے

چمن مین مستیان کرتے غنا دل کو جو دیکھا ہے
کھڑے ہین سایۂ گل مین چھپائے منھ وہ دامن سے

نہ مجھپر جھک پڑے کیون مرے منھ مین زبان اپنی
بڑی منھ پھٹ ہے تم کچھ مجکو سنواؤ گے سو سن سے

بُرا ہو خانقہ کا چار دن مین کیا ہوئی صورت
یہ عالم ہے کہ گویا اُٹھ کے ہم آئے ہین مدفن سے

مری فریاد سے کچھ ملتے جلتے اُسکے نالے تھے
کلیجا منھ کو کل آگیا بلبل کے شیون سے

یہ کیسی رہگذر ہے رہگذر مین کسکی تربت ہے
وہ جب نکلے اِدھر سے گر پڑے کچھ پھول دامن سے

شب غم کا یہ عالم ہے چراغ اِس طرح جلتا ہے
اُٹھا لائے ہین گویا ہم کسی بیکس کے مدفن سے

گلے ملنے کے اِن کافر حسینون سے یہی فن ہے
جوانی جب گلے ملتی ہوا آکر لڑکپن سے

ریاض اُٹھ بھی اُٹھا بوتل نہ بیٹھ اب پار سا بنکر
ترے چلتے بہار آئی ہوئی جاتی ہے گلشن سے

نوٹ ہم فخر کے ساتھ شکریہ ادا کرتے ہین کہ جناب ریاض نے گلزار سخن کی زینت کے لیے یہ صرف مذکورۂ بالا بے نظیر کلام ہی نہین عطا فرمایا ہے بلکہ اِسکے سال طبع کے لیے قطعات تاریخ بھی ازراہ کرم روانہ فرمائے ہین جو کہ گلزار سخن کے قطعات تاریخ مین (ر) کی ردیف مین درج ہین ہم دعا کرتے ہین کہ خداوند کریم آپ کی عمر مین برکت دے اور تازہ کلام سے ملک کو مستفید کرے۔

آمین (مؤلف)

تخلص ۔ رسا ۔ کے پانچ شخص ہوے ۔

ایک ۔ رسا مولوی علیم اللہ ہین ۔

دوسرے ۔ میان محمد بخش آرایش ساز ولد شیخ مجیب اللہ لکھنوی شاگرد اشرف خان ۔

تیسرے ۔ میر احمد علی ولد میر نجف علی مجتہد باشندۂ فیض آباد مقیم لکھنؤ شاگرد رشک صاحب دیوان ۔

چوتھے ۔ شاہزادۂ کریم الدین دہلوی شاگرد حافظ غلام رسول شوق ۔

پانچوین ۔ لالہ انبہ پرشاد داستان گو ولد چندی پرشاد خواہرزادۂ راجہ جھاؤلال باشندۂ لکھنؤ شاعری و داستان گوئی مین ہوس و میر قاسم علی قاسم کے شاگرد ہین ۔

غزل رسا

دل آتش ہجران سے جلانا نہین اچھا
اے شعلہ رخو آگ لگانا نہین اچھا

کس دل کے تصور مین ہے اے لالہ جگر خون
یہ داغ کلیجے پہ اٹھانا نہین اچھا

آیا ہے عیادت کو مسیحا سر بالین
اے مرگ ٹھہر جا ابھی آنا نہین اچھا

سونے دے شب وصل غریبان ہے ابھی سے
اے مرغ سحر شور مچانا نہین اچھا

تم جاتے ہو کیا جان مری جاتی صاحب
اے موت بس اب پر لگانا نہین اچھا

پہونچا دے صبا کوچۂ جانان مین پس مرگ
جنگل مین مری خاک اڑانا نہین اچھا

آجائے نہ دل آپکا بھی اور کسی پر
دیکھو مری جان آنکھ لڑانا نہین اچھا

کر دونگا ابھی حشر بپا دیکھو جلاد
دھبہ یہ مرے خون کا چھڑانا نہین اچھا

اے فاختۂ سرو سہی قد کا ہون شیدا
کو کو کی صدا مجکو سنانا نہین اچھا

ہوگا ابھی اک حشر بپا آہ رسا سے
عاشق کا ترے ہوش مین آنا نہین اچھا

ولہ

دل مرا تیرِ ستمگر کا نشانا ہو گیا
آفتِ جان میرے حق مین دل لگانا ہو گیا

ہو گیا لاغر جو اک لیلیٰ ادا کے عشق مین
مثلِ مجنون حال میرا بھی فسانا ہو گیا

خاکساری نے دکھایا بعدِ مُردن یہ عروج
آسمان تربت پہ میری شامیانا ہو گیا

خوابِ غفلت سے زہاد دیکھو تو کب چونکے ہین ہم
قافلہ ملکِ عدم کو جب روانا ہو گیا

فصلِ گل مین بھی ہائی کی نہ کچھ صورت ہوئی
قید مین صیاد مجکو اِک زمانا ہو گیا

بعدِ مُردن کون آتا ہے خبر کو اے رسا
ختم بس کنجِ لحد تک دُستانا ہو گیا

ولہ

اسیرانِ قفس صحنِ چمن کو یاد کرتے ہین
بھلا بلبل پہ یون بھی ظلم اے صیاد کرتے ہین

کمر کا تیرے جسدم نقش ہم ایجاد کرتے ہین
تو جان قربان آگر مانی و پہزاد کرتے ہین

پسِ مُردن تو رہنے دے زمین پر اے صبا مجکو
کہ مٹی خاکساروں کی نہین برباد کرتے ہین

دمِ رفتار آتی ہے صدا رفتار سے تیری
لحد کے خفتگان اُٹھو مسیحا یاد کرتے ہین

قفس مین ابتو اے صیاد اپنا دل تڑپتا ہے
بہار آئی ہے مرغانِ چمن فریاد کرتے ہین

بتادے اے نسیمِ صبح شاید مر گیا مجنون
یہ کسکے پھول اُٹھتے ہین جو گل فریاد کرتے ہین

مثل سچ ہے بشر کو قدرِ نعمت بعد ہوتی ہے
سُنا ہے آج تک ہم کو بہت وہ یاد کرتے ہین

لگایا باغبان کیا زخمِ کاری دل پہ بلبل کے
گریبان چاک غنچے ہین تو گل فریاد کرتے ہین

رسا آگے نہ لکھ اب حال اپنی بیقراری کا
برنگِ غنچہ لب مضمون ترے فریاد کرتے ہین

ولہ

فسادِ دنیا مٹا چکے ہین حصولِ ہستی اُٹھا چکے ہین
خدائی اپنے مین پا چکے ہین مجھے گئے وہ لگا چکے ہین

نہین نزاکت سے ہم مین طاقت اُٹھائین جو نازِ حورِ جنّت
کہ نازِ شمشیرِ پُرنزاکت ہم اپنے سر پر اُٹھا چکے ہین

نجات ہو یا سزا ہو میری ملے جہنّم کہ پاؤن جنّت
ہم آپ اُنکے قدم پہ اپنا گنہ بھرا سر جھکا چکے ہین

نہین زبان مین ہے اتنی طاقت کہ شکر لائین بجا ہم اُنکا
کہ دامِ ہستی سے مجکو اپنے اِک ہاتھ مین وہ چھڑا چکے ہین

وجود سے ہم عدم مین آکر مکین ہوے لامکانکے اوپر
ہم اپنے کو اُنکی تیغ کھا کر مٹا مٹا کر بنا چکے ہین

یہی ہے ادنیٰ سی کج ادائی کہ جسنے برہم ہے کی خدائی
یہی ہے اکثر قضا کہ جس سے فرشتے بھی رُک اُٹھا چکے ہین

یہ کہدو بس موت سے ہو رخصت کہین نہ آجائی ہے سکی شامت
کہ در تلک وہ مسیح خصلت مری عیادت کو آچکے ہین

جو بات مانے تو عین شفقت نہ مانے تو عین حسن و خوبی
رسا بھلا ہمکو دخل کیا ہے ہم اپنی حالت سُنا چکے ہین

ولہ

پھر آئی فصلِ گُل پھر زخمِ دل رہ رہ کے پکتے ہین
مرے داغِ جگر پھر صورتِ لالہ ٹہکتے ہین

کوئی جاکر کہو یہ آخری پیغام اُس بُت سے
ارے آجا ابھی دم تن مین باقی ہے سسکتے ہین

نہ بوسہ لینے دیتے ہین نہ لگتے ہین گلے میرے
ابھی کم عمر ہین ہر بات پر ہم سے جھجکتے ہین

وہ غیرونکو ادا سے قتل جب سفاک کرتا ہے
تو اُسکی تیغ کو ہم آہ کس حسرت سے تکتے ہین

رسا کی ہے تلاشِ یار مین یہ دشت پیمائی
کہ مثلِ شیشہ میرے پاؤن کے چھالے جھلکتے ہین

ولہ

وہ اپنی ناتھ دیالتا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو قول بھگتون سے تھا کیا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سُنی گج کی جون ہی وہ آیدنہ بیلمب سُنکے سہا گیا
وہین دوڑے اُٹھکے پیادہ پا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو چاہین لوگون نے دُرِ دیدی کہ شرم اُسکی بچا مین لین
وہ بڑھایا بستر کو تمنے جا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ اجامل ایک جو پاپی تھا لیا نام مرنے پہ بیٹے کا
وہ نرک سے اُسکو بچا دیا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو گیدھ تھا گنیکا وہ تھی جو بیادہ تھا وہ ملاح تھا
انھین تمنے اونچو نکی گت یا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہانا بھیلنی کے وہ چھوٹے پھل کہین ساگ اُس کے گھر چل
یون ہی لاکھون قصے کہو نمین کیا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جن بانر و نمین نر روپ تھا نہ تو کون ہی تھا نہ تو ذات تھی
تنھین بھا یون کا سا ماننا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو گوپی گوپ تھے برج کے اُنھین اتنا جانا کہ کیا کہون
کہے اُنکے اُلٹے رہنی سہ تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہو گوپیون سے کہا تھا کیا کر دیا گیتا کی بھی ذرا
یعنی وعدہ بھگت اُدھار کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

یہ تمھارا ہی ہر لیسچند ہے گو فساد مین جگ کے بند ہے
وہ ہے داس جنمون کا آپ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ولہ

جہان دیکھو وہان موجود میرا کرشن پیارا ہے
اُسی کا سب ہے جلوہ جو جہان مین آشکارا ہے

بھلا مخلوق خالق کی صفت سمجھے کہان قدرت
اسی سے نیت نیت اے بارو یدون نے پکارا ہے

نہ کچھ چارا چلا نا چار چار دن ہار کر بیٹھے
بچارے ویدون نے پیارے بہت تجکو پکارا ہے

جو کچھ کہتے ہین ہم یہ بھی ترا جلوہ ہے اک ورنہ
کسے طاقت جو مُنھ کھولے یہان ہر شخص ہارا ہے

ترا دم بھرتے ہین ہندو اگر ناقوس بجتا ہے
تجھے ہی شیخ نے پیارے اذان دیکر پکارا ہے

جو بُت پتھر ہے تو کعبے مین کیا جز خاک و پتھر ہے
بہت بھولا ہے وہ اس فرق مین سر جسنے مارا ہے

نہ ہوتے جلوہ گر تم تو یہ گرجا کب کا گر جاتا
نصاریٰ کو بھی تو آخر تمھارا ہی سہارا ہے

تمھارا نور ہے ہر شے مین کہ کعبے کو تک پیارے
اسی سے کہکے ہر ہر تجکو ہندو نے پکارا ہے

گنہ بخشو رسائی دور سا کو اپنے قدمون تک
بُرا ہے یا بھلا جیسا کہ ہے پیارے تمھارا ہے

نوٹ — ہر لیس چند صاحب کی اوپر لکھی ہوئی غزل ایک بہت بڑے قصہ کا خلاصہ ہے اس سے وہی لوگ لطف اُٹھا سکتے ہین جنکی نظر وسیع ہے ۱۲ مؤلف

لہ کہ مخفف ہے کا ہکا ۔ ۱۲

رند تخلص۔ کے پانچ شخص ہوے۔

ایک لالہ کھیم نراین کھتری دہلوی نبیرۂ لالہ مچھی نراین۔ آپکو طب مین اچھا دخل تھا آپ مہاراجہ ٹیک چند کے رفیق نمین تھے۔

دوسرے۔ گنگا پرشاد لکھنوی کشمیری شاگرد جرأت

تیسرے۔ مہربان خان پسر خواندۂ نواب احمد خان بنگش۔ ناظم فرخ آباد۔ انکو موسیقی مین اچھا دخل تھا۔

چوتھے۔ اکرام الدین مامون زادۂ و شاگرد مولوی عبد الکریم سوز ہین۔

پانچوین۔ سید محمد خان خلف نواب سراج الدولہ غیاث الدین محمد خان نیشاپوری ہین آپ فیض آباد کے باشندے ہین۔ لکھنؤ مین مقیم تھے۔ خواجہ حیدر علی آتش سے اصلاح لی تھی۔ شعر صاف و عاشقانہ اچھا کہتے تھے کلیات موجود ہے۔

غزل رند

جا بر نہین ہوتے ہین جنھین ڈستے ہین کالے
اللہ کبھی پیچ مین زلفون کے نہ ڈالے

دل سینے مین بیتاب ہے جان آئی ہے لب پر
اب جان کو روکے کہ کوئی دل کو سنبھالے

آغاز محبت مین ہوا ہجر کا بیمار
دل تپتے ہی مجکو تو پڑے جان کے لالے

پر آبلہ ہے سوز جدائی سے سراپا
دیکھے تو کلیجے کے دکھا دون تجھے چھالے

رو رو کے جنازے پہ مرے عشق پکارا
تم آپ چلے ہم کو کیا کس کے حوالے

تیزاب کا شیشہ ہے ہر اک آبلۂ پا
جنگل مین لگے آگ جو پھوٹین کبھی چھالے

او دل ہدف تیر نگہ پھر کیا تو نے
اگلے ہی ابھی زخم جگر تھے مرے آلے

کیون رند کے دیوان کی کرین قدر نہ عاشق
اجزا[1] ہین یہ سب علم محبت کے رسالے

[1] ۱۵ اجزا، جمع جزو ۱۲

ولہ

نہ بوسہ دینا آتا ہے نہ دل بہلانا آتا ہے
جو تم ہنسنے مین ہو مشاق ہم رونمین کامل ہین
پھاکر دام گیسو رخ پہ وہ ضیا دیون بولا
صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہے

ترسنا

تجھے تو اے بت کافر فقط ترسانا آتا ہے
تمھین بجلی گرانا ہم کو منہ پر سانا آتا ہے
یہ پھندا وہ ہے جسمین مرغ دل بے دانا آتا ہے
ہمارا یار جسدم جانب میخانا آتا ہے

تبسم کی جگہ اس کافر بدکیش کو اے رند
خفا ہونا بگڑنا مارنا دھمکانا آتا ہے

غزل ریحان

دلونمین کہنے سننے سے عداوت آہی جاتی ہے
دل رنجیدہ کہتا ہے نہ بولو یار سے لیکن
کہا سو بار لے لون اُس سے بدلا اس محبت کا
نہین موقوف سن پر دیکھکر صورت حسینونکی
جب انکو دیکھتے ہین غیر سے ہم بولتے ہنستے
شب وصلت کلجب مین چھیڑتا ہون تذکرہ کچھ بھی
سحر جب نام لیتے ہین کسی رشک مسیحا کا
ہر اک ساعت کی صحبت مین نہیگی دوستی کیسے
برابر دوستی نبھتے کہین دیکھی نہ دنیا مین
کسی کی تاب طاقت کیا جو بچ جائے محبت سے

دلونمین

عداوت

صفائی لاکھ ہو لیکن کدورت آہی جاتی ہے
جب آنکھین چار ہوتی ہین مروت آہی جاتی ہے
مگر مجبور رہون دل مین محبت آہی جاتی ہے
جوانون و پیرونکی طبیعت آہی جاتی ہے
نہین کچھ واسطہ لیکن حرارت آہی جاتی ہے
چرا لیتے ہین آنکھین انکو غیرت آہی جاتی ہے
مریض عشق کے چہرے پہ فرحت آہی جاتی ہے
کدورت ہوتے ہوتے دلکو نفرت آہی جاتی ہے
کسی ڈھب سے کہین رنجش کی نوبت آہی جاتی ہے
اگر آنیکو ہوتی ہے تو شامت آہی جاتی ہے

چھپانے سے نہین چھپتا ہے ریحان نشہ الفت
ضرور انکھونمین کچھ اس مے کی رنگت آہی جاتی ہے

رضا تخلص کے چھ شخص ہوے۔

ایک۔ میر رضا علی طغرا نویس لکھنوی شاگرد جرأت۔

دوسرے۔ حمید الدین خلف حکیم کلو چاندپوری۔

تیسرے۔ مرزا جیون دہلوی خلف مرزا جان شاگرد میر نظام الدین ممنون صاحب دیوان۔

چوتھے۔ میر محمد رضا لکھنوی شاگرد میر ضیا۔ فن کشتی اور تیغ بازی اور عروض و قوافی مین یکتا تھے۔

پانچوین۔ میر رضا من لکھنوی شاگرد میر ضیا۔ بڑے ہی متقی تھے۔

چھٹے۔ سید غلام رضا خان طبا طبائی خلف نواب نصر اللہ خان باشندۂ بنارس شاگرد ذاکر علی ذاکر۔

غزل رضا

ادا سے دیکھکر آنکھین چرانا — قیامت پر قیامت مسکرانا
ہمیشہ غیر کے گھر آپ جانا — بلائے سے یہان گاہے نہ آنا
یہی حسرت رہی دل مین مری جان — کبھی تو نے کہا میرا نہ مانا
ڈراکر آہ سے ہم دل جلون کی — کسی کا خوب[1] نے ہرگز ستانا
روا کب ہے بھلا اے شمع محفل — مجھے پروانہ سا ہر شب جلانا

نصیحت مان لے کھینچے گا تکلیف
رضا بہتر نہین دل کا لگانا

---

[1] فی زمانہ نے متروک ہے اسکے عوض نہین بولتے ہین۔

زوّار تخلص منشی سید زوّار حسین خلف میر صفدر حسین الہ آبادی مولد پیارے پور مسکن فتوحہ الہ آباد۔ جاے تربیت پھولپور کانپور۔ قوم سید سبزواری۔ سلسلہ خاندانی حضرت امام محمد تقی رغ سے ملتا ہے۔ ہمیر پور کی ورک ایجنٹی اور محبت پور پنسا کی ہیڈ مدرسی ترک کرکے لکھنؤ مین ایک مدت مدید و عرصۂ بعید تک حضرت ظہیر کی خدمت مین رہے بعد کو بمبئی پہونچے یہان کی آب و ہوا موافق نہ ہوئی اس لیئے وطن کو واپس ہوے راستہ مین کھنڈوہ دیکھنے کی غرض سے چندے ٹھہرے۔ یہان کے آب و دانہ نے کچھ ایسا دامن پکڑا کہ دو ماہ کے بعد سلسلۂ تجارت قائم کیا۔ رفتہ رفتہ شہر کے معزز اشخاص سے اُنسیت بڑہتی گئی۔ آخر کار یہان پر اپنے قیام کے مستقل وسائل قائم کیئے۔ اُردو اخبار و مین قیامت نگار انھین کا خطاب ہے۔ نثر مین مضامین شستہ و رفتہ خوب لکھتے ہین۔ نظم مین بھی اچھی مہارت ہے۔ ۸ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء کو بمقام کھنڈوہ ناول جیبی سانپ تصنیف کیا۔ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۰۵ء کو سیر عالم نامی اُردو اخبار کی بنیاد ڈالی۔ ملک متوسطہ مین سیر عالم ہی ایک اُردو اخبار تھا۔ نامی اخبار سیر عالم باد۔ اُس کے سال اشاعت کی تاریخ ہے اب نظم مین حضرت وسیم لکھنوی سے مشورہ کرتے ہین اس وقت ان کی عمر ۲۸ سال کی ہے خدا عمر مین برکت دے طبیعت اچھی پائی ہے۔

(کلام یہ ہے)

غزلیات زوار

چمن مین تو کبھی آیا تو ہوتا
گل رُخسار کھلایا تو ہوتا

مسیحائی کا دعویٰ ہے تجھے کیون
کوئی اعجاز دکھلایا تو ہوتا

سوال بوسہ پر کہنا کسی کا
ذرا منھ اپنا بنوایا تو ہوتا

دکھاتے ہو کسے تم حلقۂ زلف
جہین یہ طوق پہنایا تو ہوتا

عوض مہندی کے اپنے دست و پا مین
ہمارا خون مُلوایا تو ہوتا

فلک پر صبح کو نکلا ہے خورشید — ذرا تو بام پر آیا تو ہوتا
ترا اے جذب دل تاثیر قائل — اُسے تو کھینچکر لایا تو ہوتا
بجا لاتے اُسے آنکھوں سے اودست — ذرا کچھ منھ سے فرمایا تو ہوتا

یہان بھی شانِ حق ظاہر ہے زوّار
صنم خانے مین تو آیا تو ہوتا

وله

ہاتھ مین اُس بتِ کافر کے جو مالا ہوتا — پھر تو کعبے کے مقابل ہی شوالا ہوتا
پاؤن صحرا کو جنون مین جو نکالا ہوتا — رشکِ گلزار ہر اک تلوے کا چھالا ہوتا
دیکھتے ہم بھی کہ دنیا مین حسین ہین کتنے — تن کے جوبن ذرا تم نے تو نکالا ہوتا
داغِ دل چیر کے دکھلاتا جو اُس گلرو کو — پھول کر سینہ مرا لالۂ لالا ہوتا
اپکی نالے جو ترے ہجر مین کرتا اے شوخ — آسمان گر کے زمین پر تہ و بالا ہوتا
شوق مے نوشی کا ہوتا جو مرے مہر کو — ماہ مینا لیے خورشید پیالا ہوتا
بن کے خلوت سے اگر آپ نہ باہر آتے — کون اس شان کا پھر دیکھنے والا ہوتا
ٹوٹتا دل کی طرف تیرا اگر تیرِ نظر — سینہ کو توڑ کے پہلو سے نکالا ہوتا
پاؤن اُٹھتا نہ توکل کے احاطہ سے اگر — پھر تو مکتل ہی کا ٹکڑا یہ دوشالا ہوتا

بزم سے ہتی جو اپنی نہ طبیعت زوّار
اور مضمون ابھی اس سانچے مین ڈھالا ہوتا

وله

وہی بتائین جنھین ہے مرض ستانے کا — علاج کیا ہے مرے دردِ دل مٹانے کا
فلک کو ڈھب نہین آتا ہے دل دکھانے کا — تمھین بتا دو طریقہ اُسے ستانے کا
سرِ نیاز کسی نے جھکا دیا بڑھ کر — کیا کسی نے ارادہ جو تیغ اُٹھانے کا

ضرور عاشقِ لب منہ سے خون تھوکینگے
ہوا ہے شوق حسینو کو پان کھانے کا

جگہ غریب نے پائی ہے جب سے زلفونمین
ہے تب سے اس دلِ بیکس پہ دانت شانے کا

لگے جو چوب درِ مسجد اس مین اے رندو
بلند دعوہ ہو ٹیکہ شراب خانے کا

وہ میرے سامنے پہلوے غیر مین بیٹھے
نکالا خوب یہ پہلو مرے ستانے کا

وہ آزماتے ہین مقتل مین تیغ چل اے دل
یہی تو وقت ہے قسمت کے آزمانے کا

نہ داستان قیامت ہو ختم اے واعظ
ملا دے گر کوئی ٹکڑا مرے فسانے کا

جدا نہ ہو جو گلون سے کبھی وہ بلبل ہون
کہ شاخ گل پہ ٹھکانا ہے آشیانے کا

ذرا سے دل پہ یہ بیداد آسمان یارب
ذرا سی جان پہ یہ کر دوڑ کد زمانے کا

ہوائے آہ سے کیونکر نہ داغ دل بھڑکین
صبا کا کام ہے گلشن مین گل کھلانے کا

سحاب و برق نے دیکھو اڑا لیا انداز
ہمارے رونے کا اس گل کے مسکرانے کا

طمانچے کھائے ہین یہ دست موج کے اے بحر
کبھی حباب نہین اب تو سر اٹھانے کا

وہ تیغ کھینچکے مجھ بیقرار سے بولے
مزا چکھا دون تڑپنے کا تلملانے کا

غریب پیتے ہین آنسو مزے سے کھاتے ہین غم
مزا ملا یہ حسینون سے دل لگانے کا

بتون کو دور سے کرکے سلام اے زوار
ارادہ دیر سے اب ہے حرم کو جانے کا

ولہ

جب چلا وان تو یہ بولا دلِ حیران میرا
تو ہے ہر حال مین اللہ نگہبان میرا

جلوہ افزا ہو اگر وہ مہ تابان میرا
منزلِ ماہ بنے خانۂ ویران میرا

جھوٹی مے اپنی پلا کر مجھے اک مست شباب
دیکھیے ہاے لیئے جاتا ہے ایمان میرا

مجمع عام مین نخوت سے وہ بت کہتا ہے
کلمہ پڑھتے ہین اب گبر و مسلمان میرا

صورتِ زلفِ پریشان نہ پریشان ہو کہین
نہ سنو تم نہ سنو حالِ پریشان میرا

قصد کرتا ہون جو اُٹھنے کا مین اُس محفل سے
وہ انگوٹھے سے دبا لیتے ہین دامان میرا

مین وہ وحشی ہون کہ صحرائے قیامت سے کہین
ہائے وسعت مین زیادہ ہے بیابان میرا

یا خدا دیکھکے ویرانی صحرائے جنون
میری آنکھون مین پھرا خانۂ ویران میرا

شعر کیسے تو پڑھون بزم سخن مین زوّار
آج منھ دیکھکے رہجائین سخندان میرا

ولہ

ابرو ترے اے مہ لقا ایک اسطرف ایک اُسطرف
دونون ہین تہ شمشیر قضا ایک اسطرف ایک اُسطرف

ٹکھین نہین اُس شوخ کی جنون سے مین نے تاڑلی
صیّاد ہین دو پُر جفا ایک اسطرف ایک اُسطرف

سُوجھی ہے جو مین پر ترے کہدون تو تو بھی مان لے
ہین قبلۂ نور خدا ایک اسطرف ایک اُسطرف

ہین شیخ مسجد مین گھسے اور بتکدہ مین برہمن
بیٹھے ہین دونون باخدا ایک اسطرف ایک اُسطرف

دکھلاتے ہین دو دو سحر وہ روز عارض کے تین
کھولے ہوئے زلف دوتا ایک اسطرف ایک اُسطرف

پیر مُغان کے فیض سے جاری ہین دو دو میکدے
ہین مست رند و پارسا ایک اسطرف ایک اُسطرف

یہ مہر و مہ زوّار کو آآکے ہر صبح و مسا
دکھلاتے ہین نور خدا ایک اسطرف ایک اُسطرف

ولہ

ہزارون سر بکف لاکھون پس دیوار بیٹھے ہین
تو پھر اب کیون وہ خلوت مین لیے تلوار بیٹھے ہین

ذرا گھر سے تو نکلے لینے وہ غارتگر ایمان
بہت سے سر جھکائے کافر و دیندار بیٹھے ہین

بساط عشق پر بازی لگی تھی اُنکی محفل مین
مگر افسوس اک بوسے پہ ہم دل ہار بیٹھے ہین

زمین بھی اُنکے کوچہ کی کوئی گورِ غریبان ہے
ہزارون دب گئے باقی فقط دو چار بیٹھے ہین

ترے اُٹھتے ہوئے جوبن نے لاکھون فتنے لوٹے
یہ دو ڈاکو ہین یا کوئی یہ دو عیّار بیٹھے ہین

تمہارے طاق ابرو کی طرف حسرت سے تکتے ہین
در کعبہ پہ توبہ کے لیے میخوار بیٹھے ہین

جھڑی اشکونکی کس نے یہ لگادی عین بھادون مین
مکان بن بنکے لاکھون جو سر بازار بیٹھے ہین

کھنچا ہے دل مین پھر نقشہ کسی کے خال و گیسو کا
غضب ہے کعبے پر قبضہ کیے کفار بیٹھے ہین

ضرور اسمین اشارہ ہے کوئی باریک غیرونکو
وہ جب تو بالون سے ڈھانکے ہوئے رخسار بیٹھے ہین

ذرا اُن سے کہو جنکو ہے دعوے مسیحائی کا
کہ باہر کچھ تمھاری چشم کے بیمار بیٹھے ہین

خیال زلف مشکین مین سبھی کو ہو گیا سودا
کہین دیوانے اٹھے ہین کہین ہشیار بیٹھے ہین

وہ کہتے ہین کہ موقع عید کا آنے دو مل لینگے
ابھی شبرات کے پیچھے بڑے تیوہار بیٹھے ہین

سوالی ٹوٹے پڑتے ہین کھلا ہے باب فتوی کا
وہ منصف بنکے شاید پھر سر دربار بیٹھے ہین

خدا کا شکر ہے اتنا تو وہ کہتے ہین دربان سے
ذرا دیکھو تو باہر کس لیے زوار بیٹھے ہین

کبھی تو دیکھینگے اہل وطن کو فضل خالق سے
ابھی تو پانون توڑے حضرت زوار بیٹھے ہین

ولہ

مرے سر کو پانون سے ٹھکرا رہے ہین
وہ میرے مقدر کو چمکا رہے ہین

مری چشم و دل سے یہ آئینہ اچھا
اُسے چاند سی شکل دکھلا رہے ہین

حیا یہ ہے اگر تصویر مین میری
چھپائے ہین منھ مجھسے شرما رہے ہین

نہین شیخ صاحب کے تن مین یہ رعشہ
گناہون کے ڈر سے یہ تھرا رہے ہین

جو لکھتا ہون وصف انکی نفیس سا کے
تو چوٹی کے مضمون ہاتھ آرہے ہین

کہان ہاتھ آتا ہے آئینہ ایسا
مرا دل جو توڑا ہے پچتا رہے ہین

چلو تم بھی زوار اُس جلوہ گہ مین
وہ عشاق کو جلوہ دکھلا رہے ہین

ولہ

ساتھ پردہ نمین جو آنکھون کے رہا کرتے ہین
دیکھیے وہ مری نظرون مین پھرا کرتے ہین

شکر اللہ کا مے پی کے کیا کرتے ہین
مست ہر حال مین دلشاد رہا کرتے ہین

پیچ زلفون کے دکھا کر وہ کہا کرتے ہین
دل انھین حلقۂ اُلفت مین پھنسا کرتے ہین

پانی بھرتی ہے گھٹا سامنے اُنکے ہر دم
بال چوٹی کے جو وہ کھول دیا کرتے ہین

یاد رکھتے ہین ترے مصحفِ رُخ کی ہر وقت
اسی قرآن کو ہم روز پڑھا کرتے ہین

دل جو اُن حلقۂ کاکل مین پھنسے تھے وہ انھین
چشمِ بیمار کے صدقے مین رہا کرتے ہین

قتل کرکے وہ مجھے ہاتھ ملین گے تا عمر
ناز سے پاؤن مین مہندی جو لگا کرتے ہین

روز ہم آتے ہین آتے نہین اِک روز بھی تم
خواب مین آکے وہ اسطرح گلا کرتے ہین

یاد کرکے مجھے تنخا نے مین کہتے ہین یہ بت
میرے زوّار تو کعبے مین رہا کرتے ہین

ولہ

کبھی نظر کبھی چشمِ جلوہ بین مین رہے
کبھی وہ بنکے تمنا دلِ حزین مین رہے

دہن سے نالے نہ نکلے دلِ حزین مین رہے
بُرا ہو ضبط کا نازیست یہ ہمین مین رہے

گیا جو آپ کے دل سے خیالِ دُنیا کا
تو پھر یہ واعظِ دیندار فکرِ دین مین رہے

خیالِ زلف مین کہتی ہے مجھ سے فکرِ سخن
کہ چوٹی کا کوئی مضمون نہ اس نگین مین رہے

الٰہی نظم مین میرے وہ حسن پیدا ہو
کہ عیب جوئی کی طاقت نہ نکتہ چین مین رہے

مرِ طہور کے اتنے بیان نکرا وصاف
کہ تاب سُننے کی واعظ نہ سامعین مین رہے

ہماری خاک کو اللہ دے وہ حسنِ قبول
کہ سُرمہ بنکے یہ چشمِ بُتِ حسین مین رہے

خدا کے فضل سے بیکا ہوا نہ بال کبھی
کہان کہان مرے دشمن نہین کمین مین رہے

خیالِ زلف گیا جب تو یادِ رُخ آئی
نکل کے دشتِ ختن سے سوادِ چین مین رہے

تمھارے لب سے لگائین تو ایسے پھیکے ہون
کہ پھر مزہ نہ کبھی قند و انگبین مین رہے

بسے دماغ مین کیونکر نہ ان کے بوے غرور
ہمیشہ حضرتِ دل زلفِ عنبرین مین رہے

نہ اُٹھے بیٹھ کے پھر خاکسار کوچۂ عشق
مثالِ نقشِ قدم کوے مہ جبین مین رہے

شبِ وصال یہ بڑھ جائین شوخیان اُنکی
کہ نام کو نہ حیا چشمِ شرمگین مین رہے

لباسِ جسم کیا تار تار چل پھر کر
کبھی نہ دستِ جنون میری آستین مین رہے

یہ کس طرح نہ فنِ شاعری مین کامل ہون
ہمیشہ حضرتِ زوّار کاملین مین رہے

ولہ

خلق مین زاہد اگر کچھ آبرو درکار ہے
تم کو ترکِ حرمتِ جام وسبو درکار ہے

یون تو دُنیا مین ہزارون خوبرو ہین خوشجمال
اے پری پیکر پری رو مجکو تو درکار ہے

جان دین گے مثلِ پروانہ ہراک عاشق مزاج
بزم مین ساقی تری اک شمع رو درکار ہے

کل تو یہ شہور تھا مہندی لگی ہے پاؤنمین
آج سُنتا ہون اُنھین میرا لہو درکار ہے

نامۂ اعمال دُھلکر صاف ہوجائین ابھی
جوش پر آدیدۂ تر شست وشو درکار ہے

اور کچھ خواہش نہین مولا تری سرکار سے
دونون عالم مین فقط اک آبرو درکار ہے

یہ وسیم لکھنوی کا فیض ہے اشعار مین
ورنہ حلوا کھانے کو زوّار رو درکار ہے

ولہ

اُٹھکے وہ آئین یہان اُنکو ضرورت کیا ہے
جاؤن مین بزمِ عدو مین مری شامت کیا ہے

منے تکلف میرے گھر وہ نسے یہ آرہتی ہے
اک بلا میرے لیے ہے شبِ فرقت کیا ہے

اپنے کوچے مین وہ ٹھکرا کے اسے کہتے ہین
اب بھی اُٹھیگی بھلا ایسی قیامت کیا ہے

دل تہ قبر ہے آب آب پریشان ہے روح
یال کھولے کوئی رو تا سرِ تربت کیا ہے

نہ اُٹھے تو بھی زیادہ نہین کچھ اسکو قیام
جب ثبات اسکو نہین حسن کی دولت کیا ہے

اہلِ محشر کی نگاہون مین کھبی جاتی ہے
ایسی اے شوخ تری جلبلی صورت کیا ہے

وصل کی رات گذر جائے خموشی مین یونہی
نہ بنے بات اب ایسی بھی نزاکت کیا ہے

خاک پر ہے یہ طپان ماہی بے آب کیطرح
دل مین کانٹا سی کھٹکتی کوئی حسرت کیا ہے

کون روتا ہے سر گور غریبان مجھکو
چونک اُٹھے قبر و سنے مُردے یہ قیامت کیا ہے

ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتی ہے ہمارے دلکو
تیری تلوار ہے قاتل تری حسرت کیا ہے

دل حیران کو مرے دیکھکے وہ اے زوّار
پوچھتے ہین کہ اس آئینہ کی قیمت کیا ہے

ولہ

ترچھی نظر تمھاری کیا ظلم ڈھا رہی ہے
برچھی سی ایک گویا دل مین لگا رہی ہے

سرمہ لگا کے دیکھو آنکھون مین معرفت کا
دیر و حرم سے کس کی آواز آ رہی ہے

نہ نقطہ یہ نہین ہے سایہ تمھارے رُخ پر
مہتاب کے یہ اوپر بدلی سی چھا رہی ہے

زلفین بنا رہی ہے مشاطہ ہائے کسکی
چھاتی پہ میری ناگن جو لوٹی جا رہی ہے

اس لیلی ادا کی اُلفت بھری ہے دلمین
جو مجکو مثل مجنون در در پھرا رہی ہے

تاثیر کچھ نہ ہوگی تیری زبان مین پیدا
بلبل مری فغانی کیون طرز اُڑا رہی ہے

پھرتے ہو ہو کے مومن کوچے مین اُن تو نکے
زوّار ہائے دل مین یہ کیا سما رہی ہے

ولہ

لگاؤ نہین کبھی بازی جو اُن کے خالو نسے
اُڑا دون حسن کی گولی کو صاف نالون سے

چھپائین لاکھ کمر کو وہ اپنے بالون سے
عدم کی راہ کہین بند ہوئی ہے کالون سے

تڑپ کچھ اور زیادہ مثال برق اے دل
کہ قتل گاہ بھرا ہے پری جمالون سے

ہر ایک گام پہ کرتے ہو حشر تم برپا
خدا بچائے حسینو تمھاری چالون سے

وہ خاک پھول چڑھائین گے میری تربت پر
جو خوف کھاتے ہین عشاق کے پیالون سے

وہ ترک کہتا ہے دِکھلا کے باڑھ مژگانکی
کرینگے کشور دل فتح ان رسالون سے

یہی دعا ہے شب تار مین مری زوّار
نڈالے سابقہ اللہ زلف والون سے

نوٹ جناب زوار کی نظم کا نمونہ ہم پیش کر چکے۔ نثر کا نمونہ آپکی تقریظ سے جو گلزار سخن مین موجود ہے معلوم ہو جائیگا (مؤلف)

سچتانند تخلص منشی سچتانند صاحب عرف منالال ولد راجہ درگا پرشاد ناظم میانگنج وصفیپور وغیرہ

آپ نے منشی شنکر لال صاحب فرحت کی امائن کی جو تاریخ فرمائی ہے اُسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین جس سے ناظرین کو آپکی طبیعت کا اندازہ ہو جائیگا وہو ہذا۔

تاریخ تالیف از منشی سچتانند صاحب عرف منالال ولد راجہ درگا پرشاد ناظم میانگنج وصفی پور وغیرہ

نہین ہے یارا قلم کو اصلا کہ لکھے وصف کمال اُسکا
ہے نام شنکر دیال جسکا دُرِ سخن کا وہ جوہری ہے

بہت سی ایسا نکی کتابین زبان اُردو مین ترجمہ کین
اُسی کے ابر کرم سے اب تک چمن مین شاخ سخن ہری ہے

بجھن سے اُسکو ہے جی سے الفت بیان معنی نے لاکو فرحت
کنایہ سے ہے عیان تخلص کمال پر رنگ شاعری ہے

صفای آب سخن کا جوہر عیان ہے شیرینی زبان سے
کیا ہے اوبدھ[1] مین کام کیسا بڑی طبیعت کی پروری ہے

لکھا تھا جو بالمیک[2] جی نے اُسی کا چھایا اُتارا اُس نے
لکھا ہنومان[3] ناٹک ایسا کہ جس سے لنکا مین تھر تھری ہے

اُڑن نکیو نکر برنگ دادن حواس خمسہ ہر اک بشر کے
جمایا رنگ گوشائین بار عجب یہ اربعہ عناصری ہے

پڑھی جو رامائن[4] اُسکی مین نے تو ہو کے محظوظ دل سے بولا
کہ سچتانند سال لکھو صنایع سے یہ ہری بھری ہے

سر ارادت سے مین نے فوراً لکھی یہ تاریخ بے تصنع
زبان نادر دبیر صائب عجب یہ رنج خنوری ہے

۱۸۶۶ء

نوٹ۔ قطعہ مذکورہ بالا مین مصنف نے اپنے ممدوح کے اوصاف اور تصانیف اور مادۂ تاریخ کس خوبی سے نکالا ہے۔

"بیان معنی سے دل کو (فرحت) آخر تخلص شاعر کا" دیر تخمین منطی۔

[1] اوبدھ۔ نام مصنف کی ایک کتاب کا۔

[2] بالمیک جی۔ نام مصنف کی دوسری کتاب کا۔

[3] ہنومان ناٹک۔ نام مصنف کی تیسری کتاب کا۔

[4] رامائن اُردو۔ نام مصنف کی چوتھی کتاب کا۔

ان چارون کتابون کو اربعہ عناصری کہا۔

سخن تخلص - جناب سید محمد فخر الدین حسین صاحب - دہلوی تلمیذ جناب مرزا نوشہ متخلص بہ غالب دہلوی -

غزل سخن

اُلفت پری وشون کی ستم ہے برائے دل — اللہ ان بتون سے ہمارا بچائے دل
کانپی زمین فرشتے بھی تھرا کے رہ گئے — پہونچے جو آسمان پہ مرے نالہائے دل
آنکھون مین ہے کبھی کبھی زلف صنم مین ہے — یہ منزلت ہے عشق مین کس کو سوائے دل
دل اپنا تیر لگتے ہی خون ہو کے بہہ گیا — سینے مین ہے مگر ترا پیکان بجائے دل
او بدشعار ضبط کو میرے خیال کر — یہ بھی کبھی زبان سے نہ نکلا کہ ہائے دل
یاس وفائے عاشق شیدا ضرور ہے — سُن لیجیے کبھی تو صنم ماجرائے دل
تر نگاہ مین بھی تمھارے وفا نہین — ہے مونس جگر تو کبھی آشنائے دل
چھیڑو بہت نہ اس کو کہ نازک مزاج ہے — بیزار تم سے دیکھو کہین ہو نہ جائے دل
کیونکر کہون کہ تم پہ نہین اعتماد مجھے — کہہ دوگے مدعی سے مرا مدعائے دل
قصہ بہت طویل کہانی دراز ہے — ق — ہمدم سُنائین کیا تجھے ہم ماجرائے دل
تھا باغ آرزو مین یہ پہلے مثال گل — سب خار تھے نظر مین ہماری سوائے دل
بلبل ہوا پھر اک گل خندان کو دیکھکر — کیا نغمہ سنج درد تھی کچھ دن نوائے دل
قمری بنا کبھی وہ کسی سرو ناز کا — کوکی تھی صدا وہ نہ تھے خندہ ہائے دل
پھر اک نگاہ آفت جان پر ہوا نثار — نازل ہوئی پھر ایک مصیبت برائے دل
پھر اک پری کو دیکھ کے دیوانہ بن گیا — جانے لگے فلک پر مرے نالہائے دل
پھر اُس کو دیکھ بزم مین ہونے لگے بلند — سوز درون سے شمع صفت شعلہ ہائے دل
چنگاریان اُڑین تو وہ پروانے بن گئے — ہر دم نثار یار تھے با صد ہوائے دل
کچھ جلکے خاک ہو گئے کچھ شعلے بن گئے — وہ ابتدائے دل یہ ہوئی انتہائے دل

ڈھونڈھوگے اب تو پاؤگے گرد ملال مین
تھوڑی سی آگ سینے کے اندر بجاے دل

اب ہوگئی شراب محبت دو آتشہ
دل اُسپہ ہے فدا تو سخن ہے فدا ے دل

ولہ

وہ اپنا جلوہ دکھا چکے ہین مری نظر مین سما چکے ہین
نگاہین ہمسے لڑا چکے ہین فدائی اپنا بنا چکے ہین

پھر اپنے گھر وہ بُلا گئے ہین غضب کا مژدہ سنا گئے ہین
پھر اُنکے دم مین ہم آگئے ہین کہ جنسے دھوکے کھا چکے ہین

عبث ہے اے ہمدمو مداوا مگان صحت کرو نہ اصلا
کبھی نہ ظاہر ہو زخم جسکا وہ تیغ ایسی لگا چکے ہین

غضب خدا کا یہ بدگمانی کہ معذرت بھی مری نہ مانی
نہ دو ہمین رنج یار جانی کہ بس کیا اپنا پا چکے ہین

یہ سنگدل جانکے ہین دشمن دل اُنکے پائے ہین ہمنے آہن
تبھی تو اُلفت مین شیشۂ من بہت سی ہمراہ اُنکے ٹوٹے ہین

کبھی جو آتے ہین وہ خوشی مین تو پھبتی کہتے ہین دل لگی مین
اسیطرح سے ہنسی ہنسی مین وہ ہمکو اکثر بنا چکے ہین

آلسی یہ بُت ہمین ستائین ہم اُنکے جور و جفا اُٹھائین
عدو کو پاس اپنے وہ بٹھائین کہ جنکے ہم ناز اُٹھا چکے ہین

کیا ہے تیغ نگہ سے گھائل بتا یا تمنے ہمین بھی بسمل
نبوگے تم کیون نہ میرے قاتل کہ تمسے آنکھین لڑا چکے ہین

مقدمے یہ نہین ہنسی کے معاملے ہین یہ دل لگی کے
آئین یہ جھگڑے کبھی ہاشقی کے کسی سے اے پُرجفا چکے ہین

ندیجے ایذا ہمین سفر مین کہ بیٹھے ہین ہم تو رہگذر مین
بلا لیئے اُنکو اپنے گھر مین کہ جنکے گھر آپ جا چکے ہین

اگر ہے شوق شہادت اے دل تو ہان تو حبہ بسوے قاتل
خبر نہین تجکو ہاے غافل ارے وہ مقتل مین آ چکے ہین

فنا ہے گرچہ یہ ساز ہستی مگر نہ چھوٹینگے مے پرستی
گذار دینگے یہ فاقہ مستی جہانسے دل تو اُٹھا چکے ہین

کرو رون خط لکھے جائینگے ہم ہزار اُلفت جتائینگے ہم
کبھی نہ یاد اُنکو آئینگے ہم وہ ہمکو ایسے بھلا چکے ہین

نہین کچھ اس مرگ مین تکلف ہم ایسے مرنے پہ کرتے ہین تاسف
اجل کو ئی دم تو کر توقف تجھے سے دو تک وہ آ چکے ہین

عجب طرح کی ہے لکو اُلجھن کہ پھر گئی ہمسے اُسکی چتون
غضب ہوا ہو گیا وہ دشمن کہ جس سے ہم دل لگا چکے ہین

کرے وہ کیا پُر گذاف وعدہ کہ جسکا سب سے خلاف وعدہ
کبھی کریگا نہ صاف وعدہ اُسے تو ہم آزما چکے ہین

ہماری بھی کچھ عجیب خو ہے جفا کی پھر لکو جستجو ہے
پھر اُنپہ مٹنے کی آرزو ہے جو ہمکو پہلے مٹا چکے ہین

کہا کسی نے مجھے بتا کر کہ بیٹھے ہین کیون لگ آ جا کر
کہا یہ اُس گل نے مسکرا کر ہم انکو پہرون منا چکے ہین

نکر زیادہ کلام ساقی نہ ہمسے لے انتقام ساقی
بس اب بند ے ہمکو جام ساقی بہت دنون مین ہم آ چکے ہین

کوئی جہا مین ہے ایسا یارو ہوا نہ الفت مین رنج جسکو
اسی محبت مین ہے ہمتو بڑی مصیبت اُٹھا چکے ہین

سخن کہان ہو یہ کیا غضب ہے یہ بات تمسے بہت عجب ہے
شکایت اب اُنکی بے سبب ہے گلے وہ تمکو لگا چکے ہین

ولہ

گویا ہے زبان وصفِ رُخ سیم بدن مین
سکہ ہے مرے نام کا اقلیم سخن مین

وہ گل بھی ہے ساقی پے تفریح چمن مین
کیا دیر ہے پھر دورِ مے توبہ شکن مین

غنچے بھی مجھے دیکھکے ہنستے ہین چمن مین
رونا ہون جو اے یار تری یاد دہن مین

تسکین نہین اک لحظہ اسے خانۂ تن مین
دم ہے وہ مسافر جسے غربت ہے وطن مین

اے ہمنفسو شامِ غریبی سے سوا ہے
نے یار جو ہوتی ہے مجھے صبح وطن مین

ہین نالہ بلبل سے ہم گریہ شبنم
شاید کوئی گل چاک گریبان ہے چمن مین

اس دشت نوردی پہ بھی اب تک دلِ نالان
اُلجھا ہے سرِ خار بیابانِ وطن مین

کیا رنگ یہ لایا ہے جوانون کو مٹا کر
خونِ شہدا سے شفقِ چہرۂ کہن مین

سب کو تری صحبت کی تمنا ہے پری رو
غنچون کے بھی آغوش کشادہ ہین چمن مین

اے چارہ گرو سوچ کے کر نامرادرمان
ہے درد عوض روح کے ہر عضو بدن مین

اے مرگ غریبی ابھی لازم ہے توقف
رو لون مین ذرا یادِ عزیزانِ وطن مین

بُو سونگھنے مرقد مین چلی آتی ہین حورین
خوشبو ہے غضب تیرے شہیدون کے کفن مین

ہم دیکھ رہے ہین دلِ شیدا کو یہین سے
آتا ہے نظر وہ ترے گیسو کی شکن مین

کوچے مین ترے ہم کو بندھا گھر کا تصور
یاد آیا قفس بلبلِ شیدا کو چمن مین

گل شاد ہون مٹی بھی ٹھکانے لگے اُسکی
بلبل کو جو صیاد کرے دفن چمن مین

یون ناز تو ہر ایک ترا قہر ہے لیکن — اک بات نئی ہے ترے بیساختہ پن مین

اس شہر مین غالب کا جو شاگرد سخن ہے
دشمن پہ ہمیشہ سے وہ غالب ہے سخن مین

ولہ

وہ آئے زرا آنے کا انداز تو دیکھو — اے ہمدمو یہ وصل خدا ساز تو دیکھو
مارا نگہ ناز سے ٹھوکر سے جلایا — اُس شاہد عیسا کا یہ اعجاز تو دیکھو
اعدا کو بتعظیم بٹھاتا ہے ستمگار — گھر مین مرے اغیار کا اعزاز تو دیکھو
ہے دل کو ہمارے ہوس عرش معلی — مرغ نفس عشق کی پرواز تو دیکھو
کیا دیکھا ہے تم نے ابھی دنیا کا تماشا — ہان چشم تغافل ہو اگر باز تو دیکھو
کہتے ہین سمجھ لون گا خبر دار مین تمسے — کھل جائے گا الفت کا اگر راز تو دیکھو
کس حسرت و ارمان سے دم توڑ رہا ہے — مقتل مین سوے عاشق جانباز تو دیکھو
کیا یون ہی رہا کرتے تھے بگڑے ہوے مجھسے — تم آج کل اپنا زرا انداز تو دیکھو

کس ناز سے کہتے ہین سخن آتے ہین ہم بھی
آواز کے قربان یہ آواز تو دیکھو

ولہ

مین نے وفا کی اُس سے تقصیر ہے تو یہ ہے — چھوڑی جفا نہ اُس نے تعزیر ہے تو یہ ہے
اُس کو خیال میرا کچھ بھی ہوا نہ اب تک — نالون کی میرے ہمدم تاثیر ہے تو یہ ہے
ابرو ہلائے اُس نے بسمل ہوے یہان ہم — بہر سزاے عاشق شمشیر ہے تو یہ ہے
دیتا ہے گالیان وہ ہر وقت بے سبب بھی — عاشق کی اُسکے یارو توقیر ہے تو یہ ہے
رہتا ہے یان تصور ہر وقت جس کا دلمین — آئینہ کے مقابل تصویر ہے تو یہ ہے
آتے ہی تیرے ہوگی مشکل ہماری آسان — اب موت مین ستمگر تاخیر ہے تو یہ ہے

باتون نے اُس کی مجکو شیدا بنا لیا ہے
جا دو کہون نہ کیونکر تقریر ہے تو یہ ہے

بجلی کے کوندنے سے تھرا گیا کلیجہ
اب میرے آشیان مین تنویر ہے تو یہ ہے

موجِ ہوائے گل کا پابند ہے دل اپنا
جوشِ جنون مین میری زنجیر ہے تو یہ ہے

مشتاق ہو تو یارو دیوان ہمارا دیکھو
مصحف کی اُس کے رُخ کے تفسیر ہے تو یہ ہے

مین ہون مریضِ اُلفت کھاؤنگا زہر تم پر
آزار کے مناسب تدبیر ہے تو یہ ہے

دُنیا کے یہ تماشے سب خاک مین ملین گے
اس خواب کی ہمارے تعبیر ہے تو یہ ہے

اُسپر فدا ہے ہم قسمت سخن تو دیکھو
اُسنے کبھی نہ پوچھا تقدیر ہے تو یہ ہے

ولہ

وصل کا اقرار ہے رہجاؤ بھی
وعدون سے اپنے کبھی شرماؤ بھی

کیون ہمین ترساؤ بھی رُلواؤ بھی
جانے دو شکوونکو بس اب آؤ بھی

بوسون کے دینے مین تردد ہُوا
لے چکے تم دل کو میرے لاؤ بھی

ہم تو نہا لین عرقِ شرم سے
گالیو نکا منھ کہین برساؤ بھی

تم نے میرے دل کو چھپایا کہان
ہو چکی بس دل لگی بتلاؤ بھی

داد را ٹھہری کوئی نٹھ خیال
خیر غزل ہی سہی کچھ گاؤ بھی

پاسِ وفا آپنے اچھا کیا
دیکھ چکے خوب اجی جاؤ بھی

رُوٹھ کے جاتے ہو سخن یار سے
تمکو مرے سر کی قسم آؤ بھی +

ولہ

ہاے رونق ہے نہ وہ اور نہ شانِ دہلی
اب فقط نام کو باقی ہے نشانِ دہلی

ضبط ہوتی ہی نہین مجھسے فغان کیا کیجے
آہی جاتا ہے مرے لب پہ بیانِ دہلی

ہائے وہ قلعہ کہ تھا رشکِ فردوسِ بریں
ہائے وہ شاہ کہ تھا روحِ روانِ دہلی

چاندنی چوک کا وہ لطف بوقتِ آخر
ہائے وہ جلوۂ دیدارِ بتانِ دہلی

جیسی تسنیم کہ فردوس مین جاری ہوگی
ہائے بازار مین وہ نہرِ روانِ دہلی

رونقِ مسجدِ جامع کا بیان کیا کیجے
جسمین پڑھتے تھے نماز آکے شہانِ دہلی

کیسا برباد کیا اُس کو فلک نے افسوس
مل گئی خاک مین سب شوکت و شانِ دہلی

کس کو صدمہ نہین اس شہر کی بربادی کا
کون عالم مین نہین مرثیہ خوانِ دہلی

جن و انسان و ملک وحش و طیورِ عالم
رکھتے ہین دل مین غمِ ماتمیانِ دہلی

مجکو طاقت نہین اظہار کی ہمدم مت پوچھ
بیکسی ہائے تمنائے کسانِ دہلی

دوست سے دوست برادر سے برادر چھوٹے
ہوگیا ایسا فلک دشمنِ جانِ دہلی

رہتا ہے پیشِ نظر شہر کا نقشہ ہر دم
ہے تصوّر مین جو ہر ایک مکانِ دہلی

حکم جب شہر سے جانے کا ہوا لوگون کو
ہائے کس یاس سے تھے سب نگرانِ دہلی

دار پر چڑھ گئے مٹے گور و کفن دفن ہوے
وائے برحسرتِ ماتم زدگانِ دہلی

جن کے رخسار سے خورشید خجل ہوتا تھا
مل گئے خاک مین وہ ماہ وشانِ دہلی

حضرتِ یوسف اگر دیکھتے عاشق ہوتے
ایسے خالق نے بنائے تھے بتانِ دہلی

خاتمِ جم کو ہر فرد بشر کو وان کے
رشکِ بلقیس تھے مشہور بتانِ دہلی

عیش و عشرت مین جو تھے انکی یہ اب حالت ہے
چشم خونبار ہے اور لب پہ فغانِ دہلی

اور فتنہ ہے کوئی چرخِ ستمگر باقی
چشمِ انجم سے جو تو ہے نگرانِ دہلی

اور کچھ اب تو مرے پاس نہین ہے ظالم
ہان مگر بہرِ فغان ایک زبانِ دہلی

یہ فصاحت تو کسی مین کبھی دیکھی نہ سُنی
ہفت اقلیم سے بہتر ہے زبانِ دہلی

گو کئی بار مٹا جورِ فلک سے لیکن
شہر دنیا مین نہین اب بھی بسانِ دہلی

نام ہے ہند کا دہلی سے سخن عالم مین
اور ہے حضرتِ غالب سے نشانِ دہلی

سودا تخلص۔ مرزا رفیع ولد مرزا محمد شفیع شاگرد شاہ حاتم۔ آپکا وطن کابل ہے۔ آپ ۱۱۲۵ھ ہجری مین دہلی مین تولد ہوے تھے ایام شباب مین لکھنؤ تشریف لیگئے۔ وہان جاکر آپ نواب آصف الدولہ بہادر کے مقربون مین منسلک ہوے۔ اور ملک الشعرا کا خطاب پایا ۱۱۹۵ھ مین آپنے وفات پائی۔ مثنوی کے سوا آپ جمیع اصناف سخن پر قادر تھے ہجو اور قصیدہ گوئی وغیرہ مین مرزا صاحب کا کوئی ثانی نہ تھا۔ کلیات قابل دید ہے۔

غزل سودا

دل مت پٹک نظر سے کہ پایا نجائیگا
جون اشک پھر زمین سے اُٹھایا نجائیگا

رخصت ہے باغبان کہ ٹک دیکھ لین چمن
جاتے ہین واں جہانسے پھر آیا نجائیگا

تیغ جفاے یار سے دل سر نہ پھیریو
پھر منھ وفا کو ہم سے دکھایا نجائیگا

زاہد گلے سے مستونکے باز آنیکا نہین
تا میکدے مین لاکے پچھایا نجائیگا

آویگا وہ چمن مین نہ اے ابر جب تلک
پانی گلونکے منھ مین چوایا نجائیگا

آنیسے فوج خط کے نہو دلکو مخلصی
بندھوا ہے زان کا یہ چھڑایا نجائیگا

پہونچینگے اس چمن مین نہ ہم داد کو کبھی
جون گل یہ چاک جیب سلایا نجائیگا

کعبہ ڈھا تو غم نکر اے شیخ بت شکن
دل برہمن کا ہے کہ بنایا نجائیگا

عمامہ کو اُتار کے پڑھیو نماز شیخ
سجدہ سے ورنہ سر کو اٹھایا نجائیگا

دامان و داغ تیغ جو دھویا تو کیا ہوا
عالم کے دلسے داغ دھلایا نجائیگا

ظالم نہ مین یہ کہتا تھا اس خونسے درگذر
سودا کا قتل ہے یہ چھپایا نجائیگا

ولہ

دین شیخ و برہمن نے کیا یار فراموش
یہ سبحہ فراموش وہ زنار فراموش

دیکھا جو حرم کو تو نہین دیر کی وسعت
اس گھر کی فضا کر گیا معمار فراموش

بھولے نہ کبھی دلسے مرا مصرع جانکاہ — نالہ نہ کرے مرغ گرفتار فراموش
دلسے نہ گئی آہ ہوس سیر چمن کی — اور ہمنے کیا رخنہ دیوار فراموش
یا نالہ ہی کر منع تو یا گریہ کو ناصح — دو چیز نہ عاشق سے ہوں یکبار فراموش
بھولا پھرون ہون آپکو اک عمر سے لیکن — تجکو نہ کیا دلسے مین نہار فراموش

دل درد سے کس طرح ہو خالی مرا سودا
وہ ناشنوا حرف مین گفتار فراموش

ولہ

عداوت سے تمھاری کچھ اگر ہووے تو مین جانون — بھلا تم زہر دیدو کچھ اثر ہووے تو مین جانون
نہ اندیشہ کرو پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی — تم اپنی زلف کو کھولو سحر ہووے تو مین جانون
ہمارے تم سے جو عہد و فا ہون اُنکو تم جانو — مرے پیمان مین کچھ نوع دگر ہووے تو مین جانون
ذرا تم مار کاکل کو مرے منھ سے لگا دیکھو — ہزار دن سانپ کاٹین پر اثر ہووے تو مین جانون

ولہ

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے مین — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے مین
کیونکر نہ چاک چاک گریبان دل کرون — دیکھون ہون تیری زلف کو مین دست شانے مین
زینت دلیل مفلسی ہے ٹک کمانکو دیکھ — نقش و نگار چھپٹا نہین کچھ اُسکے خانے مین
اے مرغ دل سمجھکے تو چشم طمع کو کھول — تو نے سنا ہے دام جسے ہے وہ دانے مین
چلّے مین کھینچ کھینچ کیا قد کو جون کمان — تیر مراد پر نہ بٹھایا نشانے مین
پایا ہر ایک بات مین اپنے مین یون تجھے — معنی کو جس طرح سخن عاشقانے مین
دست گرہ کشا کو نہ زیبن کرے فلک — مہندی بندھی نہ دیکھی مین انگشت شانے مین
ہمسا تجھے تو ایک ہمین تجھسے ہین کئی — آپ جا دیکھ لے تو اپنے کو آئینہ خانے مین

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر — اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے مین

ولہ

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گمان ہے کہ نہین — جلوہ گر یار مرا اور نہ کہان ہے کہ نہین
دل کے ٹکڑون کو بغل بیچ لیے پھرتا ہون — کچھ علاج اِنکا بھی اے شیشہ گران ہے کہ نہین
مہر ہر ذرّہ مین مجکو ہی نظر آتا ہے — تم بھی اِک ٹک[1] دیکھو کہ صاحب نظران ہے کہ نہین
جرم ہے اُسکی جفا کا کہ وفا کی تقصیر — کوئی تو بولو لومیان منھ مین زبان ہے کہ نہین
پاس ناموس مجھے عشق کا ہے اے بلبل — ورنہ یان کونسا انداز فغان ہے کہ نہین
آگے شمشیر تمھاری کے بھلا یہ گردن — موسے باریک ترے خوش کمران ہے کہ نہین
پوچھا اِک رو زمین سودا سے کہ اے آوارہ — تیرے رہنے کا معین بھی مکان ہے کہ نہین
یک بیک ہوکے برآشفتہ لگا یہ کہنے — کچھ تجھے عقل سے بہرہ بھی میان ہے کہ نہین
آنکر قصر فریدون کے دراپر اک شخص — حلقہ زن ہوکے پکارا کوئی یان ہے کہ نہین

ولہ

ڈرتا ہون خدا مجھسے وہ خود کام نہووے — دنیا مین الٰہی کوئی بدنام نہووے
شمشیر کوئی تیز سی لانا مرے قاتل — ایسا نہ لگانا کہ مرا کام نہووے
آتا ہے مری گور پہ ہمراہ رقیبان — یعنے مجھے تربت مین بھی آرام نہووے
گر صبحکو چاک اپنے گریبانکے دکھاؤن — اے زندہ دلان حشر تلک[2] شام نہووے

کرتا ہے جو بوسہ کی توقع پہ فغان تو
اِک[1] ٹک دیکھیو سودا یہ ترا خام نہووے

[1] ٹک بمعنی ذرا اب متروک ہے ۱۲

[2] تلک بھی فی زمانہ برائے ٹک استعمال کرتے ہین۔

نوٹ ہووے + آوے + جاوے میان جیسے الفاظ اب پایۂ فصاحت سے گرے ہوے سمجھے جاتے ہین اور بجاے اسکے اب ہو۔ آئے۔ جائے لکھتے ہین اور میان کی جگہ پر جان جانِ جان وغیرہ۔

سوز تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک مولوی عبد الکریم خلف مولوی امام بخش صہبائی مقیم دہلی۔ صاحبِ دیوان گذرے۔ دوسرے۔ محمد میر ولد میر ضیاء الدین آپ حضرت قطب عالم گجراتی کی اولاد سے تھے۔ آبا وطن بخارا ہے۔ دہلی مین پیدا ہوے تھے۔ نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد مین آپ لکھنؤ گئے تھے خط شقہ اور نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ تیر اندازی مین بیمثل تھے۔ شعر اس انداز سے پڑھتے تھے کہ مضمونِ شعر کی صورت بنا کے دکھا دیتے تھے۔ پہلے آپ اپنا تخلص میر کرتے تھے جب میر تقی لکھنؤ مین گئے آپ نے سوز تخلص کیا۔ اشعار عاشقانہ پُر سوز ہوتے ہین اسّی برس کی عمر مین تلہر جاکر وفات پائی آپکا دیوان موجود ہے۔

غزل سوز

محبت کو دامِ بلا جانتا تھا — پھنسا مین تو اے دل یہ کیا جانتا تھا
چلا مجھسے تو بھی جتا کر تو اے دل — تجھے مین بڑا آشنا جانتا تھا
بڑی گرم جوشی سے تھا ہی مجھے ڈر — کہ آخر کریگا دغا جانتا تھا
دغا کھائی آخر دغا کھائی آخر — مین کیا جانتا تھا مین کیا جانتا تھا

دلاسا تو دے سوز کو چلتے چلتے
مگر تو جگر ہی جلا جانتا تھا

مرے دل مین ہے خواہشِ وصلِ بتان — کو نصیب کیسکو ہوا ہی نہین
مرے دل کی طپش کو تو غور کر مرے واسطے فکر نا و ر کرو
کبھو خندۂ گل سے یہ دل نہ کھلا ہے دنے پہ مرد دیدہ سدا
کہین کوچہ سے تیرے ہی باغمین جا تر ا بادِ صبا نے جو نام لیا

ولہ

کرون کس سے مین حال کو اپنے بیان مرے درد کی تو دوا ہی نہین
کوئی یار کے ملنے کا طور کر دلکو اسے تو ہوتی شفا ہی نہین
کرون ہے عزیزو مین غمین کیا مجھے راست آیا نکی ہوا ہی نہین
تو دیکھا کہ اے بتِ ہوش ربا کسی گل کا خوا ہان بجا ہی نہین

ایسی اور بھی ہو کوئی تازہ غزل اسی بحر کا قافیہ سوز بدل
غمِ ہجر تو کر چکا اپنا خلل بارے وصل کا حال کھلا ہی نہین

کبھو وغیرہ بھی اب متروک مین کبھی لکھتے ہین۔

سعدی تخلص۔ جناب شرف الدین لقب مصلح قوم شیخ۔ بن شیخ عبداللہ شیرازی سرگروہ اوسلی نے آپکی ولادت ۵۷۳ھ مطابق ۱۱۷۳ء ہجری مین لکھی ہے مگر آپ سال مذکور سے بہت برسون پہلے اتابک مظفر الدین تکلہ بن زنگی کے عہد حکومت مین بمقام شیراز پیدا ہوے۔ آپکی ولادت کے کئی سال کے بعد اتابک سعد بن زنگی مظفر الدین تکلہ بن زنگی کا بھائی تخت نشین ہوا کہتے ہین کہ آپ کے والد ماجد شیخ عبداللہ شیرازی رح سعد کے یہان کسی خدمت پر مامور تھے اور آپ نے اُسی کے عہد حکومت مین شعر کہنا شروع کیا باین وجہ آپ نے اپنا تخلص سعدی کیا باوجودیکہ شیراز کو دارالعلوم ہونے کا فخر تھا لیکن تنگی بد نظمی کے باعث شیخ نے سن ۶۲۰ھ مین ترک وطن کیا اور بغداد کے دارالعلوم مین تحصیل کی غرض سے داخل ہوے۔ ذیل کے اشعار مین آپ نے وطن ترک کرنے کا سبب کس خوبی سے ظاہر کیا ہے (سعدی رح)

	دلم از صحبت شیراز بہ کلی بگرفت وقت آنست کہ پرسی خبر از بغدادم سعدیا حب وطن گرچہ حدیثے ست صحیح نتوان مرد بسختی کہ من اینجا زادم	

آپ بڑے ہی پاک باطن۔ خدا ترس۔ پرہیزگار اور جفاکش تھے۔ آپ نے پاپیادہ بارہ حج کیے آپنے ایک سو بیس برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ آپ کی تصنیفات گلستان بوستان کریما پند نامہ سعدی آپ کے تجربہ اور معلومات کا کافی ثبوت ہین۔ اور ایسی مقبول ہین کہ دنیا کے چارون کھونٹ پہونچ چکین۔ اور قیامت تک لوگونگے دلون کو مسخر کیے رہینگی۔ آپ نے ایشیائی شعرا کیطرح گل و بلبل کا پیچھا نہین لیا۔ ملکی۔ قومی۔ تمدنی معاشرتی غرضکہ قانون قدرت کے تمام اصولون کو نظم کے سانچے مین ڈھالا ہے۔ آپ ملک اور قوم کے سچے خیرخواہ تھے اور سچی شاعری کی ہے۔

غزل سعدی

غزل سعدی

اے ماہِ عالم سوز من از من چرا رنجیدۂ
وے شمعِ شب افروز من از من چرا رنجیدۂ

یک شب بیا مہمان کنم تا جان و دل قربان کنم
جای تو در چشمان کنم از من چرا رنجیدۂ

ای جانِ من جانان من بر من نگر سلطانِ من
یک شب بیا مہمانِ من از من چرا رنجیدۂ

من عاشقِ زارِ توام از جان وفادارِ توام
تا زندہ ام یارِ توام از من چرا رنجیدۂ

من عاشقِ دیوانہ ام اندر جہان افسانہ ام
تو شمع و من پروانہ ام از من چرا رنجیدۂ

رنجیدۂ رنجیدۂ از من گنہ چہ دیدۂ
دائم گنہ بخشیدۂ از من چرا رنجیدۂ

بنگر ز عشقت چون سلم سرگشتہ و مجنون شدم
چون لالہ دل پرخون شدم از من چرا رنجیدۂ

گر من بمیرم در غمت خونم فتد بر گردنت
فردا بگیرم دامنت از من چرا رنجیدۂ

ای سروِ خوش بالای من ای لبر رعنای من
لعل لبت حلوای من از من چرا رنجیدۂ

من سعدی دلخواہِ تو ابروے تو چون ماہِ نو
من یارِ نیکوخواہِ تو از من چرا رنجیدۂ

ولہ

ای بالا چون صنوبر روے لخت چون مہ
زلف داری ہمچو عنبر لب چو شکر
آفتابِ عاشقان و ماہتابِ دلبران
قبلۂ آزادگانی اے صنم بارو خ
در میانِ روخ اندر کشیدۂ خ و ط
درد مندم مستمندم تن گرفتہ تب
ت و ب آمد نگارِ من مرا در عشقِ تو
دارو ی دردم تو داری ای میانِ ل و ب
ل و ب بر ل و ب بنہادہ باشد تا سحر
ہم وی در پیش آید بستہ باشد دور
ای نگار اگر تو ما را یک شبی مہمان کنی
نقل خواہم از لبانت ب و دو ش و
شاعران بسیار گفتہ شعرہای پرنمک
کس نگفتہ شعر ہمچون س و ع و د ی

سلطان تخلص کے تین شخص ہوے۔
ایک۔ سلطان بادشاہ خلف شاہزادہ جمعیت شاہ ماہر دہلوی۔
دوسرے۔ نواب نصر اللہ خان مرحوم والی رامپور۔
تیسرے۔ مرزا نیلی خلف شاہ عالم بادشاہ۔

غزل سلطان

ہماری آہ کی تاثیر دیکھو — ہلی وہ عرش کی زنجیر دیکھو
جدھر وہ ہے اُسی جانب کو اپنا — کھنچا جاتا ہے دل تاثیر دیکھو
دیا داغِ جگر ہے جس نے ہمکو — یہی ہے وہ بتِ بے پیر دیکھو
نہیں دامن میں اُسکے رُخ سے نجاب — ہمارا خون ہے دامنگیر دیکھو
اُداسی چھا رہی ہے بیکسی ہے — مزارِ عاشق دلگیر دیکھو
جو خط جاتا ہے پڑھ سکتا نہیں وہ — مری تقدیر کی تحریر دیکھو
پھر آیا یار میرے در سے جاکر — مری اُلٹی ہوئی تقدیر دیکھو
گلے میں طوق دُھرے پا بزنجیر — اسیرِ زلف کی توقیر دیکھو

وہ بن بن کے بگڑ جاتے ہیں سلطان — مری بگڑی ہوئی تقدیر دیکھو

انھیں قوافی میں محمد منیر منیر لکھنوی کی یہ غزل ہے۔ جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

مجھے بھی کامیاب اے آسمان پیر ہونے دے — مری آہوں کی اُنکے دل میں کچھ تاثیر ہونے دے
میں وحشی اُسکو اے حدّاد اک جھٹکے میں توڑونگا — ذرا ایسا بے چشم حلقۂ زنجیر ہونے دے
صفائی شیخ کے دل میں نہو جبتک برہمن سے — قرین مسجد کے بتخانہ وہ کیوں تعمیر ہونے دے
کہے کچھ اپنے سوزِ دل کی حالت اہلِ محفل سے — زبانِ شمع کو گویا اگر گلگیر ہونے دے
نکر تو اے صبا برباد اُڑا کے اُسکے کوچے سے — منیر خستہ تن کی خاک کو اکسیر ہونے دے

شمشاد تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ میر احمد علی لکھنوی نواسۂ اقبال الدولہ شاگرد مرزا علی حسین آوج۔

دوسرے۔ مولوی محمد عبد الاحد صاحب لکھنوی۔ آپ مولانا قطب الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ کے احفاد مین سے ہین جنکی اولاد سے فرنگی محل لکھنؤ مین آباد ہے۔ آپکے والد ماجد کا نام مولوی محمد عبد الرحیم ہے آپکی ولادت ۲۳ صفر ۱۲۶۳ھ ہجری ہے آپکو فارسی عربی حساب ریاضی علم عروض اور سائنس مین اچھا دخل ہے ۱۸۶۹ء مین آپ مدرسۂ چشمۂ رحمت غازیپور کے مدرس دوم فارسی مقرر ہوے ۱۸۷۵ء مین مدرس اول فارسی ہوے ۱۸۷۷ء مین نائب منیجری آپکو سپرد ہوئی۔ اور ۱۸۸۰ء مین آپ بدرسۂ مذکور کے منیجر مقرر ہوے۔ اور ابتک اسی عہدے پر رونق بخش ہین۔ آپکا اخلاق۔ اخلاق محمدی ہے۔ اسلام کی ساری خوبیان آپ مین موجود ہین کسی کی دلشکنی آپ روا نہین رکھتے۔ وضع اور لباس کے بڑے پابند ہین سترہ برس کی عمر سے تلاوت قرآن شریف اور وظائف کے پابند ہین۔ بڑی بڑی بیماریون مین بھی آپ نے نماز تو درکنار تلاوت قرآن شریف قضا نہین کی آپ نے ہندوستان کے دور دراز شہرون مین اکثر سیاحی کی ہے ۱۸۸۸ء مین حسب طلب آپ ریاست منگرول مین تشریف لیگئے آپکی ریاست کی جانب سے جو عزت اور توقیر ہوئی وہ جاننے والے ہی جانتے ہین۔ آپکو کتب بینی کا ازحد شوق ہے۔ آبائی کتب خانہ کے علاوہ ایک بہت بڑا کتب خانہ آپنے ذاتی صرف سے جمع کیا ہے جسکی فہرست چالیس فنون پر منقسم ہے اور اکثر فنون کی تعداد چار چار پانچ پانچ سو سے زائد ہے۔ صرف دیوان عربی۔ فارسی۔ اردو سات سو سے زائد ہین تیرہ چودہ برس کی عمر سے آپکو شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ آپنے حضرت اقبال الدولہ شمس جنگ خواجہ ارشد علیخان عرف خواجہ اسد بہادر قلق مرحوم سے اول اول اصلاح لی ہے۔ خواجہ مرحوم کے انتقال کے بعد آپنے حضرت مولوی محمد عبد العلیم صاحب آسی سے مشورہ لینا شروع کیا آپکے دو دیوان طبع ہو چکے ہین تیسرا عنقریب طبع ہونیوالا ہے۔ آپکا دیوان شاہد ہے کہ آپ کل اصناف سخن پر قادر ہین۔ خداوند کریم آپکی عمر مین برکت دے آپ شیخ ناسخ مرحوم کے خاندان کے مایۂ ناز ہین۔ آپکا مختصر کلام ہم آپکے دیوان سے اقتباس کر کے ذیل مین درج کرتے۔ آپ متروکات کے بڑے پابند ہین۔ کلام کے لیے دیکھو صفحہ مابعد

غزل شمشاد

مرے دماغ مین ہے مُفت دردِ سر لینا
خیالِ عشق ہے اے بیخودی خبر لینا

لگائے بیٹھے ہین دُکانِ جنسِ دل ہم بھی
ہمارے ہوتے نہ سودا اِدھر اُدھر لینا

قضائے وادیِ ایمن ہو طور ہو یا عرش
مجھے کہین نہ کہین دو کلام کر لینا

کسی نے خوب کہا ہے سُبک دِلی کیلیے
جو شے جہان سے لینا وہ مختصر لینا

مَے طہور ہو یا ہو شرابِ انگوری
ہمین تو یار کے ہاتھونسے جام بھر لینا

وہ مجھسے لین عوضِ نقدِ بوسہ خانۂ دل
کرایہ پر جو ہو منظور اُن کو گھر لینا

جسے کہ خُلد مین لینا ہو خانۂ معمور
اُسے ضرور ہے سودائے رہگذر لینا

فراقِ یار مین گھبرا کے یہ دُعا کیسی
بُرا ہے مرد کو میدان مین سپر لینا

بنا کے صیدِ نظر مجھسے زار و لاغر کو
نہ اپنے ذمے کبھی خونِ مشت پر لینا

کمالِ مشق ہے اِسوقت کے حسینونکو
فریب دیکے تو نگر سے مال وزر لینا

مین کس طرح نہ کرون فکرِ شعرِ اے شمشاد
مجھے تو ہے اِسی پردے مین دردِ سر لینا

ولہ

وہ ظالم بے سبب کیا روزنِ دیوار سے جھانکا
تماشا ہے دلِ بیتاب کے اصرار سے جھانکا

مجھے وہ بُلبلِ حُسنِ گُلِ عارض جو سمجھا تھا
بہار آسا حجابِ دامنِ گلزار سے جھانکا

نظر اُٹھتے ہی وہ ظالم اُتر آیا مرے دلمین
نئی چھل بل دکھائی واہ کس عیاری سے جھانکا [۱۲ طریقہ]

پسِ دیوار مین تڑپا تو کیا دشمن کی بن آئی
ملا کر کال اپنے وہ ترے رخسار سے جھانکا

ہمین جھلکی دکھائی بات رکھی لن ترانی کی
حجابِ نار سے جھانکا بڑے ابکار سے جھانکا

ہمارے جذب اُسکے ناز مین جھگڑا رہا پیہم
شگافِ در سے جھانکا تو بڑی تکرار سے جھانکا

قفس مین بلبلون نے چیخ کر جانین گنوا ڈالین
وہ گل شمشاد کی آواز پر گلزار سے جھانکا

ولہ

غلط ہے یہ کہ وہ ہین لامکان سے اوپر
مگر مکان ہے اُن کا گمان سے اوپر

چلے ہو بڑھ کے کہان آسمان سے اوپر
ادا و حسن مین ہو کیا جہان سے اوپر

وہان تک آہ رسا کی رسائیان معلوم
نہ وہم جائے کبھی جس مکان سے اوپر

کمال حسن مین اپنا نظیر آپ ہے وہ
خدا کی شان ہے بس اس نشان سے اوپر

یقین ہے کہ اثر تک نہ پہونچیگی پھر بھی
اگرچہ آہ گئی ہے گمان سے اوپر

اگر ہے روح کی پرواز تا بہشت برین
تو ایک تن ہے گیا سبکی جان سے اوپر

نظر سے صاف گرا دینگے ہین جو رتبہ شناس
کبھی بشر نہ بڑھے اپنی شان سے اوپر

خراش سینے مین تالو مین درد لب مجروح
گئی ہے آہ اسی نردبان سے اوپر

وہ نرم نرم دباتے تھے انتو لئے شب وصل
مری زبان تھی اُنکی زبان سے اوپر

وہ ماہ نو کی طرح جلوہ گر ہین کوٹھے پر
نظر جما کے ذرا دیکھو دھیان سے اوپر

جگر کو تھام کے سُننا مرا فسانۂ مرگ
یہ بین وہ ہے جو ہے ہر بیان سے اوپر

خدا کیواسطے یون پانچے اُٹھا کے نہ چل
کہ بے ادب پڑے سر آنکھ کران سے اوپر

خدا کی شان وہ ہین میرے تابع فرمان
ہر ایک بات ہے جنکی جہان سے اوپر

ہماری عقل سے سب زیر و پیچ مین ہین
بس ایک عشق ہے اس پہلوان سے اوپر

یہ کیا کہا کہ نہین ہے ہمین زوال کا ڈر
ملا ہے حسن تمھین کیا جہان سے اوپر

تمھاری بزم مین کیا کر کری ہوئی شیخی
جو بیٹھے اُلٹے کے پٹھے پٹھان سے اوپر

مری بلند خیالی نہ پوچھ اے شمشاد
ہر کلام ہے سارے جہان سے اوپر

ولہ

اُنھین بُلاؤن تو کیا بُلاؤن مین کون ہون کس حساب مین ہون
جو آپ جاؤن تو جاؤن کیونکر اسیرِ دامِ عتاب مین ہون

جو قطرے قطرے سے آنسوؤن کے ترا تصور ٹپک رہا ہے
ہر ایک نخلِ جگر ہے خواہان کہ مین بھی چشمِ پُرآب مین ہون

لیا ہے گالون نے گُل کو رُسوا ہوئی ہے آنکھون سے خوار نرگس
ترا پسینا یہ کہہ رہا ہے کہ مین بھی فکرِ گلاب مین ہون

یہ کہہ رہی ہے کسی کی جھائین مین داغِ دل تو نہین کسی کا
مگر یہ میرے لیے ہے کیا کم کہ غیرتِ ماہتاب مین ہون

نہ مجھکو زُلفون سے ربط کوئی نہ کاکل و خط سے واسطہ کچھ
نہ حل ہوا آج تک یہ عقدہ ازل سے کیون پیچ و تاب مین ہون

سُناتی تھی مجھکو وصل کی شب تمھاری یہ نیم باز نرگس
کرونگی بیدار فتنے لاکھون ابھی تو مین خود ہی خواب مین ہون

کسی کے دل مین مری محبت کسی کے دل مین مری عداوت
عجب لطیفہ ہون آج کل مین ہر ایک کے انتخاب مین ہون

یہ عیش کہتا ہے بے تحاشا بلادون مین خاک مین سراپا
جو ایک دم کے لیے مین داخل کبھی کسی کی جناب مین ہون

خلافِ مقصود سب کی خواہش کمال یہ ہے کہ پھر بھی اُس پر
ہر ایک فردِ بشر کو دعویٰ کہ مین ہی راہِ صواب مین ہون

یہ مجھسے شمشاد کہہ رہی ہے مری طبیعت کی چُلبلاہٹ
دکھاؤن مین تیزیان غضب کی اگر کسی کے شباب مین ہون

ولہٗ

اُس ستمگر کو جواب ضد ہے کبھی کا ہیکو تھی
دشمنونکے ساتھ ایسی دوستی کا ہیکو تھی

لوٹ اُنکے عشقبازونمین کبھی کا ہیکو تھی
لیلی و شیرین مین ایسی دلبری کا ہیکو تھی

اگلے معشوقونمین اس ڈھب کی ہنسی کا ہیکو تھی
نقد دل لے بھاگنے کی دل لگی کا ہیکو تھی

اُس سہی قد کا خرامِ ناز کیا دیکھا نہ تھا
سروِ موزونِ چمن مین خودسری کا ہیکو تھی

جلوہ گر ہے اب کسی پُر نور کا اِسمین جمال
دلکے غمخانے مین ایسی روشنی کا ہیکو تھی

کیون نہ کرتی مُلک دلکو آپکی اُلفت تباہ
چار دن کیواسطے اُسمین بسی کا ہیکو تھی

یاد اگر کرتا نہ تھا مجکو مراغفلت شعار
ہچکیونکی اسقدر افراط ابھی کا ہیکو تھی

تیری سیمین ساق سے تھا شمعِ کافوری کو رشک
ورنہ تیرے پائنتی شب بھر جلی کا ہیکو تھی

تھا غزل کہتے مین کس خوش آپکو نکا خیال
میری سلک نظم موتیکی لڑی کا ہیکو تھی

تیری آنکھونکی اگر اُنمین نہ تھی گردش شریک
آسمانون کی ہمین سے گردشی کا ہیکو تھی

قتل ہی کا حکم دینا تھا جو اُس خونریز کو
آجتک عرضی کی پیشی ملتوی کا ہیکو تھی

یاد تھی شمشاد تمکو کس گل شاداب کی
اشک چشم تر مین سانکی جھڑی کا ہیکو تھی

ولہٗ

ہوا طبیعت مین جوش کیسا اِدھر اُدھر کیون بہک رہی ہے
مگر کسی کا خیال آیا کہ بسمل آسا پھڑک رہی ہے

نہ مین نے ابرو کی تیغ کھائی نہ موے مژگانکی کوئی برچھی
یہ ٹوٹی پھوٹی ہین قبرین جنکی انھین کو رحمت تھی رات دنکی

دفینے رکھتے ہین جو بکثرت انھین ملیگی سزاے غفلت
یہ دھوم جسکی آہ کی ہے ساری کہو نمین کیا اسکی نارسائی

رقیب پر تھا بڑا بھروسا دیا ہے آخر کو اُسنے دھوکا
تمہی بہی سوچو کون جیسا اب آنکھ کسکی جھپک رہی ہے

شباب کے ہین یہ سب کرشمے نہین پسینے کے گرتے قطرے
عرق کے پردے مین تیرے مُنہ سے شرابِ مستی ٹپک رہی ہے
نثار تو ہین ہزار جی سے مگر نہین کہتے ہم کسی سے
رقیب کمظرف ہے اسی سے مری محبت چھلک رہی ہے

چلو بھی شمشاد دیر کیا ہے بہار کا موسم آگیا ہے
ہوا بھی اسوقت جانفزا ہے چمن مین بلبل[1] چہک رہی ہے

ولہ

تنہا نہ گھر مین غیر کے مہمان جائیے
اتنا کہا خدا کے لیے مان جائیے
قتلِ رقیب اور ہمارے گمان پر
بس دیکھ لی حضور کی پہچان جائیے
مجھسے سوا رقیب سے نفرت ہو آپ کو
حالات اُس کے آپ اگر جان جائیے
ظاہر کی چاہ پر نہ کیا کیجیے گھمنڈ
یہ بات دور کی ہے اِسے مان جائیے
اے حضرتِ دل اُس بتِ کافر کے عشق مین
کھو بیٹھیے آپ ہاتھ سے ایمان جائیے
مرکے بھی یادِ سایۂ دامن نہ جائیگی
لاکھون ہی شامیانے اگر تان جائیے
میرا غرض کے یاد نہین کرتے ہو تم شمول
کیسی سمجھ تمھاری ہے قربان جائیے
دیکھین رقیب ہوتے ہین کس طرح سدراہ
ملنا تو آپ دلمین ذرا ٹھان جائیے
میرے سوال کا نہو ایک بھی جواب
بدلے ہزار آپ نے عنوان جائیے
ہر چیز اپنے گوشۂ عزلت مین ہے بہم
ناحق کسی کے پاس پریشان جائیے
تا کہ صبح ہوتے ہی جانا ہے آپ کو
دل مین مگر نہ چھوڑ کے ارمان جائیے

لبِ گل رخ سے نہ اب کیجیے اختلاط
شمشاد اتنی بات مری مان جائیے

[1] لطیفہ - کسی نے مرزا سودا سے پوچھا کہ بلبل مؤنث ہے کہ مذکر ہنسکر بولے کہ ایک سے تو نوع انسان مین مرد سے عورت ہوجاتی ہے اسمین تو دو موجود ہین - یعنی یہ مذکر مؤنث ہے - مگر یہ تعجب ہے کہ خود ہی مرزا صاحب نے اُسکو مذکر بھی باندھا ہے شعر

سنے ہر مرغِ چمن کا تو نالہ اے صیاد
بہار آنے کی بلبل جب لگا گننے

شایان - منشی طوطا رام صاحب خلف جناب منشی آتمارام صاحب بن منسکھ رائے بن تلسی رام صاحب اسیر مصنف داستان امیر حمزہ منظوم و الف لیلہ و اُردو مہابھارت منظوم وغیرہ قصہ گوئی مین کامل استعداد رکھتے تھے نظم مین بھی آپکا کلام نہایت سلیس اور بامحاورہ ہوتا ہے۔

غزل

آہ کی دل نے تو وہ نازک بدن یاد آگیا — نالۂ بلبل سُنا ہم کو چمن یاد آگیا
چشمۂ حیوان پہ قسمت لیگئی جب مثلِ خضر — تشنۂ دیدار کو چاہِ ذقن یاد آگیا
میوہ ہائے باغِ جنت سے طبیعت ہٹ گئی — کسکا خرمائے لب و سیبِ ذقن یاد آگیا
خاک ہو کر دل مرا جب خالی[1] تودہ بن گیا — تیرِ مژگان تیرا اے ناوک فگن یاد آگیا
تھا وہ پیاسا پی گیا آبِ رواں یک رو ان — پیاس مین مجھکو جو بحرِ موجزن یاد آگیا
لام جب ہنے لکھا تب شکلِ گیسو دیکھ لی — میم جب کھینچا کوئی اُسکا دہن یاد آگیا
بیکلی دل کی ہمین سوے گلستان لیگئی — جب کبھی وہ سروِ قد رشکِ چمن یاد آگیا
مشکلِ گلزار کو کیا بے حقیقت کر دیا — جب ترا گیسوے پُر پیچ و شکن یاد آگیا
بال کھولے بام پر بیٹھا جو وہ خورشید رو — دھوپ ظلمت بنگئی سورج گہن یاد آگیا
پھینک کر تسبیح و سجادہ گئے ہم دیر کو — جب کبھی اے شیخ طفلِ برہمن یاد آگیا
فی الحقیقت درد مین ہمدرد آجاتا ہے یاد — کوہِ فرقت جب اُٹھایا کوہکن یاد آگیا
ہر طرح راہِ عدم در پیشِ ہستی مین رہی — وہ کمر بھولی اگر نقشِ دہن یاد آگیا

ایکساعت بھی لگا پھر دل نہ اے شایان ذرا
مجھکو خلوت مین جو لطفِ انجمن یاد آگیا

ولہ

آئی نہ نظر خواب مین بھی یار کی صورت — دیکھی نہ کبھی طالعِ بیدار کی صورت

[1] کانی کی نے، تقطیع سے گرتی ہے اور یاے فارسی کا تقطیع سے گرانا جایز ہے ۱۲

دیکھی نہ ہو جس نے کبھی تلوار کی صورت — دیکھا کرے وہ ابرو ے خمدار کی صورت
غصہ نکرو ہمپہ یوں ابرو نہ چڑھاؤ — جاتی ہے بگڑ بل سے بھی تلوار کی صورت
الفت مین جو اُس طفل برہمن کے پھنسا ہون — ہر رشتہ رگ ہے مرا زنار کی صورت
ہے جان لبون پہ مگر امید شفا ہے — بدلی نہین ابتک ترے بیمار کی صورت
ہے چشم نگہ لطف کی دلدار کرے گا — دیکھے گا اگر طالب دیدار کی صورت
تصویر کسی گل کی چڑھی ہے جو نظر پر — اُتری ہے بہت بلبل گلزار کی صورت
کیا خوب دہن یار کا مانند صدف ہے — دندان ہین مصفا در شہوار کی صورت
کیا ضد ہے وہ پہلو مین نہین مجھکو بٹھاتا — پھرون ہی کھڑا رہتا ہون دیوار کی صورت
قد سرو ہے رخ پھول سیہ زلف ہے سنبل — ہے چشم صنم نرگس بیمار کی صورت
ہو جاوے بدن زرد تپ ہجر مین سارا — دیکھے جو کوئی عشق کے آزار کی صورت
اک طفل برہمن کے مین ابرو کا ہون زخمی — ہین زخم بدن پر مرے زنار کی صورت
کھائے ہین غم ہجر پر یرو مین بہت داغ — سینہ ہے مرا شیشہ گلدار کی صورت
عشاق ابھی سحر نہ خط سبز پہ کھائین — بگڑی نہین خط سے ترے رخسار کیصورت
بیٹھے ہو عبث گھر مین تماشا چلو دیکھو — وحشت نرہے دیکھ کے دیوار کی صورت
کرتے ہین دہن گل باغ مین بلبل — قینچی سے بہت ملتی ہے منقار کی صورت
دیکھا نہ کسی نے کبھی آنکھو نسے سر مو — کھینچے کوئی کیونکر کمر یار کی صورت

اک ذرہ ہین خورشید و قمر دیکھ لے شایان
دہ چند ہے اُنسے مرے دلدار کی صورت

ولہ

کر لیا مُنھ کو جو تمنے یار بند — ہو گئے یہ دیدۂ خونبار بند
گل سے کچھ شکوہ نہ بلبل کا کرے — اس سبب سے ہے زبان خار بند

لہ یعنی امید ہی ۱۲ عہ یون کا نون گرتا غلط فصاحت ہو بجاے اسکے اگر تم ہو تو بہتر تھا ۱۲

کیا غضب ہے آگیا ماہِ صیام — ہوگئی دُکّانِ ہر خمّار بند
دھوم ہے جب سے تمہارے حُسن کی — مصر مین یوسف کا ہے بازار بند
بام پر بیٹھو نہ کھڑکی کھول کر — راستہ ہوجائیگا اے یار بند
مین مجسّس کے سُنا آتا ہون روز — تین دن سے یار کو دو چار بند
یا مین اُس خندہ رو کے ہی فراق — کب ہوئی ہے چشم گوہر بار بند
حسرتِ نظّارہ نکلے کس طرح — یار کے ہین روزنِ دیوار بند
ہونگین آوارہ بہت گھبراؤن گا — قبر کا منھ کرنا اے معمار بند
گفتگو مین ایکدم ہوتے نہین — عندلیبون سے یہ گلرخسار بند
دیکھیے عرضی مری کب صاد ہو — اُس شہِ خوبی کا ہے دربار بند
طرّۂ شبرنگ ہے زیبِ کلاہ — یا پٹاری مین ہے کوئی مار بند
مرگیا ہون بت پہ حافظ کے عوض — قبر پر بٹھلایئو زنّار بند
تم دکھادوگے اگر طرفِ کلاہ — پیچ مین آجائینگے دستار بند

دیکھکر گلچین نے اے شایان مجھے
کرلیا جھٹ پٹ درِ گلزار بند

ولہ

سُونگھ لین گے یار کے سیبِ زنخدان ایک روز — دردِ فرقت کا کرین گے ہم یہ درمان ایک روز
شوق پڑھنے کا جو ہو اُس طفلِ گلرخسار کو — مین کرون تصنیف اے سعدی گلستان ایک روز
دیکھکر اُس گل کا قدِ خجلت کے مارے باغبان — خود بخود کٹ جائین گے سروِ گلستان ایک روز
صحنِ گلشن مین صنم دامن اُٹھا کر یون نہ چل — چاک کرڈالین گے گل اپنا گریبان ایک روز
دیکھ لینا گر یون ہی تیزی پہ ہے دستِ جنون — دشتِ خوبان ہوجائے گا صحرا کا دامان ایک روز
ہم بٹھا وین پیرِ گردون کو جلا کر خاک پر — سر اُٹھائے گر ہماری آہ سوزان ایک روز

رسالہ ہذا مین ہر قسم کی غزلین اور مختلف مضمون

تم نہ آؤ گے اگر گھر مین ہمارے بیگمان
جائیگی یہ جانِ شیدا تم پہ جانان ایک روز

بیٹھکر غیرون کی صحبت مین نہ ہنس اے بحرِ حسن
دیدۂ عشاق سے اُٹھے گا طوفان ایک روز

اسقدر ریڑھے رہے ہمسے تم اے ابرو کمان
اس نشانے پر نہ بیٹھا تیرِ مژگان ایک روز

مُنھ جو چڑھتا ہے بہت شیرین لبون کے بار بار
ٹوٹ جائیگا دلِ لعلِ بدخشان ایک روز

عشق مین اُس غیرتِ لیلیٰ کے گر وحشت رہی
قیس کے مانند چھانین گے بیابان ایک روز

فاتحہ پڑھنے نہ آئے قبرِ شایان پر صنم
اپنے عاشق پر کیا تم نے نہ احسان ایک روز

ولہ

پر وائے پری ہے نہ تجھے حور کی خواہش
کیا جانیئے کیا ہے دلِ رنجور کی خواہش

جلسہ ہے شب و روز یہان آہ و فغان کا
مطرب کی تمنا ہے نہ طنبور کی خواہش

دیوان مین صفت دیدۂ میگون کی رقم ہے
گلشن کو نہین نرگسِ مخمور کی خواہش

کیا عقد سے پروین کے نہین چرخ کو سیری
مستون سے جو ہے خوشۂ انگور کی خواہش

چُلّو مین مئے ناب پلا دے مجھے ساقی
رکھتا نہین مین ساغرِ بلّور کی خواہش

عاشق کو کرے قتل خمِ تیغ نگہ سے
بر آئے خدایا بُتِ مغرور کی خواہش

عرضی کو مری طول نے پشتارہ کیا ہے
قاصد کے عوض کیون نہ ہو مزدور کی خواہش

فرقت مین تری شیشۂ دل چور ہے ساقی
کس بات پہ ہو بادۂ انگور کی خواہش

اے چرخ عبث آنکھ دکھاتا ہے مجھے تو
رکھتا نہین مین منصبِ فغفور کی خواہش

تشبیہ اُسے دون مین تری زلف سے اے مہر
ہر روز یہی ہے شبِ دیجور کی خواہش

داغون نے بنایا ہے مجھے سروِ چراغان
ہو کس کو نہالِ چمنِ طور کی خواہش

سر داغ دکھاتا ہے کفِ پا مجھے چھالا
کرتا ہون جو مین لالہ و انگور کی خواہش

شایان کو ہے اب صبر قناعت پہ توکل
دنیا کی دلِ زار سے سب دور کی خواہش

تمت

قصیدہ

قرطاس تو کیا نوک کی لیتا ہے قلم تک
گلزارِ سخن کی ہے بہار اپنے ہی دم تک

ہمرنگِ چمن تازہ ہے تحریر ہماری
کھلتے ہین مضامین کے گل شاخِ قلم تک

موج آگئی جس دم صفتِ بادِ بہاری
پُل باندھ دیے پھولون کے گلزارِ ارم تک

روشن ہے چمن حسن عروسانِ چمن سے
گل ریز گلستان مین ہے ہر گل کی قلم تک

طوطی ہے ہر اک شاخ پہ گلشن مین غزلخوان
بلبل ہین اس آواز پہ مرغانِ ارم تک

ہے کون جو ہوتا نہین اس باغ مین گلچین
دامن کو ہے پھیلائے یہان ابرِ کرم تک

موزون ہو بصد حسن وہ رنگین قصیدہ
قائل ہون فصاحت کے فصیحانِ عجم تک

القصہ بنا خامہ مرا شاخِ گل تر
پہونچی جو مری فکرِ رسا باغِ ارم تک

حوریں ہوئین مشتاق وہ مضمون ہو تحریر
قرطاس تو کیا بھر گیا میدانِ قلم تک

منصف وہ طبیعت ہے عدالت پہ جو آئے
حک صفحۂ آفاق سے ہو حرفِ ستم تک

ہمت نے جسے خانۂ عشرت مین جگہ دی
پھر اُسکی رسائی نہ ہوئی بزمِ الم تک

اللہ نے وہ رحم طبیعت کو دیا ہے
آسیب نہین مور کو بھی زیرِ قدم تک

ہے راستی اے شاہ ترے دور مین ایسی
باقی نہ رہا گیسوئے محبوب مین خم تک

جنگاہ مین آوے جو عدو صورتِ روباہ
کھا جائے اُسے شیر بنے شیرِ علم تک

تقسیم کیے درہم و دینار بہ کثرت
دریا مین بھی چھوٹا نہین ماہی کا درم تک

کیون محفلِ آفاق نہ پُرنور ہو شہ سے
سر سے صفتِ شمع ہے پُرنور قدم تک

کیا فیض کفِ فیض مین ہے سامنے جس کے
یہ خشک ہوا ابر کہ باقی نہین نم تک

تلوار کی برش ہے کہ ہاتھون کی صفائی
اوجھی جو پڑے سر پہ اُتر آئے شکم تک

کیا خلق ہے باقی نہین حیوان مین وحشت
آہو کی طبیعت سے رمیدہ ہوا رم تک

وہ کون ہے عالم مین جو کرتا نہین تعریف
گویا ہے صنم خانہ مین ہر ایک صنم تک

غزل

مزیّن ہین جو قامت پر گریبان آستین دامن
دکھا ہین جلوۂ محشر گریبان آستین دامن

عبث یہ حضرتِ جوشِ جنون جامے سے باہر ہین
مسلّم کب ہے دم بھر گریبان آستین دامن

جمالِ رنگِ جنون بدنظر تصویرِ وحشت ہے
بنا کے خاک صورتگر گریبان آستین دامن

ہزارون عاشقِ مضطر نے حُسنِ میرزائی پر
کیے ہین چاک بالا گریبان آستین دامن

نہ لایا اسقدر مجھ زار کو اُس بحرِ خوبی نے
سفینہ چشم ہے لنگر گریبان آستین دامن

لپیٹ کر باغمین سوئے تھے ہم اُس شاخِ گلشن سے
معطّر گل سے ہے بستر گریبان آستین دامن

رگون کے تار ظاہر ہین ہمارے جسمِ لاغر سے
بنے ہین کاغذِ مسطر گریبان آستین دامن

برنگِ بلبلِ شیدا نہ کیون عشاق مفتون ہون
گلون کے چاک ہین تیغر گریبان آستین دامن

سراپا جسم اپنا چور ہو گا دستِ وحشت سے
بھلا رولین گے کیا پتھر گریبان آستین دامن

کھلے گا خونِ پنہان عاشقِ قامت کا اے قاتل
بنین گے حشر کو محضر گریبان آستین دامن

اُڑا کر نا توان کو کوچۂ جانان مین پہونچا دین
کرین پیدا وہ بال و پر گریبان آستین دامن

لبادہ بن گیا ہر اک بگولہ جسمِ عریان کو
نہین ہے تو نہ ہو چادر گریبان آستین دامن

رہے دستِ جنون پاسِ ادب زارِ محبّت کا
کرین پیدا نہ کوئی شر گریبان آستین دامن

جنون نے تار تار ایسے کیے ہین یادِ مژگان مین
بنے فصّاد کے نشتر گریبان آستین دامن

اِدھر بھی حضرتِ جوشِ جنون تشریف لائینگے
نہین کچھ سدِّ اسکندر گریبان آستین دامن

ہوائے زلفِ پیچان ہے ہر اک سو اُڑتے پھرتے ہین
بنے ہین طائرِ مضطر گریبان آستین دامن

کھلے رازِ نہان شایان نہ رسوائی کا شہر ہو
خدا حافظ کہ مین خود سر گریبان آستین دامن

ولہ

عجب صنعت سے خالق نے بنایا جسمِ انسان کو
زبان کو گوش کو چشم کو دہن کو لب کو دندان کو

کیا بے آبرو کیا کیا ہماری آہ وزاری نے
ہوا کو صاعقہ کو رعد کو بجلی کو باران کو

کیا ہمنے لپند اس شش جہت مین آکے جنت سے
فغان کو آہ کو غم کو الم کو درد و حرمان کو

یہان تک رویے پنجاب اکرم مین بنا دیجے
صفاہان کو حلب کو شام کو چین و رشک جنان کو

گرایا میری آنکھون نے بوقت گریہ نظرون سے
سمندر کو بھنور کو موج کو دریا کو طوفان کو

وہ میکش ہون کہ پانچون وقت ساقی پاس رکھتا ہون
صراحی کو سبو کو جام کو خم کو گزگ دان کو

کیا تیرے قد و زلف و خط و رخ نے خجل کیسا
سمن کو یاسمن کو سرو کو سنبل کو ریحان کو

ترے چہرے کا نل روشن ہے ایسا رشک ہے جس سے
عطارد کو قمر کو مشتری کو مہر تابان کو

ثبات اس چار حد مین ہے کہان کب تو نے چھوڑا
ارسطو کو سکندر کو فریدون کو سلیمان کو

جنون مین شوق عریانی سے ہمنے پھاڑ کر پھینکا
لبادے کو قبا کو آستین کو جیب و دامان کو

وہ باتین ہین ہماری تیز جنسے کچھ نہین نسبت
سنان کو تیر کو شمشیر کو دشنے کو پیکان کو

بھلا کیا دیجیے نسبت تری زلف مسلسل سے
قفس کو دام کو زنجیر کو قلاب و جولان کو

بچے کیا نقد دل شایان نذر اول کر دیا اسنے
ادا کو ناز کو انداز کو آنکھون کو مژگان کو

وله

آگ نالون سے لگے کی آسمان نزدیک ہے
تیر چلتی ہے سموم اور سائبان نزدیک ہے

یہ کیا مجھ کو اڑا کر صرصر غم نے بلند
دور ہے کوسون زمین اور آسمان نزدیک ہے

کیا عجب اے باغبان بلبل جو ہو بھنکر کباب
آتش گل تیز ہے اور آشیان نزدیک ہے

دور ہے اپنا پہونچنا ناتوانی کے سبب
کیا کرین گر خانہ پیر مغان نزدیک ہے

کیون نہ ہو چاہ ذقن سے سبزۂ خط کی بہار
باغ وہ سرسبز ہے جسکے کنوان نزدیک ہے

کیا دکھاؤن گا بھلا منھ روز محشر یار کو
دور مین ہون اور وقت امتحان نزدیک ہے

مین وہ بلبل ہون کہ دوری گل سے ہے ہر دم نصیب
کیا مجھے گر آشیان سے گلستان نزدیک ہے

ساتھ چل میرے دکھادون دور کچھ کوسون نہین — گھر مرا گھر سے ترے اے مہربان نزدیک ہے
دل کی بیتابی نے مجھجھلا کر زلیخا سے کہا — وصلِ یوسفؑ دور ہے پر کاروان نزدیک ہے
کیا ستم تازہ ہے گلچین خانۂ صیاد سے — آشیانِ عندلیبِ بوستان نزدیک ہے
ہاتھ پھیلاتا ہے لینے کو جو طفلِ نے سوار — کیا نہایت ماہتابِ آسمان نزدیک ہے
ناتوانی سے قدم اب راہ مین اٹھتا نہین — دور ہون منزل سے مین اور کاروان نزدیک ہے
وصل کی شب رعب سے بوسہ مین لے سکتا نہین — منھ سے میرے گو پریرو کا دہان نزدیک ہے
آبداری تیغِ ابرو کی دکھائی یار نے — آب ہو خجلت سے تیغِ کہکشان نزدیک ہے
کیون نہو عیسیٰ کا میرے چرخِ چارم پر دماغ — اُس کے جو محلے سے قصرِ آسمان نزدیک ہے
گور تک مجھ ناتوان کا کچھ نہین جانا محال — اے قضا نزدیک میرے لامکان نزدیک ہے
جوشِ وحشت نے دکھائی اے جنون تازہ بہار — دور ہون اُس گل سے مین فصلِ خزان نزدیک ہے
طول کھینچا ہے ہمارے جوشِ وحشت نے کمال — کیا اُٹھاؤن سر کہ سقفِ آسمان نزدیک ہے

کیون نہین چلتے ہو شایانؔ کوچۂ دلدار مین
اس جگہ سے اب بہت باغِ جنان نزدیک ہے

وہ لہ

ظلم عاشق پر تھمین اتنا نہ دلبر چاہیئے — رحم بھی بہرِ خدا اے بندہ پرور چاہیئے
بزمِ ساقی مین ہمیشہ دورِ ساغر چاہیئے — گوئے قاتل مین سبیلِ آبِ خنجر چاہیئے
بعد مرنے کے نہو معشوق سے عاشق جدا — قبرِ مجنون گورِ لیلےٰ کے برابر چاہیئے
ہجر مین اُس بحرِ خوبی کے مین یا رب بھر — بعدِ مرگون قبر پر پانی کی چادر چاہیئے
بعدِ مُردن گور مین تسکینِ دل منظور ہے — یار کی تصویر سینے پر مقرر چاہیئے
روز دکھلاتا ہے جو اُس خود نما کو آئنہ — نام رکھنا اُسکا اب ہمکو سکندر چاہیئے
قتلِ عاشق کے لیئے کافی ہے یہ موئے مژہ — کون کہتا ہے کفِ قاتل مین خنجر چاہیئے

فگار یوں کشتہ ہو نہیں اُس شوخ کی رفتار کا
جائے قرآں قبر پر دیوانِ محشر چاہیئے

ہجر میں اک سنگدل محبوب کے مرتا ہوں میں
بہرِ تعمیرِ لحد بھی سنگِ مرمر چاہیئے

مر گیا ہوں دیکھ کر اُس کے قدِ آزاد کو
باغبانو! سرو کا سایہ لحد پر چاہیئے

جان دینا عشق میں تیرے صنم کیا مال ہے
مفلسی میں بھی دلِ عاشق تو نگر چاہیئے

لکھ نہیں سکتا ہوں اک پرزے میں اپنا حالِ دل
طول ہے مضمون قاصد کوئی دفتر چاہیئے

دیکھ کر گیسو کا سودائی مجھے بولا حکیم
نخلخے میں اِس کے تھوڑا عطرِ عنبر چاہیئے

جان دی ہے ہمنے خطِ سبز پر دلدار کے
لاش پر اک سبز پشمینے کی چادر چاہیئے

قیس وحشی تھا جو کی صحرا نوردی اختیار
کوچۂ محبوب میں عاشق کا بستر چاہیئے

قاصد اقاتل سے کہنا چاہ پانی کی نہیں
جائے پانی کے لیئے آبِ خنجر چاہیئے

عاشقِ دلخستہ ہے مدت سے یہ شایانِ عرب
اب نگاہ لطف تم کو بندہ پرور چاہیئے

ولہ

قتل کسکو نہ کرے ابروئے خمدار ابھی
دیکھیں سر کس پہ چلے ظلم کی تلوار ابھی

سنبلیں زلف کا سودا نہیں ہوتا موقوف
تارِ سنبل ہے مرا رشتۂ زنار ابھی

دستِ صیاد سے ایذائے قفس سہتے درش
دام میں یوں نہ تڑپ مرغِ گرفتار ابھی

پانوں میں تو جو ملے میرے لہو کی مہندی
تازہ فتنہ کرے برپا تری رفتار ابھی

معجزہ گر لبِ جاں بخش کا ظاہر ہو جائے
اچھے ہو جائیں مسیحا ترے بیمار ابھی

دست رس ہو اگر اے بلبلِ گلزار مرا
اُسکے کوچے پہ تصدق کروں گلزار ابھی

آئنہ دل کا مرے ہاتھ میں یوں جبہ نہیں
مُنھ دکھایا تھا پری نے سرِ دیوار ابھی

پانوں کیا خانۂ حیرت سے ہوں اپنے باہر
مُنھ دکھاتا نہیں وہ آئنہ رخسار ابھی

اتنا اندھیر نہ کر مہر قیامت سے کہو
زلف والکی ہے باقی ہے شبِ تار ابھی

پا برہنہ نہ کوئی جائے چمن سے بلبل
سر نکالے ہوئے صحرا مین ہے ہر خار ابھی

فضلِ خالق سے شبِ وصل قریب آئی ہے
سو رہو ہجر کی شب دیدۂ بیدار ابھی

ہو کے بے پردہ نکالو نہ قدم گھر سے صنم
ہے کھڑا در پہ کوئی طالبِ دیدار ابھی

مجھ گنہگار پہ ثابت نہین ہوتے ہین گناہ
قتل کرنے کو نہ لو ہاتھ مین تلوار ابھی

بیقراری سے جو مین اُسکی گلی مین جاؤن
بھاگے سایہ سے مرے سایۂ دیوار ابھی

تیرہ ہو جائے زحل شرم سے ہم رنگِ زحل
گرد کھائے وہ قمر چاند سے رخسار ابھی

حال ابتر ہے مرا حکم لگائے وہ کیا
اُس کو گذرا ہی نہین پرچۂ اخبار ابھی

دم لبون پر مرضِ ہجر سے ہے اے عیسیٰ
جلد آ توڑتے ہین دم ترے بیمار ابھی

کیون نہون قیمتِ گوہر سے وہ افزون شایان
روز سانچے مین ڈھلا کرتے ہین اشعار ابھی

ولہ

جان اب یہ دمِ خنجرِ قاتل سے لگی ہے
پیاس اپنی بجھاؤن یہ مرے دل سے لگی ہے

جلنے کی تمنا جو مرے دل سے لگی ہے
یہ آگ تری گرمیِ محفل سے لگی ہے

کس طرحے حورین نہ یہان سیر کو آئین
جنت مین سرنگ آپکی محفل سے لگی ہے

مقتل تلک آتا ہے کدھر جاتا ہے قاتل
دیکھین کہ قضا راہ پہ مشکل سے لگی ہے

کیونکر نہ گنین ہم شبِ فرقت مین ستارے
آنکھ اپنی بھی اُس زہرہ جبین سے لگی ہے

آتا ہے جو اُس قلزمِ خوبی کو تو آئے
کشتی مرے دل کی لبِ ساحل سے لگی ہے

بھڑکے نہ بہت آتشِ گل باغ مین کہدو
اشکون کی جھڑی چشمِ عنادل سے لگی ہے

بُو گل کی جو سونگھی ہے تو دل کانپ رہا ہے
غمّاز صبا گوشِ عنادل سے لگی ہے

کیا شوق ہے سر کٹنے پہ بھی آنکھ ہماری
جوہر کی طرح خنجرِ قاتل سے لگی ہے

دو بھر ہو جے جان قدم عشق مین رکھتے
یہ راہِ روان کوچۂ قاتل سے لگی ہے

سلسلۂ ہر سہ غزلہ جو ہر اول کا مطلع جو ہم نے غزل کا رنگ سیاہ ہونے کی نسبت سے یہان لکھا ہے اسی مناسبت سے یہان تیرہ کا لفظ صرف کیا ہے۔

دل طالبِ دیدار ہے کہتا ہے مریجان
ہے عین خطا آنکھ جو قاتل سے لگی ہے

دلسوزیِ پروانہ جلاتی ہے مرا جی
جل جاؤن سرِ بزم یہ کودلسے لگی ہے

وہ قیس ہون جا پہونچی ہے لیلیٰ سرِ منزل
پر آنکھ مری پردۂ محمل سے لگی ہے

پہونچون مین کہین کوچۂ قاتل مین تڑپ کر
تلوؤن کی طرح اب دلِ بسمل سے لگی ہے

لائے ہین نیا راگ ترے عاشقِ گیسو
دُھن اُنکو اب آوازِ سلاسل سے لگی ہے

اور اسی بحر و قافیہ و ردیف مین وہبی نامی شاعر نے ذیل کی غزل لکھی ہے

جل بجھتی ہے کیون شمع یہ کیا دلسے لگی ہے
بیشک اسے لَو یار کی محفل سے لگی ہے

کیون دست بقبضہ نہین ہوتا ہے تو قاتل
ہیہات ابھی گردنِ بسمل سے لگی ہے

کیا[1] شوقِ شہادت ہے کہ ہر لحظہ مری آنکھ
مچھلی کی طرح بازوے قاتل سے لگی ہے

شہ رگ سے تو اُلجھا بھی نہین باڑھ کا ڈورا
گردن مری کیون خنجرِ قاتل سے لگی ہے

بگڑا ہے مزاج اُنکا بُلاتا ہون قضا کو
بنجائے کہین جان پہ یہ دل سے لگی ہے

وہ گل کے طلبگار رہین مین طالبِ گلرو
نالون کی مرے بحث عنادلسے لگی ہے

اک بوسے کے دینے پہ وہ لیتے ہین مرا دل
اس جنس کی قیمت بڑی مشکل سے لگی ہے

کی[2] ریش سیہ نامۂ اعمال کی صورت
پیری مین جوانی کی ہوس دل سے لگی ہے

ہے عشقِ حقیقی کی بنا عشقِ مجازی
سیدھی ہے یہی راہ کہ منزل سے لگی ہے

کیون حُب کی تمنا مین کرون منّتِ عاذل
وہ آپ چلے آئینگے گر دل سے لگی ہے

وہبی جو گنا کرتے ہو تم رات کو تارے
کیا آنکھ کسی ماہِ شمائل سے لگی ہے

[1] آنکھ سے بازو کی مچھلی کا تقابل عین جدت ہے ۱۲ [2] شاید اس سے مراد شاعر کی ریشِ مخضب سے ہے ۱۲

انتخاب از مہابھارت منظوم مصنفہ منشی طوطا رام صاحب

چمن بستم در بیان ملاقات بھیم سین با ہنومنت

چلی ایک دن وہ معطر ہوا — ہوائے گلستانِ جنّت فضا
اُڑا لائی اک پھول بادِ صبا — کہ ہر رنگت پر اُس کی فدا
ہر اک برگ اُس گل کا خوشبو کا گھر — گرا دیدی کے وہ پیش نظر
جو اُس پھول مین تیان تھین ہزار — فدا مثلِ بلبل ہوئی ایکبار
سمایا جو آنکھون مین وہ رنگِ گل — کھلا غنچۂ دل بھی ہمرنگِ گل
ہوئی اور گل کی اُسے آرزو — سُنائی یہی بھیم کو گفتگو
جو اُس رنگ کے پھول لادے مجھے — خوشی ہون گلے سے لگاؤن تجھے
کہا بھیم نے لیجیے ایسے پھول — نہ ہو غنچگی سے طبیعت ملول
جدھر سے کہ آتی تھی اُس جانسیم — قدم زن ہوا اُس طرف کو یہ بھیم
ملا دیو یا جچھ تو مارا اُسے — ہوا سدّ رہ جو سنوارا اُسے
اسی طرح پہونچا وہ اک کوہ پر — پڑی ایک میمون پہ اُسکی نظر
نہایت[۱] ضعیف اور لاغر بدن — رگون سے بنا رشتۂ مبسط بدن
مگر سو رہا تھا اُسی راہ مین — کسے دخل ہے شانِ اللہ مین
جگایا اُسے بھیم نے خواب سے — اُٹھایا اُسے بھیم نے خواب سے
ہوا دور آنکھون سے خوابِ گران — کہا اُسنے پھر بھیم سے اے جوان
یہان آدمی کا ہے مشکل گذر — فرشتون کے اس جا پہ جلتے ہین پر
گئی نیند ناحق جگایا مجھے — رہے یاد ایسی سزا دون تجھے
کہا بھیم نے مین ہون فرزندِ باد — مگر قولِ اُستاد ہے مجھکو یاد

[۱] یہ شعر سنسکرت سے ہنومان جی کا ہے جو رامچندر جی کا خدمتگار تھا اور رامائن کا مصنف والمیک رشی تھا

جگہ نہ ملی

جگانے کا اِس دم یہ تھا مُدعّا
کہ ہے ناگھنا منع جاندار کا

ہوا سو ہوا اب چلو راہ لو
خفا اِس قدر ہم سے ناحق نہ ہو

سمجھتے نہیں زورِ ہنونت ہم
مٹا دیں ابھی شورِ ہنونت ہم

سُنے جبکہ بندر نے ایسے سخن
کہا کون ہنونت اے پیلتن

کہا وہ ہی ہنونت عالم پسند
جسے چاہتے تھے سری رامچند

کیا بھیم سے اُسنے جو یہ کلام
کیا ناتوانی نے مجھ کو تمام

چلون دو قدم راہ دشوار ہے
تنِ زار ہر استخوان زار ہے

عنایت سے اپنے کرم کیجیے
ذرا آکے دُم کو اُٹھا دیجیے

سُنا اپنے مطلب کا جب یہ سخن
اُٹھانے لگا دُم کو وہ پیلتن

سرِ مو مگر اُس نے جنبش نہ کی
دلِ بھیم کو سخت حیرت ہوئی

یہ بندر نہین کوئی اسرار ہے
بلا مین یہ رستہ گرفتار ہے

کہا اُس سے اب عاجزی کیجیے
خوشامد سے کام اُس گھڑی لیجیے

کہا اُس سے تقصیر اب ہو معاف
بیان کیجیے ماجرا صاف صاف

کہا مین ہون اک خادمِ رامچند
مرا نام ہنونت ہے دل پسند

کہا بھیم نے تم ہو میرے بزرگ
ہوا مجھ سے بیجا گناہِ سترگ

یہ دل ہے ہمشتاق اُس شکل کا
جو قد آپ کا جنگ راون مین تھا

ہنومان نے وہ کیا قد بلند
کہ کوتاہ تھی وہم کی بھی کمند

سراپا ہوا جسم کا سُرخ رنگ
عیان آفتابِ قیامت کا ڈھنگ

ضیا ہر بُن مو مین پیدا ہوئی
چمک برق کی اُس پہ شیدا ہوئی

جو شکلِ مہیب اُسکی آئی نظر
رہی پھر نہ کچھ اپنے تن کی خبر

نہ باقی رہی تاب دیدار کی
کیا بند آنکھون کو یکبارگی

یہ دیکھا تو ہنوزِ عالی وقار — بنے جس طرح تھے ضعیف و نزار
زبان مثلِ نیسان ہوئی دُرفشان — مین دیتا ہون پھولونکا تجھکو نشان
کبیر ایک رکھتا ہے تیار باغ — کہ ہے جس سے گلزارِ جنت کو داغ
تجھے چاہئین پھول جس رنگ کے — ہزارون ہین گلشن مین اُس ڈھنگ کے
نہ راہِ درشتی مین چلنا وہان — فقط روغنِ قاز ملنا وہان
نکل آئیگا چاپلوسی سے کام — نہ کہنا زبان سے کوئی بدکلام
ملاحب کہ ہنومنت سے یہ نشان — ہوا کی طرح پھر ہوا وہ روان
جو پہونچا وہ نزدیکِ باغِ کبیر — در آیا درِ باغ مین مثلِ شیر
وہان جو مقرر نگہبان تھے — وہ دہشت سے کیلاس[۵۱] پر چڑھ گئے
در آیا گلستان مین یہ بے خطر — ہوا جلوہ افروز اک حوض پر
نہا دھو کے جب دل ہوا مطمئن — گئے سامنے سے لطافت کے بن
چمن زار مین پھول چُننے لگا — ہر اک باغبان سر کو دُھننے لگا
ہوئی صاحبِ باغ کو جب خبر — بُلایا وہین بھیم کو اپنے گھر
بٹھایا بعزت اُسے اپنے پاس — کہا دل مین لانا نہ ہرگز ہراس
ہزارون دیے پھول رخصت کیا — بر آیا دلِ بھیم کا مُدعا
جو پھولون سے اُس گل کا دامن بھرا — سبا نگہتِ گل روانہ ہوا

دلِ دردی سے نکلا وہ خار
طبیعت ہوئی کھل کے باغ و بہار

[۵۱] کیلاس۔ نام اُس پہاڑ کا جہان مہادیو جی رہتے ہین [۵۲] "در آمدن" فارسی محاورہ ہے جس کی ہندی "گھس آنا" ہے۔ اگرچہ ایک زبان کے محاورہ کو دوسری زبان مین ترجمہ کرنا جائز نہین مگر فارسی اور اُردو ان دونون زبانون مین کچھ ایسا اتحاد ہو گیا ہے کہ فرق بھی باقی نہین رہا اور شعراء نے اپنے کارآمد خیال کے ادا کرنے کے لیے دلپذیر اور دلکش محاورات نادر کی نظم کر لیا ہے۔ دیکھیے مرزا سودا کا شعر ہے ؎ یا تک نہ دل آزارِ خلائق ہو کوئی ✣ ملکر لبِ نہر سے صفِ محشر مین در آئے ✣

شمس تبریزیہ تخلص حضرت شمس الدین تبریزی قدس سرہ اسم مبارک آپکا محمدؐ بن ملک داود ہی آپ شیخ سلہ باف تبریزی علیہ الرحمہ کے مرید اور مادر زاد اولیاء اللہ مین سے ہین مولد و مسکن آپکا تبریز ہی آپ صاف باطن اور ریاضت کیش تھے بہت سے فقرائے سالکین نے آپ سے استفادہ حاصل کیا ہی۔ آپ کے کلام بلاغت نظام کو لوگ تبرکاً اپنے یہان رکھتے ہین اس سے بڑھ کر مقبولیت کیا ہو سکتی ہے اشعار آپ کے صوفیانہ مذاق مین بھرے ہوے ہوتے ہین۔ آپکے دیوان کو اگر بحر مواج اسرار فقر و قناعت کہین تو زیبا ہے۔ بہت لوگون نے آپکے وصال کے بعد بھی آپکے کلام فیض انجام سے مستفید ہو کر مملکت فقر کی تاجداری کی ہے ذیل مین ہم تبرکاً و تیمناً مختصر کلام آپکا درج کرتے ہین تاکہ ناظرین بھی ثواب مین داخل ہو جائین۔

غزل

چہ تدبیر ای مسلمانان کہ من خود را نمی دانم
نہ ترسا و یہودی ام نہ گبرم نے مسلمانم

نہ شرقیم نہ غربیم نہ بحریم نہ بریم
نہ از ملک عراقیم نہ از خاک خراسانم

نہ از خاکم نہ از آبم نہ از بادم نہ از آتش
نہ از آدمؑ نہ از حوّاؑ نہ از فردوس رضوانم

مکانم لامکان باشد نشانم بے نشان باشد
نہ تن باشد نہ جان باشد چہ باشد عشق جانانم

ہو الاوّل ہو الآخر ہو الظاہر ہو الباطن
بجز یا ہو و یا من ہو دگر چیزے نمی دانم

دوئی را چون بدر کردم یکے دیدم دو عالم را
یکے بینم یکے جویم یکے خوانم یکے دانم

الا یا شمس تبریزی چرا مستی درین عالم
بجز مستی و مدہوشی دگر چیزے نمی دانم

وله

یا رسول اللہؐ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذو الجلال پاک بے ہمتا توئی

نازنین دلربا محبوب رب العالمین
نور چشم انبیا چشم و چراغ ما توئی

در شب معراج بودی جبرئیل اندر رکاب
پایہا دہ بر سریر گنبد خضرا توئی

یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجزاند
عاجزان را رہنما و پیشوا ے ما توئی

شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا
مصطفےٰؐ و مجتبےٰؐ و سید اعلا توئی

شیرین تخلص - بی شیرین جان طوائف - یہ نہایت شیرین سخن - شیرین دہن - شیرین خیال شیرین جمال شیرین اخلاق شیرین مذاق لکھنؤ کی مشہور طوائف ہین علم موسیقی مین انھون نے بہ کمال جانفشانی کمال حاصل کیا ہے - انکی شوخی طبیعت پر ان کی حاضر جوابی شاہد ہے - خدا نے ان کو حسن کی طرح آواز بھی ایسی عطا کی ہے جس کا دور دور شہرہ ہے - نہایت خلیق اور بہت منکسر المزاج اور مہذب طوائف ہین طبیعت کی خوبی اور موزونی اشعار ذیل سے ہویدا ہے -

غزل شیرین

سنتا ہے کون مجھ سے مرا ماجرائے دل
بہتر تو ہے کسی سے نکوئی لگائے دل

کیونکر رہین حواس جو قابو سے جائے دل
ای کاش موت آئے کسی پر نہ آئے دل

باتین وہ دلفریب ادائین وہ دلربا
ایسے پری جمال پہ کیونکر نہ آئے دل

بے مہر بے مروت و ناآشنا ہو تم
تمسے خدا کرے نہ کوئی بھی لگائے دل

شیرین کا یہ کلام ہے ہر وقت ہر گھڑی
جس کو خدا خراب کرے وہ لگائے دل

شوخ تخلص - یہ بھی ایک شوخ طبع طوائف ہین - جنکا مسکن غالباً دہلی ہے - طبیعت کی شوخی اور انکے خیالات کا اندازہ ناظرین کو ان کے کلام مندرجۂ ذیل سے ہو سکتا ہے -

دیوانہ کیا بزم مین شب آ کے کسی نے
بیہوش کیا چہرے کو دکھلا کے کسی نے

تکرار جو کی بوسہ کے لینے مین بہت سی
دین گالیان آخر مجھے سمجھا کے کسی نے

رکھ ہاتھ مرے سینہ پہ گلدستۂ نرگس
مارا مجھے دیدار سے ترسا کے کسی نے

سمجھا مجھے دیوانہ سا اس شوخ نے یکبار
دل چھین لیا مفت مین بہلا کے کسی نے

شرر تخلص کے دس شخص ہوئے۔

ایک سید علی حسن دہلوی ولد سید وارث علی طپاں۔

دوسرے مرزا جعفر علی برادر خرد حکیم مرزا محمد عاشق۔ حیدر آباد مین انتقال ہوا۔

تیسرے۔ حافظ میر حافظ نواسۂ اشرف مرحوم باشندۂ دہلی۔

چوتھے۔ میرزا غیاث الدین دہلوی خلف مرزا قمر الدین شیدا نبیرۂ شاہ عالم شاگرد شیخ محمد ابراہیم ذوق۔

پانچوین۔ مولوی علی بخش خان بہادر صدر الصدور بن مولوی خدا بخش بدایونی۔

چھٹے۔ سید فضل حق ولد سید عظیم الدین باشندۂ میرٹھ شاگرد عبد الصمد فوق۔

ساتوین۔ مرزا صادق علی۔ برادر مرحوم جعفر علی فصیح۔ ترک دنیا کیا تھا۔

آٹھوین۔ مرزا ابراہیم بیگ شاگرد نوازش حسن خان نوازش۔

نوین۔ عبد الغفور خان تھانہ دار ضلع بند یلکھنڈ خلف نور محمد خان ابن شاہ محمد خان کابلی

دسوین۔ مرزا آغا حسن ولد آغا محمد فیض آبادی مقیم لکھنؤ شاگرد آتش۔

صاحب دیوان ہوئے۔

غزل شرر

کیا نکلے سخن عاشقِ دلگیر کے مُنھ سے — کچھ کوئی بات سُنی ہوگی نہ تصویر کے مُنھ سے
کس کی نگہِ خشم نے مارا ہے طمانچہ — بہتا ہے لہو خنجر و شمشیر کے مُنھ سے
یوسفؑ کو کیا قید جو زندان مین خوش ہو — آتی ہے صدا کان مین زنجیر کے مُنھ سے
طفلی مین ترے حسن کا مین وصف کہون کیا — ہین مُنھ سے جوانون کے ہر اک پیر کے مُنھ سے

دیتا ہے دعا تجھ کو ثنا خوان یہ تیسرؔ رجب — آمین کی صدا نکلے ہے تاثیر کے مُنھ سے

سلہ یہ مصرع کاتب اول کی خطا سے غلط ہو گیا ہے سلہ نکلے ہے، اب متروک ہے بجاے اسکے نکلتا ہے، بولتے ہین ۱۲۔

شرم تخلص - مرزا نور بیگ دہلوی - آپ حافظ اشرفعلی صاحب حافظ اور شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد ہین - جہانتک معلوم ہوا ہے شرم تخلص کے صرف آپ ہی ایک شخص ہین - مرزا جی صاحب کا کلام نیچے درج کیا جاتا ہے جس سے ناظرین مرزا صاحب موصوف کی طبیعت کا اندازہ کر سکینگے -

غزل

صورت کوئی نیچ رہنے کی پائی نہین جاتی
وہ آگ لگی ہے جو بجھائی نہین جاتی

اسوا سطے کرتا ہے وہ ابرو کے اشارے
تلوار نزاکت سے اٹھائی نہین جاتی

باقی اثر ضعف ہے یہ بعد فنا بھی
صرصر سے مری خاک اڑائی نہین جاتی

دن وصل کا جسطرح بڑھا دیتا ہے ضد سے
کیون چرخ شب وصل بڑھائی نہین جاتی

تدبیر ہر اک چیز کی آسان ہے اے شرم
تقدیر جو بگڑے تو بنائی نہین جاتی

اور نہین جاتی کی ردیف مین فصیح الملک نواب مرزا داغ انجمانی دہلوی نے یہ غزل لکھی ہے

داغ

شبنم سے شب ہجر کی ظلمت نہین جاتی
سو شب پڑین تو بھی یہ رنگت نہین جاتی

آئی ہوئی عاشق کی طبیعت نہین جاتی
آتی ہے تو آکر بہ قیامت نہین جاتی

سر جاتا ہے سر سے ترا سودا نہین جاتا
دل جاتا ہے دل سے تری الفت نہین جاتی

اول تو انھین شرم رہی منھ سے نہ بولے
جب شرم گئی وصل کی حجت نہین جاتی

اے عمر روان اس کو بھی ہمراہ لیے جا
تو جاتی ہے دل سے مرے حسرت نہین جاتی

ہر چند بلا ہے مگر اس مین بھی وفا ہے
گھر غیر کے میری شب فرقت نہین جاتی

فتنے بھی ہین پامال تری راہ گذر مین
دو چار قدم اٹھ کے قیامت نہین جاتی

سو جاتے ہین اٹھ اٹھ کے جگانے سے شب وصل
اُن نیند بھری آنکھون کی غفلت نہین جاتی

اے داغ بُرا مان نہ تو اسکے کہے کا
معشوق کی گالی سے تو عزت نہین جاتی

شادان تخلص کے پانچ شخص ہوئے۔

ایک۔ میر رجب علی دہلوی آپ بھورے خان آشفتہ کے شاگرد تھے۔ فقیر میں کمال حاصل تھا

دوسرے۔ لالہ بنیاد لال کائیتھ ہیں۔

تیسرے۔ مرزا حسین علیخان دہلوی خلف مرزا زین العابدین خان عارف مرحوم شاگرد مرزا نوشہ غالب۔

چوتھے میاں رحمن بخش خلف منشی فیض بخش تاجر شاگردِ راقم آپ کا وطن فرید پور ہے مولد و مسکن کلکتہ ہے۔

پانچویں۔ راجہ چندو لال نائب والیِ حیدر آباد دکن ولد نراین داس کھتری۔ آپ راے بریلی کے رہنے والے ہیں۔ آپ حفیظ الدین و شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد رشید ہیں آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کا دیوان بھی قابلِ دید ہے۔

غزل شادان

گر سیرِ چمن کو ہمیں بلواؤ تو آویں
سو سنبلیں اور چیں سے بٹھلاؤ تو آویں

آنے کو تو کہتے ہو مگر ایک طرح سے
ہر شے ہر اک انواع کی منگواؤ تو آویں

جو طرف لگا ہووے صفِ فرشِ مکلف
ہر سو شمع[1] کافوری کی جلواؤ تو آویں

گر بزم بھی عطروں سے بہت ہووے معطر
اور کشتیاں پوشاک کی چنواؤ تو آویں

سُتھرا سا پلنگ ہووے لبِ نہر پر آرا
اور سیج بھی پھولوں کی جو بچھواؤ تو آویں

شیشہ پہ ہو شیشہ و گلابی پہ گلابی
وان گرمیِ صحبت سے نہ گھبراؤ تو آویں

سب ہووے مہیا وہاں جو عیش کا سامان
شادان مے موزون کو جو پلواؤ تو آویں

[1] شمع کے عین پر مصنف صاحب کی نظر نہیں پڑی یہ عین غفلت ہے ۱۲

شہیدی تخلص۔ منشی کرامت علی خان مرحوم ولد عبد الرسول خان عروضی باشندۂ لکھنؤ شاگرد مصحفی و نصیر دہلوی پیشتر پنجاب و گجرات رامپور۔ بریلی۔ دہلی۔ بھوپال تال مین رہتے تھے۔ علم عروض و حساب مین امثال و اقران سے زیادہ دخل تھا آپ بڑے بے تکلف اور عاشق مزاج تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے سنہ ۱۲۵۵ ہجری مین سفر حجاز کیا اور بعد ادائے حج بیت اللہ مدینۂ منورہ کو روانہ ہوئے۔ اثناء راہ مین سخت علیل ہوئے۔ چہارم ماہ صفر المظفر سنہ ۱۲۵۶ ہجری کو جس وقت مدینۂ منورہ پہونچے اُس وقت روضۂ مبارک کو دیکھ کر جوشِ اشتیاق مین جان بحق ہو گئے۔ ذیل مین آپ کا مختصر کلام تبرکاً درج کیا جاتا ہے۔

غزل شہیدی

آفتابِ روزِ محشر جلوہ گر ہونے لگا
وصل کی شب ہو چکی رخصت قمر ہونے لگا

شام سے مردہ رکھا شکِ مسیحا نے مرے
تم بازنی حبب کہا وقتِ سحر ہونے لگا

بارِ صندل سے عرق آیا جبینِ یار پر
بوئے مشکِ عنبرین سے دردِ سر ہونے لگا

ایک دو دم ہون مسیحا اب دمِ آخر تو آ
جانبِ ملکِ عدم دم کا سفر ہونے لگا

پاس رہتا تھا شہیدی کچھ نہ تھا دل کو خیال
اب جدائی کا تمہین غم محبت کا اثر ہونے لگا

وله

مشامِ بلبل مین شکِ گل کی ہنوز بو بھی نہین گئی ہے
ابھی وہ نامِ خدا ہے غنچہ نسیم چھو بھی نہین گئی ہے

نہ عشق سرمہ کا نے مسکی نہ شوق غمزے کا نے ہنسی کا
گمان ہو گر تم کو آرسی کا سو رو بر بھی نہین گئی ہے

بلا کو اُسکی خبر نہین ہے کہ عشق اور عاشقی ہے کیا شے
ہنوز کانون مین اُس پری کے یہ گفتگو بھی نہین گئی ہے

ضیا سے جسکی جہان ہے روشن وہ شمع پنہان ہے زیر دامن
حریمِ عزت کے تا بروزن شمال تو بھی نہین گئی ہے

شہیدی اتنی گمان پرستی نشے مین بھی بھول بیٹھے ہستی
ہوئی ہے جس کی سے تکو مستی وہ تا کلو بھی نہین گئی ہے

شاد تخلص - کے دس شخص ہوے ہین سے -

ایک منشی تفضل حسین خلف سید قمرالدین احمد باشندہ میرٹھ مقیم فرخ آباد مین -

دوسرے - میر یار خان منشی پلٹن انگریزی باشندہ میرٹھ ہین -

تیسرے - شیو پرشاد شاگرد میر حسین تسکین باشندہ دہلی ہین -

چوتھے - رجب بیگ خان شاگرد میان جرأت ہین -

پانچوین - محمد ایاز خان رامپوری شاگرد حافظ ضیغم ہین -

چھٹوین - آلہ یار بیگ شاگرد میان مصحفی کیانی نسب تھے -

ساتوین - سکندر آباد کے ایک ہمن کا تخلص ہے اور کچھ حال نہ معلوم ہوا -

آٹھوین - فضل علی مرحوم شاگرد مصحفی صاحب دیوان گذرے -

نوین - سری مہاراجہ کشن پرشاد صاحب سریمین السلطنت و مدار المہام حضور نظام والی حیدرآباد دکن -

دسوین - شیخ محمد جان خلف وارث علی لکھنوی فارسی مین شاگرد مرزا علی اکبر شیرازی اور اردو مین میر کلو عرش کے - پیرو ان میر سے تھے - اسی برس کے سن مین انتقال کیا

(کلام شاد یہ ہے)

مردم چشم نما تھا مجھے معلوم نہ تھا
سات پردون مین چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

مند آنکھین کیے پہلو مین مرے شکل رقیب
خواب مین دیکھ رہا تھا مجھے معلوم نہ تھا

کعبہ و دیر گیا نا بلدی سے اپنی
گھر مرا دل مین نکلتے تھا مجھے معلوم نہ تھا

عشق ابرو مین ہوا محو شہادت ایسا
تہ شمشیر گلا کھا تھا مجھے معلوم نہ تھا

بستگی سے ہے دہن رشتہ جان کی گتھی
سب پہ عقدہ یہ کھلا تھا مجھے معلوم نہ تھا

کر کے پامال یہ کہتا ہے دل عاشق کو
نظر افتادہ پڑا تھا مجھے معلوم نہ تھا

نوجوانی مین نہ جن تھا نہ کوئی بھوت سوار
شاد کیا جانیے کیا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ملہ اس شعر کو حضرات ناظرین زرا غور سے ملاحظہ فرماوین ۱۲ -

ولہ

گر نہ ہوتا موت کا ڈر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا
چین کرتے زندگی بھر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

عشق مین ماتھے مرے منڈھتا جو سر دھنتا جنون
کوہکن لیتا جو ٹکر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

بے اجل میری طرح مرتے اگر خضر و مسیح
زندگی ہوتی جو دو بھر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

کھیلتا ہاتھون پہ کالا گیسوے خمدار کا
یا دگر ہوتا یہ منتر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

حسرت و ارمان تھے لاکھون تن مین جبتک روح تھی
ہو گیا خالی بھرا گھر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

سخت جانی کی حقیقت کیا ہے تیغ روان
کھیلتی گر موت سر پر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

کور باطن تھا اگر ہوتی سیہ بختی مری
آنکھ کی پتلی سمٹ کر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

خال[1] سے گھر بار لگجاتا پر اُس کی چشم مین
جان مری ہوتی جو تل بھر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

بے حسی اے شاد اگر رکھتی مجھے ثابت قدم
پاؤن مین ہوتا جو چکر پھر تو کیا تھا کچھ نہ تھا

داغ کچھ درد نہین ہے کہ دکھا ہی نہ سکون
درد کچھ داغ نہین ہے جو چھپا ہی نہ سکون

اے حسین تو جو بلائے تو مین آؤن سو بار
کیا ترا حسن ہون جاؤن تو پھر آ ہی نہ سکون

اثر کم سخنی نے یہ کیا ہے خاموش
دلمین باتین بھی بناؤن تو سنا ہی نہ سکون

سرد مہری سے یہ اُس گل کی ہوا ہون ٹھنڈا
آگ کا پھول بھی ہون آگ لگا ہی نہ سکون

اُس کی ثابت قدمی کے جو کرون نظم اوصاف
ہمزۂ وصل بھی آئے تو گرا ہی نہ سکون

روشنی کی مرے مانع یہ سیہ بختی ہے
شمع تصویر بھی آئے تو جلا ہی نہ سکون

مدد اے ضعف وہ زانو پہ جو اپنے رکھے
سرغشی سے جو اُٹھاؤن تو اُٹھا ہی نہ سکون

بے حجابی یہ بڑھی ہے صفت نکہت گل
لاکھ پردون مین چھپے بھی تو چھپا ہی نہ سکون

تشنہ کامی سے رہین زخم جگر منھ کھولے
پیاس تلوار کے پانی سے بجھا ہی نہ سکون

[1] خال سے لگجانا محاورہ ہے یعنی بالکل تباہ و برباد ہو جانا۔ اور خال و تل مین صنعت تجنیس معنوی ہے۔

تو جو تلوار لگائے تو مزے لے لیکے
زخم کیا تیری قسم ہے کہ جو کھایا نہ سکون

محو داغِ خطِ رخسار کا ہونا ہے محال
مرمٹون پر خطِ تقدیر مٹایا نہ سکون

تھین منصف ہو بتو ہاتھ برہمن دیکھے
اور مین پانون دباؤن تو دبایا نہ سکون

عمر اگر روزِ قیامت سے بھی طولانی ہو
پر شبِ ہجر گھٹاؤن تو گھٹایا نہ سکون

یہ ردی وہ ہے کہ مطلع تو ہوے عیبِ شاد
گر ابیات کو ایطا سے بچایا نہ سکون

وله

تن مین جانِ گرم رد اک آن کیا ہے کچھ نہین
دم کے دم مثلِ شررِ مہمان کیا ہے کچھ نہین

قابضِ جان ہے مسیحا عشق کے بیمار کا
دردِ دل کا خیر اجل دربان کیا ہے کچھ نہین

نقدِ دل تک دے چکے تم کو ہمارے پاس اب
دل کی کوڑی کے سوا ایجان کیا ہے کچھ نہین

رُخ کتابی پنڈتون پوتھی ہے بے زیر و زبر
مصحفِ روئے بتان قرآن کیا ہے کچھ نہین

ہون وہ تر دامن مری تر دامنی کے سامنے
چادرِ دریا کا تر دامان کیا ہے کچھ نہین

قتلِ عاشق پر کمر باندھے ہو خنجر ہے نہ تیغ
سب تو ہے پر قتل کا سامان کیا ہے کچھ نہین

دل کو یہ چھلنی کرے تن مین وہ کانٹا سا گڑے
نیش غم کے سامنے پیکان کیا ہے کچھ نہین

مومنِ رُخ جو ہوا کافر بتون کی زلف کا
شاد اُس بیدین کا ایمان کیا ہے کچھ نہین

وله

جنون ہو خانہ داری مین پرندونکو بھی سنتے ہین
بناتے ہین جو طائر آشیانہ تنکے چنتے ہین

چھدا کے کان جب بالیان پہنی ہین سنتے ہین
جنونی بالے پنکے اُنکے تب تنکے چنتے ہین

یہ گرما گرم ہے وہ برق وش آتش کا پرکالہ
کہ جس کے ہاتھ سے بے آگ جی دیوار بنتے ہین

خدا جانے یہ کیونکر رخصتِ تن تیار ہوتے ہے
جُلاہے جامہ اصلی کو تنتے ہین نہ بنتے ہین

ہمیں بھی وہ چھری دیکر کرے داخل شہیدوں میں
اسی دھن میں مثالِ مرغِ بسمل سر کو دھنتے ہیں

یہ سوزِ آتشِ غم ہے جو خونِ آنکھ سے روتا ہوں
مژہ پر پارہ دل جوں کباب سیخ بھنتے ہیں

مکاں سمجھتے ہیں جس دم گلستاں میں تیغ ابرو کے
سروں کو بدلے گلدستوں کے دیوار پہ چنتے ہیں

لگی دل کی ہمارے کر رہی ہے گلبخن افروزی
تپِ غم کی یہ شدت ہے جسے اے شاد بجھتے ہیں

ولہ

گل و بلبل کی صورت عقدۂ دل کھول لیتے ہیں
جوانانِ چمن سے دو گھڑی ہنس بول لیتے ہیں

جو موتی کی طرح اشکِ ندامت رول لیتے ہیں
سمجھتے ہیں کہ دُرِ بے بہا انمول لیتے ہیں

ستاروں میں بجا غیروں کے آگے بول لیتے ہیں
نہاں ہر ساز کے پردے میں ہمسے بول لیتے ہیں

خراب اس دور میں یہ آبرو داروں کی مٹی ہے
کہ جو نا موتیوں کا کوڑیوں کے مول لیتے ہیں

نمودِ خط پہ دم پھڑکے تو مرغِ جان پریدہ ہو
کبوتر پیشتر سے بازوؤں کو تول لیتے ہیں

اگر سونا چھوئیں ہو جائے مٹی بد نصیبی سے
چنیں اکسیر و پارس خاک پتھر رول لیتے ہیں

مقرر خوش دلی ہو گی کریں تاثیر تو نالے
شگون شادی کا ضیغم گر بجا کے ڈھول لیتے ہیں

وہ جنسِ سوختہ قسمت ہیں شمعِ بزم کی صورت
جلانے کو ہمیں گاہک ہمارے مول لیتے ہیں

فقیر و مست ہیں اے شاد وہ ہم بہرِ میخواری
بنانے کشتیٔ بادہ کو جو کشکول لیتے ہیں

ولہ[1]

کباب سیخ ہیں کب کروٹیں لے کر سنبھلتے ہیں
جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

غزالِ چشم کب شمشیرِ ابرو سے دہلتے ہیں
یہ آہو وہ ہیں جو تلوار کے سائے میں پلتے ہیں

نمودِ خط سے کہتی ہے بہارِ حسن چلتے ہیں
جو کانٹے تنے بوئے ہیں وہ اے گلرو نکلتے ہیں

فریبِ حسن اسے کہتے ہیں یہ بت وہ چھلاوہ ہیں
نشانی دیکے چھلا عاشقوں کے دل کو چھلتے ہیں

[1] ذیل کی غزلیں محمد جعفر صاحب شاد کی ہیں ۱۲

مین وہ مایوسِ حسرت ہون نہین معلوم جیسی کو
مراد آتی ہے کیونکر کسطرح ارمان نکلتے ہین

گنہ دھوتے ہین آنسو شرمِ عصیان سے جو روتا ہون
کٹورے آنکھ کے اشکِ ندامت سے کھنگلتے ہین

اجل سیدھا بنا دیتی ہے کجبازانِ عالم کو
مرے پر بانکے ترچھے گور کے سانچے مین ڈھلتے ہین

لہو پیتے ہین ہر دم تیغِ خون آشام کی صورت
دہانِ زخم کے مانند منھ سے خون اگلتے ہین

خلش ہوتی ہے کم جسدم جگر مین تیرِ مژگان کی
لبِ سوفار ناوک چٹکیون سے دلکو ملتے ہین

مثالِ طفلِ اشک اے شاد ہر صحبت کی گاہون سے
گرے ایسے ہین اللہ ہی سنبھالے تو سنبھلتے ہین

وله

تیغ وہ کھینچے ہے میخوارو نکل کر دیکھ لو
سر بکف یہ سیر مثلِ جام چل کر دیکھ لو

دید کے قابل تماشا ے لحد ہے دوستو
نیند مین کیا ہو زرا آنکھون کو مل کر دیکھ لو

مرتے ہی کس بل نکل جائین گے گر باور نہو
بانکے ترچھے گور کے سانچے مین ڈھل کر دیکھ لو

سیکڑون کشتہ ہون لاکھون قتل ہون میدانِ جنگ
گر اُلٹنی ہین صفین تیوری بدل کر دیکھ لو

نورِ دیدہ بھی نہین دکھ درد مین ہوتے شریک
بہتے ہین آنسو تک آنکھ سے نکل کر دیکھ لو

اک بتِ سپندار کیا اے شاد کہکر یاد کی
لات سے اپنی سرِ عزیٰ کچل کر دیکھ لو

وله

فلک شرما کے گردش مین مرا سر ہو تو ایسا ہو
محل پر کار ہو پاؤن مین چکر ہو تو ایسا ہو

کرے چورنگ چار ابرو سے دلبر ہو تو ایسا ہو
ہر اک برچھی چھری یا بانک جمدھر ہو تو ایسا ہو

کڑی چوٹین اُٹھائین سیکڑون سنگِ حوادث کی
کلیجہ سخت جانی سے جو پتھر ہو تو ایسا ہو

نہین ممکن جو پتلی سان سماؤن چشمِ مردم مین
مگر ہان تل سیہ کاری سمٹ کر ہو تو ایسا ہو

مخوف جسطرح یوسفؑ ہوے وصلِ زلیخا سے
بتون کے عشق مین اللہ کا ڈر ہو تو ایسا ہو

کٹورے دیدۂ پُرنم کے چھلکیں ہجر ساقی میں
بھرا خونِ جگر سے دل کا کنٹر ہو تو ایسا ہو

فقیر اللہ کے ہی شاد مر جائیں نہ سائل ہوں
صنم کیا مال ہیں تکیہ خدا پر ہو تو ایسا ہو

ولہ

جو بیچ میں آئینہ ہو پیارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے
تو پھر ہوں باہم گر نظارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

جو کچھ گذرتی ہے لب پہ پیارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے
کہیں وہ کس سے عدو ہیں سارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

چلے وہ بادِ مراد ہم دم جو بحرِ غم سے نکالے باہم
خوشی کے بجرے لگیں کنارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

خوشی تھی خلوت نشین تھے باہم مخل ہوا غیر آ کے جسم
حواس و ہوش و خرد سدھارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

نصیب اگر پھر ہوئی وہ صحبت بہم جو گذری میانِ عشرت
تو کام بگڑے خدا سنوارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

خدا دکھائے جو وصل کی شب خوشی سے گل گل شگفتہ ہوں سب
جو داغ دل پر ہیں غم کے مارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

ملا ہے تجکو جو شہرِ خوبی تو ملکِ غم کے ہیں ہم بھی والی
ہوئے ہیں کشور یہ دو اجارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

جو بات کرنے نہ غیر دیتے جھکا کے آنکھیں ہی دیکھ لیتے
کہ ہوتے باہم گر اشارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

خبر نہ افشا کی ہم جھلک سے نہ تم خبر درد کی چمک سے
کچھ اندنوں ہیں یہ رمز سارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

نکالو وصلت کی تم جو راہیں کریں نہ رو رو کے گرم آہیں
جہاز دوری لگیں کنارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

خدا اٹھائے یہ پردۂ غم جو ملکے ہم تم ہوں شاد باہم
تو کیسی شادی ہو گھر میں پیارے اِدھر ہمارے اُدھر تمھارے

ولہ

دل کی جگر کی سینہ کی پہلو کی جان کی
آنسو بجھائے آگ یہ کس کس مکان کی

اک نالہ یہ دل ہے یا دمیں اُس لامکان کی
پوچھو زمین کی تو کہوں آسمان کی

لب پر ہو آہ و نالہ جو اٹھے سیاہِ اشک
رہتی ہے ساتھ فوج کے جو رسد نشان کی

آنکھیں پھرائیے نہ یوں ہیں قتل کیجیے
تیغِ نگاہ کو نہیں حاجت ہے سان کی

گردن کو سرکشون کی ضعیفی جھکا یگی
دو دن اُمنگ پر ہے جوانی جوان کی

اے بُت تکن خدا کیلئے ذوالفقار روک
تا قوس دے رہے ہین صدا الامان کی

جھپکی نہ آنکھ عشق مین دم اس سے جسطرح
مجنون نے بھی جنون مین پوری نہ آن کی

پیدا ہوا جو وصل کی شب کے خیال مین
تکبیر میرے کان مین دم کی اذان کی

بنت العنب کی تاک مین جس میفروش نے
ہم آ رہے گئے اُسی پہ جو آئی دکان کی

قامت پہ ہم مرینگے قیامت کا غم نہین
اے خضر خیر مانگیے آپ اپنی جان کی

وہ رنجتہ سراہون مین اے شاد بعد میر
شہرت جہان مین ہے مری روز بان کی

وله

ہمین تل ہو کہ مجنون آزمائے جبکا جی چاہے
یہی گوا دریہی میدان ہے آئے جبکا جی چاہے

عیان پیری ہوئی بگڑی بنائے جبکا جی چاہے
جوانی روٹھی جاتی ہے منائے جبکا جی چاہے

زبان کو دی ہے خالق نے مری تاثیر گنبد کی
سُنے گا ویسی ہی جیسی سُنائے جبکا جی چاہے

وہ سوزان ہون مرے پر بھی چراغان جسکی مٹی کے
بنے جلنے کی خاطر ہین جلائے جبکا جی چاہے

ہنر ور اختر طالع ہو یا نجم مقدر ہو
مری بگڑی ہوئی قسمت بنائے جبکا جی چاہے

لحد مین سوئینگے جاکر تو پھر ہرگز نہ چونکین گے
سوا شور قیامت کے جگائے جبکا جی چاہے

سفر دنیا سے ہے ہرگز کسیکی اب نہ مانین گے
جہان سے روٹھے جاتے ہین منائے جبکا جی چاہے

الگ رہتا ہون طنبورے کے تارونکی طرح سب سے
ذرا چھیڑے سے ملتا ہون ملائے جبکا جی چاہے

حروف اُردو مین علت کے تمام اے شاد جائز ہین
مگر یون عیب ایطا کا لگائے جبکا جی چاہے

وله

ہم نہ بگڑینگے اگر چشم نمائی ہو گی
پر کہین آنکھ لڑائی تو لڑائی ہو گی

سخت جانون پہ تری جیسی چھری تیز ہوئی
یون نہ کارد کوئی پتھر پہ لگائی ہوگی

کیا حلاوت ہے جو عشق لب شیرین مین مرون
کڑوی روٹی مری غیرون کو مٹھائی ہوگی

الیصنم پیش خدا بھی جو کرونگا فریاد
میری فریاد تری دیتی دہائی ہوگی

پھر گئی جیسی ہماری ہو سون پر جھاڑو
یون کسی کے نہ بکھرے گھر کی صفائی ہوگی

مجھ پھٹے حال کے کیا ہوگی رفو کی تدبیر
چاکِ تقدیر کی ہرگز نہ سلائی ہوگی

ہے وہ برگشتہ نصیبی کہ جہانمین جس سے
ہم بھلائی بھی کرین گے تو برائی ہوگی

خاک ہونے پہ بھی اے شاد وہ ہوگا برباد
حرص دنیا کی ہوس جسمین سمائی ہوگی

ولہ

کب تک آخر زندگی انسان کی
اے مسیحا خیر مانگو جان کی

چھان نہین تم مین خدا کی شان کی
ہم کہین گے اے بتو ایمان کی

جس حسین کی گرم بازاری سُنی
دل فروشی کی وہین دوکان کی

ڈوب مرین گے ہم تہ گردِ ملال
فکر گیا ہے گور کے سامان کی

گردنِ رستم ہے جس سے سرنگون
وہ گرانی ہے گران انسان کی

جائین گے بیخوف اُسکے خواب مین
جو کسی کا ڈر نہین دربان کی

زرنچھاور درختِ رز ہے نوعروس
جام مے تھالی ہے کنیادان کی

دم رُکا تھا تو نے آکر اے اجل
یہ اڑی مشکل مری آسان کی

کیون حریصِ نعمتِ دنیا ہون شاد
ہم نہین بھوکے ہین دسترخوان کی

ولہ

گلے لپٹے ہین وہ بجلی کے ڈر سے
الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

نہ پوچھو حسرتِ تشنہ دہانی — وہ مستسقی ہون جو پانی کو ترسے
لگاے ڈُبکی ہے ہر سُو نامرادی — تمنّاے دلی نکلے کدھر سے
نہ وبالا اگر کرنا ہے منظور — کرو نیچی نگاہین بام پر سے
ملے گا خاک بتخانے مین جاکر — برہمن اور کچھ پوجنگے گھر سے[۵۱]
جو سو جاتے ہین گھڑیالی شبِ وصل — مرے خود کان بجتے ہین گجر سے[۵۲]
مری گردن پہ تیغ اپنی لگا دیکھ — نہین فرق اک سرِ مو ہاتھ بھر سے
ملین گے منزلِ اوّل نکیرین — دھڑکتا دل ہے قزّاقون کے ڈر سے

وہ دامن در ہون تربت پر مری شاد
سحاب بیکسی چھٹ چھٹکے برسے

غیرون مین حنا وہ مل رہا ہے — ولہ نیرنگِ جہان بدل رہا ہے
کھٹکا ہے یہ نشترِ مژہ کا — رگ رگ سے جو دم نکل رہا ہے
وصفِ لبِ سُرخ لکھ رہا ہون — یاقوت قلم اُگل رہا ہے
آبادیِ دل ہے داغِ سوزان — اِس گھر مین چراغ جل رہا ہے
ہے دل کی تڑپ سے چشمِ پُرنم — پارے کا کنواں اُبل رہا ہے
شبنم سے یہ جوشِ میکشی ہے — ہر ساغرِ گل کھنگل رہا ہے
دل آتشِ غم سے تاؤ کھا کر — رانگے کی طرح پگھل رہا ہے
ہے چشمِ سیہ مین کوڈکِ اشک — بھونرے مین یہ طفل پل رہا ہے
منکا ہے ڈھلا لوین بھری ہین — آجلد کہ دم نکل رہا ہے

بے برگ و ثمر ہین اک ہین شاد — ہر ایک نہال پھل رہا ہے

۵۱ گھر سے پوجنا محاورہ ہے یعنی گرہ سے دینا ۱۲
۵۲ گجر سے یعنی گجر کی طرح ۱۲۔

صفدر تخلص سے کے تین شخص ہوے۔

ایک[1] میر صفدر علی باشندہ سونی پت۔

دوسرے میر فرزند حیدر خلف میر امیر حیدر فرخ آبادی شاگرد اسمٰعیل حسین منیر۔

تیسرے۔ صفدر بیگ خلف حیدر بیگ باشندہ کرنال مقیم دہلی صاحب دیوان۔

غزل

ترے غم مین بدلا یہ نقشا ہمارا — کہ کوئی نہین اب شناسا ہمارا

بڑھا رفتہ رفتہ یہ سودا ہمارا — کہ پریون مین ہوتا ہے چرچا ہمارا

پرانا ہوا فہ کر لیلےٰ و مجنون — نیا اب فسانہ ہے اُنکا ہمارا

تہ تیغ دو کچھ تڑپنے کی مہلت — اگر دیکھنا ہو تماشا ہمارا

گوارا نہین ہے جنھین بات کرنا — سُنینگے وہ کاہے کو قصّا ہمارا

گئے گھر کو سب دفن کرکے لحد مین — دیا ساتھ یارون نے اچھا ہمارا

پیامِ اجل کیون نہو دردِ فرقت — کہ ہمسے خفا ہے مسیحا ہمارا

عیادت کو وہ ساتھ غیرون کے آئے — ہوا اور دِل آج دونا ہمارا

کفن کیون ہٹاتے ہین روے سیہ سے — کرین فاش ہمدم نہ پردا ہمارا

بڑی بات یہ ہے کہ قاصد کسی نے — لکھا ہے نہین خط مین شیدا ہمارا

رہی یون ہی اُلفت جو زلفِ سیہ کی
بجائیگا صفدر یہ سودا ہمارا

ولہ

بیان کرتے ہو تم جو صفدر کہ شبِ[2] سے بے نقاب دیکھا — کہو تو پائی ہے جاگتے مین یہ تمنے دولت کہ خواب دیکھا

---

[1] کو[2] سین محذوف ہے اور متقدمین کے بیان اکثر ایسے محذوفات پائے جاتے ہین۔ شاہ حاتم ؎

سر کو پٹکا ہے کچھ سینہ کبھو کوٹا ہے ٭ ہم نے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے۔

جہانِ فانی خراب پایا یہ بحرِ ہستی سراب دیکھا
تمام عالم کا کارخانہ بر نگِ چشمِ حباب دیکھا

سرائے فانی کے میکدے مین ہر اک بشر کو خراب دیکھا
کسی کو مستِ جمال پایا کسی کو مستِ شراب دیکھا

کہون شبِ غم کی کیا مصیبت سہا ہے ایذا ہوئی قیامت
نہ موت آئی نہ نیند آئی نہ آنکھ جھپکی نہ خواب دیکھا

اگرچہ کعبہ بھی خوب گھر ہے صنم کدہ بھی ہے اچھی محفل
مگر نہ دونون کو ہمنے اپنے مکانِ دل کا جواب دیکھا

کہین تو میخوار ہنس رہے تھے کہین تھے پر ہیزگار گریان
عجیب ہنگامہ اٹھکے تربت سے ہمنے روزِ حساب دیکھا

خیال آیا کہ عشقِ قامت مین پھنک رہا ہے جگر ہمارا
جلا بھنا سیخ پر کسی دن جو ہمنے کوئی کباب دیکھا

وہ گردشِ چشمِ مستِ ساقی لگی نظر مین ہمارے پھرنے
شرابخانے مین جاکے ہمنے جو دورِ جامِ شراب دیکھا

ہوا جو آئنہ بھی مقابل تو عکس سے تیرے مُنہ چھپایا
تمھاری آنکھون نے بھی تمکو کسیطرح بیحجاب دیکھا

ترقیِ داغِ غم نہ پوچھو فراقِ جانان مین ہمنشینو!
جو شام کو ماہ اسکو پایا تو صبح کو آفتاب دیکھا

کلیم سے کوئی جاکے کہدے کہ تجھنے کیا مدعا نہ پایا
جسے سمجھتے ہین سب محبت وہ ہے حقیقت مین عین ذلت
کسی کو شیدا کسی کو رسوا کسی کو خانہ خراب دیکھا

نہ چین صفدر تھا زندگی مین نہ بعد مرنے کے پائی راحت
یہان بھی ہمنے عذاب دیکھا وہان بھی ہمنے عذاب دیکھا

ولہ

قہر ہے آفت ہے یہ آنکھین لڑانے کی ادا
خوب آتی ہے تمھین فتنے جگانے کی ادا

جب کسی غنچہ کو گلشن مین کھلاتی ہے نسیم
یاد آتی ہے تمھارے مسکرانے کی ادا

لاتی ہے کس کس ملرح شبخون دلِ عشاق پر
پان کھانے کی ادا مسی لگانے کی ادا

چلتے ہو مرقد پہ تم دامن اٹھا کر ناز سے
کس سے سیکھی خاک مین ہمکو ملانے کی ادا

ٹکڑے ہوتے ہین گریبان دیکھ کر تیرا حجاب
فاش کر دیتی ہے پردہ منھ چھپانے کی ادا

بزم مین لاکھون ہوے بسمل ہزارون نیمجان
قہر تھی شب کو تری محفل مین آنے کی ادا

گر میان کرتے ہو غیرون سے ہمارے سامنے
یہ نئی سیکھی ہے تمنے دل جلانے کی ادا

خون ہو جائین گے لاکھون دیکھنے والون کے دل
رنگ لائے گی نیا مہندی لگانے کی ادا

دیکھیے کس کس کے گردن پر کرے خنجر رواں
قاتلِ عالم تری تیوری چڑھانے کی ادا

بیوفائی کج ادائی ہر گھڑی تازہ ستم
تم بھی کیا سیکھے ہو اس ظالم زمانے کی ادا

یاد ہے صفدر شبِ وصلت وہ انا چھیڑنا
اور وہ اُنکی شرم سے آنکھین جھکانے کی ادا

نا تمام

ولہ

یار تھا مقتل تھا شمشیر ادا تھی مین نہ تھا
قتل پر میرے کمر باندھے قضا تھی مین نہ تھا

مطرب و ساقی تھے خالی میری جا تھی مین نہ تھا
رات اُس محفل مین سب خلقِ خدا تھی مین نہ تھا

اُسنے جب پوچھا کہ تو نے قتل عاشق کو کیا
غمزہ بولا وہ نزاکت تھی ادا تھی مین نہ تھا

کیا ہوا مجھ سے جُدا ہو کر جو دلبر تک گیا
دل مرا ساتھی نہ تھا کچھ دلکا ساتھی مین نہ تھا

کہتے ہین وہ رُخ کے بوسے خواب مین کہنے لیئے
مین یہ کہتا ہون تری زلفِ رسا تھی مین نہ تھا

جلوہ گاہِ خاص تک اے گل گذر میرا کہان
زلف تیری جسنے برہم کی صبا تھی مین نہ تھا

یار نے مہندی لگائی مجمعِ اغیار مین
ساری محفل خواستگارِ خونبہا تھی مین نہ تھا

بخیطا ہون مجھ سے کیون برہم ہے تو اے شکلِ گل
کی گلو نسے جسنے سرگوشی صبا تھی مین نہ تھا

ڈھونڈھتی تھی رات مجھکو بزم مین اُسکی نگاہ
کیا کرون تقدیر میری نارسا تھی مین نہ تھا

کہتے ہین وہ مجھ سے محرومی کا بیجا ہے گلہ
مانعِ دیدار تو میری حیا تھی مین نہ تھا

وہ کہینگے حشر مین قاتل کو پوچھونگا اگر
وہ قضا تیری تھی یا میری ادا تھی مین نہ تھا

عرض کرتا سنگدل اتنا نہ اُس بت کو بنا
عالمِ ایجاد کی جب ابتدا تھی مین نہ تھا

رات اُس محفل مین کیا موقع تھا صفدر کیا کہون
سرمہ تھا مسی تھی غازہ تھا حنا تھی مین نہ تھا

ولہ

رسوا ہوا ذلیل ہوا پھر کسی کو کیا
اچھا ہین قیس سے بھی بُرا پھر کسی کو کیا

زُلفون کو اُنکی مین نے چھُوا پھر کسی کو کیا
خود ہو گیا اسیرِ بلا پھر کسی کو کیا

احباب منع کرتے ہین کیون مجھکو عشق سے
رسوا ہوا خراب ہوا پھر کسی کو کیا

اُس بیوفا کو کچھ تو سمجھ کر دیا ہے دل
اچھا کیا کہ ہمنے بُرا پھر کسی کو کیا

سجدہ کیا بتون کو تو ناصح ہے کیون خفا
مجرم ہوا مین پیشِ خدا پھر کسی کو کیا

اپنی خوشی سے ہمتو چلے راہِ عشق مین
دل خاک مین ملا تو ملا پھر کسی کو کیا

مر کر بھی ہم نہ ہاتھ وفا سے اُٹھائینگے
کرتا ہے وہ جفا پہ جفا پھر کسی کو کیا

کیون روز طعنے دیتے ہین ہمکو خدا پرست
وہ بُت اگر نہ ہم سے مِلا پھر کسی کو کیا

کرتا ہون وصفِ حُسن تو کہتے ہین ناز سے
جو بن ہے ہمپہ نامِ خدا پھر کسی کو کیا

ہندو سے کچھ غرض نہ مسلمان سے کچھ غرض
سب سے جُدا ہے دین مرا پھر کسی کو کیا

جو ہے جہان مین اُسکے ہین اعمال اُسکے ساتھ
صفدر بُرا ہے خواہ بھلا پھر کسی کو کیا

ولہ

خدایا عالمِ رہ رضا مین وہ دلدار سہت مجھے عطا کر
چھُری کے نیچے کرونمین سجدہ قلم کے مانند مُجھکا کر

کہا تھا بُلبُل سحال مین نے ترے ستم کا بہت چھپایا کر
کیس نے اُنکو خبر سُنائی کہ ہنس پڑے پھُول کھلکھلا کر

کبھی کاوٹ کبھی کھنچاوٹ کبھی ہے جھڑکی کبھی ہے گالی
بُری بلاؤ مین مبتلا ہون مین ان حسینونسے دل لگا کر

مگر وہ سمجھے ہین شمع مجھکو کہ کشتہ کرتے ہین وصل کی شب
جلا جلا کر بجھا بجھا کر رُلا رُلا کر گھلا گھلا کر

بلند تیغِ نگاہِ قاتل زرا جو ہو جائے قتل گہ مین
زمین پہ خورشید و ماہ اوٹین برنگِ سیمابِ فلک سے آکر

مریضِ دردِ فراق ہون مین کمال مرنے کی ہے تمنا
ملے جو کوئی فقیر کامل کہون کہ حق مین مرے دعا کر

مرے جنازے کو اُنکے کوچہ مین ناحق احباب لیکے آئے
نگاہِ حسرت سے دیکھتے ہین وہ رُخ سے پردہ اُٹھا اُٹھا کر

فغان بکا آہ و نالہ زاری یہی رہے شغل روز و شبِ دل
یہ عاشقوں کا ہے پنجگانہ قضا نہ کر اسکو تو ادا کر

نماز میں بھی ہے فکرِ دنیا کدھر ہے تیرا خیال صفدر
خدا پرستی میں بُت پرستی خدا خدا کر خدا خدا کر

وله

کہا تھا کیا مجھسے یاد ہے کچھ یہ کہکے پھر ناز جیا کر
ضرور دل میں فساد ہے کچھ یہ ظلم ظالم خدا خدا کر

عجیب دنیا کا حال دیکھا کہ جس کا جاہ و جلال دیکھا
اُسی کو پھر خستہ حال دیکھا بگاڑتے ہیں وہی بنا کر

ہمیشہ کی جنکی خیر خواہی وہی ہوے درپئے تباہی
مقام انصاف ہے الٰہی بتوں میں اور مجھمیں فیصلا کر

سحر ہے نزدیک شب ہے آخر سرائے چلتے ہیں ہم مسافر
جنھیں ہے ملنا وہ سب ہیں حاضر جرس سے کہدے کوئی ٹھہر کر

کیا تھا قاصد جو میں نے راہی گذر گئی اُسپہ کیا تباہی
پھر نہ ابتک وہ یا الٰہی گلی میں اُس فتنہ گر کی جاکر

کھڑی اُٹھاتا ہوں بے تکلف نہیں ہے صفدر مجھے تامل
زبان سے میں کبھی کہوں اُف یہ مجھسے ہوگا خدا خدا کر

وله

مرا گھر کہاں اُنکے آنے کے قابل
بلاؤں اگر ہو بلانے کے قابل

کبھی بوسہ مانگا دہن کا تو بولے
چلو تم نہیں مُنھ لگانے کے قابل

غرض دیر سے ہے نہ کعبہ سے ہم کو
یہ سر ہے ترے آستانے کے قابل

ہنسا میں تو اُسنے کہا ہنسکے مجھسے
ہوے آپ بھی مسکرانے کے قابل

مرے خون سے سُرخ کر ہاتھ قاتل
یہ تازہ حنا ہے لگانے کے قابل

کیا بزم میں یاد غیروں کو اُسنے
نہیں کو نہ سمجھا بُلانے کے قابل

درِ یار پر نقشِ پا بنکے بیٹھے
کہاں ضعف سے ہم اُٹھانے کے قابل

جنازے پہ میرے کہا سب نے اُن سے
مسیحا ہو تم یہ جلانے کے قابل

کہا سوچکر اُسنے کچھ اپنے دلمیں
یہ فتنہ نہیں ہے جگانے کے قابل

کہا کچھ جو مین نے وہ بولے بگڑکر
ہوئے تم بھی باتین بنانے کے قابل

پڑھونگا وہان اس غزل کو مین صفدر
جہان جمع ہونگے زمانے کے قابل

ولہ

رقیبون مین ٹھنڈی لگانے سے حاصل
جلے دل کو میرے جلانے سے حاصل

یون ہی فتنہ پردازِ عالم ہے چتون
پھر آنکھون مین سرمہ لگانے سے حاصل

جو چوری ہے مدِ نظر دل ہے حاضر
مری جان آنکھین چرانے سے حاصل

جو ہنسنا ہے تم کو ہنسو بے تکلف
یہ منھ پھیر کر مسکرانے سے حاصل

جگہ دل مین تیرے کسی کی نہین ہے
بناوٹ کی باتین بنانے سے حاصل

جو چورنگ کرنا ہے تلوار کھینچو
غریبون پہ تیوری چڑھانے سے حاصل

ہر اک وعدہ ہوتا ہے سچا تمھارا
قسم تمکو اے جان کھانے سے حاصل

جنازے پہ میرے کہا اُسنے ہنسکر
بس اُٹھ بیٹھو اب دم چرانے سے حاصل

نہ میری سنو کچھ نہ اپنی کہو کچھ
پھر آنے سے حاصل بلانے سے حاصل

نہ لو چٹکیان غیر کا ذکر کرکے
دُکھے دل کو میرے دُکھانے سے حاصل

نکلتے ہی گھر سے نہین ہین وہ صفدر
سرِ راہ آنکھین بچھانے سے حاصل

ولہ

لیے پھرتا ہے تجھ کو جا بجا دل
مرا بے چین میرا چلبلا دل

وہ شوخ فتنہ گر جب لیچلا دل
بہت لوٹا بہت تڑپا مرا دل

نہ تھا منظور مجھ کو پھیرنا دل
فقط مین دیکھتا تھا آپ کا دل

ملا یا خاک مین کیون اس کو تو نے
بہت نازون کا پالا تھا مرا دل

ہزاروں جسر توں کا خون ہوگا — ارے ظالم نہ مٹی مین ملا دل
پھر آیا دیکھ کر دیر و حرم کو — کہین پایا نہین تیرا پتا دل
مرا دل لے کے مٹھی مین وہ بولے — بھلا تم لے تو لو مجھ سے مرا دل
ابھی تک یہ نہین معلوم ہم کو — ہوا کیا ہائے کس نے لے لیا دل
بنا پروانہ یہ ہر شمعرو کا — جسے دیکھا اُسی پر مٹ گیا دل
ذرا سیدھی نظر سے دیکھ لو تم — نہین کہنے کا پھر تمنے لیا دل
نظر ملتے ہی اُنسے انجمن مین — ہر اک کہتا تھا میرا کھو گیا دل
ملا روز ازل عالم کو سب کچھ — ہمین آفت رسیدہ اک ملا دل
اُٹھا تا کیون بتون کے ناز بیجا — اگر ہوتا مرے بس مین مرا دل
ادا و ناز جانان کی دُہائی — گیا دل ہاتھ سے میرے گیا دل
ہمارا بھی کبھی تو آشنا تھا — ارے او بے مروت بیوفا دل
گلی سے اُنکے گھر تک آتے جاتے — اُچلکر سو جگہ رہ رہ گیا دل
اُسی نے مجھکو آفت مین پھنسایا — عبث کرتا ہے اب مجھسے گلا دل
تری فرقت کے صدمے سہتے سہتے — مریجان ہو گیا ہے آبلا دل

خوشی ہو غم ہو کچھ ہو ہمنے صفدر
بس اتنوا اک صنم کو دے دیا دل

وله

دل جگر خون ہو چکے ہین حواس تک اپنے جا چکے ہین
دہی محبت کا حوصلہ ہے ہزار صدمے اُٹھا چکے ہین
یقین ہے اب رحم پر وہ آئین ستم کیے ہین کمال مجھ پر
ستا چکے ہین رُلا چکے ہین دل و جگر کو جلا چکے ہین
کبھی ندامت نہوگی جو اعظ شراب گلگون کی میکشون نے
زبان سے اُسکو بُرا کہین کیا جسے کہ مُنہ سے لگا چکے ہین
ستم سے دل ارشاد ان ہو کبھی سختی کوئی گران ہو
کسیکا اب ور امتحان ہو ہمین تو آپ آزما چکے ہین

لگا کے خنجر بجھائینگے کیا وہ پیاس میری بجھا چکے ہین
مقدر اپنا ہے خفتہ کب سے کہان ہے امید اب کہ چوکین
چمن سے گل توڑنا تو کیسا یہی ہے سہو بہت غنیمت
مریض فرقت رقیب انکو لگا چکے ہین
ترپ کے چلا کے شور کر کے بہت اُسے ہم جگا چکے ہین
کہ دامن انجھا جو خار سے تھا بمشکل اُسکو چھڑا چکے ہین

مشاعرے کا ہے قصد صفدر کہ شعر اچھے ہین چلکے پڑھیے
مگر یہ ہوتا ہے یاد ہم کو کہ یہ غزل ہم سنا چکے ہین

ولہ

ہوے الفت کے جب بنلے تو کب قاضی سے ڈرتے ہین
جہان دیکھا کسی کو بس یہ حضرت اُس پہ مرتے ہین
طلب ہے آئنہ کی گیسوؤن مین شانہ کرتے ہین
کہا مجھکو اجل نے دیکھ کر مقتل مین قاتل سے
زیادہ اِس سے شوخی اور کیا ہوگی قیامت ہے
اُدھر جوشِ جوانی ہے اِدھر جوشِ جنون ہر دم
اُڑاتے ہین چمن سے بلبلون کو باغبان گلچین
رہا جاتا نہین ہے بے کسے دلمین جو حسرت ہے
یہ خود بینی کہانتک آئنہ کو اب کرو رخصت
کہین کیا زندگی کیونکر بسر ہوتی ہے فرقت مین
تری اس بیوفائی پر وفاداری یہ کرتا ہے

خدا کے سامنے کہدینگے اے بُت تجھپہ مرتے ہین
حسینون سے نہین ڈرتے ہم اپنے دلسے ڈرتے ہین
الٰہی خیر ہو پھر وہ نکھرتے ہین سنورتے ہین
مین حاضر اسکو جلدی آپ کیون پھر دیر کرتے ہین
لیئے بیٹھے ہین مٹھی مین مرا دل اور مکرتے ہین
وہان جوبن اُبھرتا ہے یہان چھالے اُبھرتے ہین
بہار آئی عروسِ باغ کے صدقے اُترتے ہین
نہین سنتے ہین وہ کچھ بھی مگر ہم کہ گذرتے ہین
ادھر بھی اک نظر ہم بھی تو تم کو پیار کرتے ہین
تڑپتے ہین سسکتے ہین نہ جیتے ہین نہ مرتے ہین
نہین مرتے ہین تجھپر ہمتو اپنے دلپہ مرتے ہین

ہماری خاک دامنگیر ہو جائے نہ اے صفدر
اُٹھا لیتے ہین دامن جس گلی سے وہ گذرتے ہین

ولہ

کس شان سے وہ گھر مین مرے آئے ہوے ہین
سمٹے ہوے بھیجے ہوے شرمائے ہوے ہین

پھر ہاتھ نہ آئے گا جو لینا ہو تو لے لو
اب تک دلِ بیتاب کو ٹھہرائے ہوے ہین

ہے صبحِ شبِ وصل بھی کس لطف کی صحبت
ہم چھیڑ پہ آمادہ وہ شرمائے ہوے ہین

خلوت مین بھی اظہارِ تمنا نہین ممکن
انداز و ادا یار کے ساتھ آئے ہوے ہین

خنجر کو نہ آتی تھی کھنچاوٹ نہ کاوٹ
قاتل یہ چلن سب سے نرالے ہوے ہین

کیا جانیے بیمارِ محبت کا ہے کیا حال
جو دیکھ کے آئے ہین وہ گھبرائے ہوے ہین

آکر وہ مری لاش پہ کس ناز سے بولے
اب پانون نہ پھیلایئے ہم آئے ہوے ہین

کہدی مرے مرنے کی خبر اُن سے یہ کس نے
کچھ سوچ مین بیٹھے ہین وہ گھبرائے ہوے ہین

صرصر سے کہو جلد چراغ آکے بجھادے
تُربت پہ کئی پردہ نشین آئے ہوے ہین

کرتا دلِ بیتاب قیامت مگر اب تک
روکے ہوے تھامے ہوے بھلائے ہوے ہین

حورون کو کبھی منھ نہ لگائین گے وہ صفدر
جو یار کے بوسون کا مزہ پائے ہوے ہین

ولہ

جفا پر اُن کی کمر بندھی ہے مگر وفا کا خیال بھی ہے
ہمارے مرنے سے خوش ہوے ہین مگر انھین کچھ ملال بھی ہے

شراب پیتے ہین مست زاہد مگر انھین انفعال بھی ہے
زبان سے کہتے ہین توبہ توبہ بلند دستِ سوال بھی ہے

فدا جو ہے جان ہر قدم پر تو دل مرا پائمال بھی ہے
فقط ہے مجھکو انھین مٹانا اکڑ کے چلنے مین چال بھی ہے

جو چھپکے تم کو یہان ہے آنا تو آؤ پازیب کیون اُتارو
تمھاری دہشت سے بڑھ کے بولین یہ گھنگرؤنکی مجال بھی ہے

خدا کی قدرت ہے حسنِ صورت ملی ہے تم کو عجیب دولت

ہمارے دل کی ہے کیا حقیقت تمھارے آگے یہ مال بھی ہے
نہ توڑ شیشون کو محتسب یون کہ میکدے مین ہین جمع میکش
کسی کا دل ٹوٹتا ہے ظالم تجھے کچھ اس کا خیال بھی ہے
وہ زخم کھائے ہین تیغ غم کے کہ دل کا احوال کچھ نہ پوچھو
شہید بھی ہے ذبیح بھی ہے قتیل بھی ہے حلال بھی ہے
نہ حور جنت کی یہ ادائین نہ قاف مین یہ پری کے غمزے
کہین تمھارا جواب بھی ہے کوئی تمھارا مثال بھی ہے
شکار کرنے یہ کون آیا یہ تیر کس کی کمان سے چھوٹا
کہ زخم کھانے کو سب ہین حاضر پلنگ بھی ہے غزال بھی ہے
خبر تجھے یار اس کی کب ہے کہ تیرا مشتاق جان بلب ہے
امید بچنے کی اس کو کب ہے مریض مین کوئی حال بھی ہے
فراق مین تنگ ہے بہت جی مگر ہے اس بات سے تسلی
یہی ہے گردش جو آسمان کی کبھی تو روز وصال بھی ہے
غرور اس حسن پر ہے بیجا ہے آسمان پر دماغ تیرا
ضرور دل مین رہے یہ کھٹکا کہ اک دن آخر زوال بھی ہے
جو جلوہ رخسار کا دکھایا کلیم کو طور پر غش آیا
کرم سے کیا قہر کو ملایا جمال بھی ہے جلال بھی ہے
خدا ہے غفار بخشدے گا کچھ اور دل مین سمجھ نہ واعظ
فقط یہ میکش نہین ہین مجرم گنہگار تو کچھ افعال بھی ہے
بہار عارض ہے چند روزہ غرور اتنا نہین ہے اچھا
فلک پہ ہمنے قمر کو دیکھا کمال بھی ہے زوال بھی ہے

نہ پوچھو داغون کا حال ہم سے سیاہ بھی ہوگیا ہے کوئی
گلی کبوتر تو ہین ہزارون مگر کوئی اِنمین خال بھی ہے
نہین ہے ممکن کہ طائرِ دل پھنسین نہ آآ کے روزِ اِس مین
وہ خالِ مشکین اگر ہے دانہ تو زلفِ پرپیچ جال بھی ہے

ہزار فرقت مین داغ کھاؤن ہزار اندوہ و غم اُٹھاؤن
کلامِ شکوہ زبان پہ لاؤن مری یہ صفدر مجال بھی ہے

ولہ

جوانی مین بہارِ حسنِ صورت آہی جاتی ہے
شرِ جسوقت گذرتا ہے رنگت آہی جاتی ہے
شباب آیا ترقی پر تو بوسون کی اجازت دی
خدا دولت جو دیتا ہو تو ہمت آہی جاتی ہے
غضب کی چیز ہے یہ حسنِ انسان لاکھ بچتا ہے
مگر دل کھنچ ہی جاتا ہے طبیعت آہی جاتی ہے
ہزار اندوہ وقت کو مین دل مین ضبط کرتا ہون
مگر پھر کچھ نہ کچھ لب پر شکایت آہی جاتی ہے
ہراسان ہو نہ اے دل اسقدر دوریِ منزل سے
بشر ہمت جو کرتا ہے تو طاقت آہی جاتی ہے
سمجھتے ہین کہ میرا عکس آئینہ دکھاتا ہے
مگر پھر اُنکے دل مین کچھ کدورت آہی جاتی ہے
تصور سے حسینون کے ہو تن روح کی صورت
ریاضت سے طبیعت مین لطافت آہی جاتی ہے
یہ دیکھا ہے طبیعت کے حسین کتنے بھی ٹھنڈے ہون
ہوے دو چار جب عاشق شرارت آہی جاتی ہے

جب اُنکی گرمیان صفدر نظر آتی ہین غیرون سے
بدن مین آگ لگتی ہے حرارت آہی جاتی ہے

ولہ

مرتے رہے ہم لی نہ خبر آکے کسی نے
مارا دلِ مجروح کو تڑپا کے کسی نے
زیبا ہے پسِ مرگ جو ہو طور پہ مدفن
مارا مجھے دیدار سے ترسا کے کسی نے
دل مردہ ہے پہلو مین مرے کوئی نہ سمجھا
پرسا بھی کسی دن نہ دیا آکے کسی نے

یہ ضعفِ مرض ہے کہ اُسے صور مین سمجھا
بالین پہ کہی بات جو چلّا کے کسی نے

افتادہ سرِ راہ رہی لاش ہماری
زندہ نہ کیا پاؤن سے ٹھکرا کے کسی نے

شیشہ دلِ نازک کا جو ٹوٹکڑے ہوا ہے
پھینکا اسے کیا سنگ پہ جھنجلا کے کسی نے

صد شکر کہ اب دور ہوئی دل کی کدورت
پاس اپنے بٹھایا ہمین بُلا کے کسی نے

دیدار کی اُمید کسی دن نہ بر آئی
کیا کیا نہ تھکایا ہمین دِلا کے کسی نے

لائینگے کسی روز وہ تشریف اِدھر بھی
اتنا بھی تو مژدہ نہ دیا آ کے کسی نے

ماہ ایک طرف مہر کو بھی دے اُتارا
غازے سے رخِ صاف کو چمکا کے کسی نے

کیا صاحبِ غیرت تھے ترے کشتۂ اُلفت
احسان اُٹھائے نہ مسیحا کے کسی نے

کیا کیجئے کہ کس دام مصیبت مین پھنسایا
دل کاکلِ پُرپیچ مین اُلجھا کے کسی نے

یارانِ عدم بھی تھے عجب عہد فراموش
رکھا نہ ہمین یاد وہان جا کے کسی نے

آجائین جو اغیار تو کچھ مجھسے نہ کہنا
چپکے سے کہا یون مجھے سمجھا کے کسی نے

ہرگز نہ اُٹھائی نظر آئینہ ہی دیکھا
محفل مین مجھے سامنے بٹھلا کے کسی نے

دو روز بھی صفدر کسی صورت نہین بنتی
اسدرجہ بگاڑا انھین سمجھا کے کسی نے

ولہ

وہ میرے پہلو سے گھر سدھارے اِدھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
قیامت آئی ہے یا الٰہی یہ آج کیسی سحر ہوئی ہے

مریضِ اُلفت کی روح تن سے روانہ پچھلے پہر ہوئی ہے
تمام آفاق مین ہے شہرہ تمھین بھی اس کی خبر ہوئی ہے

نہین طبیعت مین اب وہ گرمی نہین وہ آنکھون مین طرزِ شوخی
ہمین یہ ثابت ہوا مقرر تمھین کسی کی نظر ہوئی ہے

کہان تلک گرم و سردِ عالم ندے مجھے اتوای فلک غم
سپہر نالون سے جل اُٹھا ہے زمین اشکون سے تر ہوئی ہے
قبول کہنا کر و ہمارا نہ جاؤ اُس وقت تو خدارا
کہ دن ہین گرمی کے دھوپ پڑتی ہے سور ہو دوپہر ہوئی ہے
کبھی جو در تک مین اُن کے پہونچا تو مجھ کو دربان نے دی یہ تسکین
بُلائین گے وہ ضرور تم کو ذرا تو ٹھہرو خبر ہوئی ہے
کیا ہے جب نامہ چاک ظالم نے دل ہوا ہے یہان بھی ٹکڑے
پھرا ہے قاصد وہان سے پیچھے خبر ہمین بیشتر ہوئی ہے
خدا نے ایسا جمالِ روشن کیا ہے اُس مہر کو عنایت
اُٹھی ہے چہرے سے اُس کے کاکل تو شام کو بھی سحر ہوئی ہے
نصیب دیکھو کہ ایک دن بھی مزاج اُن کا نہ ہم سے بدلا
اگرچہ سو بار سے زیادہ اِدھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
بنایہ پیری مین ہے تکلف کہ لوگ صحبت سے بھاگتے ہین
برہنہ شمشیر بنگئے ہم خمیدہ جب سے کمر ہوئی ہے
تجھے ہے معلوم خاک زاہد کہ عاشقی مین ہے کیسی لذت
یہ پوچھ مجھ سے کہ عمر ساری اسی مین میری بسر ہوئی ہے
ہزار ہو انقلابِ عالم نہین ہے مستون کو کوئی دہشت
بھری ہوئی ہے جو مے سے کشتی یہ تیغِ غم کی سپر ہوئی ہے
سپید مُنھ ہو گئے ہین جب سے یہ سُن رہے ہین صدائے ہاتف
رہے گی غفلت کی نیند تا چند آنکھین کھولو سحر ہوئی ہے
نقاب چہرے سے اُس کے اُلٹی مگر ہین محروم دید اب بھی

نصیب دیکھو ذرا کہ پردہ ہماری گردِ نظر ہوئی ہے

ہوئی جو آخر شبِ جوانی تو کیا رہا لطفِ شعر خوانی
زبان کربند اپنی صفدر خموش شمعِ سحر ہوئی ہے

وله

تمھین اے بتو کوئی کیا جانتا ہے
بڑے سخت دل ہو خدا جانتا ہے

مرے درد کو کوئی کیا جانتا ہے
جو صدمہ ہے دل پر خدا جانتا ہے

وہی رمزِ مہر و وفا جانتا ہے
جو گالی کو تیری دعا جانتا ہے

مجھے کیا غرض کوئی جانے نجانے
مرے دل کا وہ مدّعا جانتا ہے

تجھے مین سمجھتا ہون جانِ دو عالم
خدا جانے تو مجھکو کیا جانتا ہے

تمنّا نہین وصل کی اُسکے دل کو
جو فرقت کا تیری مزا جانتا ہے

ہوا ہون مین اسواسطے دل کا پیرو
کہ کوچے کا تیرے پتا جانتا ہے

مٹا ہے جو عشق دہان و کمر مین
وہی راہِ ملکِ فنا جانتا ہے

خوشی ہے جو مجھکو تو اتنی خوشی ہے
کہ وہ کچھ مجھے آشنا جانتا ہے

غنیمت سمجھ میرے دل کو فقط یہ
ترے ناز تیری ادا جانتا ہے

مین عاشق مین شیدا مین وحشی مین مجنون
وہ جو جانتا ہے بجا جانتا ہے

میرے آگے باتین بنائے نہ واعظ
جو مین جانتا ہون وہ کیا جانتا ہے

محبت کا کچھ جس کے دلکو مزہ ہے
وہ تیری جفا کو وفا جانتا ہے

مین اُس قاتلِ حیلہ گر کا ہون کشتہ
لہو کو جو رنگِ حنا جانتا ہے

وہی ہے حقیقت سے اُلفت کی واقف
ادا کو جو تیری قضا جانتا ہے

وہ صفدر جو قدرت سے شیدا ہے تیرا
خدا جانے تو اُسکو کیا جانتا ہے

ولہ

وہ بُت جلوہ آرا ہوا چاہتا ہے — خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے
تڑپ دل میں ہے دیدۂ شوق تر ہے — وہ بجلی یہ دریا ہوا چاہتا ہے
دکھا کر وہ تلوار کہتے ہیں مجھسے — خبر ہے تمھیں کیا ہوا چاہتا ہے
وہ اٹکھیلی کی چال چلنے لگے ہیں — کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے
وہ رخسار پر ملنے والے ہیں غازہ — یہ قرآن مطلا ہوا چاہتا ہے
مرے قتل کرنے کو آتا ہے قاتل — تمام آج قصّا ہوا چاہتا ہے
چھڑکتے ہے نمک تو ہی اے شور بختی — مرا زخم اچھا ہوا چاہتا ہے
وہ بے پردہ کوٹھے پہ ہیں آنیوالے — یہ خورشید ذرّا ہوا چاہتا ہے
جنون تو سلامت ہیں کیوں پاؤں توڑوں — مرا گھر ہی صحرا ہوا چاہتا ہے
مرے دل کو الفت ہیں قطرہ نہ سمجھو — کہ یہ بڑھکے دریا ہوا چاہتا ہے
بہت تیز ہے آج کل تیر مژگان — کوئی دل نشانا ہوا چاہتا ہے
چمک موتیوں کی یہ کہتی ہے اُنسے — کہ جھمکا ثریّا ہوا چاہتا ہے
بہت اس کو ایذا ہے پہلو میں میرے — یہ دل اب کسی کا ہوا چاہتا ہے
سحاب آگیا ہونگے اب مور رقصاں — چمن میں تماشا ہوا چاہتا ہے
پئے سیر آتے ہیں وہ بال کھولے — درختوں کو سایا ہوا چاہتا ہے
مرے گھر میں آمد ہے اُس شکر کی — موافق ستارا ہوا چاہتا ہے

بلائیں جو لیں زلف کی ہنس کے بولے
کہ صفدر کو سودا ہوا چاہتا ہے

ولہ

جفائے منھ نہ پھیرینگے ستانے بعد کا جی چاہے — وفا میں ہم ہیں کامل آزمانے جسکا جی چاہے

خفا بیٹھا ہون مین بھی آزمالے جسکا جی چاہے
محبت ہے تو روٹھے کو منالے جسکا جی چاہے

حسینون کے برابر رکھ دیا ہے نقد دل ہمنے
نہین کچھ کام اب ہمکو اٹھالے جسکا جی چاہے

زبان کسطرح کھولین یار کی محفل مین بیٹھے ہین
بلا سے منھ مین جو آئے سنالے جسکا جی چاہے

بٹین گے پان غیرون کو تو کا ہے کو جبین گے ہم
ہمارے قتل کا بیڑا اٹھالے جسکا جی چاہے

مزاج ایسا نہین بگڑا ابھی آغاز وحشت ہے
بلا کر مجھکو باتون مین لگالے جسکا جی چاہے

وہ بسمل ہون کہ زخم تن ہمارے ہین نمک الفت سے
ہمارا خون مہندی مین ملالے جسکا جی چاہے

دیے ہین عشق نے داغ اتنے میرے سینۂ دل کو
کہ ان پھولون سے گلدستہ بنالے جسکا جی چاہے

گداز عشق سے پایا ہے دل نے شمع کا رتبہ
بلا کر اس کو محفل مین جلالے جسکا جی چاہے

کبھی بن ٹھن کے یہ کہتے ہوئے آو مرے لگے
پری اب ہم ہین سینے سے لگالے جسکا جی چاہے

اکیلے گھر مین سوتے ہین خبر اتنی نہین ان کو
کہ اس دم چھپ کے منھ سے منھ ملالے جسکا جی چاہے

بوقت نزع مجھ کو دیکھ کر وہ بدگمان بولا
یقین آتا ہے کسکو دم چرالے جسکا جی چاہے

لب شیرین کا بوسہ مانگتا ہون مین تو کہتے ہین
نہ سنیگے ہم بلا سے زہر کھالے جسکا جی چاہے

وہ حیلے سے گئے گھر اب مجھے پیغام بھیجا ہے
نہ آونگا مین اورونکو بلالے جسکا جی چاہے

بگڑ کر کہتے ہین اظہار الفت مین جو کرتا ہون
سراسر جھوٹ ہے باتین بنالے جسکا جی چاہے

نہین کچھ عذر مجھ کو حکم مین ہون تابع فرمان
اٹھالے جسکا جی چاہے بٹھالے جسکا جی چاہے

نہین لکھی ہے کوئی نامناسب بات نامے مین
پڑھے خود خواہ اورونسے پڑھالے جسکا جی چاہے

میرے قابو مین آکر کس مزے سے یہ کہتے ہین
ہنسالے جسکا جی چاہے رلالے جسکا جی چاہے

خدا کی راہ مین دے کر زکوٰۃ حسن کا بوسہ
ہمیشہ ہم فقیرون کی دعالے جسکا جی چاہے

مین دل کو ہاتھ مین لیکر حسینون سے یہ کہتا ہون
یہ طوطی بولتا لایا ہون پالے جسکا جی چاہے

کبھی مانند گوہر آبرو صفدر بچائیگی
بظاہر خاک مین مجھ کو ملالے جسکا جی چاہے

ولہ

ہزار دن صدمے سہا کرینگے کبھی نہ آہ و بکا کرینگے
وہ لاکھ ہم پر جفا کرینگے ہم اُسکے بدلے وفا کرینگے

ابھی ہے عہدِ شباب باقی نہیں ہیں ہم ایسے شیخ فانی
رہینگے صحبت میں گلرخوں کی شراب گلگوں پیا کرینگے

رہینگے اے دل اسیر جسے ہمیشہ عشق و جنوں کے چرچے
سرائے فانی میں ہم نہونگے یہی تماشے ہوا کرینگے

کبھی ہمارا بھی مان کہنا نہیں ہے لازم یہ نازِ بیجا
نہ ایک بوسے پہ ہمکو ترساخدا سے اے بُت ڈرا کرینگے

جو جمع ہوتے ہیں اہلِ مذہب تو مجھکو حسرت سے کہتے ہیں سب
جو یہ نہوگا تو رندِ مشرب اسی کا چرچا کیا کرینگے

نماز و صوم و طواف کیسا اگر وہ کافر حرم میں آیا
تو شیخ صاحب کو دیکھ لینا کبھی نہ یادِ خدا کرینگے

چمن میں بلبل چہک رہے ہیں شگوفہ گل مہک رہے ہیں
سرور میں ہم بہک رہے ہیں ہاتھ خم سے جدا کرینگے

بہت سی کی ہمنے سیرِ عالم بس اب ارادہ ہے یہ مصمم
گلی میں اُس بُت کی بیٹھکر ہم ہمیشہ یادِ خدا کرینگے

اُسے ہے کیا خوفِ روزِ محشر کہ جسکے صدقہ علی ہوں یاور
یہاں بھی حامی ہے ہیں اکثر وہاں بھی جنت عطا کرینگے

برابر

غزل[۵۱] صفا

سامنے تیرے جو ہو حور و پری کا منھ کیا
کیا چلے آگے ترے کبکِ دری کا منھ کیا

شکر و تل ہیں ترے لعلِ لب و خالِ سیاہ
انکا ہم ذائقہ ہو تل شکری کا منھ کیا

لبِ رنگین کے مقابل ہوں ترے یار کبھی
لعل و یاقوت عقیقِ جگری کا منھ کیا

تابِ غفلت ہے جو ہو حال سے میرے غافل
لے نہ ہر آن خبر بے خبری کا منھ کیا

خوبصورت جو بُتِ حور کو سمجھا ہے صفا
تو نے دیکھا نہیں اُس رشکِ پری کا منھ کیا

---

۵۱ یعنی جناب رائے نتھو لال۔ شاگرد مینڈو لال زار ہمعصر میر درد و میر تقی وغیرہ ۱۲

صفیر تخلص۔ کے چار شخص ہوئے۔
ایک۔ نور خان شاگرد میر حسین تسکین۔ و غلام مولی قلندر رقلق میرٹھی۔
دوسرے۔ میان جان باشندۂ دہلی شاگرد مومن۔
تیسرے۔ شیخ امداد حسین خلف شیخ واجد بخش فرخ آبادی شاگرد امداد علی تجر۔
چوتھے۔ سید فرزند احمد خلف سید احمد داروغۂ آبکاری ضلع مونگیر باشندۂ بلگرام مقیم ضلع شاہ آباد۔ اردو مین محمد مہدی خبر بلگرامی و امان علی سحر سے اور فارسی مین مرزا نوشہ غالب سے اور مرثیہ مین مرزا دبیر لکھنوی سے اصلاح لیتے تھے صاحب دیوان اردو و قصہ بوستان خیال و مثنوی اعجاز حکیم آپ کی یادگار ہین آپ کا کلام سیدھا اور صاف ہوتا ہے۔ اور اپنے گھرانے کا رنگ لیے ہوے۔

غزل

ہوس جہانکی مٹا چکے ہین قضا کے پیغام آچکے ہین
وہ تیغ ابرو اٹھا چکے ہین ہم اپنی گردن جھکا چکے ہین

تمام شب وہ ٹہلنا بدلنا تمام دن دست حیف ملنا
رہا ہے بس ایک دم نکلنا قرین ان وہ بھی آچکے ہین

اندھیری ہے خوف کچھ نہ کھاؤ خیال نقش قدم نہ لاؤ
نظر کی صورت چلے بھی آؤ ہم اپنی آنکھین بچھا چکے ہین

بچائی تمنے جو میری جان اجی نہین ہے ہوس یہ تیکر لب
جدھر نکلتے ہو کہتے ہین سب یہی تو مردے جلا چکے ہین

اجل طبیعت اُدھر لگی ہے مری نظر سوے در لگی ہے
ذرا ٹھہر جا خبر لگی ہے سنا ہے در تک وہ آچکے ہین

صفیر کیا غم جو وہ نہ آیا اجل بھی آخر نہ آئیگی کیا
ہے اب تو مرنے کی بس تمنا کہ جینے سے ہاتھ اٹھا چکے ہین

ضامن تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔
ایک شیخ ضامن علی لکھنوی خلف شیخ ابوتراب شاگرد اسیر۔
دوسرے۔ حکیم محمد ضامن علی باشندۂ اکبر آباد مقیم حیدر آباد شاگرد شاہ نصیر دہلوی۔ ذیل مین ہم ضامن تخلص کی غزلین درج کرتے ہین۔

غزل

مرا دل لے کے ظالم نے دغا کی — جفا وہ کی کہ توبہ ہے خدا کی
یہی بارانِ رحمت ہے خدا کی — ہمین آنکھین جو گریہ کو عطا کی
جفا کی اُسنے جب ہمنے وفا کی — ارے ظالم مین لائق تھا ستم کی
تری کاکل سے چھٹنے کا نہین دل — محبت ہوگئی ہے کس بلا کی
ہزارون دل کیئے ہین جسنے پامال — تری وہ چال ہے نازو ادا کی
ہم اُسکو چاہین وہ ہم سے خفا ہو — دلا یہ بھی تو ہے قدرت خدا کی
بلا یا زہرِ فرقت اے مسیحا — مریضِ عشق کی اچھی دوا کی
مریضِ عشق کو دے زہرِ فرقت — یہی دارو ہے اس دارالشفا کی
ہماری عشق نے کین ہڈیان نوش — ضیافت کر چکے ہمتو ہما کی
رنگے میرے لہو مین حیلہ گر ہاتھ — یہ سُرخی ہے کہان رنگِ حنا کی
بجانا سوزِ دل شمع کا یارو — وہ ساری رات محفل مین جلا کی
رُخِ آئینہ پر ہے نورِ محبوبان — تجلی ہے یہ دیدارِ خدا کی
سوا تیرے نہین ہے کوئی ایسا — ہمارے دردِ غم کا جو ہو شا کی
سرودِ عشق سے دلمین ہمارے — ہمیشہ خم کی سارنگی بجا کی

اذیت اور مصیبت سے ہمیشہ
دلِ ضامن نے بس انکو دعا کی

ولہ

دکھا دے مجھ کو جمال اپنا مین جان بلب ہون یہ ٹال کیا ہے
یہ خاکسارون سے رنج کیا ہے یہ بیکسون سے ملال کیا ہے

کمانِ ابروے تیغِ خونی قضا ہے قبضے مین تیرے قاتل
تمھارے ابرو کے آگے مہر و فلک پہ روشن ہلال کیا ہے

تمھارے قدمون مین دم نکلنا ہے غمزدون کی یہی تمنا
جو بادشاہون کا وصل چاہے فقیرِ مسکین مجال کیا ہے

اُٹھا نہ دَر سے تو اپنے مجھ کو مین تیرا عاشق ہون جان سے گذرا
نہ چھوڑ جاؤن گا تیرے در کو تمھارے دل مین خیال کیا ہے

یہ میٹھی باتین ادا کی چتون رسیلی آنکھون نے ہم کو مارا
جو تیغِ بران سے ہم کو مارو تو آپ کا کچھ کمال کیا ہے

اسی توقع مین عمر گذری کہ یار ہم سے تو آملے گا
نہ ہم نے جانا کہ وصل کیا ہے نہ ہم نے دیکھا وصال کیا ہے

تمھارے بسمل کا حال دیکھا فلک پہ زہرہ کا حال بگڑا
تو ہاتھ ململ کے بولے صوفی یہ وجد کیا ہے یہ حال کیا ہے

چلا مکان سے نکل کے اپنے وہ کبکِ رفتارِ نازنینی
یہ کس کی طاقت زبان پہ لاوے یہ کیا کیا ہے مجال کیا ہے

یہ دل مین حسرت ہی لے چلے ہم زبان پہ اپنے یہ ہے شکایت
کبھی نہ پوچھا کہ تیرا ضامن ہماری فرقت مین حال کیا ہے

ولہ

مجھے کیا کیا تو نے اے پری مرا چین گیا مری نیند گئی

مرا ہوش گیا مری عقل گئی مرا چین گیا مری نیند گئی

نہیں صبر و قرار ہے دل کو ذری بن دیکھے ترے مجھے ایک گھڑی

جو دکھایا وہ ناز وہ عشوہ گری مرا چین گیا مری نیند گئی

ترے جور و جفا سبھی ہمنے سہے مرے ہوش و حواس بجا نہ رہے

مجھے گریہ نے ہجر کے چین نہ دی مرا چین گیا مری نیند گئی

کبھی تمنے نہ مجھسے کہا کہ میاں[1] مرا نام ہے یہ مرا گھر ہے وہاں

مری عمر تلاش مین ساری گئی مرا چین گیا مری نیند گئی

میاں ملنا ہے مجھ سے تو آکے ملو نہیں بہر خدا مجھے قتل کرو

چھوٹے رنج و بلا سے یہ جان مری مرا چین گیا مری نیند گئی

نہ تو زندہ رہا ہون نہ آئی قضا ترے ہجر مین کیا نہ اٹھائی بلا

مرا دل لگا تجھ سے یہ کیسی گھڑی مرا چین گیا مری نیند گئی

ہوا تجھپہ فدا دل و جان سے صنم مجھے تیری قسم تری جان کی قسم

ترے ملنے کی یار ہوس ہی رہی مرا چین گیا مری نیند گئی

یہی جی مین ہے اب مرے رشکِ قمر ترے سبز لباس مین کھا لون زہر

گلِ رخ پہ نقاب ہے تیری پڑی مرا چین گیا مری نیند گئی

یہی چاہے ہے جی کہ وہ رشکِ پری کرے سامنے میرے کبھی جلوہ گری

کہا مان لے میرا تو سرو سہی مرا چین گیا مری نیند گئی

لگی آتشِ عشق جلا ہی دیا مجھے خاکِ فنا مین ملا ہی دیا
یہ نصیب مین تیرے تھا ضامن علی مرا چین گیا مری نیند گئی

[1] شعراء متقدمین کے کلام مین اکثر "میان" اور فقط "جان" کا لفظ بجاے معشوق موجود ہے۔ مگر اب متروک ہے اور اسکی جگہ پہ متاخرین جان۔ یا جاناں۔ دوست۔ دلبر۔ یار۔ دلربا۔ وغیرہ بولتے ہین ۱۲

غزل

غزل دو واضمن

زبانی حال یون کہیو تو جا کر نامہ پر پہلے
ہماری آہ و گریہ کی تو کر دینا خبر پہلے

بھونرا لو بھی پھول کا کلی کلی رس لے | کانٹا لاگا پریم کا ہیرے پھیر دکھ دے
ترے اُلفت کے کوچے مین نفع سمجھے ضرر پہلے

سجن سکارے جائینگے اور نین مرینگے روئے | بدھنا ایسی رین کر جو بھور کبھی نا ہوے
صبح گر یار جاوے گا تو اپنا ہے سفر پہلے

جن نینن سے دیکھتی کہان گئے وہ نین | پیتم پریت بڑھائیکے اب لاگے دُکھ دین
ہماری کیا ہوئی پیارے جو کرے تھے قدر پہلے

پنکھ نہین بن پنکھ ہون کہ بدھ اُڑ کے جاؤن | درشن پیارے شیام کا بن پر کیسے پاؤن
مرے صیاد ظالم نے اُکھاڑے بال و پر پہلے

وہ گے بالم وہ گے بالم ندی کنارکنار | آپ تو پار اُتر گئے ہمین چھانڈ منجدھار
ستمگر تھا تجھے لازم مری لینا خبر پہلے

نینا ہارے لگائے کے کل نہ پڑے دِن رین | وے بچھڑے جب سے سکھی نہین جیا کو چین
لگا وے آنکھ جو تمنے کرے جان کو صبر پہلے

آؤ پیارے نین مین موند پلک تو ہ لیؤن | نا مین دیکھون اور کو۔ نا تو دیکھن دیون
کرون خدمت مین آنکھون سے بٹھاؤن چشم پر پہلے

آگے کے دن پاچھے گئے ہرسے کیو نہ ہیت | اب پچھتائے ہوت کا چڑیان چگ گئین کھیت
عقل جاتی ہے اس کوچے مین اے ضامن گذر پہلے

+ یہ دو ہا بعض گلدستہ مین یون لکھا ہے اور یہی مصرعہ سے چسپان بھی ہے "نین کی گر کو ٹھری پتلی دیون بچھائے۔ پلکن کی چک ڈال دون کہ سائین بیٹھن آئے ۱۲

ے عموماً کنایہ از معشوق و خصوصاً کرشن جی باعتبار رنگ ملیح ۱۲

طور تخلص - محمد رضا خان خلف مرزا اعظم بیگ قوم افشار باشندۂ لکھنؤ شاگرد برق بعض بعض تذکرون مین آپ کو حضرت امام بخش صاحب ناسخ کا شاگرد لکھا ہے۔ واللہ اعلم بہرحال طبیعت کی شوخی اور کلام کی دلچسپی اس بات کی شاہد ہے کہ آپ نے جس موقع پر جس رنگ کو فرمایا ہے خوب فرمایا ہے۔ طالبان تجلی سخن کو نور کا جلوہ دکھایا ہے۔ آپ کا دیوان قابل دید ہے۔ ہم مختصر کلام آپ کا آپ کے دیوان سے درج گلدستہ کرتے ہین۔

غزل

لبِ جانبخش دکھلایا تو ہوتا — زرا عیسیٰ کو شرمایا تو ہوتا
کفِ پا اپنا دکھلایا تو ہوتا — یدِ بیضا کو شرمایا تو ہوتا
نہ لیتا عمر بھر نامِ رہائی — تو اپنے دام مین لایا تو ہوتا

غش آتا طور کو موسیٰ کے مانند
رُخِ پرنور دکھلایا تو ہوتا

ولہ

مین جی جاؤن جل سے آپ آجاوین اگر پہلے — کہیو یہ پیغام زبانی خط سے کہنا نامہ بر پہلے
شبِ وصلِ صنم مین صبح تک مانگی دعا ہم نے — الٰہی آج نکلے مہر تابان سے قمر پہلے
عوض بوسہ کے ہمنے گالیان دی تھین کہ صاحب نے — زرا انصاف تو کیجے نکالا کس نے شر پہلے
ارے او بیمروت تجھکو دل دینا نہین لازم — کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے
شبِ وصلِ غریبان ہے تری گردن پہ خون ہوگا — بول اٹھنا کہین زاہد سے اے مرغ سحر پہلے

عجب سرکار ہے اللہ کی اے طور مین صدقے
ہنرمندون سے پوچھے جاتے ہین وان بے ہنر پہلے

ظہیر تخلص۔ کے چھ شخص ہوے۔

ایک سید محمد جان خلف و شاگرد میر یحییٰ ناظم باشندۂ دہلی۔

دوسرے۔ منشی ظہیر الدین بلگرامی خلف محمد مسعود صاحب دیوان۔

تیسرے۔ شیخ علی بخش خلف شیخ عباد اللہ بلگرامی۔

چوتھے حافظ مولا بخش نابینا باشندۂ میرٹھ شاگرد امداد حسین ظہور۔

پانچویں۔ راقم الدولہ سید ظہیر الدین حسین صاحب عرف نواب مرزائی دہلوی خلف جناب شاہ میر جلال الدین خوشنویس اُستاد محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی شاگرد رشید جناب شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی ہین اِس وقت آپکی عمر اکہتر بہتر سال کی ہے۔ گیارہ برس کی عمر مین آپ نے شاہی ملازمت حاصل کی تھی خدمت توربیگی پر ممتاز تھے۔ اِسی عمر مین آپ کو راقم الدولہ کا خطاب ملا ہے۔ آپ کو شعر و شاعری کا بچپن ہی سے شوق ہے۔ اٹھارہ برس کی عمر مین اس فن مین آپ نے اچھی شہرت حاصل کرلی تھی۔ مہاراجہ اجیت سنگھ بہادر پٹیالہ کے چچا نے آپ کو طلب کرکے کہا کہ مومن کی ایک غزل پر غزل لکھدو۔ آپ نے معذرت کی کہ وہ اُستاد ہین اور مین طفل مکتب ہون اُن کی غزل پر غزل مین نہین کہہ سکتا ہون۔ مہاراجہ موصوف نے فرمایا کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست آپ کیجئے۔ اور ضرور کیجئے چند روز کے بعد جب آپ ملاقی ہوے مہاراجہ صاحب نے پوچھا کہ کیون غزل کہا عرض کی کہ تیار ہے۔ کہا سناؤ۔ جب آپ غزل سُنا چکے مہاراجہ صاحب بہت شاد ہوے فرمایا کہ دو سو روپیہ تو مطلع کے ہوے اور باقی آٹھ بیت کے آٹھ سو روپیہ ہوے۔ ہزار روپیہ انعام عطا فرمایا۔ اِس کے شکریہ مین آپ نے ایک قصیدہ پیش کیا پھر ہزار روپیہ کا خلعت عنایت ہوا۔ غزل مذکور کا مطلع یہ تھا۔

خون بہائے عاشق ناشاد کیا		دلبرون کی داد کیا فریاد کیا	

غدر کے تمام مصائب جھیلنے کے بعد آپ رامپور پہونچے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ رامپور

اساتذہ فن کا مرکز ہو رہا تھا۔ حضرت امیر مینائی مرحوم اور داغ مرحوم جیسے خدائے سخن کا جگھٹا تھا۔ صاحبزادہ محمد رضا خاں صاحب بہادر کے مکان پر مشاعرہ ہوتا تھا۔ قصۂ ممتاز فارسی سے اُردو شستہ میں آپ ہی نے تالیف کیا ہے۔ کچھ روز ان اخبار جلوۂ طور بلند شہر کی ایڈیٹری کرتے رہے۔ اخبار مذکور کی جدت اور شہرت دیکھ اور سُنکر مہاراجۂ الور نے آپ کو کھینچا۔ اور پھر جیپور سے طلبی ہوئی۔ یہاں آپ سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر ہوئے جب مہاراجہ رام سنگھ بہادر والی جے پور کا انتقال ہوا تو آپ وہاں سے مستعفی ہو گئے۔ اس مرتبہ نواب ٹونک نے طلب کر لیا۔ اور خلعت و انعام خاص سے سرفراز فرمایا۔ ان دنوں آپ حیدرآباد میں فروکش ہیں۔ سریر السلطنت راجۂ راجگان مہاراجہ سری کشن پرشاد صاحب پیشکار و مدار المہام ریاست حیدرآباد متخلص بہ شاد آپ کی دستگیری فرماتے ہیں۔ آپ کے تین دیوان ریاست ٹونک میں شائع ہو چکے ہیں چوتھا بھی قریب اختتام ہے۔ خداوند کریم آپ کی عمر میں برکت دے۔ اور ملک کو آپ کی تصانیف سے مستفید کرے۔ آپ کا کلام یہ ہے۔

کلام ظہیر دہلوی

کیا خبر تھی راہبر خود راہزن ہو جائیگا
بخت نافرجام اپنا اہرمن ہو جائیگا

گر یہی دامن دری ہے دست وحشت کی تو خیر
چاک دامن بھی کبھی چاک کفن ہو جائیگا

فصل گل میں شاخ گل پر کیا ہے نازاں عندلیب
یہ نشیمن مسکن زاغ و زغن ہو جائیگا

کنج تنہائی نشیمن بے مکیں ہوگا مکاں
دشت بنجائیگا گھر صحرا وطن ہو جائیگا

یہ جوانی جا کے پھر آجائے یہ ممکن نہیں
نوجوان سو بار گر چرخ کہن ہو جائیگا

اے فلک اکبار کیا دل پر پڑتا ہے تو
رفتہ رفتہ خوگر رنج و محن ہو جائیگا

چند روزہ ہے یہ غم پیری میں اے آہو نگاہ
نشۂ عمر جوانی سب ہرن ہو جائیگا

داغہائے سینۂ سوزاں دکھائینگے اگر
آج گلزار خلیل اپنا چمن ہو جائیگا

پیشتر ہی پیچ و تاب دل سے ہوتا تھا گمان — دل اسیر دامِ زلفِ پُر شکن ہو جائیگا
کیا خبر تھی سامنے اُس بُت کے روزِ بازپرس — مدعائے دل ہی خود مُہرِ دہن ہو جائیگا
مسکراتے پر تمہارے غنچہ ہونگے نکتہ چین — بے دہانی سے عیاں رازِ دہن ہو جائیگا
توڑنا عہدِ وفا ہمسے تو کچھ مشکل نہیں — دل شکستہ غیر او پیمان شکن ہو جائیگا
فہر کی لے کر تو دیکھو اک زرا اغیار سے — امتحان اُن کا تمہارا بانکپن ہو جائیگا

اب نہیں قدرِ ظہیر احباب ہیں مُردہ پسند
بعدِ مردن مستند اُسکا سخن ہو جائیگا

ولہ

جو پاس وضع نہو وصل کچھ محال نہیں — غضب یہ ہے کہ ہمیں عادتِ سوال نہیں
مجھے رقیب کی باتوں کا کچھ خیال نہیں — ملال یہ ہے کہ تم کو زرا ملال نہیں
مری گذارشِ احوال اور اُنکے حضور — پیامبر کی یہ طاقت نہیں مجال نہیں
کیا شراب کو بدنام پینے والوں نے — حلال کر کے پیئے مَیں تو کیوں حلال نہیں
کلیم اور تمنا سے جلوۂ دیدار — نظر میں طاقتِ نظارۂ جمال نہیں
تم اور مجھ سے یہ اخلاص پیار کی باتیں — یہ کسطرح کہوں فقرہ نہیں ہے چال نہیں
یہ دل سہی شے ہے اِسے مُفت کون دیدیگا — گر اپڑا نہیں چوری کا کوئی مال نہیں
یہ جوڑ بند یہ فقرے ہیں سب رقیبوں کے — یہ ہتکھنڈے نہیں تیرے یہ بول چال نہیں
خدا ہی جانے کہ کیا دیکھ کر مٹے ہو تم — رقیب میں تو کسی بات کا کمال نہیں

یہ سِن یہ سال یہ افعال اے جنابِ ظہیر
ابھی تک آپ کو اندیشۂ مآل نہیں

ولہ

رہروِ راہِ طلب کو جستجو درکار ہے — ہے وصالِ دوست ممکن آرزو درکار ہے

حور و وش کوئی نہ کوئی ماہرو در کار ہے
ہم کو تیری آرزو ہے اور تو در کار ہے

رزق را روزی رساں پیدا ہے ہر کس کا ن
لیکن اس کے واسطے بھی جستجو در کار ہے

اپنی اپنی خو جدا ہے اپنا اپنا دل جدا
حور کے خواہاں ہیں زاہد ہم کو تو در کار ہے

بلبلوں کو گل مبارک اور پروانوں کو شمع
ای پری رو تیرے دیوانوں کو تو در کار ہے

ہم تو عاشق اسکے ہیں دل اپنا جسپر آگیا
ہو مبارک اُن کو جن کو خوبرو در کار ہے

خونِ دل پی پی کے اپنا مست رہتے ہیں مدام
ہم بلا نوشوں کو کب جام و سبو در کار ہے

وہ اُسی کا شیفتہ ہے جس سے جسکی لو لگی
جس کے پروانے ہیں ہم وہ شمع رو در کار ہے

بیخودانِ عشق پر واجب نہیں صوم و صلوٰۃ
پھر نمازِ عاشقاں کو کب وضو در کار ہے

اور کیا خوبی ہے معشوقوں میں بس اسکے سوا
عارضِ گلگوں پہ دو چلّو لہو در کار ہے

ہو مبارک حور زاہد کو ہمیں تو اے ظہیر
اک نگارِ سیم تن آئینہ رو در کار ہے

چھٹے ۔ لالہ پیارے لال قوم کالیستھ شاگرد نواب اسد اللہ خان غالب باشندۂ دہلی۔ آپنے مجذوبانہ زندگی بسر کی اور عین شباب میں انتقال کیا۔ ذیل میں آپکی ایک شہور غزل درج کیجاتی ہے۔

غزل

ماہ کے گرد یہ ہالہ ہے کہ سر کی بتی
دیکھنا کوئی مرے رشکِ قمر کی بتی

دیر میں جا کے جلایا جو بتِ کافر نے
یا الٰہی مرا دل تھا کہ اگر کی بتی

رات دن ایک سا رہتا ہے اُجالا گھر کا
آتشین آہ ہے یا آٹھ پہر کی بتی

پڑ گئی رکھتے ہی ناسورِ جگر میں ٹھنڈک
اُسکا پیکان بھی ہے کیا خوب اثر کی بتی

شیخ جی آتشِ دوزخ سے ڈراتے کیا ہو
خیر اک میں ہی سہی نارِ سقر کی بتی

آج یہ اور شبِ وصل جلا لیں دل کو
گل ہے اور چربی مرغانِ سحر کی بتی

شمع کی مجھکو ضرورت نہیں واللہ ظہیر
میری روشن ہے ہر اک مصرعۂ تر کی بتی

نظیر

ظفر تخلص - ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ دہلی - آخری جانشین شاہان مغلیہ آپ نصیر دہلوی و محمد ابراہیم ذوق دہلوی کے شاگرد تھے - بعد غدر کے نوّے برس کی عمر پاکر بمقام رنگون ۱۲۷۹ھ ہجری مین انتقال کیا - اکثر خطوط کو اچھی طرح سے شعر مین لکھتے تھے - آپکا کلام نہایت سادہ سلیس اور روزمرّۂ اُردو کا عمدہ نمونہ ہے - چار دیوان موجود ہین -

غزل ظفر

مقدور کس کو حمد خدا سے جلیل کا
اس جا پہ بے زبان ہے ذہین قال و قیل کا

پانی مین اُس نے راہ بری کی کلیم کی
آتش مین وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اُس کی مدد سے فوج ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبہ پہ اصحاب فیل کا

پیدا کیا وہ اُسنے بشر عوج بن عنق
پُل جسکی ساق پاسے بنا رود نیل کا

پھرتا ہے اُسکے حکم سے گردون یہ اتّفاق
چلنا ہے یا عمل کوئی جرّ ثقیل کا

بُلوایا اپنے دوست کو اُسنے دہان جہان
مقدور پر زدن نہ ہوا جبرئیل کا

کیا پاوے کُنہ ذات کو اُسکی کوئی ظفر
واں عقل کا ہے دخل نہ ہرگز دلیل کا

ولہ

کسی نے اُس کو سمجھا یا تو ہوتا
کوئی یان تک اُسے لایا تو ہوتا

مزہ رکھتا ہے زخم خنجر عشق
کبھی اے بوالہوس کھایا تو ہوتا

نہ بھیجا تو نے لکھ کے ایک پرچہ
ہمارے دل کو پرچایا تو ہوتا

یہ نخل آہ ہوتا بید ہی کاش
نہ ہوتا گو ثمر سایا تو ہوتا

کہا عیسیٰ نے قم کشتہ کو تیرے
کچھ اب تک بھی نہ فرمایا تو ہوتا

جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے قسمت
وہان تک مجکو پہونچایا تو ہوتا

نہ بولا صنم نے کھڑکایا بہت در
زرا در بان کو کھڑکایا تو ہوتا

کیا کس جرم پر تو نے مجھے قتل
زرا تو دل مین شرمایا تو ہوتا

کیا جیسا مریضِ عشق مجھ کو
عیادت کو کبھی آیا تو ہوتا

دل اُسکی زلف مین اُلجھا ہے کب سے
ظفر اِک روز سُلجھایا تو ہوتا

ولہ

خارِ حسرت قبر تک دل مین کھٹکتا جائیگا
مرغِ بسمل کیطرح لاشہ پھڑکتا جائیگا

سر مرا جب کاٹ کے تشہیر فرمائینگے آپ
خون اِن آنکھونسے قدموں پر ٹپکتا جائیگا

جان جائیگی جو عشق عارض گلرنگ مین
تختۂ تابوت مثلِ گل مہکتا جائیگا

کشتۂ اُلفت ہون میری نعش پر اے دوستو
اِک زمانہ دیدۂ حسرت سے تکتا جائیگا

چُن کے افشان بام پر بہرِ خدا جائیو
اے صنم جو دیکھ لیگا سر پٹکتا جائیگا

مر گیا ہون مین کسی کے حسرتِ دیدار مین
قبر تک لاشہ بھی میرا راہ تکتا جائیگا

اے ظفر قائم رہیگی جب تلک اقلیم ہند
اخترِ اقبال اُس گل کا چمکتا جائیگا

ولہ

یار تھا گلزار تھا ئے تھی صبا تھی مین نہ تھا
لائقِ بوسِ جانان کیا حنا تھی مین نہ تھا

محفلِ دلدار مین غیرون کی جا تھی مین نہ تھا
لوٹ جب گلشن مین تھی بادِ صبا تھی مین نہ تھا

ہاتھ گیون باندھے مرے چھلا اگر چوری گیا
یہ سراپا شوخیٔ دزدِ حنا تھی مین نہ تھا

بیخودی مین لے لیا بوسہ خطا کیجے معاف
یہ دلِ بیتاب کی ساری خطا تھی مین نہ تھا

ہائے ساقی یہ ہو سامان اور یہان عاشق نہو
یار تھا سبزہ تھا بدلی تھی ہوا تھی مین نہ تھا

مین رہسکتا رہ گیا اور مر گئے فرہاد و قیس
کیا انھین دونون کے حصہ مین قضا تھی مین نہ تھا

مین نے پوچھا کیا ہوا وہ آپکا حسن و جمال | ہنس کے بولا وہ صنم شانِ خدائی مین نہ تھا

آہ ظفر یہ دل پہ میرے داغ کیسا رہ گیا
خانہ ساے باغ مین خلقِ خدائی مین نہ تھا

ولہ

تیرے ہین بازیب سر کے جھومر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
ہوے ہین جلوہ نما چمک کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

وفور اشکون کا ہے ہالے نکلتے آہون مین ہین شرارے
نہ کیون کہ ہون عرش پر بچھا در زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

پھپھولے پاؤن مین ہین نمایان تو سر پہ داغ جنون فروزان
نہ دیکھین دیوانے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ذرا جبین عرق فشان پہ تو اپنی، افشان دکھائے چنکر
کہ تا نظر آوین ماہِ پیکر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

نہ سبزۂ گل نہ جوشِ شبنم نہ چمکے جگنو ہوا پہ ہر دم
نظر نشب آتے تھے مجھ کو یکسر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

اُدھر تو فوارے چھٹتے ہین وان اِدھر ہین اشجار پر چراغان
نئی ہے سیر اک چمن کے اندر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

زمین نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے اُستاد پردہ کامل
غرض دکھائے وہی بنا کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

ولہ

دل و جان دین و ایمان ہے جو لینا ہو صنم لے لو | کرونگا عذر دینے مین نہ مجھسے قسم لے لو
ہمارا منھ کہان لین بوسہ اُنکی بے رضامندی | کہین جبتک نہ وہ مجھسے کہان اپنی نہین ہم لے لو

تم آئے عینِ گرمی مین نکلکر دل سے اے آشکو
کوئی دم نخلِ مژگان کے تلے سایہ مین دم لے لو

نہین ہے حضرتِ دل عشق کی بازار مین سودا
اگر لیتے ہو اپنے واسطے تو مول غم لے لو

بھرے ہے کون کون اُلفت کا دم معلوم ہو جائے
میان سے تم میان جسوقت شمشیرِ دودم لے لو

روانہ عشق نے کی ساتھ میرے فوجِ آشکون کی
اگر چلتے ہو تم بھی نالہائے دل عَلَم لے لو

اُٹھایا جوشِ وحشت سے قدم مجنون نے صحرا مین
کہا کانٹون سے گر منظور لینا ہو قدم لے لو

تحمین ہے عاشقِ بیدم سے لینا دل کا کیا مشکل
کہ تم دم باز ہو جسوقت چاہو ے کے دم لے لو

نہین ہے اعتبار اُسکا وہ ہین کہکے مکر جاتے
نوشتہ اُنکی باتون کا ظفر تم یک قلم لے لو

ولہ

اگر قتل کا ہے عزم تو شمشیر دکھا دو
یا آ کے تم اپنی مجھے تصویر دکھا دو

تا حشر نہو خواہشِ نظارۂ سنبل
تم ہم کو اگر زلفِ گرہگیر دکھا دو

پتھرا گئین آنکھین اسی حسرت مین عزیزو
ٹک مجھ کو درِ یار کی زنجیر دکھا دو

یان تک کششِ دل تمھین لائی ہے میان کھینچ
ہے مجھسا کوئی صاحبِ تاثیر دکھا دو

اپنی ہی ہے یہ آہ کہ پہونچی ہے فلک تک
ورنہ کوئی ایسا تو ہمین تیر دکھا دو

تم تیغ بکف پھرتے ہو کیون کس لیے کیا ہے
ہے آج قضا کس کی گلوگیر دکھا دو

تبدیلِ قوافی سے ظفر دیکھین تو اسدم
اِک اور غزل کر ہمین تحریر دکھا دو

ولہ

جلایا آپ ہمنے ضبط کر کے آہِ سوزان کو
جگر کو سینہ کو پہلو کو دل کو جسم کو جان کو

ہمیشہ گنجِ تنہائی مین ہم مونس سمجھتے ہین
اَلم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرمان کو

ترے اندام و روے و قد و زلف و خط سے مجلس مین
سمن کو ارغوان کو سرو کو سنبل کو ریحان کو

جگہ کن کن کو دون دلمین ترے ہاتھ سے اے قاتل
کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکان کو

ترے دندان و لب نے کر دیا بیقدر عالم مین
گہر کو لعل کو یاقوت کو ہیرے کو مرجان کو

لڑا کر آنکھ اُنسے ہمنے دشمن کر لیا اپنا
نگہ کو ناز کو انداز کو ابرو کو مژگان کو

نہین قاتل دعا دیتا ہے شیشہ و مبدم ساقی
سبو کو خم کو دُرد کو میکدے کو مے پرستان کو

نہو جب تجھ ہی سے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
ہوا کو ابر کو گل کو چمن کو صحن بستان کو

بنایا ای ظفر خالق نے کب انسان سے بہتر
ملک کو دیو کو جن کو پری کو حور و غلمان کو

وله

بہار آئی ہے بھر دے بادہ گلگون سے پیمانہ
رہے ساقی ترا لاکھون برس آباد میخانہ

اُسی رشکِ پری پر جان دیتا ہون مین دیوانہ
ادا جس کی ہے بانکی ترچھی چتون چال مستانہ

نبھے کیونکر ہمارا اُس پری پیکر سے یارانہ
وہ بے پروا مین سودائی وہ سنگین دل مین دیوانہ

مجھے آنا ملے کیونکر تری محفل مین جانانہ
مری صورت فقیرانہ ترا دربار شاہانہ

غزالِ دشت بولے دیکھکر مجنون کی میت کو
یہ وحشی مرگیا بس ہو چکا آباد ویرانہ

ہمارے اور تمھارے عشق کا چرچا ہے شہر و نمین
کوئی سنتا نہین اب لیلی و مجنون کا افسانہ

گذر یارب گلستان مین ہوا ہے کس شرابی کا
کہ شاخین جھومتی ہین نالہ بلبل ہے مستانہ

ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہے
کرے گر رند دردِ دل سے ہاے و ہوے مستانہ

وله

سوتے ہو میرے پاس تو ہٹ کر نہ سویئے
یہ ساتھ سونا کیا جو لپٹ کر نہ سویئے

ڈرتا ہون لگ نہ جائے کہین ماہ کی نظر
مُنھ سے نقاب شب کو اُلٹ کر نہ سویئے

سوتے ہو کیا کہ قافلہ یار نکل گیا
لے لیجے ساتھیون کو جھپٹ کر نہ سویئے

جو ہین فراغِ دل انھین کہتی ہے گو بھی ۔۔۔ ہے یان جگہ کشادہ سمٹ کر نہ سوئیے
خوابِ عدم سے پہلے غمِ عشق چاہیئے ۔۔۔ کیون رکھیئے صبح پر ابھی چھنٹ کر نہ سوئیے
ہے قہر تیرا کہنا یہ بستر پہ ہو کے گرم ۔۔۔ گرمی مین آپ مجھ سے چمٹ کر نہ سوئیے

جھگڑے مین عاشقی کے ہو سونا کہان ظفر
جبتک کہ اُن سے خوب نپٹ کر نہ سوئیے

ولہ

ترا بوسہ دل و جان بیچکر لیتے تو ہم لیتے ۔۔۔ یہ سودا کون لے سکتا اگر لیتے تو ہم لیتے
پڑی تھی کیا غرض اُس کو جو آتا وہ عیادت کو ۔۔۔ دلِ بیمار کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے
حنا تیری ہوئی پا بوس کیون تڑپ آئے ہے ہمکو ۔۔۔ اگر تیرے قدم اسی فتنہ گر لیتے تو ہم لیتے
وہ غمزے مجھسے کہتے ہین ترا دل کون لے سکتا ۔۔۔ خوشی سے لیتے اور یا چھین کر لیتے تو ہم لیتے
بھلا کام کیا اور تو کسی کے کام کیا آتی ۔۔۔ مگر کچھ کام اسی آہِ جگر لیتے تو ہم لیتے
کیا غیرون نے کیون بدنام کہکر بیوفا تجھ کو ۔۔۔ یہ تیرا نام اسی بیداد گر لیتے تو ہم لیتے

کسے دیتا وہ ساقی ساغرِ مے ہاتھ سے اپنے
مگر قسمت سے اپنی اسی ظفر لیتے تو ہم لیتے

ولہ

بلائین زلفِ جانان کی اگر لیتے تو ہم لیتے ۔۔۔ بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے
نہ لیتا کوئی سودا مول بازارِ محبت مین ۔۔۔ مگر جان نقد اپنی بیچ کر لیتے تو ہم لیتے
اُسے کیا ہے غرض جو بے سبب ڈھونڈھتا پھرتا ۔۔۔ دلِ ناکام کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے
جو ہوتا ہمسے ہمبستر بھلا کہ تیرا کیا جاتا ۔۔۔ تڑپ کر کروٹین شب بھر اگر لیتے تو ہم لیتے

لگایا جام ہونٹھون سے جو اُس نے مجھکو رشک آیا
کہ بوسہ اُن لبون کا اسی ظفر لیتے تو ہم لیتے

عشرت تخلص کے چار شخص ہوے۔

ایک۔ میر غلام علی باشندۂ بریلی شاگرد مرزا علی لطف اِنھون نے پدماوت کی مثنوی کو جو عبرت سے رہ گئی تھی سنہ ۱۲۱۱ ہجری مین باتمام پہونچایا صاحب دیوان گذرے۔

دوسرے۔ مرزا اکبر علی لکھنوی صاحب دیوان ہین۔

تیسرے۔ مرزا کلن دہلوی خلف مرزا حیدر شکوہ داماد و شاگرد مرزا پیارے رفعت۔

چوتھے۔ خواجہ محمد عبدالرؤف سکریٹری انجمن اصلاح سخن لکھنؤ۔ خلف خواجہ محمد عبدالشکور مرحوم لکھنوی تلمیذ حضرت شاد پیرومیر مغفور۔ عمر اُنتالیس سال۔ آپ کے جد امجد نواب آصف الدولہ بہادر کے عہد مین بلخ سے صوبہ اودھ مین رونق بخش ہوئے۔ اور الہ آباد کے صوبہ دار مقرر ہوے۔ وہین وفات کی اور وہین کے عالیشان قلعہ مین جو کہ دریاے گنگ و جمن کے سنگم پر واقع ہے مدفون ہوے۔ جد امجد کی وفات کے بعد سے آپ لکھنؤ محلہ خانسامان مین سکونت پذیر ہین۔ غدر مین تمام اثاث البیت بلوایون کے نذر ہو چکا تکمیل کتب درسیہ فارسی کی پندرہ برس کے سن مین کی۔ عربی کی تعلیم ناقص رہی۔ اکیس برس کے سن سے شاعری کا شوق ہوا۔ عروض قافیہ کا اکتساب اپنے استاد حضرت شاد مرحوم سے کیا۔ آپ نے جونپور۔ آرہ۔ وغیرہ دور دراز شہرون کے مشاعرون مین اور شہزادہ ہمایون بخت جگر مرحوم کے مشہور مشاعرونمین غزلین پڑھین۔ دس سال سے نیچرل نظم اور مضامین نثر مختلف اخبارون مین لکھنا شروع کیے اور خوب لکھتے ہین آپکا دیوان غیر مطبوعہ ہے بعض مثنویان موجود ہین ذیل مین ہم نے ایک نظم اردو اخبار سیر عالم کھنڈوہ کے ضمیمۂ نمبر ۳ سے لیکر درج کرتے ہین جس خوبی سے آپنے طرز معاشرت دکھلایا ہے۔ وہ نہ صرف قابل داد بلکہ قابل تقلید ہے

	قطعہ	
ایکدن اُس بُتِ سفاک سے مین نے یہ کہا		سیر تو مانا کہ پریزاد ہے تو سرتاپا
دونون ابرو ہین کہ شمشیر ہین خونخوار و نکی		دونون آنکھین ہین کہ اک تیر ستم ہین گویا

دونون رخسار ہین یا ہین یہ قمر کے ٹکڑے
کان دونون ہین ترے کان ملاحت سے سوا

دونون لب قند ہین یا شہد ہین یا مصری ہین
چشمہ شیر و شکر ہین کہ کوئی تر حلوا

دونون بازو ہین کہ ہین نخل مراد عاشق
ہاتھ ہین دونون کہ ہین شاخ نہال طوبیٰ

عضو جتنے ہین مناسب ہین بدن مین لیکن
تو اگر تولہ ہے تو اور حسین ہین ماشا

شکل و صورت بھی خدا نے تجھے ایسی دی ہے
کہ فرشتے بھی جو دیکھین تو ہین ہون شیدا

یہ تو سب سچ ہے پر اک بات ابھی باقی ہے
وہ بھی مین عرض کرون گر نہ خفا ہو اصلا

خواجہ حافظ شیراز یہ فرماتے ہین
اسمین بندے کی نہین ہے نجد الچھ بھی خطا

شاہد آن نیست کہ موے ومیانے دارد
بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

ذیل مین ہم آپ کے مختلف اشعار شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہین جن کو آپ نے گلزار سخن کی زینت کے لیے روانہ فرما کر شکر گذاری کا موقع دیا ہے۔

دل چرا لینا۔ بگڑ جانا۔ مکرنا۔ روٹھنا

موت مجھ کمبخت کو آئی نہ وصل اس سے ہوا
وصف یہ تو اب سے پہلے بندہ پرور مین نتھا
یہ بھی قسمت مین نہ تھا وہ بھی مقدر مین نتھا

ولہ

جب کبھی تذکرۂ حضرت خضر ہا دآیا
اپنے سر پھوڑنے کا حال ہمین یاد آیا

ولہ

ہو لطف جب کہ ہم ہون سبکبار حشر مین
واعظ کے سر پہ بوجھ ہو اپنے گناہ کا

ولہ

دل سے مرے بگاڑ دی یہ تم نے غضب کیا
دفتر سے نام کاٹ دیا خیر خواہ کا

یارب بغیر پرسش اعمال بخشدے
اقرار مجھ کو آپ ہے اپنے گناہ کا

بالفرض اگر خدا کا ہے بندہ گنہگار
زاہد کو مجھ سے بغض ہے کیون خواہ مخواہ کا

ولہ

کیون زیب کمر کرتے ہو ہر بار طپنچہ
تم خود ہی مری جان ہو تلوار طپنچہ

ولہ

مین نے جو کہا دل کا بھی کچھ میرے پتا ہے
کہنے لگے جی ہان مرے دھن مین بندھا ہے

ولہ

میرے مرنے کا یہ گلزار جہان مین غم ہے
ہر روش باغ کی گویا کہ صف ماتم ہے

عاشق تخلص۔ کے پچیس شخص ہوے۔

ایک۔ شیخ محمد خان شاگرد احمد علی کامل۔ وطن فیض آباد مسکن دیوی پرگنہ کوڑا ضلع فتحپور رہسوا۔

دوسرے۔ مرزا رحمت بخش عرف منجھلے صاحب۔ نبیرۂ شاہ عالم بادشاہ شاگرد مرزا رحیم الدین۔ حیا۔

تیسرے۔ اقبال حسین خلف منشی نورالدین بادشاہ دہلی شاگرد مرزا غالب۔

چوتھے۔ راجہ کلیان سنگھ ولد راجہ شتاب رائے ناظم عظیم آباد صاحب دیوان گزرے

پانچویں نواب والاجاہ۔ عرف چھوٹے صاحب خلف دلیر الدولہ مرزا محمد علیخان عرف آغا حیدر نیشاپوری فیض آباد مقیم لکھنؤ شاگرد سرفراز علی۔ قادر۔

چھٹے۔ مولوی جلال الدین شعرائے قدیم سے ہیں۔

ساتویں سید محمود حیدرآبادی۔

آٹھویں مرزا محمد رضا خان عرف مرزا بھچو خلف نوازش علیخان باشندۂ لکھنؤ شاگرد مہدی علی خان۔ کوثر۔

نویں۔ عاشق بہار ساکن سیالکوٹ۔

دسویں بخشی بھولا ناتھ پنڈت فرزند راجہ گوپی ناتھ دیوان محمد الدولہ۔

گیارھویں رام سکھ کھتری شاگرد غلام حسین تجلی و نصیر دہلوی باشندۂ دہلی۔

بارھویں مہدی علیخان دہلوی نبیرۂ نواب علی مردان خان مرحوم ان سے تین دیوان ریختہ ہیں اور دو دیوان فارسی اور چند مثنویاں

تیرھویں شیخ نبی بخش ولد محمد صالح اکبرآبادی شاگرد نظیر۔

چودھویں شیخ عجائب رائے۔

پندرھویں علی اعظم خان خلف خواجہ محمدی خان مرید شاہ گھیسٹا عشق۔ آخر ایام میں

تارک دنیا ہو گئے۔

سولھوین[۱۷] - میر یحییٰ عرف شاہ علیخان دکھنی۔

سترھوین[۱۸] - میر برہان الدین شاگرد حسن۔

اٹھارھوین[۱۹] میر شرف الدولہ محمد علی خان ولد رحمت اللہ خان باشندہ فیض آباد۔ مقیم لکھنؤ۔

اُنیسوین[۲۰] سید ہدایت علی خان دہلوی احمد شاہ دُرانی کے سبب جب دہلی مین انقلاب ہوا یہ مرشد آباد مین جاکر مقیم ہوے صاحب دیوان ہین۔

بیسوین[۲۱] رسید عاشق علی ولد بخش علی باشندہ دانا دہ۔

اکیسوین[۲۲] محمد عاشق خان ولد محمد مشتاق خان باشندہ آگرہ شاگرد مرزا نوشہ غالب

بائیسوین[۲۳]۔ پنڈت دیا رام سابق صدر الصدور بنارس خلف پنڈت روپ چند دہلوی۔

تیئسوین[۲۴] - پنڈت شیام نرائن بن پنڈت رام نرائن دہلوی۔

چوبیسوین[۲۵] منشی بانکے سنگھ مقیم فرخ آباد۔ شاگرد مولوی غیاث الدین رامپوری۔

پچیسوین[۲۶] - مرزا نظام الدین بن مرزا ولی الدین نبیرہ شاہ عالم بادشاہ شاگرد مرزا عالی تخلص بخت۔

غزل عاشق

اللہ ری قدرت تری اُسکا یہ تماشا	کیا چیز ہے کیا لطف ہے کیا عیش ہا ہا
ہو گلشن دنیا ترے قربان کیا مین	تونے تو عجب طرح کا ہی رنگ دکھایا
ہی آئنہ مظہر حق تو ہی تو واللہ	برعکس سمجھتے ہین جو کہتے ہین بُری جا
آباد کیا خانۂ دل عیش وطرب سے	اور غم کے مکین ہمسے بہت دور بجایا

عاشق ہون ترے نام کا مین دم سے کہ تونے
ہر رنگ مین ہے جلوۂ معشوق دکھایا

ولہ

دل پردہ نشینون سے لگانا نہین اچھا
کوچے مین پری رویون کے جانا نہین اچھا

رخ چاند سا زلفون مین چھپانا نہین اچھا
ای جان یہ اندھیر مچانا نہین اچھا

پردے کو اٹھا کر مجھے صورت بھی دکھا دو
خالی فقط آواز سنانا نہین اچھا

گو آگ لگی دل مین مگر ضبط ہے لازم
ای شمع یہ ہنگامہ شکون کا بہانا نہین اچھا

سوے ہین شب وصل کے جاگے ہے عاشق
ای مرغ سحر شور مچانا نہین اچھا

ولہ

مرض ہجر مین دل ایسا گرفتار ہوا
کیسا ناچار ہوا

ڈھونڈھتا ہون اسے پہاڑون مین مگر پاتا نہین
ملنے کی آس نہین

خواب مین بھی نہین اب شکل دکھاتا وہ صنم
ہائے کیسا ہے ستم

ہو گیا تھا ترے نوائی کو جنون
پھر ہوا سو جنون

جیسے صورت کو تری دیکھا ہے ماہ لقا
نرہا ہوش بجا

وہ بھی دن ہے کاش آئی جو نہین آتے ہون
ہوئے خوش سے کہون

کون سا ہے کہ عاشق ترے سامان کرے
کیا وہ ارمان کرے

ولہ

جیسے

اب تو عیسی بھی مری شکل سے بیزار ہوا
جینا دشوار ہوا

حیف جسمون سے جدا مجھ سے وہ دلدار ہوا
ملنا دشوار ہوا

اب تو صورت بھی دکھانا اسے دشوار ہوا
ایسا بیزار ہوا

بعد مدت کے وہی پھر اسے آزار ہوا
سخت بیمار ہوا

فتنہ عشق مین اس مرحلہ مین شاد ہوا
پھر نہ ہشیار ہوا

طالع خفتہ مرا شکر ہے بیدار ہوا
وصل دلدار ہوا

پاؤن مین سلسلہ ہجر گرانبار ہوا
ملنا دشوار ہوا

ولہ

بھلا ہو تیرا ای ساقی رہے آباد میخانہ
مرے گلرنگ سے بھر دے فقیرون کا بھی پیمانہ

کہون کیا تجھ سے ای زاہد مرا مشرب ہے رندانہ
کبھی جاتا ہون کعبہ کو کبھی مین سوے مے خانہ

مرا بھی قصد ہے صحرا نوردی کا مبارک ہو
کوئی کہدے یہ مجنون سے کہ اور آتا ہے دیوانہ

سوال بوسہ لب پر نہ کیونکر منہ پھرائین وہ
مری عادت فقیرانہ مزاج انکا امیرانہ

پسند آئے نہ کیون عاشق مزاجو کو یہ ای عاشق
کلام اپنا ہے رندانہ غزل اپنی ہے مستانہ

علی تخلص - کے نو شخص ہوے

ایک - مرزا علی قلی دہلوی شاگرد سُرب سنگھ دیوانہ صاحب دیوان ہوے۔

دوسرے علی محمد خان وطن اُنکا افغانستان - مولد و مسکن مراد آباد۔

تیسرے - مرزا علی خان ولد مرزا احمد بیگ معروف بہ مرزا جان طپاں دہلوی انکا مولد و جاے تربیت کلکتہ ہے - اپنے والد ماجد سے کسب سخن کیا تھا - لکھنؤ جاکر خواجہ وزیر مرحوم سے بھی دو چار غزلون مین اصلاح لی تھی - ۱۲۷۶ھ ہجری مین مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے۔

چوتھے - حکیم حیدر علی ولد حکیم میر قربان علی باشندہ ڈھاکہ شاگرد راقم بڑے ذہین تھے ان سے ایک مختصر رسالہ مونثات سماعی کے بیان مین یادگار ہے۔

پانچوین میر ولایت علی مرثیہ گو بن میر قربان علی سکنہ فرخ آباد۔

چھٹے - مولوی امانت علی پہلے فارسی مین اشعار کہتے تھے - بڑے سیاح تھے۔

ساتوین - حکیم محمد باقر ولد حکیم غلام حیدر لکھنوی شاگرد جرأت مدینہ منورہ کی راہ مین راہی ملک عدم ہوے۔

آٹھوین - حافظ نواب علی بہادر رئیس و باشندہ باندہ ولد نواب ذوالفقار الدولہ شاگرد اسمٰعیل حسین منیر اُن سے ایک دیوان اور مثنوی مہر و ماہ یادگار ہے۔

نوین - مولوی محمد احمد علی خان خلف مولوی غوث علی خان مرحوم نامی زمیندار و تاجر فیل ضلع سلہٹ۔

غزل - علی گوہر

کہو بلبل سے لیجاے چمن سے آشیان اپنا
پڑے گر صد ہزار افسوس ہوگا باغبان اپنا

اُٹھا کر لیچلی بلبل چمن سے آشیان اپنا
کہا گل سے کہے اے بیوفا ہمسے مکان اپنا

ہوئی جب باغ سے رخصت کہا رو رو کے قسمت
لکھا تھا یون کہ فصل گل مین چھوٹے آشیان اپنا

مرا جاتا ہے دل اس بلبل بیکس کی غربت پر — کہ گل کے آسرے پر یوں لٹایا خانمان اپنا
یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے — اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا
الم کر اسطرح روئی کہ رسوا ہو گئی بلبل — ڈبایا ہائے آنکھوں نے تمامی خانمان اپنا
مگر دل سے بتا رکھنا علی گوہر سے پیارے کو — وہ حکم شاہ رکھتا تھا دے تھا مہربان اپنا

ولہ

نہ چھیڑو ہمیں دل دکھائے ہوئے ہیں — جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں
سنبھالے سے پیارے سنبھلتا نہیں دل — کڑی عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہیں
نہ دے اس قدر قہر تکلیف ہم کو — ترے گھر میں مہمان آئے ہوئے ہیں
دم ذبح کس طرح تڑپوں بھلا میں — وہ زانو سے سینہ دبائے ہوئے ہیں
گلہ بخت سے ہے نہ شکوہ فلک کا — دل غمزدہ کے ستائے ہوئے ہیں
یہ کیوں خوف تجھکو ہر اک بات کا ہے — مدد کو علی تیری آئے ہوئے ہیں

ولہ

عمر سب مفت میں کھویا کیے نادان رہے — دل میں پایا اُسے جسکے لیے حیران رہے
یوں تو منھ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو — جب میں جانوں کہ مرے بعد مرا دھیان رہے
ہم تو جاتے ہیں صنم ملک عدم دیکھیں گے — کس کو سونپیں ترا اللہ نگہبان رہے
بعد مرنے کے مری قبر پہ خنجر رکھنا — کشتۂ ابرو ترے خمدار کی پہچان رہے
نزع کے وقت ملاقات نہ ہونے پائی — دل کے دل ہی میں مری جان سب ارمان رہے
اب کسی گل میں نہیں بوئے محبت باقی — وہ زمانہ نہ رہا اور نہ وہ انسان رہے
حق تعالیٰ سے دعا ہے یہ علی گوہر کی — تندرستی رہے ایمان رہے جان رہے

عشق تخلص - کے سات شخص ہوے -

ایک - شاہ رکن الدین دہلوی عرف شاہ گھسیٹا نبیرۂ شاہ فرہاد معاصر سودا عظیم آباد مین سکونت اختیار کی تھی - صاحب کمال تھے - دیوان موجود ہے -

دوسرے شاہ غلام علی خلف شاہ خان متوطن مؤ مقیم فرخ آباد -

تیسرے - میر محمد علی حیدرآبادی -

چوتھے - حکیم عزت اللہ خان دہلوی خلف حکیم میر قدرت اللہ خان قاسم شاگرد ثناء اللہ خان دیوان موجود ہے -

پانچوین - سید یسین مرزا مرثیہ گو عرف آغا سید خلف و شاگرد مرزا محمد انس باشندہ لکھنؤ - صاحب دیوان -

چھٹے - شیخ محمد غلام محی الدین ساکن میرٹھ بسملا بھی تخلص کرتے تھے -

ساتوین - آغا رضا ولد مرزا مہر علی لکھنوی شاگرد آتش -

غزل عشق

یہ کیا غضب ہے یہ کیا ستم ہے کہ ملے اب تک نہ یار آیا
ادھر وہ ساقی شراب لایا ادھر وہ ابر بہار آیا

صنم کی تیغ نگہ کی تیزش کا کیا کروں مین بیان تم سے
کہ ایک پل مین ہزار ہمسے ستم رسیدہ وہ مار آیا

کسی کو ٹھوکر کسی کو گالی کسی کو غصہ ہوا بیٹھا
غضب ہوا یہ جب اسکو یارو نشے کا اپنے خمار آیا

خدا سے ڈر تجھے بتادے کسے کریگا تو قتل ظالم
جو آج باندھے کفن آیا جو آج باندھے کٹار آیا

تری محبت مین رات دن ہم لہو ہی رویا کیے پر اکدم
ہمارے رونے پہ تجھ کو ظالم نہ رحم آیا نہ پیار آیا

مین دین ایمان و جان و دل کو کروں گا یارو نصدق اسپر
اگر وہ رشک بہار آیا اگر وہ رشک بہار آیا

غزل پڑھو عشق اب تو ایسی ہر ایک مصرعہ ہو جسکا موزون
کہ اس غزل مین تو طبع اپنی سے کرمین دار و مدار آیا

عاجز تخلص۔ کے نو شخص ہوے۔

ایک سید کاظم علی شاگرد شوق۔

دوسرے۔ سید اکرام علی تحصیلدار فیروز آباد بن سبحان علی باشندہ متھورا رہسوا۔

تیسرے پیر شرف الحق کوتوال دہلی۔

چوتھے۔ مرزا عبداللہ بیگ خلف مرزا احمد بیگ دہلوی شاگرد۔ قادر بخش صابر

پانچوین۔ موہن رام دہلوی۔

چھٹے۔ عارف علیخان اکبرآبادی صاحب دیوان۔

ساتوین۔ الف خان افغان باشندہ خورجہ ضلع دہلی۔

آٹھوین۔ میر غلام حیدر دہلوی شاگرد شاہ قدرت اللہ قدرت مقیم عظیم آباد۔

نوین آور سنگھ کھتری باشندہ دہلی شاگرد نندرام و شاہ نصیرالدین۔ غریب۔

غزل عاجز

سجن کا آنا سجن کا جانا۔ سجن کا مڑنا۔ سجن کا ہنسنا

بہار گلشن۔ نیٹ قیامت۔ غضب خدا کا۔ کلی کا کھلنا

سجن کی آنکھین۔ سجن کی پلکین۔ سجن کی زلفین۔ سجن کی باتین

سدا ہین کہنی۔ سدا ہین بہچی۔ سدا ہین خونی۔ سدا ہین برچھا

ترے کمر کو۔ ترے دہن کو۔ ترے لبون کو۔ ترے سخن کو

وہم سا سمجھا۔ عدم کو دیکھا۔ عقیق پایا۔ ہین خوب سمجھا

سخنورون مین۔ قلندرون مین۔ مدبرون مین۔ جنونیون مین

مین ہون سخنور۔ مین ہون قلندر۔ مین ہون سیانا۔ مین ہون دوانا

مری رباعی۔ مرا مخمس۔ مرا مخلص۔ خیال میرا

ہے ربع سکون۔ ہے غم کا پنجہ۔ ہے روز عاجز۔ ہے نقش دریا

عالم تخلص - صاحبزادہ محمد شاہ عالم خلف شاہزادہ غلام محمد ابن ٹیپو سلطان باشندہ ٹالی گنج متعلق کلکتہ شاگرد مولوی نجم الدین حسین نادر۔

غزل عالم

صنم کی یاد مین اے دل سحر شام سحر کردے
زمانے پر عیان اپنی محبت کا اثر کردے

عجب کیا شاید آجاوے ترحم حال عاشق پر
ہمارے درد دل کی گر اُسے کوئی خبر کردے

خدا شاہد ہے بن تیرے جہان تاریک ہے دلبر
قدم سے اپنے گھر روشن مرا شب قمر کردے

نہ بولون مین وہ خود آکر گلے سے میرے لگاوے
الٰہی جذبۂ دل مین مرے ایسا اثر کردے

وہی عیش و طرب ہو پھر وہی سیر گلستان ہو
عجب کیا پھر وہی سامان خدا ایسی نظر کردے

نہ چھوٹے گا در جانان کبھی ہمسے قیامت تک
اُسی کے سایۂ دیوار مین اے دل بسر کردے

بہت دیوانے تیرے مرگئے ٹکرا کے سر غم سے
جسے چاہے جنون سخت فوراً دربدر کردے

اذیت روز کے دینے سے اے دل ہے مجھے کھٹکا
کہین سوے عدم راہی یہ درد جگر کردے

سراپا مدح کے لکھنے مین ہے یہ بھی تجھے لازم
قلم انداز اے عالم نہ تو وصف کمر کردے

ولہ

بے سبب اچھی نہین جانان ادا آپ کی
جان لے گی ایک دن یہ کج ادائی آپ کی

حال پرسی چاہیئے ہے اے شہ خوبان ضرور
دیتے ہین در پہ کھڑے عاشق نوائی آپ کی

آنکھ بھر کر بھی کبھی ہم نے نہ دیکھا حور کو
چاند سی صورت جو نظرون مین سمائی آپ کی

جب ملی مہندی ہوے دو چار خون عشاق کے
واہ واصاحب حنا کیا رنگ لائی آپ کی

شب تڑپتے لوٹتے سر دھنتے گذری ہے مجھے
بیقراری بڑھ گئی جب یاد آئی آپ کی

پھر گئے غیرون کی خاطر آپ اپنے قول سے
سخت مشکل اب ہے عالم سے صفائی آپ کی

غالب تخلص - مخدوم اعظم نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ معروف بہ مرزا نوشہ خلف عبد اللہ بیگ خان - آپ افراسیاب کی اولاد سے تھے - اکبر آباد مین پیدا ہوے مگر دلی مین شادی ہوئی اس لیے وہین سکونت اختیار کی - آپ کی طبیعت بہت درشوار پسند تھی اور فارسی گوئی مین زیادہ تر مقل تھا آپ کے فارسی اشعار ظہوری و مرزا عبد القادر بیدل کے ہم پہلو ہوتے ہین - اوائل مین اردو شعر مین اسد تخلص فرماتے تھے - آپ کا ابتدائی ریختہ بھی بالکل فارسی کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے - چنانچہ آپ فرماتے ہین ؎

وہ جو کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشکِ فارسی
گفتۂ غالب ایک بار پڑھ کے اُسے سنا کہ یون

پھر خیالات کی بلندی اور دقتِ مضمون نے اُسکو فہم عام سے بھی بالاتر بنا دیا چنانچہ لوگون کی شکایت کے جواب مین آپ ایک جگہ کہتے ہین - ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

آخر مین دوستون کی صلاح سے صاف گوئی و سادہ بیانی اختیار کر لی تھی - اور ایک رباعی بھی اسی ضمن مین ہے فرماتے ہین رباعی -

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل	سن سن کے اُسے سخنورانِ کامل
آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش	گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

حکیم آغا جان عیش جو ایک ظریف الطبع اور خوش مزاج شخص تھے ایک روز انھون نے آپ کے روبرو مشاعرے مین غزل طرحی مین آپکی طرف اشارہ کر کے یہ قطعہ پڑھا قطعہ

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے	مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبانِ میرزا سمجھے	مگر اِن کا کہا یہ آپ سمجھین یا خدا سمجھے

بہرکیف آپکا کلام بلاغت و متانت کا عمدہ نمونہ ہے۔ اور پھر جو شعر صاف نکل گئے ہین وہ اپنا جواب نہین رکھتے۔ معانی کثیر کو الفاظ قلیل مین آپ بڑے لطف سے ادا فرماتے تھے آپ کے دیکھنے والون مین اب بھی کچھ لوگ زندہ ہین جن کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ بہت آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مین انتقال کیا۔ صاحب دیوان اُردو و فارسی گذرے ہم آپکا کلام آپکے دیوان سے انتخاب کے درج گلدستہ کرتے ہین وہو ہذا۔

غزل

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدے پر جیئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیمکش کو
یہ خلش کہان سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہان کی دوستی ہے کہ بنے ہین دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جان گسل ہے پہ کہان بچین کہ دل ہے
غمِ عشق گر نہ ہوتا غمِ روزگار ہوتا

کہون کس سے مین کہ کیا ہے شبِ غم بری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایکبار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیون نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہین مزار ہوتا

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہین دوچار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

نواب زینت محل کے بیٹے شہزادہ مرزا جوان بخت بہادر کے زمانہ عقد مین آپنے یہ سہرا کہکر ابوظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ مرحوم کی نذر گذرانا جس کو ہم ذیل مین درج کرتے ہین۔

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حسن دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرف کلاہ
مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے تیرا لنبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہونگے موتی
ورنہ کیوں لائے ہین کشتی مین لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کیے ہونگے موتی
تب بنا ہوگا اس انداز کا گنجر سہرا

رخنہ دولھا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے رگ ابر گہربار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی مین اترا ئین نہ موتی کہ نہین ہین اک چیز
چاہیے پھولون کا بھی ایک مقرر سہرا

جبکہ اپنے مین سمادین نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولونکا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رخ روشن کی دمک گوہر غلطان کی چمک
کیون نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا

تار ریشم کا نہین ہے یہ رگ ابر بہار
لائے گا تاب گرانباری گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہین غالب کے طرفدار نہین
دیکھین اس سہرے سے کہدے کوئی بہتر سہرا

بعد ملاحظہ ظفر شاہ نے مقطع کو دیکھ کر خیال کیا کہ شیخ ابراہیم ذوق کو جو مین نے اپنا اور ملک الشعرا بنایا ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سخن فہمی سے بعید ہے اسی وقت شاہ مرحوم نے ذوق مغفور کو سہرا دکھا کر مقطع کی جانب توجہ دلائی اور دوسرے سہرے کی فرمایش کی - چونکہ یہ بھی استاد مسلم الثبوت تھے اسی وقت بکمال فکر سہرا کہا جس کا آجتک مثل و جواب نہین ہوا دیکھو تذکرہ ذوق صفحہ ۱۱۷ اور بادشاہ نے ارباب نشاط کو دونون سہرے عطا فرما کر شب کو مجلس تہنیت مین گانے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسب الحکم حضور بادشاہ ارباب نشاط نے یکے بعد دیگرے دونون سہرے گائے - اور دوسرے روز

دلّی بھر مین مشہور ہو گئے مرزا صاحب بھی سخن سنج و سخن فہم تھے۔ اور عمدہ مصاحبت پر ممتاز ہونے کی وجہ سے بادشاہ مغفور کے مزاجدان ہو چکے تھے فوراً تاڑ گئے کہ مقطع میرا باعث تکدّر طبعِ شاہی ہوا اُسی وقت یہ قطعۂ معذرت لکھکر حضورِ بادشاہ مین پیش کیا جس کی خوبی نظم نے بادشاہ کے آئینۂ خاطر سے غبارِ کدورت کو دھو دیا۔

قطعۂ معذرت

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہین مجھے
سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری — کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے
آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہی صلحِ کل — ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون — مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستادِ شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال — یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر — سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ — ہان اس سے مدعا — جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا زرہِ استصالِ امر — دیکھا کہ چارۂ غیر اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات — مقصود اس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ — سو نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے
قسمت بُری سہی پہ طبیعت بُری نہین — ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول کا غالبؔ خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹھ کی عادت نہین مجھے

ولہ

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے — جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آوے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر — تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آوے

تب نازگرا نمایگی اشک بجا ہے — جب لختِ جگر دیدۂ خونبار میں آوے
دے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ ستمگر — کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آوے
اُس چشمِ فسونگر کا اگر پاوے اشارہ — طوطی کی طرح آئنہ گفتار میں آوے
کانٹوں کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب — اِک آبلہ پا وادیٔ پُرخار میں آوے
مرجاؤں نہ کیوں رشک سے جب وہ تنِ نازک — آغوشِ خمِ حلقۂ زُنّار میں آوے
غارت گرِ ناموس نہ ہو گر ہوسِ زر — کیوں شاہدِ گل باغ سے بازار میں آوے
تب چاک گریباں کا مزا ہے دلِ نالاں — جب اک نفسِ اُلجھا ہوا ہر تار میں آوے
آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہاں سے — اے وائے اگر معرضِ اظہار میں آوے

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھیے — جو لفظ کہ غالبؔ مرے اشعار میں آوے

دیگر

حسن مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے — اُس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ — جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے
بے طلب دیں تو مزہ اُس میں سوا ملتا ہے — وہ گدا جس میں نہ خوئے سوال اچھا ہے
اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق — وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھیے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض — اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا — جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے — کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے
خضر سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سرسبز — شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن — دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

[1] یہ محمد بہادر شاہ ظفر کے بیٹے تھے ۱۲

غافل تخلص ۔ کے سات شخص ہوے۔

ایک ۔ میر سید محمد خوشنویس صاحب مفتاح اللغات و ترجمہ لیلاوتی ۔ یہ مدرسۂ دہلی مین اردو و ناگری کے مدرس تھے۔

دوسرے ۔ میر محمد علی دکھنی شاگرد میر قدرت اللہ قدرت۔

تیسرے ۔ مولوی عبدالرحیم ولد نور محمد باشندۂ بردوان ضلع امرتسر۔

چوتھے ۔ مرزا مغل لکھنوی۔

پانچوین ۔ راے سنگھ باشندۂ دہلی حساب مین اچھی مہارت رکھتے تھے۔

چھٹوین ۔ نجاور سنگھ مراد آبادی سکنۂ مراد آباد۔ صاحب اکسیر تھے بہت سے آدمیونکو اپنے فیض پہونچایا ہے

ساتوین ۔ منور خان مرحوم باشندۂ لکھنؤ۔ ولد صلابت خان رفیق فقیر محمد خان گویا شاگرد غلام ہمدانی میان مصحفی صاحب دیوان گذرے۔

غزل غافل

نگاہِ یار ہمسے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسیکی کچھ نہین چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

مرقع ہے مری آنکھون مین کیا یارانِ رفتہ کا
جو نظرون کے تلے ہر ایک کی تصویر پھرتی ہے

ترا دیوانہ جب سے اُٹھ گیا صحراے وحشت سے
بگولے کی طرح سے ڈھونڈھتی زنجیر پھرتی ہے

کبھی تو کھینچ لائے گی اُسے گورِ غریبان تک
کہ مدّت سے ہماری خاک دامن گیر پھرتی ہے

بیان کس مُنھ سے ہووے یار کی شیرین بیانی کا
زبان پر اپنے اب تک لذتِ تقریر پھرتی ہے

مقامِ عشق مین شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے مین بے توقیر پھرتی ہے

اِسے بابِ اثر تک ایکدن جاتے نہین دیکھا
خدا جانے کہان یہ آہِ بے تاثیر پھرتی ہے

خدا شاہد ہے اِسکا پھر نہین ملتی نہین ملتی
طبیعت جس سے اپنی اوبت بے پیر پھرتی ہے

ہم اُس لیلیٰ کے دیوانے ہین اے غافل صحرا مین
بغل مین اپنے مجنون کی لیے تصویر پھرتی ہے

فیض تخلص ۔ کے آٹھ شخص ہوے ۔

ایک ۔ حکیم منور حسین صاحب مصنف مثنوی نہر لبن و مثنوی عمدۃ الاعجاز و جواہر الحکمت و صحیفۃ الاسرار وکیل عدالت دیوانی ضلع مونگیر خلف سید فضل حسین صاحب شاگرد مہدی علی زکی باشندۂ امروہہ ۔ کبھی حکیم بھی تخلص کرتے تھے ۔ اشعار عربی و فارسی و اردو ان کے اچھے ہوتے ہین ۔

دوسرے ۔ مولوی فیض الحسن باشندۂ سہارنپور مقیم دہلی ۔ صاحب شواہد تفسیر و شواہد خمسہ و تذکرۂ صحابہ و مثنوی روضۂ فیض ۔ و مثنوی چشمۂ فیض وغیرہ کتب کثیرہ عربی و فارسی ۔

تیسرے ۔ علی بخش شاگرد وحید الدین فرد ۔

چوتھے ۔ پنڈت کرپا کرشن کشمیری مقیم لکھنؤ ۔

پانچوین ۔ نواب جعفر حسن خان خلف نواب محمد علیخان رئیس عظیم آباد شاگرد مصحفی

چھٹے ۔ ظفر یاب الدولہ میر احسان علیخان بہادر باشندۂ لکھنؤ ولد سید محمد تقی خان بن میر زین العابدین خان رفیق میان الماس خواجہ سرا شاگرد آتش صاحب دیوان ہین

ساتوین ۔ میر فیض علی خلف میر تقی میر مقیم لکھنؤ ۔

آٹھوین ۔ کمترین مؤلف کتاب ہذا ۔ جگناتھ پرشاد فیض نائب مہتمم بندوبست و اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کھنڈوہ ضلع نماڑ میرے والد ماجد کا اسم گرامی و نام نامی بخشی رام ہے ۔ میرے والد بزرگوار نے ۱۸۸۱ء مین کتاب ہنومانک بھاشا زبان مین تصنیف کی ہے ۔ مین ۱۸۵۹ء بمقام ناگپور پیدا ہوا ہون اس وقت تقریباً میری عمر ۵۰ سال کی ہے ۔ مجھکو ابتدا ہی سے ہندی اور اردو نظم و نثر سے خاص دلچسپی ہے ۔ مین ہندی شاعری مین بھانو کوی کے نام سے مشہور ہون ہندی زبان کی شاعری و دیگر مضامین مین ذیل کی کتابین مین نے تصنیف کی ہین ۔

چھند پربھاکر یہ پہلی کتاب مین نے ہندی شاعری کے قواعد کے متعلق ۱۸۹۴ء مین شایع کی ہے۔ نونچا مرت یہ دوسری کتاب ہندی زبان مین لکھی ہے۔ اس مین تلسی کرت رامائن کے نکات اور اصطلاحات درج ہین یہ کتاب مین نے ۱۸۹۶ء مین چھپوائی ہے کاک پربودھ یہ تیسری کتاب ہندی مین میری تصانیف سے ہے ۱۸۹۹ء مین زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ اسمین ہر وقت کے اوقات معلوم کرنے کا قاعدہ لکھا گیا ہے۔ کاویہ پربھاکر یہ ہندی نظم کے متعلق بہت بڑی کتاب ہے اسمین ہندی اور اردو علم عروض کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھ سال سے زیر تصنیف ہے۔ اسمین ہندی نظم و نثر کے کل اصناف اور قواعد نہایت خوبی اور صاف ہندی و اردو زبان مین لکھے گئے ہین۔ اگر خدائے تعالی کو منظور ہوا تو یہ کتاب بھی عنقریب مطبع مین طبع کے لیے روانہ کی جائیگی۔

اردو زبان مین یہی گلزار سخن ہے جو آپکے ملاحظہ اقدس مین پیش ہوا اگرچہ اس قابل نہین ہے مگر گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اردو نظم مین جناب سید محمد عسکری صاحب وسیم متخلص بہ کلیم میرے کلام پر اصلاح فرماتے ہین۔ اس سے زیادہ مین اپنے حالات گلزار سخن کے صفحات پر نہین لکھنا چاہتا ہون۔ کیونکہ خودستائی میرا شیوہ نہین ہے۔ یقین ہے کہ ان چند سطور کو ملاحظہ فرما کر ناظرین مجھ پر دست خود قلم خود قرطاس خود کا الزام نہ لگاتے ہوے میرے سہو و نسیان کو چادر عطا سے چھپا لینگے۔ فقط

(میرا ناچیز کلام یہ ہے)

غزل

وہ لحد پر ڈال کر منھ پر نقاب آیا تو کیا؟	خاک مین جب مل گیا مین تب جناب آیا تو کیا؟
گر دم آخر مرے خط کا جواب آیا تو کیا؟	نامہ بر پیک اجل کے ہمرکاب آیا تو کیا؟
ترک مے کا دھیان گر بعد شباب آیا تو کیا؟	ہوش پیری مین دل خانہ خراب آیا تو کیا؟

وصل کی شب جب نہ وہ مستِ شباب آیا تو کیا؟ صبح کو لے کر کوئی جامِ شراب آیا تو کیا؟
بام پر جلوہ دکھانے وہ نہ آیا صبح کو آسمان پر گر چمک کر آفتاب آیا تو کیا؟
حشر تو آیا نہیں تیری تڑپ سے گور میں زلزلہ گر اے دلِ بے اضطراب آیا تو کیا؟
آ کے وقتِ نزع وہ روتا۔ تو تھا مرنیکا لطف ہنس کے بولے دل نہیں تیرا تڑپتا مثلِ برق
جیتے جی جلوہ دکھاتا تب مزا تھا دید کا! اب مری تربت پہ کوئی بے نقاب آیا تو کیا؟
داغِ دل سے بڑھ کے محشر میں چمک سکتا نہیں گر سوا نیزے پہ اسدن آفتاب آیا تو کیا؟
ہنس کے وہ بولے مرے دنیا میں شیدائی ہیں لاکھ مجھ پہ تیرا گر دلِ خانہ خراب آیا تو کیا؟
پاک کرتے میری تربت اپنے خونِ حسین! اسکو دھونے کو جو ساقی سحاب آیا تو کیا؟
چین کے وہ ماتھے پر افشان شب کو آتا بام پر! لے کے تاروں کو فلک پر ماہتاب آیا تو کیا؟
غش میں مجھکو گیسوئے مشکین سنگھا دیتا کوئی! لے کے بالیں پر مرے مشک و گلاب آیا تو کیا؟
ابنِ مریم سے نہ اچھا ہو سکا بیمارِ عشق چرخ سے اُن کو مسیحا کا خطاب آیا تو کیا؟
محفلِ عشرت سے جب وہ زیبِ محفل اٹھ گیا لیکے مطرب تب بیان چنگ و رباب آیا تو کیا؟
ل چکا پیکِ اجل سے جب میں رتبِ قاصدی لیکے خطِ شوق کا میرے جواب آیا تو کیا؟
لطف تو جب تھا کہ رہتا رات دن پیشِ نظر! خواب میں میرے وہ رشکِ آفتاب آیا تو کیا؟
بات تو جب تھی کہ رہتا زیست میں ہر دم خیال! یاد اے دل قبر میں روزِ حساب آیا تو کیا؟
گھر سے آ کر حسین روتے یہاں تو لطف تھا میری تربت پر اگر گریاں سحاب آیا تو کیا؟
وہ کنارِ غیر سے اٹھ کر یہاں آیا نہیں جوشِ پر اے دل جو بحرِ اضطراب آیا تو کیا؟

بزمِ مے سے اٹھ گیا اے فیضؔ جب وہ مستِ ناز
ہاتھ مجھ کو تب کوئی جامِ شراب آیا تو کیا!

---

۵ یعنی ابرِ آب کش ۱۲۔

ولہ

نظر جو آپ کو دردِ جگر نہین آتا
تو کیا یہ داغِ جگر بھی نظر نہین آتا

گلی بھی یار کی ہے کشورِ عدم شاید
کہ وان سے کوئی کبھی لوٹ کر نہین آتا

ہماری جان کو روتا ہے سامنے اُنکے
خیال کچھ تجھے اے نوحہ گر نہین آتا

اُتار لے کوئی کس طرح شیشۂ دلمین
پری جمالون مین وہ سیمبر نہین آتا

خرامِ نازکی جس کے ہے دھوم عالم مین
ہمارے گھر مین وہ نازک کمر نہین آتا

غضب جھڑی ترے آنسو کی ہے کہ ابر کبھی
مقابلے مین ترے چشمِ تر نہین آتا

خزان مین بلبلِ نالان کا کیا پتا صیاد
کہ آشیان مین نظر کوئی پر نہین آتا

تری جناب سے ہم جاکے سر جھکائین کہان
جہان مین کوئی نظر اور در نہین آتا

یہ سوزِ غم کا اثر ہے کہ وقتِ گریہ بھی
جگر سے آنکھ مین خونِ جگر نہین آتا

مزہ چکھائین رقابت کا غیر کو کیونکر
کبھی اندھیرے اُجالے نظر نہین آتا

عجیب طرح کی بستی ہے کونسے ملکِ عدم
یہان سے جاکے کوئی فیض پر نہین آتا

وہ یاد کرکے یہ بولے۔ کہان ہے فیض مرا
کہ چند روز سے مجھ کو نظر نہین آتا

ولہ

داغ پیری مین نوجوانی کا
چاند ہے صبحِ زندگانی کا

قصۂ مرگِ کوہ کن بھی ہے
ایک ٹکڑا مری کہانی کا

جو ہے مشہور چودھوین کا چاند
ہے وہ نقشا تری جوانی کا

تیغِ قاتل نے خشک لب رکھا
نہ دیا ایک قطرہ پانی کا

بولے دکھلاکے مجھکو حلقۂ زلف
ہے یہ چھلا مری نشانی کا

بیٹھ کر تیرے در پہ مین نہ اٹھا
مجھپہ احسان ہے ناتوانی کا

جب نہ جلوہ کلیم دیکھ سکے — کھل گیا راز لن ترانی کا
ہائے پیری مین کھائے جاتا ہے — داغ مجھ کو مری جوانی کا
اپنی آنکھون سے سیکھیے انداز — دلربائی کا دلستانی کا
مست آنکھین نہ کیون ہین ساقی — زور پر نشہ ہے جوانی کا
جانتا ہون کہ بے مثال ہے تو — رخ پہ پردہ ہے لن ترانی کا

فیضؔ قائل جہان مین ہے ہر اک
آپ کی طبع کی روانی کا

ولہ

خوشنما ہین آنسوؤن کے تار فیضؔ — گوندھیے ان موتیون سے ہار فیضؔ
اب نگاہِ شوق لوٹے گی مزے — واہوا وہ روزنِ دیوار فیضؔ
بوے میرے آتشِ رخسار سے — گرم ہے کیا حسن کا بازار فیضؔ
خار کھائے باغِ رضوان دیکھ کے — میرے دیوان کا اگر گلزار فیضؔ
در سے تیرے او مسیحائے زمان — پار ہا ہے سینہ دلِ بیمار فیضؔ
دل نہین دیتے کسی دلبر کو مفت — ہو گئے اب ہم بڑے ہشیار فیضؔ

پھر بہار آئی چلو اب مے پیو
پھر شگفتہ ہو گیا گلزار فیضؔ

ولہ

تھا سیکڑون مین ایک مرا جان نثار دل — ایسا کبھی نہ پاؤگے لاؤ ہزار دل
زلفِ سیاہ مانگتی ہے بار بار دل — قربان اس پہ جان مری در کنار دل
گو مضطرب ہین شعلہ و سیماب و برق و حشر — لیکن ہے سب سے بڑھ کے مرا بیقرار دل
حسرت ہے یاد گیسوئے جاناں مین جان جائے — خواہان ہے کسی کا دمِ احتضار دل

کرتی ہے وہ نگاہ جو سینے مین جستجو — حسرت پکارتی ہے رہے ہوشیار دل
راتون کو مُنھ کو ڈھانک کے روتی ہے بیکسی — سینہ ہے رشکِ گور۔ چراغِ مزار دل
کہتا ہون اُن کے عارض و گیسو کو دیکھ کر — اِس پر فدا ہو جان تو اِس پر نثار دل
شوخی و ناز بھول کے بیتاب وہ پھرین — سینے مین اُن کے ہو جو مرا بیقرار دل
پروانہ بن کے ہوتی ہے قربان آرزو — ہے شمعِ بزمِ حُسن مرا داغدار دل
روزِ ازل دیا تھا اگر ان بتون کو ناز — دینا نہ تھا مجھے مرے پروردگار دل
ذکرِ جمالِ حور نہ کر ہم سے بار بار — رکھتے ہین ہم بھی زاہدا۔ پرہیزگار دل
پوچھے گا اُن کے عشق کا ہمسے خدا جو حال — محشر کے روز ہوگا بہت شرمسار دل
رو رو کے دُور کرتے ہین دل کی کدورتین — اِس طرح صاف کرتے ہین ہم خاکسار دل
لالے کا پھول ہاتھ مین دیکھا جو یار کے — سمجھا مین اُس کو ہے یہ مرا داغدار دل
وعدے پر ایک بوسے کے لو دل کو شوق سے — پھیرو گے پھر تو لو نگاہ مین زینہار دل
وہ ہاتھ رکھ کے سینے پہ مجھ بیقرار کے — کہتے ہین ہنس کے ابتو نہین بیقرار دل

فرقت مین اُس کی فیضؔ مین بیتاب ہی رہا
ٹھہرا نہ ایک دم بھی مرا بیقرار دل

ولہ

رشکِ گلزار مرا سروِ چمن ہے، کہ نہین — باغبان بول ذرا تیرے دہن ہے، کہ نہین
لعل سے بڑھ کے لبِ غنچہ دہن ہے، کہ نہین — دُرِ دندان سے گھٹا درِّ عدن ہے، کہ نہین
اِسکا خواہان بھی کوئی عہد شکن ہے۔ کہ نہین — سکۂ داغ کا دنیا مین چلن ہے، کہ نہین
گُل ہین مضمون مرا دیوانِ چمن ہے۔ کہ نہین — اس چمن پر نظرِ اہلِ سخن ہے، کہ نہین
جانتا کوئی کہین شعر کا فن ہے۔ کہ نہین — اس زمانے مین کہو قدرِ سخن ہے، کہ نہین
مین جو کرتا ہون وفا۔ مجھ پہ وہ کرتے ہین جفا — دیکھ لو اُلٹا زمانے کا چلن ہے، کہ نہین

ڈھانک کر زلفِ سیہ سے وہ رُخِ روشن کو
غیر سے پوچھتے ہیں چاند گہن ہے۔ کہ نہیں

ملنے دیتی نہیں پانوں سے ترے او قاتل
خونِ دل سے تری مہندی کو حِنا ہے۔ کہ نہیں

تو نے دیکھا ہے مرے بُت کو بتا اے واعظ!
تیری حور و نہیں یہ حُور یہ پھبن ہے۔ کہ نہیں

جانِ عاشق پہ ستم توڑ رہا ہے ظالم!
تجھکو کچھ خوفِ خدا چرخِ کہن ہے۔ کہ نہیں

رکھکے اُنگلی وہ زنخدان پہ یہ فرماتے ہیں
تمنے دیکھا یہ مرا سیبِ ذقن ہے۔ کہ نہیں

دیکھیے پی کے مئے عشقِ بتاں اے واعظ!
کچھ مزا آپمیں بھی اے مشفقِ من ہے۔ کہ نہیں

آکے میرے دلِ پُر داغ میں بتلاؤ مجھے
قابلِ سیر یہ داغوں کا چمن ہے۔ کہ نہیں

سُونی اے دل ہے کہ بزمِ شعرا ہے آباد
اہلِ فن ہیں۔ کہ نہیں۔ قدرِ سخن ہے۔ کہ نہیں

مجھ سے وعدہ جو کیا تھا کسی موقع پہ کبھی
یاد وہ تجھ کو اب اے عہد شکن ہے۔ کہ نہیں

اے جنون وسعت و ویرانیِ وبربادی میں
میرے صحرا کی طرح قیس کا بن ہے۔ کہ نہیں

حسن میں۔ بو میں۔ لطافت میں۔ بتادے کوئی
عنبر میں زلف سے کم مشکِ ختن ہے۔ کہ نہیں

نظرِ غور سے دیکھو مرے داغِ دل کو
داغ گل ہیں۔ کہ نہیں۔ سینہ چمن ہے۔ کہ نہیں

ہمنشیں خار ہیں۔ آہو مرے غمخوار۔ اے دل!
دشتِ غربت صفتِ باغِ وطن ہے۔ کہ نہیں

دیکھکر آئینۂ تیغ۔ بتا اے قاتل!
چینِ جبیں پر ترے۔ ابرو پہ شکن ہے۔ کہ نہیں

دیر ہے مثلِ حرم مرجعِ خلق۔ اے واعظ!
قبلۂ عام یہ گھر قبلۂ من ہے۔ کہ نہیں

جورِ گلگیر سے روتی ہے پتنگو دیکھو!
شمع کے اشک سے لبریز لگن ہے۔ کہ نہیں

نور ہے گوچۂ گیسو میں اسی کے دم سے
سانپ وہ زلف نہیں دل سانپ کا من ہے۔ کہ نہیں

فکرِ آصف سے تو واقف ہیں بتائیں شاعر
شاہِ اقلیمِ سخن۔ شاہِ دکن ہے۔ کہ نہیں

چاہِ بابل میں ملک زن ہیں۔ تو اسمیں سو دل۔
اُس سے رتبے میں سوا چاہِ ذقن ہے۔ کہ نہیں

پھول زخموں کے تری تیغ نے بخشے ہیں مجھے
دیکھ اے ترک! مرا سینہ چمن ہے۔ کہ نہیں

گلشنِ دہر میں قائم رہے گلچیں میرا
فیضؔ! کہیئے تو یہ گلزارِ سخن ہے۔ کہ نہیں

ولہ

میری بالین پہ وہ عیسیٰ زمان ہے۔ کہ نہین
دم مرا لب پہ ہے وہ روحِ روان ہے کہ نہین

لیکے تصویر مری ہاتھ مین فرماتے ہین!
بول کمبخت ترے منھ مین زبان ہے۔ کہ نہین

پوچھتا اہلِ قیامت سے ہون مین وحشیِ عشق
جسنے یہ فتنے اُٹھائے وہ یہان ہے۔ کہ نہین

خط مرا لیکے وہ قاصد سے یہی کہتے ہین!
بھیجنے والے کا کچھ نام و نشان ہے۔ کہ نہین

نیم جان چھوڑ کے کس ناز سے فرماتے ہین!
لب پہ کشتے کے مرے آہ و فغان ہے۔ کہ نہین

زاہدو! بہرِ خدا یہ تو بتا دو مجھ کو،
باغِ فردوس مین بھی نخلِ بتان ہے کہ نہین

یون نہ اترائین حسین۔ مجھکو بتائین۔ اے فیضؔ!
چمنِ حسن مین بھی بیمِ خزان ہے۔ کہ نہین

ولہ

محفلِ احباب مین اغیار کی حاجت نہین
جس جگہ گلدستہ ہو وان خار کی حاجت نہین

بولی بلبل! دیکھکر اپنے گلِ داغِ جگر؟
ہے قفس مجھکو چمن گلزار کی حاجت نہین

صرف اتنا ہی کہا تھا۔ بیٹھیے بندہ نواز!
چلدیے۔ یہ کہکے وہ۔ اصرار کی حاجت نہین

جانِ من ہین آپ نازک۔ بہرِ قتلِ عاشقان؟
کھینچیے تیغِ ادا۔ تلوار کی حاجت نہین

دلمین ہے اے فیضؔ! ہر دم یاد کیسے یار کی
کافرِ الفت ہون مین زنار کی حاجت نہین

ولہ

ہمین اور عالم نظر آرہے ہین
ٹھہریے۔ کہ دنیا سے ہم جارہے ہین

مری قبر پاؤن سے ٹھکرا رہے ہین؟
قیامت وہ سر پر مرے ڈھا رہے ہین

کلیجا مرا آج ملتا ہے۔ شاید۔
وہ ہندی رقیبون سے تلوا رہے ہین

نظر آئے تا صورتِ مرگ مجھ کو؟
وہ آئینہ تیغ دکھلا رہے ہین

سوے آئنہ ہین وہ بجلی سی نظر ہین
وہ دل جان کر اُسکو تڑپا رہے ہین

جو اوصاف لکھتا ہون اُس فتنہ قد کے؟
قیامت کے مضمون ہاتھ آرہے ہین

شبِ ہجر تارے جو ٹوٹے وہ بولے!
دلِ مضطرب کچھ اُڑے جارہے ہین

وہ پاے حنائی سے مَل مَل کے تجھ کو
ارے دل! ترا بخت چمکا رہے ہین

دکھاتے نہین جو مجھے اپنا جلوہ
وہ بے پردہ گھر غیر کے جارہے ہین

یہ میری وفاداریون کا اثر ہے
مجھے قتل کرکے وہ پچھتا رہے ہین

اُٹھانے کو گو بارِ غربت بہان پہ فتنے
وہ محشر کے ہمراہ پھر آرہے ہین

نہ حرف آئے اُن کی نزاکت پہ ڈرہے
رقیب اُن سے قرآن اُٹھوا رہے ہین

وہ سلجھائین آکر مرے دل کی گتھی
جو اے فیض زلفون کو سلجھا رہے ہین

ولہ

نہ ملنے کے صاحب! بہانے بہت ہین
جو ملنے پر آؤ ٹھکانے بہت ہین

بہار آئی پھولون سے شاخین لبری ہین
بہت بلبلین آشیانے بہت ہین

وہ تیر و کمان گھر سے لے کر تو نکلین؟
بہت سر بکف ہین نشانے بہت ہین

وہ سنکر مرا قصۂ دل یہ بولے
کہ دلچسپ اس سے فسانے بہت ہین

اُٹھا زندگی سے نہ تو ہاتھ اے دل!
ابھی ظلم اُن کے اُٹھانے بہت ہین

دل و چشم عاشق مین گھر ہے تمھارا۔
تمھارے لیے بھی ٹھکانے بہت ہین

جگر دل۔ ہین مشتاق نظرین ملائین
وہ ناوک لگائین نشانے بہت ہین

کہا در پہ دل مین نے تو ہنس کے بولے
سنے ہمنے ایسے فسانے بہت ہین

درِ فیض اگر فیض! ہے بند اُن کا
تو اُٹھو چلو آستانے بہت ہین

ولہ

یون تو نہ جیتے جی ترے ارمان جائینگے ۔ ارمان تیرے لے کے مری جان جائینگے
شب کو جو ایک بات مری مان جائینگے ۔ تو اُن پہ جان و دل مرے قربان جائینگے
تیور ہی اُس کے دیکھ کے پہچان جائینگے ۔ قاتل کے دل مین جو ہے وہ ہم جان جائینگے
خونِ شہیدِ ناز کے ڈر سے وہ حشر مین ۔ چھپتے پھرین گے ہم اُنھین پہچان جائینگے
دشمن سے سخت جان کو کروگے جو دم مین قتل ۔ لوہا تمھاری تیغ کا سب مان جائینگے
محشر مین چھپ سکے گی نہ وہ شکل چلبلی ۔ ہم دیکھتے ہی یار کو پہچان جائینگے
محفل مین تیرے عارض و گیسو کے شیفتہ ۔ حیران آئینگے ۔ تو پریشان جائینگے
کل میکشو! دکان مین اِک مے فروش کی ۔ سُنتا ہون شیخ بیچنے ایمان جائینگے
سر کاٹ کر کرے گا سبکدوش وہ ہمین ۔ قاتل کے لے کے سر پہ ہم احسان جائینگے
جاؤنگا مین جہان سے تنہا سوے عدم ۔ ہمراہ میرے یار کے ارمان جائینگے
خواہان ترے وصال کے اے یارِ شرمگین! ۔ دنیا سے جائینگے ۔ تو پشیمان جائینگے
دشتِ عدم کی خاک اُڑانے کو اے فلک! ۔ صحرا سے اُن کے چاک گریبان جائینگے
اُس کو بلانے ۔ حضرتِ دل جائینگے وہان؟ ۔ لینے کو اُس پری کے سلیمان جائینگے
روٹھے اگرچہ مجھ سے ہین ۔ آنے تو دو وہ شب ۔ مَن جائینگے ۔ وہ بات مری مان جائینگے
اُٹھ کر تمھارے بزم سے مانندِ آئنہ ۔ حیران تمھارے حُسن کے حیران جائینگے
ہم کو وہ راہ مین بھی اکیلے ملین گے کب ۔ ہمراہ اُن کے اُن کے نگہبان جائینگے
مقتل مین چرکے تیغ کے کھائینگے اور لوگ ۔ ہم پہلے ہی حضور پہ قربان جائینگے
جو ہین کسی کی زُلفِ پریشان کے شیفتہ ۔ وہ محفلِ جہان سے پریشان جائینگے
وہ دور سے کرین گے رقیبون کو سرخرو ۔ سُنتا ہون ۔ آج بنکے وہان ہان جائینگے
اے فیض اُنسے مل کے نہ کہنا تم ایک بات ۔ جو ہے تمھارے دل مین وہ خود جان جائینگے

ولہ

بڑھائے حرف کوئی کیا خطِ تقدیر کے آگے
نہیں گنجایش اک نقطے کی اس تحریر کے آگے

غلط آخر کو ٹھہرا دعوئ خون۔ داورِ محشر
مری تقریر کیا سنتا تری تقریر کے آگے

کوئی تیرِ ستم تیرِ قضا۔ یا تیرِ آفت ہے؟
غرض ہیں پست سب تیری نگہ کے تیر کے آگے

فلک پر ہے دماغ اے بُت! ترے قیدی گیسو کا
ہر اک زنجیر ہے بیقدر اس زنجیر کے آگے

بتانِ چین ہوں۔ یا معشوقِ لندن صورتِ مانی
زمانے میں ستمگار و نے روشن دل بھی ڈرتے ہیں
کھڑے ہیں ہاتھ باندھے سب تری تصویر کے آگے

غرض پتھر سے کیا ہم کو خدا معبود ہے اپنا
کریں اے فیضؔ! کیوں سجدہ بُتِ بے پیر کے آگے

ولہ

جانتے ہی نہیں وہ دردِ محبت کیا ہے
میں بتا دوں انھیں اس درد میں لذت کیا ہے

اے حنا! رنگ حسینوں میں جما ہے تیرا۔
تیرے آگے دلِ پُرخون کی حقیقت کیا ہے

ہم تو جب جانیں۔ کہ کچھ کام ہمارا بھی بنے
دسترس جب نہ ہو تو حسن کی دولت کیا ہے

دل جو چپکے سے بھی فریاد نہیں کر سکتا
اسکو ایسا بھی ترا پاسِ نزاکت کیا ہے

شمع رو رو کے یہ کہتی ہے مری تربت پر؟
ہائے اس قبر پہ چھائی ہوئی حسرت کیا ہے

داغ دل کا مرے کہتا ہے چمک کر سرِ حشر؟
کہ مرے سامنے خورشیدِ قیامت کیا ہے

دلبری ہوتی ہے چھن، کچھ نہیں کھلتا ہے مجھے
تیرِ دلدوز کسی کا ہے کہ حسرت کیا ہے

مہرِ محشر پہ ہے خالِ رخِ زنگی کا گمان
حشر میں پیشِ حسابِ شبِ فرقت کیا ہے

دیدہ و اس ہارکا سینے کے شگفتہ کوئی پھول؟
اور میرے دلِ افسردہ کی قیمت کیا ہے

پانی بھرتی ہے گھٹا آ کے مری آنکھوں کے
روبرو آہ کے بجلی کی حقیقت کیا ہے

ایک ذرہ ہے بیابانِ قیامت اس کا
ایسی اس دل میں جمی گردِ کدورت کیا ہے

پاؤن پھیلائے ہوے چین سے مین سوتا ہون!
حورِ فردوس کی آغوش ہے تربت کیا ہے

پاس پردے کے بلاکر مجھے پردے سے کہا
آرزو دل کی ہے کیا۔ آنکھ کی حسرت کیا ہے

رو رہے ہین سرِ تربت۔ یہ خبر کیا اُن کو
روح پر میری تہِ قبر اذیت کیا ہے

کھولکر زلفِ سیہ۔ مجھسے وہ یون کہتے ہین
آگے اس راہ کے تیری شبِ فرقت کیا ہے

فیضؔ! کیا اُس سے کرون مین گلۂ بے مہری
جس کو معلوم نہین طرزِ محبت کیا ہے

ولہ

وہی تو ایک ہین، داغِ تمنا دیکھنے والے
ہمارے دلمین آکر حالِ دل کا دیکھنے والے

غضب ہر تیر ہے ترچھی نظر کا، دیکھنے والے!
مُشبّک دل ہوا چھلنی کلیجا، دیکھنے والے!

کہان ہین اب وہ موسیٰ اُسکا جلوا دیکھنے والے!
جہان سے کر گئے آخر کو پرواز دیکھنے والے!

غضب ترچھی نظر کا تیر مارا، دیکھنے والے!
ذرا دل کا تڑپنا دیکھتا جا، دیکھنے والے!

نگاہِ شوخ نے تیری، اسے بجلی بنایا ہے
ارے دل کے تڑپنے کا تماشا دیکھنے والے!

ابھی تو خون ہونا اپنے دل کا ہنسنے دیکھا ہے
خدا جانے ان آنکھون سے ہین کیا کیا دیکھنے والے

کہین گردِ نگاہِ آئنہ چھوٹے نہ گالون کو
ارے، ہر دم بہارِ روے زیبا دیکھنے والے

صدا چارون طرف سے آئنہ خانے مین آتی ہے!
اِدھر بھی اک نظر اوحسنِ یکتا دیکھنے والے

سمجھتے ہین کم اک ذرّے سے اُسکے تیرِ صحرا کو
ارے او قیسِ وحشی! میرِ صحرا دیکھنے والے

تجھے خود شوقِ روزِ حشر تھا جلوہ نمائی کا
نہین تو دیکھنے کیا، تیرا جلوا دیکھنے والے

زمینِ دشتِ وحشت کی جو خاک اتنی اُڑاتے ہین
یہ وحشی کیا ہین قارون کا خزانا دیکھنے والے

اُجالا تربتِ تیرہ کی تاریکی کو سمجھین گے
مری شبہاے ہجران کا اندھیرا دیکھنے والے

مرا دل بھی تڑپتا ہے جگر بھی لوٹا جاتا ہے
یہ کس بانکی ادا سے تونے دیکھا دیکھنے والے!

تمھارا ہاتھ دیکھین اے بتو! ایسے ہزارون ہین
کہان ہین میری قسمت کا ستارا دیکھنے والے

تری برقِ تجلّی خاک کوہِ طور پر چمکے
نہین موسیٰ سے اب دنیا مین پیدا دیکھنے والے

اثر دہشت کا یہ ہو، میرے چارہ گر بھی وحشی ہون
ہوا صحرا کی کھائین داغِ سودا دیکھنے والے

نظر سے میری بچتے ہین، نہ رکھ لون آنکھ مین آنکھون
دلِ حیرت زدہ مین عکس اپنا دیکھنے والے

نکالے جب نظر کے تیر تو ڈر کر جگر بولا
اڑا نا دل کو، تو مجھکو بچانا، دیکھنے والے!

دکھائیگا نیا عالم تجھے ہر قطرہ اشکون کا
اِدھر بھی اک نظر، او سیرِ دریا دیکھنے والے!

چلے سوے عدم، صحرا سے تیز ایسے ترے وحشی
نہین مڑ کر سوے نقشِ کفِ پا دیکھنے والے

شکایت فرقتِ لیلیٰ کی کیون ہے نجد مین تجھ کو
ارے او دل مین اپنے شکلِ لیلیٰ دیکھنے والے

جو چشم آبلہ پڑتی ہے ان پر دل یہ کہتا ہے
پھلین پھولین مرے داغِ تمنا دیکھنے والے!

تلمذ کس سے ہو اے فیض! تمکو کیون نہ تبلائین
اچھوتا رنگ گلزارِ سخن کا دیکھنے والے!

خمسۂ فیض

اری بلبلِ چمن مین آنکھ کس گل سے لڑائی ہے
نہین کچھ ہوش مجھکو، چوٹ ایسی دلپہ کھائی ہے
تجھے اب دام مین صیاد کے قسمت جو لائی ہے
قفس مین شوق سے رہنا نہین اسمین برائی ہے
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

کوئی کیون جاہ و حشمت کیلئے ہے اسقدر نالان؟
تلاشِ سیم و زر مین کیون ہے کوئی اسقدر حیران؟
مہیا ہو ہی جائیگا سب اپنے وقت پر سامان
خدا کا شکر کرنا وان، خدا کا شکر کرنا دان،
اسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

اگر خالق نے بخشا ہے کسی کو اطلس و دیبا؟
کوئی کملی مین خوش ہے کیون کرے تقدیر کا شکوا
قناعت اسکو کہتے ہین یہی ہے لائقِ دنیا
کرے مخلوق ہر حالت مین شکرِ خالقِ یکتا
اسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

اِسی مضمون کا چھوٹا سا اک قصّہ سُناتا ہون — قناعت اور تحمّل کا مین اب نقشہ دکھاتا ہون
عجب جملہ ہے جو ہر بند کے آخر مین لاتا ہون — ہزارون فائدے اِن بات کے کہنے سے پاتا ہون

اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

کسی خطّہ مین سُنتے ہین کہ اک درویش کامل تھے — بہت ہی واقفِ اسرارِ حق تھے صاحبِ دل تھے
نہ جانے کیا مراتب اس عمل سے اُنکو حاصل تھے — وہ ہر دم اِسکو پڑھتے تھے اِسیکے دلسے عامل تھے

اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

کسی طالب کو وہ شاگرد اپنا جب بناتے تھے — اِسیکا وصف کرتے تھے یہی اُسکو سُناتے تھے
یہی تعلیم گہ مین اپنی وہ اُس کو پڑھاتے تھے — یہی پہلا سبق دیتے یہی اُسکو بتاتے تھے

اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

مُریدا اک روز اُن کا گھر سے باہر سیر کو نکلا — وہ بستی چھوڑ کر صحرا اے وحشتناک مین پہونچا
گرا وہ کھا کے ٹھوکر جا پڑا خنجر پہ ہاتھ اُسکا — شہید اک ہو گئی اُنگلی تو بولا شکر ہے مولا

اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

یکایک اتنے مین قزّاق اُسکے پاس آ پہونچے — رسن سے باندھ کر مشکین کہا اب اِس طرف چلیے
چلے جنگل کو وہ ظالم تھے اُسکو ہر طرف گھیرے — لگا کہنے خدا کو اپنے دل مین یاد وہ کر کے

اِسی مین کچھ بھلائی ہے - اسی مین کچھ بھلائی ہے

پکڑ کر لے چلے اُس بیکس و مظلوم کو، ظالم — نہ لب پر حرفِ شکوہ تھا نہ تھا کچھ دل مین اُسکے غم
وحوش و طیر بھی کرتے تھے اُسکے حال پر ماتم — مگر ثابت قدم ایسا تھا یہ کہتا رہا ہر دم

اِسی مین کچھ بھلائی ہے - اسی مین کچھ بھلائی ہے

خلاصہ یہ کہ اُس کو لے گئے وہ پاس افسر کے — بہت خوش ہو کے وہ سردار بولا در پہ بندہ کے
کہ دیدہ تا آ گیا اس دیر مین، دن پھر گئے گھر کے — وہ پابندِ بلا یون بول اُٹھا شکرِ خدا کر کے

اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

ہوا تب حکم افسر کا کہ اُس کو جا کے نہلاؤ
اگر کھانے کی خواہش ہو تو اُسکو جا کے کھلواؤ
کہا پھر ایک نے اُس سے کہ خواہش کیا ہے بتلاؤ
کہا اُس نے کہ میرے قتل کا سامان کرو جاؤ
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

نہین خواہش نہین حسرت مجھے اب دانے پانی کی
اُٹھائی خوب لذت مین نے اِس دنیائے فانی کی
بہت ممنون ہون صاحب جو تمنے مہربانی کی
مگر سُن لو کہ ہے یہ بات پکی اَک گیانی کی
اسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

کہا پھر دوسرے نے، اب چلو اشنان کرنے کو
حضوری مین تمھارے ہم ہین سب سامان کرنے کو
ہم آمادہ ہین تم پر صدقے اپنی جان کرنے کو
کہا اِس نے، کہ مجھکو لے چلو قربان کرنے کو
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

ہوئے فارغ جو نہلا کر تو پھر حاضر کیا اُسکو
سلام اُس نے کیا جا کر تو پنڈت نے کہا بیٹھو
بندھی اُنگلی پہ پٹی دیکھ کر بولا اِسے کھولو
کیا عرض اُسنے پنڈت سے کہ صاحب اِسکو رہنے دو
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

تسلی دیکے پھر پوچھا سبب اُس سے پوجاری نے
کہا اُس نے کہ اُنگلی کاٹ دی ہے اِس کٹاری نے
گرایا آپ کے قدمون پہ دلکی بیقراری نے
بڑھایا اِس قدر رتبہ ہمارا خاکساری نے
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

کہا پھر تو پوجاری نے کہ یارو چھوڑ دو اُسکو
گلی کی کھول دو رسی یہ ہاتھون ہاتھ لو اُسکو
سب اُسکا مال و زر جو لے لیا واپس کرو اُسکو
وہین اب جا کے پہونچاؤ جہانسے لائے ہو اُسکو
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

بھلا کھنڈت بھی ہوتے ہین کہین بلدان کے قابل
نہین دیکھا ہے تمنے کیا کہ اُنگلی اُسکی ہے گھائل
تمھین کہدو کہ اب بیجا مشقت سے ہے کیا حاصل
ہوا پھر وہ گرفتارِ بلا اِس بات کا نا قِل
اِسی مین کچھ بھلائی ہے، اِسی مین کچھ بھلائی ہے

نہ کر لینا کہین یار و نتیجہ اس سے یہ پیدا
کہ ہے بیکار سب اس عالم ایجاد کا دہندہ

مزے سے تان کر چادر قناعت کی پڑے سویا کرین گے اب ہاکس بات کا کھٹکا

اسی مین کچھ بھلائی ہے اسی مین کچھ بھلائی ہے

اگر رکھتے ہو اس بزم جہان مین دیدۂ بینا
تو رہنا صاف ہر اک سے نہ رکھنا دل مین تم کینا

نہ ہرگز بھول کر زہر ہلاہل تم کبھی پینا
نہین تو پھر برابر ہے تمھارا مرنا اور جینا

اسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

ہر اک انسان پر لازم ہے کوشش ہر گھڑی کرنا
نہین ہے لطف دنیا مین اپاہج بنکے پڑ رہنا

ہمیشہ اپنے دھندے مین لگے رہنا لگے رہنا
اگر ہو نفع یا نقصان ہے فرض انسان کو یہ کہنا

اسی مین کچھ بھلائی ہے، اسی مین کچھ بھلائی ہے

ہر اک حالت مین کرنا شکر خالق فرض انسان ہے
یہی ہے دین ہندو، اور یہی دین مسلمان ہے

اسی مین دیکھیے اے فیض پنہان راز یزدان ہے
یہی تو بات ہے ایسی کہ جو مقبول سبحان ہے

اسی مین کچھ بھلائی ہے اسی مین کچھ بھلائی ہے

نوٹ: — نیاز مند مؤلف گلزار سخن نے مذکورہ بالا ناچیز کلام اپنے دیوان موسومہ بہ گلزار فیض سے جو کہ زیر تیاری ہے ہدیۂ ناظرین گلزار سخن کیا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ گلزار فیض بھی بفضل خدا عنقریب شائقین سخن کی خدمت بابرکت مین پیش کیا جائے گا۔

راقم آثم
جگناتھ پرشاد فیض
نائب مہتمم بندوبست
کھنڈوہ

فدا تخلص - کے تیرہ شخص ہوے -

ایک مرزا بلند بخت دہلوی خلف شاہزادہ مکرم بخت بہادر شاگرد مولوی صبائی -

دوسرے - مرزا سکندر بخت دہلوی خلف مرزا منور بخت پسر شاہ عالم بادشاہ شاگرد مرزا پیارے رفعت تخلص -

تیسرے - خواجہ نجم الدین لکھنوی -

چوتھے - سید محمد علی عرف فدا شاہ سہارنپوری - آخر ایام مین ہزل کہنے لگے -

پانچوین - میر عبد الصمد دہلوی - فرید آباد مین معلمی کرتے تھے - صاحب دیوان گذرے

چھٹے - فدا حسین خان خلف ضیاء الدین حسین خان عرف آغا مرزا قوم مغل شاگرد ممنون و مصحفی - باشندہ لکھنؤ -

ساتوین - فدا حسین باشندہ مرشد آباد - شاگرد فصیح العالم فصیح -

آٹھوین - امام الدین فرید آبادی شاگرد میر مرتضیٰ قلی خان - فراق علی روے خان کے عہد مین بنگالہ مین سکونت اختیار کی تھی -

نوین - مرزا محمد خلف اسمٰعیل بیگ آگرہ آبادی -

دسوین - لچھمی نرائن دہلوی شاگرد سودا

گیارھوین - عاقبت محمود خان بہادر دہلوی صدر الصدور -

بارھوین - شیخ فدا حسین خان خلف شیخ کریم اللہ باشندہ قصبہ دیبائی ضلع بلند شہر شاگرد نواب مصطفیٰ خان شیفتہ صاحب دیوان ہین -

تیرھوین - میر فدا حسین باشندہ میرٹھ شاگرد امداد حسین ظہور -

غزل فدا

ایسے رکھتے تھے نہ روشن مہ کنعان عارض	ہین دو خورشید منور ترے جانان عارض
سبزۂ خط ہے جو ریحان تو ہے کاکل سنبل	گل ہین گویا ترے اے رشک گلستان عارض

دیکھکر اے بُتِ کافر یہ خطِ تو آغاز
پوجتے ہین ترے یا قوت[۵۱] رقم خان عارض
غیر کو بوسہ دو اور ہاے ستم یون مجھ سے
تمنے گھونگھٹ مین چھپائے ہین ریحان عارض

چمنِ حسن ہے وہ غیرتِ شمشاد فدا
لالہ و گل کے ہین گویا دو خیابان عارض

وله

زخم کھایا ہے جگر پر ابروے خمدار سے
ہو گیا مین ذبح او قاتل تری تلوار سے
سایۂ طوبیٰ کی خواہش ہے نہ حوروں سے غرض
کام رکھتا ہون بتون کے سایۂ دیوار سے
قبر پر کو ندا کرے بجلی سے کہدو رات دن
مر گیا ہون مین کسی کے جلوۂ دیدار سے
ہجر مین اُس سروِ قامت کے نہ دو تکلیف سیر
مجھ کو ہوتا ہے جنون پیدا گل و گلزار سے

پاک ہے نیت جو تیری اے فدا کچھ غم نہین
ہے عبث پرہیز کرنا صحبتِ دلدار سے

غزل فقیہ[۵۲]

ہمنے افلاک کو سو رنگ بدلتے دیکھا
پر یہ قسمت کے نوشتے کو نہ ٹلتے دیکھا
مرضِ مرگ سے عاجز ہے خدائی ساری
صد فلاطون کو یہان ہاتھ ہی ملتے دیکھا
بزمِ دنیا مین عجب دیکھا اثر حسنون کا
یا ن فرشتون کے تئین پلکون پھسلتے دیکھا
پیش تجھ پر تو دیدار کے انسان کیا ہے
اُس کو ہمنے تو طور کو اس جا نہ سنبھلتے دیکھا

سب تڑپتے ہین جدائی سے صنم کے بسمل
لختِ دل ہمنے فقیہ کو بھی نکلتے دیکھا

---

۵۱ نام ایک بہت بڑے مشہور اور نامی خوشنویس نسخ کا جو شاہِ دہلی کے یہان ممتاز تھے ۱۲

۵۲ آپ کے اور حالات نہین معلوم ہوے۔ ناظرین کو اگر آپکے حالات معلوم ہون تو مؤلف کو مطلع فرمائین ۱۲۔

تصحیح

فرحت تخلص۔ کے نو شخص ہوے۔

ایکؔ۔ خواجہ فیض اللہ عظیم آبادی شاگرد غلام علی راسخ۔

دوسرےؔ۔ امید علی دہلوی شاگرد میر عزت اللہ خان عشق مقیم لکھنؤ۔

تیسرےؔ۔ لالہ نینا نند وکیل عدالت منصفی الہ آباد۔

چوتھےؔ۔ شیخ فرحت اللہ رفیق بہادر خان داروغہ نواب ناظم بنگالہ شاگرد سراج الدین علیخان آرزو ۱۱۹۱ھ ہجری مین فوت ہوے۔

پانچوینؔ۔ پنڈت کدارناتھ عرف ناتھن پرشاد ولد بستی رام دکھنی باشندہ لکھنؤ شاگرد امانت

چھٹےؔ۔ محمود علیخان دہلوی خلف حضرت حکیم نصرت اللہ خان وصال۔

ساتوینؔ۔ بشن پرشاد کایستھ۔ خلف گوبند پرشاد نبیرۂ راجہ کنول نین باشندہ دہلی شاگرد حافظ قطب الدین مشیر۔

آٹھوینؔ۔ شیخ صبر شاگرد مرزا نیاز علی بیگ نگہت۔

نوینؔ۔ منشی شنکر دیال صاحب مصنفۂ رامائن اردو آپکا کلام نہایت سلیس ہوتا ہے۔ آپکی تصانیف کا بڑا حصہ مذہبی حقائق پر مبنی ہے۔ ذیل مین ہم آپکا کلام مختصر درج کرتے ہین۔

انتخاب رامائن مصنفہ منشی شنکر دیال صاحب متخلص بہ فرحت

سری گنیش ایمہ

زبان پر ہر نفس ہے رام کا نام	نمو رامو نمو رامو نمو رام[1]
سدا روشن چراغ جان ہے اُنسے	فروغ مشعل ایمان ہے اُنسے
ودائی سے دُور یکتا ہے وہی ذات	وجود جود و احسان و کرامات
کبھی قالب مین ہے خود صورت دم	مجسم ہے وہ روح نا مجسم

[1] نمو۔ سر جھکاتا ہون۔ مؤدب سلام کرتا ہون۔ رامو۔ یعنی رام کے آگے ۱۲ سے سب بندگی ہر گنیش جی کے لئے

وہی گم ہے وہی ہے آشکارا — وہی مردم کے عین آنکھ نکا تارا
چراغ آسا جو ذرّہ کے لگے لَو — تو مثلِ نیّرِ اعظم ہو پرتو
کرے گر مثلِ صندل جبھ سائی — تو ہو اُس گل مین بوے آشنائی
بیانِ پاک کب ناپاک سے ہو — صفت کیا خاک مشتِ خاک سے ہو
کہان انسان کہان وہ ذاتِ اقدس — وہ دریاے روان یہ صورتِ خس
رکھا عالم مین اوّل مچھ اوتار — ہوے پھر کچھپ کی صورت نمودار
بنے باراہ پھر چا بکتری سے — زمین خشک کو لائے تری سے
ہوے نرسنگھ بن کر آشکارا — غزال آسا ہرن کشپ کو مارا
بنے باون برائے راجہ بل — نہالِ مستمندی کا دیا پھل
ہوے زان پس پرسرام و سریرام — گنہ بخشِ خلایق شہرۂ عام
بنے پھر نند کی آنکھون کے تارے — جناب کرشن رادھا جی کے پیارے
جہانین بودھ روپ اب جلوہ گر ہے — پھر آگے ننھ کلنکی کی خبر ہے
نہو دریا کی صورت برسرِ جوش — زبانِ بے ادب خاموش خاموش
سری ستیا کے اوصافِ مبارک — ہویدا ہین زمین سے آسمان تک
پیے وصفِ سیا گر منھ سیا ہے — سر اگر دش برنگِ آسیا ہے
مہا دیبی مہا مائی وہی ہین — سزاوارِ جبین سائی وہی ہین
بیان کیا ہون مہا مایا کے اوصاف — کہ ہے نورِ گران مایہ تنِ اوصاف

۵۱ نند۔ برج مین ایک معزز اہیر کا نام تھا جسکے یہان سری کرشن چندر جی نے اوتار لیا تھا اسی مناسبت سے سری کرشن چندر کے نام نندلال، نندنندن، نندولارے، نندکشور، وغیرہ وغیرہ ہین۔ اور نیز یعنی لڑکا ۱۲

۵۲ رادھا۔ برکبھان کی لڑکی کا نام ہے جو سری کرشن چندر جی کی پیاری معشوقہ تھین ان دونون مین بچپن سے باہم بہت محبت تھی ان کے عشق کی بڑی داستان ہے۔ ۵۳ سیا۔ مخفف سیتا جی ۱۲

اگر پائے منوّر دیکھنے پائے — حنا بنکر شفق پابوس ہوجائے
فلک صدقے کرے خورشید خاور — یہ خلخالِ قمر کردے نچھاور
قلم تفتیش وحدت کی نہ کرچاہ — یہ وہ دریا نہین جس کی ملے تھاہ
زمین صفحہ پر فرطِ طرب سے — برائے بندگی جھک جا ادب سے

استُتِ شیو شکت

دو عالم ہین شکت اور سدا شیو سے بستے — کھلے مُلک مہر و عطا کے ہین رستے
جو ہین یادِ شیو شکت مین دل کو گستے — تو ہین لکۂ ابرِ رحمت برستے

نمتے نمتے نمتے نمتے

وہ دانی ہیہ سرچشمۂ نکتہ دانی — وہ دانا ہیہ کشّافِ رازِ نہانی
وہ ہین بانیٔ بید ہیہ بیدبانی — وہ مہرِ عطا یہ مہِ مہربانی

نمتے نمتے نمتے نمتے

وہ سرمایۂ نور قدرت ہیہ مایا — یہ تن ہین وہ دم ہین یہ قالب وہ سایا
پئے پابوسی ہے جب سر جھکایا — یہ پایا ہے تب عرشِ اعظم نے پایا

نمتے نمتے نمتے نمتے

یہ دل ہین وہ جی ہین یہ جان ہین وہ تن ہین — یہ ہین جسم وہ صورت پیرہن ہین
یہ لطفِ طلاقت وہ رنگِ سخن ہین — یہ زینت ہین وہ رونقِ انجمن ہین

نمتے نمتے نمتے نمتے

سدا شیو ہین دارو دوا خستہ — سری بھگوتی مرہمِ دل شکستہ
وہی پاگیا صاف سر پُرکار رستہ — کہا جس نے با صد ادب دست بستہ

نمتے نمتے نمتے نمتے

۵۱ نم - نمسکا - سلام - بندگی ۱۲ ۵۲ مہادیو جی ۱۲ ۵۳ سر پُر - دیو رکھی ہیکنٹھ ۱۲ ۵۴ مناجات ۱۲

یہ گُل ہین وہ رنگت یہ رنگت وہ گُل ہین
یہ ساغر وہ مینا یہ نشہ وہ مُل ہین
زمین و فلک پر یہی شور و غُل ہین
یہ کُل ہین وہ جُز ہین یہ جُز ہین وہ کُل ہین

نمتے نمتے نمتے نمتے

وہ ظرفِ وفا تم کرامت کے خم ہو
وہ مختار تم مالکِ کلھم ہو
بشر کی نہ کس طرح یان عقل گم ہو
جو تم ہو سو وہ ہین جو وہ ہین سو تم ہو

نمتے نمتے نمتے نمتے

یہ یکتا ہین وہ دو جہان مین یگانہ
یہ بے مثل وہ بے عدیل زمانہ
تن و روح کا ان سے ہے کارخانہ
یہ سر ہین وہ گردن یہ بازو وہ شانہ

نمتے نمتے نمتے نمتے

یہ مغلوبِ الفت وہ الفت مین غالب
یہ محبوب و شیدا وہ مطلوب و طالب
غرض دونون فرحت ہین یکجان دو قالب
پڑھے جو یہ اُستت برآئین مطالب

نمتے نمتے نمتے نمتے

غزل

کون ایجان مرا حالِ دلِ برہم سمجھے
ہان جو سمجھے تو تری کاکلِ پُرخم سمجھے
حل کسی سے نہو اعقدۂ پیچیدۂ زلف
اِس معمّے کو جو سمجھے تو فقط ہم سمجھے
دخل کب پردۂ ناموس مین اغیار کا ہو
رازِ محرم کا ہمارا دلِ محرم سمجھے
تیرِ ازخمی کبھی منت کشِ جرّاح نہو
سبزۂ خط کو جو زنگارِ کارہم سمجھے
ہوگی اک دانۂ گندم سے خرابی کیا کیا
ہائے پہلے سے نہ یہ حضرتِ آدم سمجھے

سنگِ اسود کا ہوا تِل پگمان اے فرحت
رخ کو کعبہ دہنِ یار کو زمزم سمجھے

فصاحت تخلص - سید عباس حسن صاحب خلف اصغر جناب سید آغا حسن صاحب رضوی متخلص بہ امانت آپکے جد اعلیٰ جناب لانا مولوی میر سید علی صاحب متوطن شہر خراسان سادات عظام سے اور مجتہد کلیدبردار روضۂ حضرت امام رضا علیہ السلام تھے - آپکی ولادت باسعادت آخر عہد اجد علیشاہ بادشاہ اودھ مین ہوئی ہے اسوقت عمر آپکی پچپن ۵۵ سال کی ہے - بہت ہی صغر سنی مین سایۂ پدری آپکے سر سے اٹھ گیا - اور آپ کے برادر معظم جناب سید حسن صاحب لطافت مرحوم نے آپکی پرورش و پرداخت کرنا شروع کی یہانتک کہ پندرہ ۱۵ برس کے سن سے آپکو شاعری کا شوق پیدا ہوا اور آپ کی جبلی طبیعت نے آپکو غزل گوئی کی طرف مائل کیا اور آپ نے اپنے برادر جناب لطافت مرحوم سے جو مسلم الثبوت استاد تھے مشورہ کرنا شروع کیا اور انھین ہی نے آپکا خاندان کے موافق فصاحت تخلص رکھا اور اپنے ساتھ شاعرون مین لیجانے لگے - اسیوقت سے آپکی شاعری کو یوما فیوما ترقی ہونے لگی اور اپنی خداداد طبیعت و نیز فیض جناب لطافت مرحوم سے تھوڑے ہی زمانے مین شہرۂ آفاق ہوگئے اور بعد انتقال جناب لطافت مرحوم کے جو چوبیسوین ۲۴ ماہ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ کو واقع ہوا آپ انکے جانشین قرار پائے - اور کل تلامذہ جناب لطافت مرحوم کے آپ کو اپنا کلام دکھانے لگے - رفتہ رفتہ اکثر رؤسا و شرفا خاص آپکے تلامذہ مین داخل ہوے چنانچہ اسوقت تقریباً ڈیڑھ سو ۱۵۰ آپکے شاگرد ہین اور انمین سے بعض بعض ایسے ہین جنپر آپکو ناز ہے - آپ علاوہ غزل کے قصیدہ سلام رباعی وغیرہ کل اصناف سخن پر قادر ہین - آپ کا کلام عاشقانہ ہوتا ہے استعارہ و تشبیہ و رعایت لفظی آپکا خاندانی حصہ ہے بڑے بڑے معرکہ آرا مشاعرون مین آپکی شرکت ہوئی اور خوب خوب داد سخن ملی - آپ اپنے ہمعصرون مین ایک سربرآوردہ اور ممتاز شخص ہین - آپکی اسوقت چالیس برس کی مشق ہے - اب آپ نے مشاعرے مین جانا موقوف کر دیا ہے اور خانہ نشین ہین خداوند کریم آپکی عمر مین برکت عطا کرے - ہم آپکا مختصر کلام یعنی دو چار غزلون کے نو ۹ - نو - شعر ناظرین کی خدمت مین پیش کرتے ہین ملاحظہ ہو صفحہ (۳۲۶)

---

* ہم دست بستہ جناب میر صاحب سے معافی مانگتے ہین کہ بوجہ دیر مین کلام وصول ہونے کے آپکا تذکرہ اخیر مین درج کیا گیا مگر "صدر ہر جا کہ نشیند صدر است"

غزل

وہ چھپنا ڈر سے اپنے اپنے گھر پہ ہر گارون کا
وہ میخانے سے پی پی کر نکلنا بادہ خوارون کا

ہمارے بعد تمنے کوئی آرائش نہین چھوڑی
طریقہ کیا زمانے مین یہی ہے سوگوارون کا

نیا حیلہ ہے قبرِ غیر پر وہ پھینک کر بولے
مری گردن سے بوجھ اٹھتا نہین پھولونکے ہارون کا

فلک نے ابر مین ضد سے چھپایا ماہِ کامل کو
چراغ اک تھا یہ روشن ہم غریبون کے مزارون کا

گلستان کے شجر تو اک طرف فصلِ بہاری مین
گھٹانے بھی ہے سیکھا جھومنا ہم بادہ خوارون کا

لحد کا بند ہونا اور غضب وہ میری تنہائی
وہ باری باری اٹھنا فاتحہ پڑھ پڑھ کے یارون کا

بہت بنتا بیو مکا برق کو دعویٰ تھا عالم مین
دیا ہے ساتھ تھم تھم کر تمھارے بیقارون کا

چلے تھے چال تم اٹھلا کے جب گورِ غریبان مین
تمھین بھی یاد ہے کچھ کانپ کانپ اٹھنا مزارون کا

حسین دل مانگتے ہین اے فصاحت کس طرح دیدین
ہمین کیا اعتبار آئے بھلا بے اعتبارون کا

وله

عشق مین اول سزا دینے کے یہ قابل نہ تھا
پہلے مائل آپ پر آنکھین تھین دونون دل نہ تھا

رونے نے مین کیون ہوئی تکلیف اُنکے پاؤن کو
مین تو خواہانِ علاجِ اضطرابِ دل نہ تھا

لے گئے تھے ہم ملانے کو دلِ پُر آبلہ
وقت پر مجھ سے مٹ حبابون کا لبِ ساحل نہ تھا

سیر کیا قتل مین دیکھی قابضِ ارواح نے
خود اجل بھی لوٹتی تھی مین ہی اک بسمل نہ تھا

کیون وہ چپ چپ تھے لگا کر داہنے پہلو پہ تیر
شوق مین لپٹا ہوا شاید جگر سے دل نہ تھا

شوخیِ حسن اُنکو لیجاتی جو سوے خانقاہ
پارساؤن کے دل آجانا کوئی مشکل نہ تھا

اپنے بیگانے بھی روتے تھے سوم مین مرے
پھولون کا ہنسنا تو کچھ اچھا سرِ محفل نہ تھا

واہ صبر و رحم کی تقسیم ہوتی تھی جہان
تھے ہزارون دل وہان میرا تمھارا دل نہ تھا

معرکون مین اے فصاحت شوخ جب بڑھتے تھے ہم
حاسدون مین کون تیغِ رشک سے بسمل نہ تھا

ولہ

مجھے جب ہمصفیرانِ گلستان یاد کرتے ہین
تو رخ حسرت سے سوئے خانۂ صیاد کرتے ہین

جوانی کا زمانہ بھی بہت اچھا زمانہ تھا
غضب ہے قدر پہلے کچھ نہ کی اب یاد کرتے ہین

وہ صحرا ڈھونڈھ کر پیدا کیا ہے وحشیو ہمنے
جہان کانٹے بھی کارِ نشترِ فصاد کرتے ہین

قیامت ہے اُجاڑی ہین دلونکی بستیان تمنے
کچھ ایسے بھی ہین ویرانون کو جو آباد کرتے ہین

غنیمت عاشقو سمجھو لڑکپن ہے تو نادان ہین
ابھی واقف نہین وہ کسطرح بیداد کرتے ہین

تری تصویر کھنچوائین گے پھر ہم اے پری پیکر
ابھی فکرِ ادب آموزیٔ بہزاد کرتے ہین

اجل نے بند کی ہین آنکھین اب یہ کسطرح کھین
ہمارے بعد ہم کو دوست کیونکر یاد کرتے ہین

کلیسا و کنشت و دیر و کعبہ مین جہان دیکھا
طریقے ہین الگ پر سب تجھی کو یاد کرتے ہین

پھر لٹکتے ہین فصاحت ہم لبانِ طائرِ بسمل
بہارِ بوستانِ کربلا جب یاد کرتے ہین

ولہ

پیش کش کیا کرین مال اور نہ زر رکھتے ہین
تمپہ صدقے جو کیا تھا وہی سر رکھتے ہین

کوئی مرتا ہے تو کیا کوئی تڑپتا ہے تو کیا
آپ تو سارے زمانے کی خبر رکھتے ہین

یا ن تو دونون مین کوئی بھی نہین اے حضرتِ عشق
جنکے پہلو مین نہین دل وہ جگر رکھتے ہین

جو تمھین پر فقط آیا ہے وہ ہے دل اپنا
جو کسی پر نہین پڑتی وہ نظر رکھتے ہین

تھوڑی دیر اور نہ جا باغ سے اے سروِ روان
نخل جھک جھک کے ترے پانو پہ سر رکھتے ہین

دیکھ کر گورِ غریبان کو بھر آتا ہے دل
جتنے قبرون کے ہین تعویذ اثر رکھتے ہین

میرے زخمِ دلِ سوزان کا مداوا وہ کرین
پاس جو مرہم کافورِ سحر رکھتے ہین

ہاتھ رکھا ہے کلیجہ پہ عدو کے اُس نے
دل مین آتا ہے کہین ہم بھی جگر رکھتے ہین

سُنکے دل تھامتے ہین اپنے حسینانِ جہان
اے فصاحت ترے اشعار اثر رکھتے ہین

ولہ

موسم گل کی خبر کرنے کو میخوارون سے
بسکے پھولون مین صبا آتی ہے گلزارون سے

حال گو نوعد گرہی پہ نکلتے نہین دم
کر لیا ساز قضا نے ترے بیمارون سے

آئے تم مصر کے بازار مین نادانی کی
اور پھر منھ کو چھپاتے ہو خریدارون سے

محتسب آیا دبے پاؤن جو میخانے مین
چشم ساغر نے اشارہ کیا میخوارون سے

شب کو تم غیر کے مہمان تھے مکر نے کیون ہو
کھل گیا گیسوؤن سے آنکھ سے رخسارون سے

باغ مین کون سی بلبل نے قفس کی گلچین
ہمصفیرون نے لحد کھودی ہے منقارون سے

اپنے منھ سے نہ کہو تم کہ خطا مین بخشین
کہدیا پنجی نگاہون نے گنہگارون سے

لطف کیا عمر بسر کرتے ہو تنہا اے خضر
ہم سے پوچھو تو ہے جینے کا مزا یارون سے

خوش بیانی مین فصاحت سے نہ کہتین بلبل
کھینچی جائین نہ زبانین کہین منقارون سے

ولہ

ضعیف مجھ کو فلک صورت عصا نہ کرے
ٹھہر ٹھہر کے اٹھاؤن قدم خدا نہ کرے

تمھین نے چاہنے والوں سے بگاڑا ہے
جو اس طرح نہ سہو تم تو وہ جفا نہ کرے

بتون کو دیکھ لیا برہمن نہ کر تعریف
یہی ہون ایسے تو کوئی خدا خدا نہ کرے

جو ناز اٹھانے کی طاقت نہو تو دل نہ لگائے
جو ظلم سہنے کی عادت ہو تو گلا نہ کرے

مین تنگ آکے کہون جب کہ موت آئے مجھے
وہ مسکرا کے کہے ناز سے خدا نہ کرے

کیا ہے چرخ نے ناطاقت اس لیے ہم کو
کہ ہاتھ اٹھا کے یہ اللہ سے دعا نہ کرے

نہ آہ کھینچے نہ نالہ کرے نہ سر ٹکرائے
جو انہا کی مصیبت پڑے تو کیا نہ کرے

گرا جو دانۂ تسبیح وہ خراب ہوا
خدا جہان مین احباب سے جدا نہ کرے

بری نہین غلطی سے فصاحت اپنا کلام
بشر نہین وہ فرشتہ ہے جو خطا نہ کرے

قبلہ تخلص - جناب نواب علی رضا خان ملقب بہ خان بہادر رئیس ضلع چھندواڑہ ملک متوسط آپکی عمر اب قریب ستر سال کے ہے آپکے بزرگوار دربار شاہان دہلی و نیز حیدرآباد مین اعلیٰ عہدون اور جاگیرون پر ممتاز تھے - خان صاحب کے خاندانی اور ذاتی اعزاز کو عالی تبار سرکار انگریزی بھی بڑی قدر اور منزلت کی نظر سے دیکھتی ہے - جسکا حال مشرح گزیٹر ضلع چھندواڑہ مین درج ہے آپ صاحب دیوان ہین اور فن شعر و سخن مین کمال مہارت حاصل ہے جسکا تذکرہ بزم سخن مولفہ جناب سید نور الحسن خان فرزند نواب صدیق الحسن خان مرحوم والی ریاست بھوپال مین شرح و بسط کے ساتھ کیا گیا ہے - حافظ خان محمد خان شہیر مرحوم افتخار الشعراء ریاست بھوپال آپ کے خواہرزادہ تھے اور انکو ابتدا ارشق مین آپ کے اردو کلام مین ہمشورہ ہونے کا شرف حاصل تھا منجملہ آپ کے اور ذاتی اوصاف کے فصیح البیانی اور خوش گفتاری عام طور پر مشہور ہے - آپ کے کلام مین رنگ دبو بیشتر استادان مثل غالب مومن کی پائی جاتی ہے - چنانچہ ذیل مین مشتی نمونہ از خروارے کچھ کلام درج کیا جاتا ہے

غزلیات قبلہ

اضطراب اور پھر مرے دل کا
دیکھیے آکے رقص بسمل کا

شرم کچھ کچھ ہے جو نگاہون مین
دھیان ہے کس کی طبع مائل کا

پردہ چشم قیس اے لیلیٰ
بنگیا پردہ تیرے محمل کا

کشتہ ناز اک زمانہ ہے
تیغ منھ دیکھتی ہے قاتل کا

دہنت دہ ہمہ دیدی منھ مین زبان
بھر دیا منھ گہر سے سائل کا

جسمین اپنے سوا نہ دیکھو گے
وہ ہمارا ہے آئنہ دل کا

کہتے ہین سب اساتذہ استاد
ہو نہین شاگرد ایسے کامل کا

شوخیان ایسی بزم جانان مین
قبلہ آداب کیجے محفل کا

ولہ

دستِ رنگین مین اگر خنجرِ بُرّان ہوگا — کون ہوگا جسے مرنے کا نہ ارمان ہوگا
غیر پر لطف بھی ہوگا تو نہ ہوگا مشکور — ہم پہ بیداد بھی کیجے گا تو احسان ہوگا
آج ملنا ہے تو دل کھول کے مل لے شبِ ہجر — کل کو پھر حشر مین ملنا شبِ ہجران ہوگا
مجھ کو اِس شرم نے مارا ہے کہ فردائے جزا — میرے ہاتھون مین ترا گوشۂ دامان ہوگا
ٹوٹ جائے نہ کہین عہدِ وفا کے ہمراہ — دل بھی آخر کو تو وابستۂ پیمان ہوگا
بخیہ گر رازِ محبّت سے خبردار نہ تھا — کہ بگڑ مین بھی یہی چاکِ گریبان ہوگا
کچھ طبیعت بھی نگر ہے کہ بدل جائیگی — کچھ مرا دل بھی عدو ہے کہ پشیمان ہوگا

شکر کے ساتھ ہے شکوہ بھی اجل سے قبلہ — اُس ستمگر کو ابھی جور کا ارمان ہوگا

ولہ

جامِ جم ممکن نہین ہو میرے ساغر کا جواب — بادۂ گلگون ہے اپنا آبِ کوثر کا جواب
کیا سناؤن تمکو اُس ترکِ ستمگر کا جواب — دیدیا اُس نے جو تھا میرے مقدر کا جواب
اُسنے مارا ہم کو کنکر ہمنے ماری اُسکو آنکھ — دیدیا اِس آنکھ کے ڈھیلے نے کنکر کا جواب
ہو سرِ سنگ درِ جانان تو کوہ و دشت مین — پہلے سر ٹکرائیے ناصر ہو پتھر کا جواب

ہے ترقی فن کی اب مطلوب قبلہ کیلیے — کون اب باقی رہا تجھسے سخنور کا جواب

ولہ

زندگی کا ہے سبب خواہشِ آزار ہنوز — ہم تمنّائے عبادت مین ہین بیمار ہنوز
مدعی ایک نہین محرمِ اسرار ہنوز — سبحۂ شیخ مین ہے رشتۂ زنّار ہنوز
عام ہے جہتِ کرم بہرِ گنہگار ہنوز — تو بہ توبہ ہے درِ خانۂ خمّار ہنوز
اُن کے اندازِ نزاکت نے جہانکو مارا — خیر سے اٹھتی نہین ہاتھ مین تلوار ہنوز
دل سے شکوہ عوضِ شکرِ ستم بھی نکلا — آرزو سے ہے سوا لذّتِ آزار ہنوز

حشر میں پوچھتے پھرتے ہیں یہ غوغا کیا ہے | دل میں پھرتی ہے وہی شوخیِ رفتار ہنوز
اُنکی شوخیِ ادا روز نئی ہے قبلہ | ورنہ رفتار وہی ہے وہی گفتار ہنوز

ولہ

دامن تک اُنکے رہگئے سو بار جا کے ہاتھ | پیچھے پڑے ہیں ہاتھ ہی دھو کر قضا کے ہاتھ
قربانِ لطف پھیر دی گردن پہ تیغ تیز | اُٹھ کر گلے میں ڈال دیے مسکرا کے ہاتھ
اب تک دراز دستیِ حرمان گئی نہیں | چلتے رہے وصال میں نازِ ادا کے ہاتھ
گھبرا کے اختلاط میں کہتے ہیں ناز سے | بدبخت نامراد کے ہیں کس بلا کے ہاتھ
بے پردہ لطفِ صحبتِ باہم بُرا ہوا | شرما کے اُسنے رکھ لیے مُنہ پر اُٹھا کے ہاتھ

خط پُرزہ پُرزہ کر کے ہوا پر اُڑا دیا
بھیجا جواب قبلہ تمھارا صبا کے ہاتھ

ولہ

وہ وفورِ شوق میں آنے نہیں شرماتے ہوئے | یاد آتی ہے جفائے سابقہ آتے ہوئے
کیا بُرا دل ہے کسی کو دیکھ ہی لیوے فقط | دیر ہی لگتی نہیں کمبخت کو آتے ہوئے
ہم پہونچ ہی جائیں گے منزل آہ منزل تا رتک | خونِ دل پیتے ہوئے لختِ جگر کھاتے ہوئے
بل نہ پڑ جائے کہیں موئے میانِ یار میں | تا کمر پہونچی ہے زلفِ یار بل کھاتے ہوئے
ہوتی ہے ہر آہ سے پژمردگی دل کی سوا | پھول یہ دیکھا ہوا سے ہمنے مُرجھاتے ہوئے
کچھ تو ہے مجھسے خصوصیت کہ بعدِ مرگ بھی | گور کو میری ہی جاتے ہیں وہ ٹھکراتے ہوئے
عرضِ مطلب پر کہا وہ کون کل دیتا تھا جان | شرم تو آتی ہوگی مُنہ سے فرماتے ہوئے
دو دیے تھے بوسے کل اور دو کا وعدہ آج تھا | کیا خطا کی ہمنے اپنے لیے آتے ہوئے
سخت جانی سے ہوا ہوں تنگ ہجر یار میں | موت آتی ہے یہانتک موت کو آتے ہوئے

ڈھونڈھتے پھرتے ہو قبلہ کیا گلی کوچہ میں دل | ہمنے دیکھا ہی نہیں اُسکو کہیں جاتے ہوئے

(دیکھیے ہیں سیرانے)

لہ ۔ حضرت قبلہ نے زلف کو مذکر نظم فرمایا ہے ۔ تعجب ہے ۔ شاید جو نسخہ بنا دیا گیا ہے اُسطرح ہو ۔

قاسم تخلص کے چھ شخص ہوے۔

ایک قاسم علیخان ولد امیر علیخان باشندۂ فرخ آباد۔

دوسرے۔ میر قاسم علی خلف میر طالب علی باشندۂ بارہ مذہب تشیع۔ دل گرفتہ ہوکر مولوی اسمعیل صاحب کی خدمت مین توبہ کی تھی۔ اور مولوی صاحب موصوف کے ساتھ پنجاب کے معرکہ مین شہید ہوے۔

تیسرے۔ سید قاسم علیخان خلف حیدر علیخان لاہوری متخلص بہ حیدر باشندۂ لکھنؤ موسیقی مین اچھا دخل رکھتے تھے۔ بہت روز تک عہدۂ تحصیلداری پر مامور رہے۔ چوتھے۔ قاسم علی لکھنوی ۱۲۶۳ھ ہجری مین کلکتہ مین مثنوی غیرت افزا لکھی تھی۔

پانچوین شاہزادۂ ابوالقاسم اولاد مین امیر تیمور کے تھے۔

چھٹے۔ حکیم میر قدرت اللہ خان دہلوی۔ شاگرد ہدایت اللہ خان ہدایت۔ یہ حضرت مولانا فخرالدین احمد صاحب نیاز قدس سرہ کی مریدون مین تھے ۱۲۴۶ھ مین انتقال کیا۔ صاحب دیوان گذرے ہین۔

غزل

سدِ اظلم ہم پہ کیا کیجیے گا — دیا رحم بھی کچھ ذرا کیجیے گا
مین ہر روز لاؤن نیا دل کہان سے — جو آپ اسکو دم مین لیا کیجیے گا
یہ کیون تیغ ابرو پہ تیہ کشی ہے — اگر سر کسی کا جدا کیجیے گا
شبِ وصل مین مین نے بوسہ جو مانگا — کہا پھر نہ کہنا خطا کیجیے گا
دراتے ہو کیون تیغ ابرو سے ہمکو — جو عاشق ہونگے تو کیا کیجیے گا
حقیقت جدائی کی معلوم ہوگی — اگر دل کسی پر فدا کیجیے گا
لیا ایک بوسہ ہے دو آپ لیلین — خطا ایک کی دو سزا کیجیے گا
یہ غمزہ کر شمہ ادا ناز صاحب — جو عاشق ہون اُنسے کیا کیجیے گا

یقین ہے یہ قاسم کبھی آپ ہمسے
نہ سہوا بھی ہرگز وفا کیجئے گا

شہرہ ہے اجمل ترے حسن و جمال کا — ولہ — جلوہ عیان ہے رخ سے ترے ذوالجلال کا
کیا خوبی تجھکو حق نے عطا کی ہے سربسر — دیکھا نہ آنکھ سے نہ سنا اس کمال کا
کیا وصف ہو بیان ترا اے صنم بھلا — لب بند ہے ہمیشہ بیان قیل و قال کا
دعویٰ مقابلہ کا کیا ہونٹھ سے ترے — خونی جگر تمام ہوا رنگ لعل کا
کیا مشک چین و عنبر و شہب ہر ایک بس — بندہ بنا غلام بنا تیرے خال کا
ابرو سے تیرے کچھ نہین نسبت کسی طرح — جو رتبہ اسکا ہے وہ نہین ہے ہلال کا
تشبیہ ساتھ کسکے دون اے دلربا تجھے — کوئی نہین زمانہ مین تیرے مثال کا

قاسم تجھے حصول ہو عشق و طرب مدام
پرسان جو ایک بار ہو وہ تیرے حال کا

کیا حال کہون یار تری جلوہ گری کا — ولہ — جو حسن ہے تیرا وہ نہین حور و پری کا
دیوانہ ہر اک ہوتا ہے بس دیکھ کے تجھکو — آنکھون مین کرشمہ ہے تری جادوگری کا
جس سمت گئی تیری نگہ ناز و ادا سے — عالم مین ہوا شور و فغان نوحہ گری کا
بیقدر گہر کو کیا دانتون نے دبا لب — اظہار کیا لعل نے خون جگری کا
لب بند ہے طوطی تری گفتار کے آگے — نکلے ہے تری چال پہ دم کبک دری کا
شب دیکھ ترے چہرۂ خورشید کو تابان — خاموش ہوا نور چراغ قمری کا
سردار حسینون کا ہوا کج کلہی مین — دعویٰ نہین باطل ہے ترا تاجوری کا
جو آکے ترے دام محبت مین ہوا قید — پھر دغدغہ دن رات گیا دربدری کا
کچھ اندنون سختی ہے ترے دلمین سمائی — یا حال ہے آہو نہین مرے بے اثری کا
دی حسن کی دولت تجھے کیا خوب خدا نے — چرچا ہے ہر اک جا پہ تری عشوہ گری کا

کرتا مین مقید تجھے اِس خانۂ دلمین
ہوتا جو مین حاکم کہین خشکی و تری کا

اُلفت مین تری ایسا مین دیوانہ ہوا ہون
احوال کہون کیا کہ جو ہے جامہ دری کا

تن سے ترے ہے چادرِ مہتاب کی زینت
خورشید کو رتبہ ہوا کیا تاجِ زری کا

آزردہ نہ ہونا کبھی قاسم سے خبردار
انسان کو ہے اقرار خطائے بشری کا

ولہ

رخِ پُرنور دکھلایا تو ہوتا
مہِ تابان کو شرمایا تو ہوتا

کبھی اقرار کرکے ہان نہین کا
دلِ عاشق کو بہلایا تو ہوتا

خوشی سے ناخوشی سے نیک و بد سے
زبان پر کچھ کبھی لایا تو ہوتا

ہمارے دل کے خوش کرنے کو یکدم
تبسم زیرِ لب لایا تو ہوتا

کبھی تیرِ نگہ سے کرکے زخمی
بسانِ مرغِ تڑپایا تو ہوتا

تڑپتے دیکھ کر ہم کو ستمگر
تمھارے دل مین رحم آیا تو ہوتا

کبھی پیغام ہمکو بھیجکر جان
ذرا گھر اپنے بلوایا تو ہوتا

کبھی اچھا بُرا احوال ہمسم کو
لبون سے اپنے سُنوایا تو ہوتا

تمنا ہے یہی قاسم کے دلمین
کبھی کچھ ہمسے فرمایا تو ہوتا

ولہ

رات دن رہتا تصوّر ہے ترا پیشِ نظر
اے قیامت قامت اے خورشید رُخ اے سیمبر

آہ کیا بے رحم ہے مطلق نہین تجھ کو خبر
نام رہتا ہے ترا ورد زبان شام و سحر

ہفت کشور کو نہ لون اُسکو کرون تجھ پر نثار
گر میسر ہو ترا دیدار جانان اک نظر

دید حاصل ہو نہ ہو در پر ترے اب بیٹھ کے
جوگ سادھا مر مٹے دھونی رمائی عمر بھر

بے ترے دیکھے نہین آتا مرے جی کو قرار
صبر رو رو کے کرون دن رات آہین کھینچکر

اے صنم تیری حضوری ہو اگر مجھکو نصیب
جان و دل سے خاکمی تیری کرون آنکھون پر

گر مرا ہو تا عمل تجھ پر پریرو کا رگر
شیشۂ دل مین ہمیشہ تجھکو رکھتا بند کر

کیا دیا اللہ نے تجھ کو جمال باکمال
مثل تیرے اور دنیا مین نہین کوئی بشر

جب سراپا آنکھ سے دیکھا تجھے اے ماہرو
پھر نہ کوئی آج تک تجھسا بشر آیا نظر

دردِ فرقت سے تپِ دق ہے دوا ممکن نہین
شربتِ دیدارِ جانان ہے علاج اسکا مگر

قاسمِ خستہ جگر ہے نیم جان بیمارِ ہجر
کیا عجب پائے شفا گر لے مسیحا تو خبر

تجھ سے ناحق کوئی لگائے دل
ولہ
قدر تجھ کو نہین ہے ہائے دل

مین جو یہ جانتا ارے ظالم
کبھی دیتا نہ تجھ کو ہائے دل

تیرے عاشق جو ہین پشیان ہین
تو نے کس کے نہین ستائے دل

مین وہ بیمار ہون کہ عیسیٰ بھی
کر نہین سکتا ہے دوائے دل

دوستو کچھ نہین نشان باقی
کیا کہون اب مین ہا جرائے دل

اک نگہ دیکھنے کا مجرم ہے
ہے بجا ہو جو اب سزائے دل

تیری فرقت مین روز و شب دلبر
رنج و غم درد ہے غذائے دل

دل جو دیوے تجھے کوئی یکبار
پھر کبھی پھیر وہ نہ پائے دل

ہون وہ آفت رسیدہ کوہ ہلے
گر کرون ایک بار ہائے دل

تیرے ناز و ادا کے تیرون سے
کسطرح سے کوئی بچائے دل

صفت قاسم سے لیا اس نے
ہائے دل ہائے ہائے ہائے دل

ای یار ترے طالبِ دیدار ہمین ہین
ولہ
الفت مین تری تازہ گرفتار ہمین ہین

بازار مین خوبی کے تری یوسف ثانی
نقدِ دل و ایمان سے خریدار ہمین ہین

اک دو مین نہین بلکہ ہزارون مین ہمین دیکھ
یارون مین ترے یارِ وفادار ہمین ہین

ہر وقت دکھاتا ہے تو کیون قہر کی آنکھین — کیا تیری حضوری مین گنہگار رہین ہین
تجھسا نہ پھنسا کوئی ترے دامِ بلا مین — دن رات محبّت مین گرفتار رہین ہین
ہے کون ترے عشق مین پامالِ غمِ ہجر — دیدار دکھائے تو سزاوار رہین ہین
کیا تجھ کو نہین حال سے قاسم کے خبر ہے — بیٹھے ہوے روتے پس دیوار رہین ہین

ولہ

تجھسا جہان مین اور کوئی مہ جبین نہین — آدم نہین پری نہین اور حور عین نہین
کہنا روا ہے تجھ کو سلیمانؑ دلبران — کیا مُلکِ دلبری ترے زیرِ نگین نہین
دیکھا کبھی نہ آنکھ اُٹھا کر مری طرف — کیون کر کہون کہ آنکھ تری شرمگین نہین
شرم و حیا کو دُور کرو آؤ سامنے — شیوہ ہے عورتون کا تو پردہ نشین نہین
کہتا ہون جب مین بیٹھنے کو کیا غضب ہے یہ — کہتا ہے ناخوشی سے تو ہر دم نہین نہین
یکتا ہے گرچہ حسن مین لیکن نہ کر غرور — یہ طور کاملین مین دیکھا کہین نہین
تیری شبِ فراق مین اے یارِ خوش نظر — آہ و غم و الم کے سوا ہمنشین نہین
بعد از فنا بھی کیجیو یارو مرا مزار — بہتر تو کُوئے یار سے کوئی زمین نہین
اُلفت مین تیرے مر گئے صدہا بحالِ زار — قاسم بچے عشق مین ہرگز یقین نہین

ولہ

وہ بکف تیغ جو آتا ہے اُسے آنے دو — خوف مطلق نہ کرو جان کو تم جانے دو
رخِ تابان کی طلش زلف سے رُک جانے دو — گرد خورشید کے بدلی کو ذرا آنے دو
عشق سے ہم کو نہ مانع ہو نصیحت نہ کرو — ہم جو کھاتے ہین سدا غم تو ہمین کھانے دو
یارو ہر دم کے ہمین غم سے رہائی ہو گی — کچھ نہ تدبیر کرو جینے کی مر جانے دو
بال اُلجھے ہین ترے دل ہے پریشان میرا — بیٹھو تم پاس مرے زلف کو سُلجھانے دو
ٹھہرو صاحب ابھی جانے کا ارادہ نہ کرو — بد نظر بیٹھے ہین رستہ مین اُٹھن جانے دو

نیم جان کر کے وہ قاسم کو یہی کہتا ہے
شور کرتا ہے اگر در سے چلانے دو

وله

سرون پر دوستو اپنے زرا بار کرم لیلو
وہ آتا ہے شہ خوبان زرا اُس کے قدم لیلو

کرے گا قتل وہ قاتل نگاہ تیغ سے تم کو
کوئی لحظہ کوئی ساعت کوئی دم اور دم لیلو

نہ تم پر دوستو مطلق کرے گا رحم وہ ہرگز
دوبارہ پھر اگر مر کر جہان مین تم جنم لیلو

پھر بھی جون مین حاضر ہون نہین ہی عذر مجھکو بس کسی عنوان
غلامی مین اگر اپنی تو چاہو بیدرم کیلو

نہین دیدار کی اُس کے تمھین ای دوستو طاقت
اگر دیکھو تجلی کو تو تم راہ عدم لے لو

ابھی ملک فنا کی راہ طے کرنے کو حاضر ہین
اگر تم ہاتھ مین اپنے زرا تیغ دو دم لیلو

نہین انکار دینے مین فدا ہے جان یہ تمپر
اگر اس قول پر چاہو تو قاسم سے قسم لیلو

وله

ارے قاسم تجھے اک روز دنیا سے گذرنا ہے
عبث بار پشیمانی ندامت سر پہ دھرنا ہے

خدا کی یاد کر چندے کہ چندے زیست باقی ہی
کہ آخر ایک دن یہ کارخانہ سب بگڑنا ہے

یہ تیرا مال و دولت کچھ نہ تیرے ساتھ جائیگا
ارے ناداں تجھے ناحق بھرونسہ اسپہ کرنا ہے

وہان کا خوف کر دل مین کہ کیا کیا کچھ نہ ہوئیگا
کہین چلنا کہین تھمنا کہین پل سے گذرنا ہے

خوشی کرنا نہین لازم سنے دشمن کا جو مرنا
کہ اس دنیاے فانی سے تجھے بھی دیکھ مرنا ہے

زرا کچھ حال اپنی گور کا دل مین تصور کر
کہ تجھکو قول ثابت کچھ فرشتونسے بھی کرنا ہے

عجب دیکھا یہان دھوکے کا ہے یہ کارخانہ سب
دغا بازی کہین حیلہ کہین لیکر مکرنا ہے

زرا کر دھیان غافلون پر کہ کیا ہان جا کیا تونے
جونکی کی تو بہتر ہی نہین دوزخ مین پڑنا ہے

برائے دولت دنیا تجھے بیقاعدہ قاسم
دو روزہ زندگی کے واسطے لڑنا جھگڑنا ہے

ولہ

آج دلبر کو ہم منائین گے
دوست اپنا اُسے بنائین گے

پانون پر اُس کے سر جھکائینگے
اپنی تقصیر بخشوائین گے

رنج کھینچا ہے انتظاری مین
سب حقیقت اُسے سنائین گے

سرگذشتِ فراق کر کے بیان
خوب روئین گے اور رُلائینگے

تا نہ قاسم سے وہ کبھی روٹھے
اُسکو سوگندِ حق دلائین گے

ولہ

جب وہ پہلو سے دور ہوتا ہے
سخت دل ناصبور ہوتا ہے

خوب ہم جانتے ہین یہ باتین
دلبرون کو غرور ہوتا ہے

ساتھ ہی اُسکے بعد مرنے کے
کچھ ترحّم ضرور ہوتا ہے

مجھ سے ہوتا ہے کیون تو آزردہ
بندہ سے کیا قصور ہوتا ہے

بحرِ اُلفت مین جو پھنسا ڈوبا
نہین اُس سے عبور ہوتا ہے

تری سنگین دلی سے میرا دل
مثلِ شیشہ کے چور ہوتا ہے

ناگنی زلف دیکھ کے تیری
دلمین سم کا ظہور ہوتا ہے

دیکھ تجھ کو ہر ایک دانشمند
احمق و بے شعور ہوتا ہے

آپ کے ظلم و جور سے قاسم
جان بلب اب حضور ہوتا ہے

ولہ

مدّت سے انتظار ہے تشریف لائیے
آنے مین اپنے دیر نہ مطلق لگائیے

اب ایکبار پھر رخِ گلگون دکھائیے
بلبل سا حال قال پریشان بنائیے

زلفِ سیہ سے اپنی نہ مُنھ کو چھپائیے
اندھیر ہوگا چاند نہ بدلی مین لائیے

تیغِ دودم کا پھر ہمین زخمی بنائیے
سرمہ کشیدہ آنکھ مین پھر دکھائیے

عاشق کے دل مین تاب نہین سوزِ ہجر کی
جلتا ہے اور اب نہ جلے کو جلائیے

مرجاؤنگا تڑپ کے اگر ہے یہی ستم
عادت نہ اس طریق کی اپنی بنائیے

یہ عرض میری سُن کے ذرا گوش کیجیے
غیرون کو اپنے پاس نہ ہرگز بٹھائیے

قند و شکر نبات ہمین اپنے حق مین ہے
دشنام بھی اگرچہ زبان سے سُنائیے

تیرِ نگہ کے زخم مین صحت ابھی نہین
مرجاؤنگا نہ خنجرِ ابرو چلائیے

دیدار یار ہے ہمین دونون جہان کی سیر
خدمت سے اُٹھکے یار کی کس طرف جائیے

کاری ہے زخم تیر و سنان سے زیادہ تر
مژگان کو اپنے آپ نہ جنبش مین لائیے

تیغِ دودم کا کاٹ ہے دنبالۂ سیاہ
مسّی لگاکے یار نہ آنکھین دکھائیے

ہر روز وعدہ کرتے ہو آتے کبھی نہین
قاسم کے سر کی آپ قسم اب نہ کھائیے

ولہ

دل دیا جس کو وہ دلبر اور ہے
جان کا خواہان ستمگر اور ہے

رہنما ظاہر سے کچھ مطلب نہین
عشق کی منزل کا رہبر اور ہے

ہو مبارک وصل مہرو کا رقیب
اپنی قسمت کا تو اختر اور ہے

مین ہوا مجروح جس کے زخم سے
وہ سنان و تیر و خنجر اور ہے

اپنے نالونسے نہین نسبت ہے کچھ
اُس کے آگے شورِ محشر اور ہے

ہو رسائی یا تلک میری کہان
اُن کی نظرون مین تو اکثر اور ہے

اندون قاسم حقیقت کیا کہون
وہ گذشتہ حالِ ابتر اور ہے

قدر تخلص - کے دو شخص ہوے۔

ایک - محمد قدر دہلوی معاصر محمد شاہ بادشاہ رنڈانہ وضع رکھتے تھے۔

دوسرے - سید غلام حسین خلف سید علی بلگرامی شاگرد مرزا نوشہ غالب و امداد علی بحر مثنوی قضا و قدر انھوں نے خوب لکھی ہے۔

غزل

پڑے ہو کیون قدر منھ لپیٹے ذرا بتاؤ تو حال دل کا
نہ منھ سے بولو نہ سر سے کھیلو کہے گا کیونکر ملال دل کا

نہ تیغ ابرو کا ہم کو ڈر ہے نہ تیر مژگان کا کچھ خطر ہے
ہمیشہ سینہ یہان سپر ہے - تو حوصلہ کچھ نکال دل کا

مین اُنسے گستاخ ہونگا جس دم تو پہلے مانگونگا لب کا بوسہ
وہ مجھ سے بے شرم ہونگے جسدم تو پہلے ہوگا سوال دل کا

وہ زلف پیچان سے اُلجھا تھا تڑپ تڑپ کر پھڑک پھڑک کر
یہ دام چارون طرف سے لپٹا کہ پھنس گیا بال بال دل کا

ہے دلکو تیرا خیال ہر دم تجھے بھی آتی ہے - یاد اُس کی
ہے اُسکو ہر وقت یاد تیری - تجھے بھی کچھ ہے خیال دل کا

تمھاری زلفین لٹکے ہی ہین جو اِنمین ہوتا تو گرہ نہی پڑتا بھی
تم اپنا جوڑا تو کھول ڈالو اسی مین ہے اِحتمال دل کا

پھرے ہین وہ ہمسے خیر بہتر ہم اُن سے اسی قدر ہین خفا
ہین جہان مین نہ قحط دلبر نہ دنیا مین کال دل کا

ولہ

خدا کو مانو ہنسی نہ جانو نہ میرے دلپر جفا کرو تم — برین ہلے گا عرش خدا کا پایہ ذرا تو خوف خدا کرو تم

زمانہ اُلٹا ہے کیا کرو تم بدا جو ہے وہ ادا کرو تم
وفا کرین ہم جفا کرو تم دعا کرین ہم دغا کرو تم

ہمین نے پہلے گلا کٹایا ہمین نے قاتل تمھین بنایا
ہمین نے یہ رنگ سب جمایا ہمارے حق مین دعا کرو تم

ابھی کفن مردے پھاڑ ڈالین ابھی مزارون سے سر نکالین
ابھی جو محشر کی چل کے چالین ذرا قیامت بپا کرو تم

نباہ ہوگا اسی مین باہم رہے یہ دونون طرف کا عالم
کرین تکلف تو تم سے کچھ ہم نہ ہم سے شرم و حیا کرو تم

چلو بہت ہو چکی کاوٹ کہانکا پردہ اٹھاؤ گھونگھٹ
لپٹ بھی جاؤ گلے سے جھٹ پٹ بہت نہ غمزے کیا کرو تم

بہت نہ بہکے ہوئے رہو تم پھنسے ہو اب جو پڑے سہو تم
جو بوسہ لیلون تو کیا کہو تم گلے لگا لون تو کیا کرو تم

تو پھر

بجا ہے بیجا مرا گلہ تھا تمھارا اسمین قصور کیا تھا
یہ میری تقدیر مین لکھا تھا کہ مجھ پہ جور و جفا کرو تم

بتاؤ اس قدر کیا کہا تھا یہی نتیجہ ہے عاشقی کا
غریب و بیکس ذلیل و رسوا خراب و خستہ پھرا کرو تم

جائیے کیا کوچۂ دلدار مین
ایک بھی روزن نہین دیوار مین

ولہ

کیا عجب ہو آئنہ سنگِ مزار
مر گئے گر حسرتِ دیدار مین

ایک ہی نظارے مین مارا ہمین
گر پڑے ہم ایک ہی تلوار مین

مجھ کو جو زاہد ملے اے برہمن
باندھ دون مسجہ تری زنار مین

صاف ہین حباب کے دل قدر سے
رہتا ہے وہ آئنہ بازار مین

ولہ

دل کو وحشت کا تقاضا ہے مچل جانے دو
ضبط کہتا ہے کہ جبتک ٹلے ٹل جانے دو

حسرتِ دل نکرو قتل مین اتنی جلدی
ٹھہرو ٹھہرو ذرا قاتل کو سنبھل جانے دو

نیم بسمل تو مجھے چھوڑ چلے جاتے ہو
بھیڑیے چھوڑ رہے مجھے جنگل کو نکل جانے دو

اپنے عاشق کا ذرا دم تو نکلجانے دو
مجھے کشتی خوب کرو توبہ کی جلدی کیا ہے
تام رندون مین تو اس قدر نکل جانے دو

کمال تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ شاہ کمال الدین حسین باشندۂ کڑہ مانک پور شاگرد جرأت و قیام الدین قایم لباس فقیرانہ پہنکر سیاحی کیا کرتے تھے۔ ایک دیوان اور تذکرۂ شعرا ان سے یادگار ہے۔

دوسرے۔ حکیم سید محمد مہدی صاحب۔ آپ جناب افصح الفصحا ابلغ البلغا فخر شعراے ماضی و حال حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کے فرزند ہین۔ اور اپنے والد ماجد ہی سے تلمذ فرماتے ہین۔ آپ قدم بقدم اپنے والد ماجد کے ہین۔ جو لکھنؤ کے موجودہ شعرا مین مسلم الثبوت اُستاد ہین۔ آپ کو بھی مثل اپنے والد ماجد کے شاعری کا بچپنہی سے شوق پیدا ہوا۔ اور آپ کی طبیعت کو غزل گوئی کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ آپ کی طبیعت مین وہی شوخی ہے جو ایک نوجوان شاعر مین ہونی چاہیے۔ غزل گوئی کے خیالات کو جوانی کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔ کیونکہ غزل کا حاصل یہ ہے کہ معشوق سے گفتگو کرنا۔ اس صورت مین جب تک دل و دماغ مین مادۂ عشق نہو گا ممکن نہین کہ کوئی فرضی محبوب بھی خیال مین آئے۔ اور اُس سے ہم کلام ہو۔ یہ ساری خوبیان آپ مین آپ کے کلام سے پائی جاتی ہین۔ آپ اپنے والد ماجد کی زندہ تصویر ہین۔ اللہ پاک آپ کی عمر مین برکت دے۔ اور مثل حضرت جلال کے دنیا نامی و نامور کرے۔ آپ فی الحال رامپور اسٹیٹ مین بعہدۂ مصاحب تشریف فرما ہین ایک دیوان آپ کا بھی شایع ہو گیا ہے۔ آپ کی تالیفات سے دستور الفصحا۔ مصطلحات و محاورات اُردو مین طبع ہو کر فیض بخش جہان ہو چکی ہے۔ اس وقت آپکی عمر تخمیناً ۴۰ سال کی ہو گی۔ ہم آپکا کچھ کلام آپ کے دیوان "بدر کمال" سے منتخب کر کے درج کرتے ہین

غزل

یاد آجاتا ہے دل اُن کو دکھانا میرا — اشک بھر لاتے ہین سن سن کے فسانا میرا
لاش اُٹھا کر مری یون بیٹھ کے رونا اُنکا — کچھ خبر تم کو نہین دکھ گیا شانا میرا

شکوے کرنا ترے دھوکے مین مرا ہجر کی رات
تیری تصویر کو سینے سے لگانا میرا

لاکھ بیدرد ہو تم دل مین مگر درد بھی ہو
دل بھر آئیگا سنوگے جو فسانا میرا

تمنے سینے سے لگایا تو بڑھی اور تڑپ
ہوش کھونا ہین مرے ہوش مین لانا میرا

کچھ تباہی نہین کھویا ہے مجھے عشق نے یون
مل چکا ڈھونڈھنے والون کو ٹھکانا میرا

قطع امید مین مری ہو مین جب یاد آیا
تجھ سے اودل کی لگی آس لگانا میرا

شرم عصیان کی پس مرگ خبر دیتا ہے
منھ چھپائے ہوے یون خلق سے جانا میرا

پوچھنا اُن کا کدھر درد ہے سینہ مین کمال
گہ ادھر گاہ اُدھر اُنکو بتانا میرا

وله

جب کہا اُس دلربا سے دل مرا جاتا رہا
ناز سے بولا کہ پھر جاتا رہا جاتا رہا

غیر کے کہنے سے محفل مین بٹھایا ہمکو دور
آشنا کا پاس اونا آشنا جاتا رہا

یاس نے کیون پاؤن دلمین اسقدر پھیلا دیے
شاید آنے کا کسی کے آسرا جاتا رہا

دل پکارا دیکھکر بیباکیان اُس آنکھ کی
دفعۃً سارا حجاب اوبیحیا جاتا رہا

قتل کرنا میرا آسان تھا بہت مشکل نتھا
اے اجل قاتل ہی کا کچھ حوصلا جاتا رہا

جسبے پہلو مین نہین وہ ساقی پیمان شکن
توبۂ مے توڑنے کا ولولا جاتا رہا

آئنہ محفل مین ہی اُنکے ہمارے بیچ مین
سامنے بیٹھے تو کیا جب سلسلا جاتا رہا

بیقراری کی یہان آخر کو عادت ہوگئی
اب تو وہ رہ رہ کے دلکا تھامنا جاتا رہا

مین نہ کہتا تھا نہ پونچھو ہاتھ سے آنسو مرے
سب وہ شوخی مٹگئی رنگ حنا جاتا رہا

کھوکے میرے دلکو کیسے لیجیے گا چٹکیان
ہاتھ ملیے گا کہ مفت اک مشغلا جاتا رہا

جسکے سب عقل و حواس و ہوش مین ہو گم اے کمال
پوچھتا ہی کوئی کیا اُس سے کہ کیا جاتا رہا

ولہ

آپ بدنام کرین جس کو وہ رسوا مین ہون
آپ فرمائین بُرا جسکو وہ اچھا مین ہون

آئنہ تک مری حیرت کا تماشائی ہے
یار محفل مین تری طرفہ تماشا مین ہون

ہاے وہ شرم سے کہنا یہ کسیکا شبِ وصل
آؤ سینے سے لپٹ جاؤ کہ تنہا مین ہون

آکے وہ ناز سے کہتے ہین مری میت پر
ایک ٹھوکر سے جلا دونگا مسیحا مین ہون

جسکو ہم اپنا سمجھتے ہین یہ ہے قول اُس کا
مجھ سے تم بچکے چلو غیر کا سایا مین ہون

جسطرف سے یہ پھرین پھر گئی اُس سے تقدیر
یار آنکھون کا تری دیکھنے والا مین ہون

غیر سے مِلکے مری جان کے وہ خواہان ہین
کہتے ہین دلمین جگہ دو کہ تمنّا مین ہون

مجھسے کہتے ہین اُلٹ کر رُخِ روشن سے نقاب
خاک کرنے کو ترے برقِ تجلّی مین ہون

غیر مرتا ہے وہ اب سوگ مین بیٹھین گے ضرور
داغ کیا کیا نہ اُٹھاؤنگا جو ماتم مین ہون

دونون مشہور ہین یکسان نہ کوئی کم نہ زیاد
فرد تم حسن مین ہو عشق مین یکتا مین ہون

دل یہ کہتا ہے نکلجاؤنگا پہلو سے کمال
اب سمجھیے مجھے پیکان کسی کا مین ہون

ولہ

خود ہی آجائینگے اُنکو بیدھر کھینچے تو
اب وہ کھچنے کے نہین آہِ جگر کھینچے تو

راہ پر آئے گا جب بخت تو آجائینگے وہ
کہین اُن کو مری آہون کا اثر کھینچے تو

جب وہ مِل بیٹھین گے بنجائینگے سب وصل کے کام
اِس طرف اُن کو لگاوٹ کی نظر کھینچے تو

خشک ہوجائیگا یون پھر نہ رہیگا کوئی تک
دامنِ یار مرا دیدۂ تر کھینچے تو

خوب وہ سوئے شبِ وصل لپٹ کر ہمسے
اب دوپٹا کوئی ہنگامِ سحر کھینچے تو

مجھسے پوشیدہ نکل جائیگا دل سینے سے
اپنی جانب کوئی دزدیدہ نظر کھینچے تو

شکوے جی بھر کے کرینگے یہ تمنا ہے کمال
کھچنے والے کو محبت کا اثر کھینچے تو

ولہ

کہتا ہے دل کہ یاد کسیکی ادا کی ہے — ہو جاؤ ہوشیار کہ آمد قضا کی ہے
آنکھیں لڑا کے ہمکو بناتے ہو بیحیا — یہ آج شان اور تمھاری حیا کی ہے
دل کے کراہنے کا سبب کچھ نہ پوچھیے — وہ درد ہے کہ جسمیں کھٹک انتہا کی ہے
سنکر سوالِ بوسہ کسی کو زبان سے — کہنے نہ دی نہیں یہ عنایت حیا کی ہے
کہتا چلا یہ اُٹھکے مرے پاس سے مسیح — مرجانے کا یقین نہ توقع شفا کی ہے
سو جی ہیں شوخیان مرے پہلو میں بیٹھ کر — تمکو خبر بھی کچھ دلِ دردآشنا کی ہے
اُس آنکھ سے اٹھا دے تو ہی اسی ہوئے شوق — چلمن پڑی جو پردہ شرم و حیا کی ہے
بہر دعا اٹھاؤ نہ ہاتھ آکے وقتِ نزع — کو سو کہ مرنیوالے کو خواہش قضا کی ہے

جانا نگاہ پھیر کے فرقت کی شب کمال
وہ بیرخی بھی یاد دلِ بیوفا کی ہے

ولہ

دشمنِ جان بھی ہے دل دوست بھی ہے یار بھی ہے — بنکے غمار مسیحا کا طرفدار بھی ہے
مول ایسا نہیں کچھ اک نگہ ناز فقط — دل تو دیتا ہوں مگر کوئی خریدار بھی ہے
ہوشمیں آئین رہ عشق کے چلنے والے — یہ وہ کوچہ ہے جو آسان بھی ہے دشوار بھی ہے
کس کا دل کس کا جگر چھین کے لے آئے ہو — ناز و انداز میں جھگڑا بھی ہے تکرار بھی ہے
درد فرقت کی کھٹک وصل کی امید میں بھی — دل و گلشن ہے کہ گل بھی ہیں جہاں خار بھی ہے
یہ مرے قتل کا سامان ہے اللہ اللہ — ترچھی نظریں بھی ہیں پھر ہاتھ میں تلوار بھی ہے
مجکو دم توڑتے دیکھا تو کہا ظالم نے — سہل ایسا نہیں یہ مرحلہ دشوار بھی ہے
یہ سوال اُس نے کیا مجمع عشاق میں خوب — جور کسیمیں کروں کوئی وفادار بھی ہے

دم لبوں پر کبھی یوں آکے ٹھہرتا نہ کمال
شوقِ دیدار بھی ہے حسرتِ گفتار بھی ہے

کنور تخلص - کے دو شخص ہوے -

ایک راجہ روپ کشن بہادر ولد راجہ راج کشن بہادر رئیس کلکتہ صاحب دیوان گذرے ہین -

دوسرے - چکرورتی سنگھ باشندۂ اکبرآباد - ولد راجہ بلوان سنگھ تخلص راجہ -

غزل کنور

ہمیشہ[۵۱] کرے ہے نت[۵۱] ستم تازہ بتازہ نو بنو
اُس کی جُدائی ہے گران لیہ ہمارے روز و شب
اے صنم تو پُر جفا مجھ سے نہ ہو تو بے وفا
مجھ سے خفا تو جب سے ہے جی کو پیٹ[۵۱] ہے بیکلی

مجھ پہ نہین ہے وہ کرم تازہ بتازہ نو بنو
کٹتے نہین یہ درد و غم تازہ بتازہ نو بنو
تجھ کو خدا کی ہے قسم تازہ بتازہ نو بنو
دل پہ سدا ہے غم الم تازہ بتازہ نو بنو

بسکہ کنور ہے غمزدہ اُسکو بھی کر دے خوش ذرا
پڑھ کے غزل تو دمبدم تازہ بتازہ نو بنو

غزل کمتر[۵۲] شاہ

لے گیا وہ دلربا دل اے دل افسوس دل
مین نہ کہتا تھا پریشان ہوگا در سودائے زلف
نقد کو دل کے سمجھکر قلب اُس دلبر نے آج
لگ گئی کس کی نظر جو ہو گیا یون مضمحل

یہ گیا دل وہ گیا دل ہاے دل افسوس دل
ہے گرفتار بلا دل ہاے دل افسوس دل
بے درم ستا لیا دل اے دل افسوس دل
تھا بھلا چنگا مرا دل اے دل افسوس دل

مین نہ کہتا تھا تبون سے اے دل کمتر نہ مل
پھر خدا کی جو رضا دل ہاے دل افسوس دل

[۵۱] نت - ہمیشہ [۵۱] پیٹ - سراسر - نہایت -

[۵۲] کمتر تخلص کمتر شاہ نام شعراے متقدمین سے گذرے ہین اور حالات ان کے نہین معلوم ہوے اگر ناظرین کو معلوم ہون مؤلف ہذا کو مطلع فرمائین +

میر تخلص - میر محمد تقی اکبر آبادی ولد میر عبداللہ ہمشیرہ زادہ و شاگرد سراج الدین علیخان - آرزو عنفوان شباب مین دہلی گئے تھے وہان سے لکھنؤ مین جاکر سکونت اختیار کی - نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم کی سرکار سے انکا وظیفہ مقرر ہوا تھا ۱۲۲۵ھ ہجری مین فوت ہوے سوائے قصیدہ کے جمیع اصناف سخن پر قادر تھے - اشعار آپکے بغایت مرتبۂ بلند رکھتے ہین فرط اشتہار سے حاجت بیان نہین - مثنوی اور غزل گوئی مین اُستاد مسلم الثبوت تھے - بلکہ ریختہ کو آپ ہی حضرت کے دم سے معراج حاصل ہوا ہے آپ کی اُستادی سے کسی کو انکار نہین ہے چنانچہ ایک جگہ حضرت امام بخش صاحب ناسخ خواجہ آتش کے قول کو تسلیم کرکے یون فرماتے ہین ؎

ناسخ اپنا تو مقولہ ہے بقول آتش
خود وہ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہین

جو درد کہ آپ کے کلام مین ہے کسی شاعر ریختہ گو کے کلام مین نہین ہے - آپ کے کلام کی سلاست وصفائی سوز و گداز محاورات کی خوبی اور معاملہ بندی آج تک مانی جاتی ہے آپ کے کلام کی درد آمیزی کے متعلق حضرت امیر مینائی مرحوم نے اپنی ایک غزل کے مقطع مین کیا خوب اعتراف کیا ہے فرماتے ہین ؎

سودا و میر دونون تھے اُستاد پر امیر
ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

آپ کے کلام مین صرف سوز و گداز ہی نہین ہے بلکہ مضمون آفرینی اور بلند پروازی مین بھی آپکا دماغ اعلیٰ مرتبہ پر تھا - مگر آپ نے عمداً اُس رنگ کو چھوڑ کے سہل ممتنع کہنا اختیار کیا تھا - یا یون کہنا چاہیے کہ رفتہ رفتہ آپ کی مشق نے آپ کو اس درجہ پر پہونچا دیا تھا - بلاغت مین جس پایہ کا آپ کا کلام ہے اُس پایہ تک سوائے مرزا نوشہ غالب کے کوئی نہ پہونچ سکا - غالب بھی اپنے نام کا تھا جہان کہین میر نے جگہ دی ہے تو یہ بہت تیز روی سے اُس مقام پر پہونچا ہے جہان آج تک کسی کے دماغ کا گذر نہین ہوا - اگر میر نے کسی شعر مین بلاغت کا حصہ لیا ہے

تو مرزا نوشہ نے فصاحت کا ساگر آپ کا کوئی شعر نزاکت اور غلو مین بالا ہے تو مرزا نوشہ کا مذاق سلیم اور رنگینی بیان مین اعلیٰ ہے - اور جہان کہین آپ نے لاجواب اور بیمثل کہا ہے وہان مرزا نوشہ بھی ٹال گئے اور چونکہ منصف مزاج تھے سمجھ گئے کہ اب اسکے مقابلے مین نہین ہوسکتا ہے - چنانچہ ہم اپنے قول کی تصدیق کے لیے آپ کی اور غالب کی ایک ایک غزل ہم قافیہ وہم ردیف ذیل مین لکھتے ہین - ناظرین ملاحظہ فرمائین کہ جس قافیہ کو آپ نے نہایت بلاغت سے فرمایا ہے اُسی قافیہ کو مرزا نوشہ غالب نے جگہ پاکر کہان پہونچایا ہے اور جو قافیہ آپ نے لاجواب فرمایا ہے وہان غالب نے بھی دم نہین مارا ہے - آپ کے چھ دیوان ریختہ مع قصائد و مثنوی کے نظر سے گذرے ہین ایک دیوان فارسی اور ایک تذکرۂ شعرا اور ایک رسالۂ میر فیض بھی آپ سے یادگار ہے - مرشد شعرا رو خاصۂ سخن آپ کو کہنا بجا ہے ہم آپ کا مختصر کلام درج ذیل کرتے ہین وہو ہذا -

غزل

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا — اب جو جگہ ہے داغ وہان پہلے درد تھا
اک گرد راہ تھی سے محمل تمام راہ — کس کا غبار تھا کہ یہ دُنبالہ گرد تھا
دل کی شکستگی نے درآئی رکھا ہمین — وان جبین جبین پہ آئی کہ یان رنگ زرد تھا
مانند حرف صفحۂ ہستی سے اُٹھ گیا — دل بھی مرا جریدۂ عالم مین فرد تھا
تھا پشتہ[1] ریگ بادیہ اک وقت کارواں — یہ گرد باد کوئی بیابان نورد تھا
گذری مدام اسکی جوانان مست مین — پیر مغان بھی طرفہ کوئی پیر مرد تھا

[1] پشتہ ریگ بادیہ سے وہ تودے مراد ہین جو صحرا و میدان مین گرد باد سے دبکر جا بجا رہجاتے ہین - دیکھیے - میر نے اس سچے اور اصلی واقعہ کو جسکو غزل سے کوئی تعلق نہ تھا کس خوبی سے مذاق عشق کے پیمانہ مین ڈھالا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرد باد وحشی دشت گرد ہی بلکہ اس عشق کے صحرا کا ہر صحرا ایک ذرہ اور اسکے دریا کا ہر دریا ایک قطرہ ہے - مگر مرزا نوشہ نے اس قافیہ کو ایسا کہا ہے جسکی تعریف نہین ہوسکتی جواہر حل کیے ہین -

عاشق ہین ہم تو میر کے اس ضبطِ عشق کے
دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا[۵۲]

انھین قوافی اور ردیف مین مرزا اسد اللہ خان غالب کی یہ غزل ہے

غزل

دہمکی مین مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خون ہے اب
اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
زندان مین بھی خیالِ بیابان نورد تھا

یہ لاش بے کفن اسدِ خستہ جان کی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

غزل میر

جانِ[۵۱] اپنا جو ہمنے مارا تھا
کچھ ہمارا اسی مین وارا تھا

کون لیتا تھا نام مجنون کا
جب کہ عہدِ جنون ہمارا تھا

کوہ و فرہاد سے کہین آگے
سر مرا اور سنگ خارا تھا

ہم تو تھے محوِ دوستی اس کے
گو کہ دشمن جہان ہمارا تھا

لطف سے پوچھتا تھا ہر کوئی
لطف جب تلک کشف کچھ ہمارا تھا

آستان کی کسو کے خاک ہوا
آسمان کا بھی کیا ستارا تھا

پانوں چھاتی پہ میرے رکھ چلنا
یان کبھو اس کا یون گذارا تھا

۵۱ نسخۂ دیوان مین اگر کسی کا لفظ طاہر ہوا ہے ۱۲

۵۲ حضرات ناظرین! دیکھیے سرد کا قافیہ میر کے مقطع مین ایسا ہے کہ اسکے مقابلہ کا مرزا نوشہ سے ممکن نہوا اسی بات کا اندازہ کر کے انھنے اس قافیہ کو ہاتھ نہین لگایا۔ مرزا صاحب مذکور کی غزل ملاحظہ ہو ۱۲

موسم گل مین ہم نہ چھوٹے حیف
گشت تھا دید تھا نظارا تھا
اس کے ابرو جھکے ادھر
قتل کا تیغ سے اشارا تھا

عشق بازی مین کیا ہوے ہین میر
آگے ہی جی انھون نے ہارا تھا

ولہ

برقع کو اٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے
اے ناقۂ لیلیٰ دو قدم راہ غلط کر
مجنون زخود رفتہ کبھو راہ پر آوے
ٹک بعد مرے میرے طرفدار دن کہتے تو
کوئی بھیجیو ظالم کہ تسلی تو کر آوے
کیا ظرف ہے گردون تنک حوصلہ کا جو
آشوب فغان کے مرے عہدے سے بر آوے
ق
ممکن نہین آرام دے بیتابی جگر کی
جبتک نہ پلک پر کوئی ٹکڑا نظر آوے
مت ممتحن باغ ہوا غیرت گلزار
گل کیا کہ جسے آگے ترے بات کر آوے
کھلنے مین ترے منھ کی کلی پھاڑے گریبان
ملنے مین ترے ہنٹھونکے کلیجہ نکل آوے
ہم آپ سے جاتے رہے ہین ذوق خبر مین
اے جان بلب آ مدد رہ تا خبر آوے

کہتے ہین ترے کوچہ سے میر آنے کے[۵۱] ہے
جب جانیے وہ خانہ خراب اپنے گھر آوے

ولہ

کعبے مین جان بلب تھے ہم دوری بتکدے سے
اب کے جو آئے ہین پھر کے یار و ابکی خدا کے یان سے
تصویر کے سے طائر خاموش رہتے ہین ہم
جی کچھ اچٹ گیا ہے اب کی فغان سے
جب کوندتی ہے بلبل تب جانب گلستان
رکھتی ہے چھیر میرے خاشاک آشیان سے
کیا خوبی اسکے منھ کی اے غنچہ نقل کریے
تو تو نہ بول ظالم یہ بو آتی ہے دہان سے

[۵۱] کتے یہ لفظ ہندی ہے اصل زمانے مین یہی فصیح سمجھا جاتا تھا اب متروک ہے ۱۲ [۵۲] اب بجاے اسکے کہتا ہو بولتے ہین ۱۲
[۵۳] اسی مضمون کو میر سوز نے بھی اچھی طرح باندھا ہے ؎ دھوئی کیا تھا گل نے اس رنج سے تمام کا + ماریں صبا نے دھول اس شبنم نے منھ پہ تو کا

آنکھون ہی مین رہے ہو دل سے نہین گئے ہو
حیران ہون یہ شوخی آئی تھین کہان سے

سبزانِ باغ سارے دیکھے ہوے ہین اپنے
دلچسپ کا ہر کو ہین اُس بے وفا جوان سے

کی شست و شو بدن کی جسدن بہت سی سنے
دھوئے ہین ہاتھ مین نے اُسدن سے اپنی جان سے

خاموشی ہی مین ہمنے دیکھی ہے مصلحت اب
ہر اک سے حال دل کا مت کہا زبان سے

اتنی ہے بدمزاجی ہر لحظہ میر تم کو
اُلجھاؤ ہے زمین سے جھگڑا ہے آسمان سے

ولہ

نہ گلشن مین جمن پیرانے بلبل تجھکو جا دی ہے
سپاس ایزد کی جس نے یہ ڈالی نوادی ہے[۵۱]

نہین ٹک بیٹھنے دیتے تم اپنی بزم مین ہمکو
مروت رسم تھی مدت کی سو تم نے اُٹھا دی ہے

رہائی چکل بازِ فلک سے مجھ کو مشکل تھی
مری یہ بند چڑیا کی سی مولا نے چھڑا دی ہے

درِ گلزار پیش از صبح وا اے باغبان مت کر
اُڑا لیتی ہے مٹی بھی صبا اک چور بادی ہے

کجی ذہن اس وادی مین گمراہی کی ہے باعث
سلیم الطبع کو تو پانون کا ہر نقش ہادی ہے

ہوئی ہے دل کی محویت سے یکسان یاں غم و فرحت
نہ ماتم مرنے کا ہے میر نے جینے کی شادی ہے

ولہ

ہے غزل میر یہ شفائی کی
ہم نے بھی طبع آزمائی کی

اُس کے ایفاے عہد تک نہ جیے
عمر نے ہم سے بیوفائی کی

وصل کے دن کی آرزو ہی رہی
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

منتین ہین شکستہ پائی کی
اسی تقریب اُس گلی مین رہے

کاسہ[۵۲] چشم لے کے چون نرگس
ہم نے دیدار کی گدائی کی

زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

---

۵۱ زوانا متروک ہوگیا اب بجاے اس کے چھکانا بولتے ہین۔

۵۲ آتش نے بھی خوب کہا ہے ؎ آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے ٭ دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کے لیے۔

مومن تخلص حکیم محمد مومن خان مرحوم ولد حکیم غلام نبی خان مغفور دہلوی غزل مین شاہ نصیر دہلوی سے اصلاح لیتے تھے۔ ۱۲۱۵ھ ہجری مین پیدا ہوے۔ آپ نہایت ذکی اور ذہین آدمی تھے۔ آپ کی روش خاص معاملہ بندی ہے۔ ذوق و غالب کے ہمعصر تھے۔ ایک دیوان ضخیم کہ اصناف سخن پر مشتمل ہے اور مثنویات متعدد مثل قصۂ غم و شکایت ستم و قول غمین و تلف آتشین آپ سے صفحہ روزگار پہ یادگار ہین علاوہ زبان اردو کے فارسی مین بھی شہرۂ آفاق تھے لیکن فارسی کلام جمع کرنے کی نوبت نہین آئی ۱۲۶۸ھ ہجری مین کوٹھے سے گر کر قضا کی۔ ماتم مومن خان۔ آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔ آپ علاوہ شاعری کے حکمت و علم نجوم مین بھی بہت کامل تھے۔

غزل

گر وہان بھی یہ خموشی اثر افغان ہوگا — حشر مین کون مرے حال کا پرسان ہوگا
اُسنے بدخو[۵۱] کا کرم بھی ستم جان ہوگا — مین تو مین غیر بھی دل دے کے پشیمان ہوگا
اور ایسا کوئی کیا بے سر و سامان ہوگا — کہ مجھے زہر بھی دیجے گا تو احسان ہوگا
کہو مجھسا دم نظارۂ جانان ہوگا — آئنہ آئنہ دیکھے گا تو حیران ہوگا
خواہش مرگ ہو۔ اتنا نہ ستانا ورنہ — دل مین پھر تیرے سوا اور بھی ارمان ہوگا
ایسی لذت خلش دل مین کہان ہوتی ہے — رہ گیا سینہ مین اُسکا کوئی پیکان ہوگا
بوسہ ہاے لب شیریں کے مضامین مین نکیون — لفظ سے لفظ مرے شعر کا چسپان ہوگا
کہہ سناتے ہو کہ ہے ہجر مین جینا مشکل — مانا بھی نہ تمسے بے رحم پہ مرنے سے تو احسان ہوگا
حیرت حسن نے دیوانہ کیا گر اُس کو — دیکھنا خانۂ آئینہ بھی ویران ہوگا
دیدۂ منتظر آتے نہین بجھ تک شاید — کہ مرے خواب کا بھی کوئی نگہبان ہوگا
ایک ہی جلوۂ مہر و مین ہوا سو ٹکڑے — جامۂ صبر جسے کہتے ہین کتان[۵۲] ہوگا

---

۵۱ معشوق کی تعریف ایسے الفاظون کے ساتھ کرنا خاص حضرت ہی کا حصہ ہے ۱۲۔
۵۲ لفظ "کتان" بغیر تشدید ہے حضرت مومن نے یہان ضرورت کے لیے مشدد نظم کر لیا ہے ۱۲

گر یہی گرمیِ مضمونِ شریر ریز رہی
رشتۂ شمع سے شیرازۂ دیوان ہوگا

کیونکر امیدِ وفا سے ہو تسلی دل کو
فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا

گر ترے خنجرِ مژگان نے کیا قتل مجھے
غیر کیا کیا ملک الموت کے قربان ہوگا

اپنے انداز کی بھی ایک غزل پڑھ مومن
آخر اس بزم میں کوئی تو سخندان ہوگا

ولہ

عدم میں رہتے تو شاد رہتے اُسے بھی فکرِ ستم[۵] نہ ہوتا
جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

ہوئی خجالت سے نفرت افزون گلے کیے خوب آخرین دم
وہ کاش اک دم ٹھہر کے آتے کہ میرے لب پر بھی دم نہ ہوتا

پڑا ہے مرنا بس اب تو ہم کو جو اُس نے خط پڑھکے نامہ بر سے
کہا کہ گر سچ یہ حال ہوتا تو دفتر استار قم نہ ہوتا

کسی کے جانے کا دھیان آیا وگرنہ دو دِ فغان سے میرے
اگر ہزارون سپہر بنتے تمھارے آنکھون میں نم نہ ہوتا

جو آپ در سے اُٹھا نہ دیتے کہین نہ کرتا مین جبہ سائی
اگر چہ یہ سر نوشت مین تھا تمھارے سر کی قسم نہ ہوتا

وصال کو ہم ترس رہے تھے جواب ہوا تو مزا نہ پایا
عدو کے مرنے کی جب خوشی تھی کہ اُسکو رنج و الم نہ ہوتا

جہان تنگ و ہجوم وحشت غرضکہ دم بد بُری بنی تھی
کہان مین جاتا نہ جی ٹھہرتا کہین جو دشتِ عدم نہ ہوتا

---

[۵] فکر مذکر باندھا ہے۔ اب مونث بولتے ہین ۱۲۔ ع۵ دھاگا۔ ڈور ۱۲۔

مگر رقیبون نے سر اُٹھایا کہ یہ نہ ہوتا تو بہیر وست
نظر سے ظاہر حیا نہ ہوتی حیا سے گردن مین خم نہ ہوتا
وہان ترقی جمال کو ہے یہان محبت ہے روز افزون
شریکِ زیبا تھا بوالہوس بھی جو بیوفائی مین کم نہ ہوتا
غلط کہ صانع کو ہو گوارا خراشِ انگشتہاے نازک
جواب خط کی ہمیدر رکھتے جو قولِ جفّ القلم[۵۱] نہ ہوتا
یہ بے تکلف پھر ارہی ہے کشش دلِ عاشقان کی اُس کو
وگرنہ ایسی نزاکتون پر خرامِ نازک قدم نہ ہوتا
وصال تو ہے کہان میسّر مگر خیالِ وصال ہی مین
مزے اُڑاتے ہوس نکلتی جو ساتھ اندازِ رم نہ ہوتا

ہوا مسلمان مین اور ڈر سے نہ درسِ واعظ کو سنکے مومن
بنی تھی دوزخ بلا سے بنتی عذابِ ہجرِ صنم نہ ہوتا

وله

نہ کیونکر بس نمود اجاؤن کہ یاد آتا ہے رہ رہکر — مراجاؤن — وہ تیرا مسکرانا کچھ مجھے ہونٹونمین کہہ کہہ کر
کہان بختِ جگر ہین سیلِ گریہ مین چڑھا دریا — چلے آتے ہین یہ ڈوبے ہوؤنکے لاشے بہ بہکر
بہارِ باغ دو دن ہے غنیمت جان اے بلبل — ذرا ہنس بول لے ہو زمزمہ پرداز چہچہہ کر
نوید اے دل کہ رشکِ غیر سے چھوٹے اُسے ہمنے — ستم کا کر دیا خوگر جفاؤن سہہ سہہ کر
ستم اے شدتِ گریہ سرایت خون نے کی پرکی — رکھے رومال چشمِ خون فشان پر لاکھ تہ تہ کر
لگی ہچکی ہے سر زانو سے غم پر ہے کہ یاد آیا — کسی کا ہاتھ ہر دم مارنا زانو پہ قہقہہ کر

خدا کو مان اپنی راہ لے کعبے کو جا مومن — صنم خانے مین کیا لیوگا اے کم گشتہ رہ رہکر

۵۱ جفّ القلم بما ہو کائن۔ خشک ہو گیا قلم یعنی لکھ چکا وہ جو امور ہونے والے ہین۔ یہ حدیث ہے ۱۲

ولہ

کیا کروں کیونکر رُکوں ناصح رُکا جاتا ہے دل
پیش کیا چلتی ہے اُس سے جبر آجاتا ہے دل

سوزشِ پروانہ دکھلاتے ہو کیا مجھ کو جلا
دیکھ جلتے شمعِ محفل کو جلا جاتا ہے دل

یا الٰہی مجھ کو کس پردہ نشین کا غم لگا
سینہ میں اندر ہی اندر کچھ گھلا جاتا ہے دل

حیرتِ دیدار بس آئینہ رکھدے ہاتھ سے
اپنی حالت دیکھ کر ظالم کٹا جاتا ہے دل

کوئی سُنتا ہی نہیں بکتا ہے کیوں دیوانہ وار
میرے دل کے ساتھ ناصح کا بھی کیا جاتا ہے دل

مت بگڑ تو ہر زہ گوئی سے مری انصاف کر
کچھ بھی مجھ میں آتی ہی جب ای بیوفا جاتا ہے دل

وہ ستمگر دلبرِ عالم ادھر آتا ہے اب
کیا بنے گی دیکھیے رہتا ہے یا جاتا ہے دل

ہاتھ اُٹھائے کسکے دل سے کس کے سینہ پر دھرے
ہاتھ سے اغیار کا بھی تو چلا جاتا ہے دل

آہِ گریہ دمِ اندوہ بے موجب نہیں
سینے میں رُکتا ہے جب آنکھوں میں آجاتا ہے دل

چاہتا ہوں میں تو مسجد میں ہوں مومن ولے
کیا کروں بتخانہ کیجانب کھینچا جاتا ہے دل

ولہ

آنکھوں سے حیا ٹپکے ہے انداز تو دیکھو
ہے بوالہوسو نیز بھی ستم ناز تو دیکھو

اُس بت کیلئے میں ہوسِ حور سے گذرا
اُس عشقِ خوش انجام کا آغاز تو دیکھو

پیشِ نمک مری وحشت پہ ہے کیا حضرتِ ناصح
طرزِ نگہِ چشمِ فسون ساز تو دیکھو

ارباب ہوس ہار کے بھی جان نہ کھیلے
کم طالعیِ عاشقِ جانباز تو دیکھو

مجلس میں مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ
بدنامیِ عشاق کا اعزاز تو دیکھو

محفل میں تم اغیار کو دزدیدہ نظر سے
منظور ہے پنہان نہ رہے راز تو دیکھو

اُس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک[1]
شعلہ سا چمک جاتے ہی آواز تو دیکھو

دیں پاکیِ دامن کی گواہی مرے آنسو
اُس یوسفِ بیدرد کا اعجاز تو دیکھو

[1] ایک راگ کا نام ہے کہ گانے سے آگ لگ جاتی ہے کہا جاتا ہے ۱۲

جنت مین بھی مومن نہ ملا ہائے تو نسے
جو راحلِ تفرقہ پرداز تو دیکھو

مذکورۂ بالا ردیف مین فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی نے ذیل کی غزل لکھی ہے

غزل

کیا خود وعدہ عیاری تو دیکھو
دل آزارون کی دلداری تو دیکھو

مرے دل کی وفاداری تو دیکھو
پھر اُس پر اپنی عیاری تو دیکھو

وہ کہتے ہین مرے غم مین نہ مرنا
یہ مجبوری یہ لاچاری تو دیکھو

بنا لین شرم آلودہ نگاہین
تغافل مین یہ ہشیاری تو دیکھو

مٹا نقشِ وفا اُس بت کے دل سے
ہماری گریہ وزاری تو دیکھو

نہ عاشق کا نہ یہ معشوق کا دست
فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو

پھنسایا اُس بتِ بیگانہ وش کو
محبت کی گرفتاری تو دیکھو

غزل کیا خاک لکھین حضرتِ داغ
ہجوم کارِ سرکاری تو دیکھو

غزل مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھ پہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی بیٹھے سب مین جو روبرو تو اشارتون ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانے کو دم بہ دم
گلۂ ملامتِ اقربا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمھارے جی کو بری لگی
تو بیان سے پہلے ہی بولنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہیں نہیں کی ہر آن ادا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ گنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
مین وہی ہون مومن مبتلا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ولہ

دفن جب خاک مین ہم سوختہ سامان ہونگے
فلس ماہی کے گل شمع شبستان ہونگے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جانان ہونگے
نیم بسمل کئی ہونگے کئی بیجان ہونگے

تاب نظارہ نہین آئنہ کیا دیکھنے دون
اور بنجائینگے تصویر جو حیران ہونگے

تو کہان جائیگی کچھ اپنا ٹھکانا کرلے
ہم تو کل خواب عدم مین شب ہجران ہونگے

ناصحا دل مین تو اتنا تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوے کیا تجھسے بھی نادان ہونگے

کرکے زخمی مجھے نادم ہون یہ ممکن ہی نہین
گر وہ ہونگے بھی تو بے وقت پشیمان ہونگے

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

ہم نکالینگے سن اے موج ہوا بل تیرا
اُس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

صبر یارب مری وحشت کا پڑے گا کہ نہین
چارہ فرما بھی کبھی قیدی زندان ہونگے

سنت حضرت عیسیٰ نہ اٹھائینگے کبھی
زندگی کے لیئے شرمندۂ احسان ہونگے

تیرے دل تفتہ کی تربت پہ عدو جھوٹا ہے
گل نہونگے شرر آتش سوزان ہونگے

غور سے دیکھتے ہین طوف کو آہوے حرم
کیا کہین اُس کے سگ کوچہ کے قربان ہونگے

داغ دل نکلینگے تربت سے مری جون لالہ
یہ وہ اخگر نہین جو خاک مین پنہان ہونگے

چاک پردے سے یہ غمزے ہین تو اے پردہ نشین!
ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہونگے

پھر بہار آئی وہی دشت نوردی ہوگی
پھر وہی پانون وہی خار مغیلان ہونگے

سنگ اور ہاتھ وہی وہ ہی سر و داغ جنون
وہی ہم ہونگے وہی دشت و بیابان ہونگے

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

ولہ

ہے دلمین غبار اُس کے گھر اپنا نہ کرین گے — ہم خاک مین ملنے کی تمنّا نہ کرین گے
کیونکر یہ کہین منّتِ اعدا نہ کرین گے — کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرین گے
ہنس ہنس کے وہ مجھسے ہی مرے قتل کی باتین — اس طرح سے کرتے ہین کہ گویا نہ کرین گے
کیا نامہ مین لکھون دلِ بستہ کا احوال — معلوم ہے پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرین گے
غیرون سے شکر لب سخنِ تلخ بھی تیرا — ہر چند ہلاہل ہو گوارا نہ کرین گے
بیمارِ اجل چارہ کو گر حضرتِ عیسٰی — اچھا بھی کرین گے تو کچھ اچھا نہ کرین گے
جھنجھلاتے ہو کیون دیجیے اک بوسہ نہین کا — ہو جائین گے لب بند تو غوغا نہ کرین گے
دیوار کے گر پڑتے ہی اُٹھنے لگے طوفان — اب بیٹھ کے کونے مین بھی رویا نہ کرین گے
گر سامنے اُن کے بھی گرے اشک تو اُن سے — کیون روزِ جزا خون کا دعویٰ نہ کرین گے
کس وقت کیا مرد مکِ چشم کا شکوہ — اے پردہ نشین ہم تجھے رسوا نہ کرین گے
ناصح کفِ افسوس نہ مل چل تجھے کیا کام — پامال کرین گے وہ مجھے یا نہ کرین گے
اُس کُو مین ٹھہرنے نہ دیا جوشِ قلق نے — اغیار سے ہم شکوۂ بیجا نہ کرین گے
گر ذکرِ وفا سے یہی غصّہ ہے تو اب سے — دعوٰی گو قتل کا وعدہ ہو تقاضا نہ کرین گے

مومن وہ غزل کہتے ہین اب جس سے یہ مضمون
کھُل جائے کہ ترکِ درِ بتخانہ کرین گے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی — ولہ — تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
لگی ٹھوکر جو پائے دلربا کی — مہینون تک مری تربت ہلا کی
صبا نے اُس کے کوچے سے اڑا کر — خدا جانے ہماری خاک کیا کی
وہ سوتے بیحجابانہ رہے رات — نگاہِ شوق نے کام اپنا کیا کی

رسماں

سلہ مخفف ہے کوچہ کا بمعنے گلی ۱۲۔

وصالِ یار سے دونا ہوا عشق — مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی
ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے — کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

کہا اُس بت سے مرتا ہے وہ مومن
کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

اسی ردیف و قوافی مین فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم کی یہ غزل ہے

غزل

جفا کی اِن بتون نے یا وفا کی — دیا دل ابتو جو مرضی خدا کی
نئی شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی — تغافل یون کیا گویا حیا کی
ہمارا درد دیکھا جائے کس سے — ہمیشہ روح کھنچتی ہے دوا کی
شبِ اندوہ و غم کا پوچھنا کیا — بنا کی جو مرے دم پر بنا کی
مٹاؤن داغِ ہجرانِ دل سے کیونکر — وہ پوچھینگے نشانی میری کیا کی
جوابِ قتل کیا قاتل نے سوچا — کہ اُس کو عید ہے روزِ جزا کی
کھلا اُن کی جفا کا کچھ نہ باعث — مگر اتنا کہ ہم سے کیون وفا کی
لگی ہے سینے سے دشمن کی تصویر — وہ کھولین کیا گرہ بندِ قبا کی
لڑے ہین غیر سے غصہ ہے مجھپر — کوئی پوچھے تو مین نے کیا خطا کی
الٰہی وصل کی ہی رات دے ڈال — مجھے کوئی گھڑی روزِ جزا کی
رہی یان صلح پر بھی جنگ باہم — طبیعت اُن سے مِل مِل کر لڑا کی
ابھی اقرار اُس کا ہو چکا تھا — اِدھر دیکھو تو پھر ہم سے حیا کی
پھر اُس بت پر فدا ہین حضرتِ داغ — قسم کھائی تھی کعبے مین خدا کی

مثمن ۔ مومن

اے چارہ گر آ چک کہ دمِ چارہ گری ہے — جانا مین جان سے مرتا ہون تجھے بیخبری ہے

کیون پہلے ہی درمان سے یقین بے اثری ہے
اپنی سی تو کر دیکھ عجب نسخہ وری ہے
ہو جاؤن مین جان بر تو تری ناموری ہے
یون دعوئے بیصرفہ تو بیہودہ سری ہے

اگر ہم سے مریضون کی دوا ہووے تو جانین
بیمار محبت کو شفا ہووے تو جانین

ہر چند کہ درمان ہی نہین عشق بتان کا
زخم دل مجروح پہ لگتا نہین ٹانکا
مرنا قلق ہجر مین بچنا ہے یہان کا
پرسش کرو اہل علاج اپنی تو جان کا
وہ حال نہین ہے دل بیتاب و توان کا
تھمتا نظر آتا ہے لہو زخم نہان کا

تاثیر دوا اب تری کر جائے تو کر جائے
ہر چند کہ ناسور ہے بھر جائے تو بھر جائے

یعنی کہ دل اس دشمن جانی سے پھر اب
گو تھا مرض الموت پہ ممکن ہے شفا اب
بیطاقتی جان نہین آزار فزا اب
سینے سے مرے ہاتھ جدا ہونے لگا اب
وہ عشق کی خاطر ہے نہ وہ پاس وفا اب
وہ فتنہ کی الفت ہے نہ وہ شوق بلا اب

کچھ کام نہین پیچ و خم زلف دوتا سے
کھایا کرے بل سیکڑون اب میری بلا سے

اک عمر تلک زیست سے بیزار رہا مین
سرمشق غم و وقف صد آزار رہا مین
معشوق کے پرہیز سے بیمار رہا مین
افسردہ دل گرمئ اغیار رہا مین
کیا کیا نہ مصیبت مین گرفتار رہا مین
بیجرم سزاؤن کا سزاوار رہا مین

آخر طپش اس آتش خاموش مین آئی
جان گرمئ غیرت سے غضب جوش مین آئی

کل گھر مین وہ بیٹھے تھے سراسیمہ و حیران
اس حال کے دیکھے سے ہوا حال پریشان
غصہ کے سبب چھپ نہ سکی رخش پہنان
سمجھا مین کہ یون بھی تو ہے مایوسی و حرمان

انصاف کرو صبر کرے کب تلک انسان | ناچار کہا طعن سے مین نے کہ مری جان

اس سوچ مین بیٹھے ہو ذرا سر تو اٹھاؤ
گو دل نہین ملتا ہے پر آنکھین تو ملاؤ

دیکھو تو ادھر کو کہ کبھی یار رہے ہم بھی | غیرون کی طرح محرم اسرار رہے ہم بھی
سرمست مے حیرت دیدار رہے ہم بھی | آئینہ نمط پشت بدیوار رہے ہم بھی
منظور نظر صورت اغیار رہے ہم بھی | اس چشم عنایت کے سزاوار رہے ہم بھی

یون شربت دیدار رسم آمیز نہین تھا
کچھ نرگس بیمار کو پرہیز نہین تھا

کیئے تو یہ کیا بات ہے قربان تمہارے | کچھ طور نظر آتے ہین بدلے ہوے سارے
ہے ناز نہ ایما نہ ادا ئین نہ اشارے | اب کس لیے رہتے نہین تم گھر مین ہمارے
آئے کبھی برسون مین تو آتے ہی سدھارے | بیٹھے بھی اگر پاس تو چپ شرم کے مارے

یہ
پھر کس لیئے گھونگھٹ رخ روشن پہ لیا ہے
پھر کیون نئے سر سے وہی پہلی سی حیا ہے

وہ ہی تو ہون مین ہمدم و دمساز تمہارا | مژ نظر چشم و نظر باز تمہارا
وہ جس کے ہو اصرف سب انداز تمہارا | اک عمر تلک جسپہ رہا ناز تمہارا
وہ محرم ہر غمزۂ غماز تمہارا | پوشیدہ نہ تھا جس سے کوئی راز تمہارا

حسن آئینہ دیدۂ دیدار طلب تھا
سرحلقۂ عشاق وفادار لقب تھا

وہ مہر وہ الفت وہ محبت ہی نہین ہے | تھا یا طبع مین الطاف تھی یا بر سر کین ہے
بیہودہ سدا ابروے خمدار مین چین ہے | بیوجہ شب و روز شکن زیب جبین ہے
آتے ہی یہان بس چلے جانے کی کہین ہے | اب ہوش کہین آپ کہین دھیان کہین ہے

فرق آہ پڑا طرزِ ملاقات مین کیسا
غصہ ہی چلا آتا ہے ہر بات مین کیسا

وہ پیچِ خمِ طرّۂ طرّار کہان ہے
وہ کشمکشِ کاکلِ خمدار کہان ہے
وہ نازکیِ نرگسِ بیمار کہان ہے
وہ تازگیِ وردِ رخِ یار کہان ہے
وہ بوے تنِ رشکِ سمنزار کہان ہے
وہ رنگِ رخِ غیرتِ گلزار کہان ہے

گلگونہ سے چہرے پہ وہ رنگت ہی نہین اب
بدلے گئے کچھ تم تو وہ صورت ہی نہین اب

ہے مسمع مین ہر روز فزون سرخ فزائی
اپنے مین سماتے نہین کیا دل مین سمائی
یہ تندیِ خو تو نہین کچھ گرم ادائی
اس شعلہ مزاجی نے مری جان جلائی
ہر ایک سے ہر بات پہ ہوتی ہے لڑائی
کیون خصلتِ مذموم پسند آپ کو آئی

کس واسطے بیوجہ غضبناک ہوے ہو
کچھ شرم مین تھا عیب کہ بیباک ہوے ہو

تھا شرم مین کیا عیب

تم گھر مین کہان آئے کہ گویا غضب آیا
کوئی ہو جہان سامنے آیا غضب آیا
کچھ خیر تو ہے ایسا کہان کا غضب آیا
پھر لڑ کے چلے جاتے ہو یہ کیا غضب آیا
سمجھو تو ذرا بات کہ بیجا غضب آیا
گھر والے کہان جائین یہ کیسا غضب آیا

بیوجہ عداوت کا سزاوار تو مین ہون
اور وبنہ ہے کیون ظلم گنہگار تو مین ہون

ہر اک سے بگڑ کر مرے دم پر نہ بناؤ
دن رات جہان رہتے ہو اب بھی وہین جاؤ
کیون ہاتھ سے جاتے ہو تم اتنا بھی نہ آؤ
جو تم کو ستایا کرے تم اس کو ستاؤ
دل سرد ہوا تم سے مزاجی نہ جلاؤ
اس گرمیِ الفت کو بس اب آگ لگاؤ

سمن بوزن چمن ۔ گل سفید رنگ با خوشبو "وزار" یعنی جاے مثل گلزار ۱۲

کب تک جلے کوئی یہ طپش خاک میں ملجائے
ٹھنڈا ہو کلیجہ جو کہیں سوزشِ دل جائے

افسوس مرے غم نے نہ کی کچھ میں سرایت
بیفائدہ سے آئے نظر حرف و حکایت
آئی وہی در پیش جو تھی عشق کی غایت[1]
بیجا ہیں گلے سب مرے بیہودہ شکایت
بھولے سے جو ملجاتے ہو یہ بھی ہے عنایت
یعنی ہوں سبب پوچھ کے شرمندہ نہایت

ہے رنج بجا بات یہ بھائی مرے جی کو
سچ کہتے ہو دل میں نے دیا اور کسی کو

میں ہی تو رہا ہوں کہیں شب کو خوش و خرم
میں نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم
میرے ہی نظر سے ہے عیاں نیند کا عالم
آتی ہے جمائی پہ جمائی سے مجھے ہر دم
انگڑائیاں لیتا ہوں پڑا میں ہی تو پیہم
میرے ہی تو گردن میں پڑا جلے ہے کچھ خم

میرے ہی تو آنکھوں میں غضب نیند بھری ہے
میرے ہی جبیں ہے یہ جو گھٹنے پہ دھری ہے

میں ہی تو کہیں رات کو بیدار رہا ہوں
میں ہی تو ہم آغوشِ طلبگار رہا ہوں
میں ہی تو مئے وصل سے سرشار رہا ہوں
میں ہی تو کف غیر سے میخوار رہا ہوں
مالک ہوسِ تازہ خریدار رہا ہوں
لذت دہِ اوباشِ ہوس کار رہا ہوں

بدمستیاں میری ہی تو آنکھوں نے عیاں ہیں
میرے ہی تو ہونٹھوں پہ یہ دانتوں کے نشاں ہیں

کوئی نہ کہے یہ کہ سکھایا ہے کسی نے
تجھ کو مری جانب سے لگایا ہے کسی نے
بے جرم یہ طوفان اٹھایا ہے کسی نے
ایسا مجھے دیوانہ بنایا ہے کسی نے
یہ جھوٹ نہیں سچ ہے جتایا ہے کسی نے
کیا کیا نہیں آنکھوں نے دکھایا ہے کسی نے

[1] غایت بمعنی حاصل نتیجہ۔ انجام یعنی جو چیز کہ حاصل ہو ۱۲

یون مان لے ایسا کوئی نادان نہین ہے
تم غیر سے ملتے ہو یہ طوفان نہین ہے

کیون لوگ لگے آپ پہ بہتان لگانے
یہ بات تم اُس سے کہو جو بات کو مانے

مین نے تمھین جانا کوئی جانے کہ نہ جانے
سب عذر ہین بے فائدہ بیہودہ بہانے

کچھ خیر ہے مجھ سے بھی لگے باتین بنانے
معلوم ہین سارے مجھے جتنے ہین ٹھکانے

گر کہیئے تو ایک ایک کا مین نام بتا دون
یہ پردۂ ناموس کہ ہے چاک اُٹھا دون

یہ بات تو ہے آپ کی گفتار سے ظاہر
یہ چال تو ہے آپ کی رفتار سے ظاہر

اقرار ہے صاف آپ کے انکار سے ظاہر
ہے مستیِ شب نرگسِ میخوار سے ظاہر

عالم ہے خزان کا گلِ رخسار سے ظاہر
بدطوریِ دوشینہ ہے اطوار سے ظاہر

کیا شکل بگاڑی ہے بس اب منھ نہ بناؤ
آئینہ دکھا دیون تو صورت نہ دکھاؤ

کیا قہر ہے کیونکر نہ اُٹھے دردِ جگر مین
میری تو بغل خالی اور آپ اور کے بر مین

اک آن بھی مجھ سے نہ ملو آٹھ پہر مین
گھر چھوڑ کے اپنا رہو یون اور کے گھر مین

سُنتا ہون شب و روز تمھین بزمِ دگر مین
کیونکر نہ ہو تاریک جہان میری نظر مین

ہر روز تو اے مہرِ درخشان ہے کہین اور
ہر رات تو اے شمعِ شبستان ہے کہین اور

ہے وقت اگر دل مین سمجھ جاؤ تو بہتر
اندیشۂ انجام سے بچتا ؤ تو بہتر

بیبا کیِ بے صرفہ سے شرماؤ تو بہتر
جو دل مین ٹھہرتی نہین ٹھہراؤ تو بہتر

اغیار کے ملنے کی قسم کھاؤ تو بہتر
اب بھی جو ان اطوار سے باز آؤ تو بہتر

پھر ورنہ مری طرح سے پچھتاؤ گے دیکھو
اپنے کیئے کی تم بھی سزا پاؤ گے دیکھو

کچھ تم ہی تو دلبر نہین اے یار جہان مین
تم سے بھی زیادہ ہین طرحدار جہان مین
باقی ہین ابھی دل کے طلبگار جہان مین
اس جنس کی ہے گرمیِ بازار جہان مین
نکلین گے بہت آپ کے اغیار جہان مین
میرے بھی ہزارون ہین خریدار جہان مین

معشوق مجھے گر تمھین عشاق بہت ہین
یہ یاد رہے میرے بھی مشتاق بہت ہین

کیا ایسی بنی مجھپہ کہ پامالِ جفا ہون
تم اتنے بگڑ جاؤ مین اُسپر بھی نباہون
تم چھوڑ دو یون اور مین پابندِ وفا ہون
تمسے نہون آزردہ مین گو جی سے خفا ہون
یہ چاہیے مجھ کو بھی کہ اب اور کو چاہون
ایسے کسی معشوقۂ دلجو پہ فدا ہون

ہر دم جو سوے عاشقِ مضطر نگران ہو
فکرِ ستم اُسکے دلِ نازک پہ گران ہو

یون دل شکنِ عاشقِ جانباز نہووے
ان بوالہوسون سے کبھی دمساز نہووے
ہر ناکس و کس محرم و ہمراز نہ ہووے
جون دورِ زمان حادثہ پرداز نہووے
بارِ فلکِ تفرقہ انداز نہ ہووے
بے صرفہ ادا اُس سے کوئی ناز نہووے

کیا ذکر ہنسے بولے وہ بے طور کسی سے
کچھ بات ہے وہ بات کرے اور کسی سے

لازم ہے کہ ضد سے تری ہر بزم مین جاؤن
دیکھے کہ نہ دیکھے کوئی احوال دکھاؤن
ہر ایک کو افسانۂ دلچسپ سناؤن
یہ تیری جفا اُسکی وفا سب کو جتاؤن
اس شعلہ زبانی سے مین کیا کیا نہ جلاؤن
شاعر ہی تو ہون شکر و شکایت پہ جو آؤن

مشہور کرے اور تجھے بدنام کرون مین
ناکام تجھے اور اُسے خود کام کرون مین

غیرون کو ملاقات سے تیری حذر آئے
ہر کوئی بہانہ سے مرا قصہ سنائے

یون غیر کی بن آئے تو کیا کیا نہ بنائے
طعنے تجھے دے دیکے جو دم ناک مین لائے
تو بیٹھ رہے شرم سے اور وہ نہ بُلائے
پروا نہ کرے کچھ بھی تو جا دے کہ نجائے

ہرگز سببِ ترکِ ملاقات نہ پُوچھے
لگجاوے تجھے چُپ یہ کوئی بات نہ پُوچھے

یہ نالہ ہو لب پر کہ خداوندِ دو عالم
ہم بھی کبھی رہتے تھے جہانمین خوش و خرّم
کس جرم کی تعزیر مین یون خوار ہوے ہم
جتنی کہ ہوئی تھی خوشی اُتنا ہی ہوا غم
وہ عیش جو یاد آئین تو کیا کیا نہ ہو ماتم
دل مین کہے سو حسرت و افسوس سے ہر دم

دوہ

جلتا ہون مین تو انجمن افروز کہان ہے
دل داغ ہی تو لے مرے دلسوز کہان ہی

ہوانِ حرکا تون سے ندامت تجھے کیا کیا
رہ رہ کے خیال آئے کہ یہ مین نے کیا کیا
قسمت ہی بُری ہو تو کرے کوئی بھلا کیا
الزام دون کیونکر اُسے مین اُسکی خطا کیا
ہر وقت ہو افسوس کہ ہے ہے یہ ہوا کیا
عاشق نہ رہا کوئی تو معشوق رہا کیا

ہر اک سے کہے کچھ مجھے تدبیر بتا دو
اُس وحشی رم خوردہ کی تسخیر سکھا دو

ہر ایک بہانہ ہے مجھے جلوہ دکھا جائے
ہر آن نئی آن سے بس روبرو آجائے
ہر لحظہ مرے سامنے سے ہنس کے چلا جائے
ہر وقت شرارت سے نئی آگ لگا جائے
ہر شوخ اشارت سے مرے دل کو لُبھا جائے
یہ شعر سدا میرے سُنانے کو پڑھا جائے

شوخی

کیا کیجے ہمین ناز اُٹھانا نہین آتا
روٹھے کو منانے پہ منانا نہین آتا

پھر دل نہ ٹلے بات سے گو بات کو ٹالون
پھر جان نہ سنبھلے مری ہر چند سنبھالون
نا چار ہو پھر آپ سے مین تجھ کو منالون
بیتاب ہو بس دوڑ کے چھاتی سے لگالون

پھر دل کے نئے سر سے سب ارمان نکالون	تجھ کو بھی مین اپنا سا وفادار بنالون

ہے نام جو پھر تابع فرمان کرون مین
مومن ہون تو تجھ کو بھی مسلمان کرون مین

مومن و غالب و ذوق تینون ہمعصر اُستادون کے ہمطرح کلام کا موازنہ

مومن	نہ پائے یار کے بوسے نہ آستان کیلئے	عبث مین خاک ہوئے میلِ آسمان کیلئے
غالب	نوید امن ہی بیدادِ دوستِ جان کیلئے	رہے نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کیلئے
ذوق	ہزار لطف ہین جو ہر ستم مین جان کیلئے	ستم شریک ہوا کون آسمان کیلئے
مومن	دعا بلا تھی شبِ غم سکونِ جان کیلئے	سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہان کیلئے
ذوق	اشارہ آنکھ کا تیری یکایک اے قاتل	ہوا بہانہ مری مرگِ ناگہان کیلئے
مومن	کہان وہ عیش اسیری کہان وہ ہنِ قفس	ہی بیم برقِ بلا روز آشیان کیلئے
غالب	مثال یہ مری کوشش کی ہی کہ مرغِ اسیر	کرے قفس مین فراہم خس آشیان کیلئے
ذوق	صبا جو آئے خس و خارِ گلستان کے لیے	قفس مین کیونکہ نہ پھڑکے دل آشیان کیلئے
مومن	بھلا ہوا کہ وفا آزما ستم نہ ہوے	ہمین بھی دینی تھی جان اُنکے امتحان کیلئے
غالب	فلک نہ دور رکھ اُس سے مجھے کہ مین ہی نہین	دراز دستیِ قاتل کے امتحان کیلئے
ذوق	وہ مول لیتے ہین جسدم کوئی نئی تلوار	لگاتے پہلے مجھی پر ہین امتحان کیلئے
مومن	خلافِ وعدۂ فردا کی ہو کتاب کہان	امید یکشبہ ہی پاس جاودان کیلئے
غالب	وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناسِ خلق اے خضر	نہ تم کہ چور بنے عمرِ جاودان کیلئے
ذوق	اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس	بہشت ہے ہمین آرام جاودان کیلئے
مومن	رواں فزائیِ سحرِ حلالِ مومن سے	رہا نہ معجزہ باقی لبِ بتان کیلئے

مصحفی تخلص - شیخ غلام ہمدانی - باشندۂ قصبۂ امروہہ ضلع مراد آباد ولد ولی محمد شاگردانی شروع جوانی مین دہلی وجہان آباد مین آکر رہے مگر آخر کو لکھنؤ مین آکر اپنی زندگی بسر کی سودا کے آخری زمانے مین انکی ابتدا ہوئی تھی جرأت وانشا کے ہمعصر تھے کچھ روزون مرزا سلیمان شکوہ کے رفیقون مین رہے تھے - جمیع اصناف سخن پر قادر تھے - اور بڑے پُرگو تھے چھ دیوان اردو تذکرے اُردو مین اور ایک دیوان بجواب نظیری نیشاپوری اور ایک تذکرہ فارسی مین انسے یادگار رہین آپ کی اُستادی مسلم الثبوت ہے جو غزلین آپ نے نہایت سنگلاخ زمینون مین لکھی ہین اُن سے آپ کا قادر الکلام ہونا ظاہر ہے - الفاظ کو پس وپیش اور مضمون کو کم وبیش کرکے نظم مین خوبی سے ادا کرنا آپ کا خاص حصہ ہے - کہین میر سوز کی سی سادہ بیانی - کہین میر تقی میر کی سی درد آمیزی لکھنؤ کے اکثر نامی گرامی شعرا مثل خواجہ حیدر علی آتش مرزا حیدر علی گرم طالب علیخان عیش مرزا تقی ہوس وغیرہ کو آپ ہی سے سلسلۂ تلمذ حاصل ہے - خدائے سخن حضرت امیر مینائی مرحوم اور ریاض وسیم جیسے شعرائے حال کو آپ ہی کی بارگاہ سخن سے فیض پہونچا ہے سنہ ۱۲۴۰ ہجری مین وفات پائی - آپ کی طبیعت نہایت مضمون آفرین تھی اور زبان کا تو کچھ پوچھنا ہی نہین - سید انشا اللہ خان انشا اور آپ کے درمیان اشعار مین خوب چشمک ہوتی تھی - اگرچہ آپ بہت سن رسیدہ تھے مگر سید انشا کے مرنے کا آپکو افسوس کرنا پڑا چنانچہ ایک غزل کے مقطع مین کہا ہے ؎

مصحفی کس زندگانی پر بھلا مین شاد ہون | یاد ہے مرگ قتیل ومُردن انشا مجھے

گردن والی غزل جو اس انتخاب مین ہے قابل دید ہے - اور علاوہ اسکے ہم حضرات ناظرین کی دلچسپی کے لیے ایک غزل کے دو چار شعر آپ کے اور سید انشا کے ہمطرح لکھتے ہین - وہو ہذا -

سید انشا اور شیخ مصحفی کا ہمطرح کلام

انشا | پرتو سے چاندنی کے ہے صحن باغ ٹھنڈا | پھولون کی سیج پر آکر دے چراغ ٹھنڈا

مصحفی — پیری سے ہو گیا یون اِس دل کا داغ ٹھنڈا / جسطرح صبح ہوتے کردین چراغ ٹھنڈا
انشا — مے کی صراحی ایسی لا برف مین لگا کر / جس کے دھوئین سے ہوئے ساقی دماغ ٹھنڈا
مصحفی — سرگرم سیر گلشن کیا خاک ہون کہ اپنا / نزلہ سے ہو رہا ہے آپ ہی دماغ ٹھنڈا
انشا — ہین ایک شخص لائے خس کی شراب انشا / دھو دھا گلاب سے تو کر رکھ ایاغ ٹھنڈا
مصحفی — ایسے مین اک صراحی شورے لگی منگا کر / لبریز کر کے مجھ کو بھر دے ایاغ ٹھنڈا
انشا — تجنیس حبس دنی کی ہو جوش چشم یارو / ہمنے مدام پایا اُس کا اُجاغ ٹھنڈا

ہم کیا نگر گداہین جو مصحفی یہ سوچین
ہے گرم اِسکا چولھا اُس کا اُجاغ ٹھنڈا

غزل مصحفی

غمخوار مرا دل بھی تو اصلا نہین ہوتا / ہنگام مصیبت کوئی اپنا نہین ہوتا
جیتا ہے کوئی کشتۂ شمشیر محبت / کچھ کارگر اعجاز مسیحا نہین ہوتا
بیتابی و فریاد و فغان نالہ و زاری / عاشق سے شب ہجر مین کیا کیا نہین ہوتا
کیا تیرگی بخت مری اسمین ہے شامل / جو آجکی شب صبح کا تارا نہین ہوتا
ہمنے تو یہی قول فلاطون سے سنا ہے / بیمار تپ عشق کا اچھا نہین ہوتا
ہستی سے روان قافلے رہتے ہین شب و روز / مسدود عدم کا کبھی رستا نہین ہوتا

اے مصحفی امید بر آئے مری کیونکر
مقتل کی طرف اُس کا گذار نہین ہوتا

زرا ہم سے بھی ملتے جایئے گا / ولہ — کبھی تو اِس طرف بھی آیئے گا
کہا اے مصحفی اُس سے جو اک دن / ق — کہ بوسہ آج تو دلوایئے گا
جواب اُسنے دیا مجھکو کہ صاحب / کوئی یہ وقت ہے پھر آیئے گا

لہ لفظ ترکی — بمعنی دیگدان ۱۲ عہ شراب پینے کا پیالہ ۱۲ عہ بمعنی ہرگز ۱۲

مستزاد

خوشبوئی سے جن کے ہو خجل عنبر سارا - ہم مشک کی نکہت
بال اُلجھے ہوئے ہین نہ کہ ریشم کا ہے لچھا - اللہ ری تراکت
پانوُن مین کنکھ اور لگی ہاتھونمین مہندی - از خونِ محبان
چہرہ وہ پری کیسے جسے نور کا بگا - رنگ آگ کی صورت
تلوار سے ابروے کج قتل پہ مائل - لب خون کے پیاسے
پھولون کی چھڑی ہاتھ مین اور کان مین بالا - چتون مین شرارت
مستی کی دھڑی اک تو جمی ہونٹھ پہ کافر - اوندتر شی سے پونچھی
پھر تسپہ ستم اُس کا وہ پانوُن کا لکھوٹا - جون خون کی ہو رنگت
پانوُن مین انی دار پڑی کفش زری کی - دل جس سے ہو زخمی
اور سر پہ شرارت سے بندھا بالون کا جوڑا سج دھج سو اک آفت
خونخوار نگہ عربدہ جو آنکھ سو کیفی - سرشار نشہ مین آپ
اک ہاتھ مین ساغر تو پھر اک ہاتھ مین مینا مستون کی سی حالت
آیا مرے گھر دی مرے دروازہ پہ دستک - مین گھر سے نکلکر
دیکھون تو سر کوچہ اک آشوب ہے پیدا - آئی ہے قیامت
تب مین نے کہا اُس سے کہ اے مایۂ خوبی - کیا جی مین یہ آیا
اسوقت جو آیا تو مرے پاس اکیلا - سمجھا نہ قباحت

تو سُن کے لگا کہنے کہ اے مصحفی سُن بات - گھر سے مرے مجھکو
لایا ہے ترا جاذبہ بہ ہی کھینچ کے اِس جا - تھی کس کو یہ قدرت

ف ۱ انشا اور جرأت کے بھی مستزادون کے تذکرے مین ملاحظہ ہون - یہ صاحب ہمعصر تھے مشاعرے مین بڑے بڑے معرکے پڑے ہین - ناظرین نظر غور سے ملاحظہ فرمائین ۱۲

ولہ

اول تو ترے کوچے میں آنا نہیں ملتا
آؤں تو کہیں تیرا ٹھکانا نہیں ملتا

ملنا جو مرا چھوڑ دیا تو نے تو مجھ سے
خاطر سے تری سارا زمانا نہیں ملتا

چھپکر جو چلے آؤ کسی دن مرے گھر میں
کیا ایسا کوئی تم کو بہانا نہیں ملتا

پھر بیٹھنے کا مجھکو مزہ ہی نہیں اٹھتا
جبتک کہ ترے شانے سے شانا نہیں ملتا

ولہ

بات کرتے ہی سنائی ہمیں گالی کیا خوب
آپنے ہمسے نئی چھیڑ نکالی کیا خوب

بارے اب تم بھی لگے خون غریباں کرنے
ہاتھ میں تمنے بھی تلوار سنبھالی کیا خوب

آرسی لیکے ذرا تو بھی تو دیکھ اپنی سیب
لب کی سرخی پہ پھبی پان کی لالی کیا خوب

ولہ

یوں کہکے گیا دل تو مجھے یاد کیا کر
بیٹھا ہوا غم میں مرے فریاد کیا کر

ناگاہ اڑا دینے میں کیا لطف ہے صیاد
تو پوچھ کے ہمسے ہمیں آزاد کیا کر

ظاہر میں نہیں حکم مرے قتل کا اچھا
آنکھوں سے اشارہ سے جلاد کیا کر

ممکن نہیں ہم شیخ تری باتو میں آجائیں
تو اپنے مریدوں سے یہ ارشاد کیا کر

ڈرتا ہوں نہیں سینہ کہیں پھٹ جائے نہ تیرا
اے مصحفی اس طرح نہ فریاد کیا کر

ولہ

کیوں بیتوری چڑھی رہتی ہے اب کچھ نہیں معلوم
اس رنجش بیجا کا سبب کچھ نہیں معلوم

سرخی سی تو چہرے پہ ہے اس شوخ کے لیکن
ابتک تو نہیں وجہ غضب کچھ نہیں معلوم

مصحفی

کیوں جائے نہ بے پوچھے ہوئے اس پاس
نادان کو رہ و رسم ادب کچھ نہیں معلوم

ولہ

اللہ چاہو گر تم بہانے بہت ہین
ہزارون مکان مین ٹھکانے بہت ہین

حدیثِ سرِ زلف کیا کوئی سمجھے
کہ اثبات کے شاخسانے بہت ہین

بھڑکنا سمجھکر ذرا آتشِ گل
کہ اس باغ مین آشیانے بہت ہین

تہیدست جانیکا یان سے نہ غم کھا
زمین کے تلے تو خزانے بہت ہین

نہ بیٹھو ابھی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر
کمان ہاتھ مین لو نشانے بہت ہین

نہین کعبہ و دیر پر منحصر کچھ
کہ ایسے یہان کارخانے بہت ہین

اٹھو اے مصحفی کیا یہی در ہے تجھکو
پٹکنے کو سر آستانے بہت ہین

قطعہ

اے آنکہ معارض ہو مری تیغِ زبان سے
تو نے سپرِ عذر مین مستور کی گردن

ہے آدمِ خاکی کا بنا خاک کا پتلا
گر نور کا سر ہووے تو ہو نور کی گردن

مین لفظِ سفنقور مجرد نہین دیکھا
ایجاد ہے تیرا یہ سفنقور کی گردن

لنگور کو شاعر تو نہ باندھے گا غزل مین
کس واسطے باندھے کوئی لنگور کی گردن

گردن کی صراحی کے لیے وضع ہی نادان
بیجا ہے خمِ بادۂ انگور کی گردن

اِس سے بھی مین گذرا غلطی اور یہ سُنیے
باندھے ہے کوئی خوشۂ انگور کی گردن

کافور سے مطلب ہے مرا اُس کی سفیدی
ٹھنڈھی تو مین باندھی نہین کافور کی گردن

یہ لفظ مشدد بھی درست آیا ہے تجھ سے
خم ہوتی ہے کوئی مرے بلور کی گردن

اتنی نہ تمیز آئی تجھے ربط بھی کچھ ہے
ہر قافیہ مین تو نے جو منظور کی گردن

لہ یہ قطعہ شیخ مصحفی نے سید انشا کے اعتراض کے جواب مین لکھا ہے جو غزل مابعد پر انھون نے کہے تھے (دیکھو تذکرۂ انشا) جبکا پہلا شعر یہ ہے سن لیجے گوشِ دل سے مری شفقانہ عرض۔ مانندِ بیدِ غصہ سے مت تھرتھرایئے شیخ صاحب نے اِسکا جواب غزل ہی کیطرح مین دیا ہے

یون سیکڑون گردن تو گیا باندھ تو کیا ہے
سو جھی نہ تجھے حیف کہ مزدور کی گردن

جو گردنین مین باندھی ہین لا تجھکو دکھادون
تو مجھکو دکھادے شب دیجور کی گردن

گردن کے تئین چاہیئے اک شکل کشیدہ
خم کر کے سمجھ ٹک سر مغرور کی گردن

مضمون تو میرا ہی ہے گو اور طرح سے
باندھے تو گمان اپنے مین رنجور کی گردن

گر قافیہ پیمائی ہی منظور تھی تجھہ کو
تو باندھی نہ کس واسطے مقدور کی گردن

لاکھون ہی معانی کو کیا قتل پر افسوس
سو جھی نہ تجھے دشنہ و ساطور کی گردن

منصف ہو تو پھر نام نہ لے دعوی کا ہرگز
یہ بوجھ اٹھا سکتی نہین مور کی گردن

ٹوٹے ہوے نیچے کی طرح میرے قلم سے
جاتی ہے بچک شاعر مغرور کی گردن

انصاف تو کر دل مین کہ اک تیغ مین کیسی
مین کاٹ دی دعوی کی ترے زور کی گردن

کھڑاگ یہ گایا پہ ترے ہاتھہ نہ آئی
افسوس کہ اس تان پہ تنبور کی گردن

سوجھا نہ تجھے ورنہ بتاتا تو اسی دم
ناسور کے پٹی کو بھی ناسور کی گردن

انصاف کیا اسکا مین اب شہ کے حوالے
جھکتی ہے جہان مارے مور کی گردن

وہ شاہ سلیمان کہ اگر تیغ عدالت
ٹک کھینچے تو دو ہو وہین فغفور کی گردن

جس سر پہ ٹک اپنا وہ رکھے دست نوازش
اس سر کے لیے تکیہ ہو پھر حور کی گردن

اس در کا جو سجدہ انھین منظور نہ ہوتا
ملتی نہ فرشتون کو کبھی نور کی گردن

اے مصحفی خامش یہ سخن طول نہ کھینچا جائے
یان کوتہ ہے بہتر سر پر شور کی گردن

ولہ

سر مشک کا ہے تیرا تو کافور کی گردن
سنے موے پری ایسے نہ یہ حور کی گردن

مچھلی نہین ساعد مین ترے بلکہ نہان ہر
وہ ہاتھ مین ماہی سقنقور کی گردن

یون مرغ دل اس زلف کے پھندے مین پھنسا ہے
جون رشتہ صیاد مین عصفور کی گردن

دل کیونکہ پری حور کا پھر اُسپہ نہ پھسلے
صانع نے بنائی تری بلور کی گردن

ایک ہاتھ مین گردن ہو صراحی کی مزا ہی
اور دوسرے مین ساقیِ مخمور کی گردن

ہر چند مین جھک جھک کیئے سیکڑون مجرے
پر خم نہ ہوئی اُس بتِ مغرور کی گردن

کیا جانیے کیا حال ہوا صبح کو اُس کا
ڈھلکی ہوئی تھی شب ترے رنجور کی گردن

یون زلف کے حلقے مین پھنسا مصحفی ہی وائے
جون طوق مین ہووے کسی مجبور کی گردن

قطعہ[1]

بعضون کا گمان ہے یہ کہ ہم اہلِ زبان ہین
دلّی نہین دیکھی ہے زبان دان یہ کہان ہین

پھر تِسپہ ستم اور یہہ دیکھو کہ عروضی
کہتے ہین سدا آپکو اور لاف زنان ہین

شیفتی کے رسالہ پہ بنا اُنکی ہے ساری
سو اُس کو بھی گھر بیٹھے وہ آپ ہی نگران ہین

اک ڈیڑھ ورق پڑھ کے وہ جامی کا رسالہ
کرتے ہین گھمنڈ اپنا کہ ہم قافیہ دان ہین

نہ حرف جو وہ قافیہ کے لکھتے ہین اُسمین
دانا جو اُنھین سنتے ہین یہ کہتے ہین ہان ہین

تقطیع سے واقف نہ ثنافر سے ہین آگاہ
نہ حرف یہی قافیہ کے درد زبان ہین

کرتے ہین کبھی ذکر وہ ایطائے خفی کا
ایطائے جلی سے کبھی پھر حرف زنان ہین

اوّل تو ہے کیا شعر مین اِن باتون سے حاصل
بالفرض جو کچھ ہو بھی تو یہ سب پہ عیان ہین

حاصل ہے زمانہ مین جنھین نظمِ طبیعی
نظم اُن کے کے اشعار بہ از آبِ روان ہین

پرواہ اُنھین کب ہے ردیف اور روی کی
کب قافیہ کی قید مین آتش نفسان ہین

مجھکو تو عروض آتی ہے نہ قافیہ چندان
اک شعر سے گر دیدہ مرے پیر و جوان ہین

[1] اس قطعہ مین شیخ صاحب نے سید انشا اور اُن کے اُن رفیقون کی جنھون نے دہلی کی شکل بھی نہین دیکھی تھی خبر لی ہے ۱۲

غزل

محتاجِ عطر کب ہین وہ گُل پیرہنِ صنم
جوشِ عرق سے جن کی مہکتی ہین چولیان

محرومِ برگِ گل سے نہ رکھ ابتو باغبان
گلبن سے گل اُترتے ہین بھر بھر کے جھولیان

آنسو نہین ہین عشق سے جو مجھکو جنگ ہے
آنکھون کے دونون سانچو نمین ڈھلتی ہین گولیان

خوبانِ سبزہ رنگ کی پورب مین کیا ہو قدر
جب دو دو پیسے بکتی ہون پانون کی تھولیان

شاید کہ شہرِ عشق کی بگڑی ہے پھر ہوا
ہر کوچہ دیکھتا ہون مریضون کی ٹولیان

گلشن فراق مین نظر آتا ہے حربگاہ
غنچون کی ساری رات چٹکتی ہین گولیان

نو چندی آئی دھوم سے چل تو بھی مصحفی
جاتی ہین کربلا کو حسینون کی ڈولیان

ولہ

کیا کیئے کہ کیا ہے یہ دلِ زار بغل مین
اک حق نے دیا ہے ہمین آزار بغل مین

تسبیح یہ دینداارون کے بھولا ہی عبث تو
رکھتے ہین نہ خرقہ یہ زنار بغل مین

سامان مرے قتل کا کچھ نہین اُس پاس
خنجر جو کمر مین ہے تو تلوار بغل مین

ولہ

ترا شوقِ دیدار پیدا ہوا ہے
پھر اس دل کو آزار پیدا ہوا ہے

اُڑائے ہین لختِ جگر آہ نے جب
ہوا مین بھی گلزار پیدا ہوا ہے

جو طفلی مین دیکھا اُسے دایہ بولی
یہ لڑکا طرحدار پیدا ہوا ہے

یہ دل مجھسے لڑتا ہی تیری طرف سے
کہان کا طرفدار پیدا ہوا ہے

میان مصحفی بیچتے ہو جو دل کو
تو لاؤ خریدار پیدا ہوا ہے

ولہ

دکھا کر منھ کو چھپ جانا نہ کیجے
ہمین اتنا تو ترسانا نہ کیجے

مجھے کیا بلکہ مشاطہ کو اپنے — خدائی ہاتھ دکھلایا نہ کیجے
جو آیا کیجیے بندہ کے آگے — تو میری جان شرمایا نہ کیجے
پکارے بھی کوئی تو گھر کے باہر — کھلے بالون چلے آیا نہ کیجے
اگر یہ تمھاری زلف بل کھائے تو کھائے — ولیکن آپ بل کھایا نہ کیجے

مصحفی

خطا پائین گے اک دن مصحفی آپ
بہت اُس کوچے کو جایا نہ کیجے

ولہ

لوگ کہتے ہین محبت مین اثر ہوتا ہے — کونسے شہر مین ہوتا ہے کدھر ہوتا ہے
نہین معلوم کہ ماتم ہے فلک پر کس کا — روز کیون چاک گریبانِ سحر ہوتا ہے
دہین اپنی بھی ہے باریک ترازِ موگردن — تیغ کے ساتھ جہان ذکرِ کمر ہوتا ہے
مین بھی یادِ دلِ گمگشتہ مین روتا ہون بہت — کسی رہرو کا جو دینا سے سفر ہوتا ہے

مصحفی

ہم ترے ملنے کو کئی بار آئے
یہ تو بتلا تو کسی وقت بھی گھر ہوتا ہے

ولہ

خامش ہین ارسطو و فلاطون مرے آگے — دعوی نہین کرتا کوئی موزون مرے آگے
دانش پہ گھمنڈ اپنی جو کرتا ہے بہ شدت — واللہ کہ وہ شخص ہے مجنون مرے آگے
لاتا نہین خاطر مین سخن بیہودہ گو کا — اعجازِ مسیحا بھی ہے افسون مرے آگے
باندھے ہووے ہاتھون کو بامیدِ اجابت — رہتے ہین کھڑے سیکڑون مضمون مرے آگے
جب موج پہ آجائے ہے دریائے طبیعت — قطرے سے بھی کم ٹھہرے ہے جیحون مرے آگے
دشوار ہے رتبہ کو پیمبر کے پہونچنا — ہے موسیٰ عمران بھی ہارون مرے آگے
بدبینی پہ آؤن تو ابھی اہلِ صفا کے — ہو جاوین قشبہ سب دُرِ مکنون مرے آگے

مصحفی

اُستاد ہون مین مصحفی حکمت کے بھی فن مین
ہے کوکبِ نو درس فلاطون مرے آگے

وله

ہے جام طرب ساغر پُرخون مرے آگے
ساقی تو نہ لانا مئے گلگون مرے آگے

ٹک لب کے ہلا دینے مین حسانِ عجم کا
ہو جاوے ہی احوال دگرگون مرے آگے

سمجھون مین ان اسے مہرہ بازیچۂ طفلان
کس کام کا ہے گنبدِ گردون مرے آگے

جب تیزی پہ آتا ہے مرا توسنِ خامہ
نجاوین ہین تب کوہ بھی ہامون مرے آگے

مین گو نہ سمجھتا ہون سدا اسکی صدا کو
گر بول اٹھے اڈھی کی چون چون مرے آگے

سب خوشہ رہا ہین مرے خرمن کے جہا مین
کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مرے آگے

قدرت ہی خدا کی کہ ہوے آج وہ شاعر
طفلی مین جو کل کرتے تھے غان غون مرے آگے

موسیٰ کا عصا مصحفی ہے خامہ مرا بھی
گو خصم بنے اسود افیون مرے آگے

غزل فخریہ

مدت سے ہون مین سرخوشِ صہبائے شاعری
نادان ہی جسکو مجھ سے ہے دعوائے شاعری

مین لکھنؤ مین زمزمہ سنجانِ شعر کو
برسون دکھا چکا ہون تماشائے شاعری

سمجھتا نہین ہے بزم امیران دھر مین
شاعر کو میرے سامنے غوغائے شاعری

اک طرفہ خر سے کام پڑا ہے مجھے کہ ہے
سمجھے ہے آپ کو وہ مسیحائے شاعری

ہے شاعرونکی اب کے زمانہ کی یہ معاش
پھرتے ہین بیچتے ہوے کالائے شاعری

لیتا نہین جو مول کوئی مفت بھی اُسے
خفت اٹھاکے آتے ہین گھر والے شاعری

اے مصحفی ز گوشۂ خلوت برون خرام
خالی است از برائے تو خود جائے شاعری

ہر سفلہ را زبان و بیان تو کے رسد
آرے تو ئی فغانی و بابائے شاعری

مجنون منم چرا دگرے رنج مے برد
در حصۂ من آمدہ لیلائے شاعری

مونس تخلص کے تین شخص گذرے ہین۔

ایک حکیم میر سعادت علی بنارسی۔

دوسرے منشی مولوی الٰہی بخش ساکن قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر۔ آپ بڑے عالم اور صوفی تھے علم مناظرہ مین بڑا دخل رکھتے تھے اُن کی مذہبی بحثین بمقام آگرہ پادری فنڈل صاحب کے ساتھ مشہور ہین۔ مکہ شریف مین جاکر انتقال کیا۔

تیسرے میر نواب مرثیہ گو۔ آپ میر حسن کے پوتے اور میر مستحسن خلیق کے فرزند اصغر اور میر ببر علی انیس کے برادر خرد تھے اور اپنے والد ماجد سے تلمذ فرماتے تھے۔ مرثیہ خوانی و مرثیہ گوئی مین انیس مونس اُنس ان تینون بھائیون نے بڑا نام پیدا کیا۔ اور زمانے نے ان حضرات کی بڑی قدر کی خصوصاً میر انیس کی تو مرثیہ گوئی چار دانگ عالم مین مسلم ہے سلاست زبان اور لطافتِ بیان و محاورہ مین میر صاحب کا کلام اُس پایہ پر پہونچا ہے جس کی نظیر نہین۔ یہ حضرات خاص لکھنؤ کے باشندے تھے اور اُنکی بلکہ اُنکے گھرانے کی زبان اُردوے معلّٰی کے لحاظ سے تمام لکھنؤ مین سند مانی جاتی ہے۔ مرزا دبیر اور میر انیس سے بڑے بڑے معرکے پڑے ہین مگر مرزا صاحب خاندانی مرثیہ گو نہ تھے۔ اور آپ کی کئی پشتون سے مرثیہ گوئی چلی آتی تھی چنانچہ خود میر انیس ایک جگہ مرثیہ مین فرماتے ہین۔

عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی مین	سات پشتین سے ہے شبیرؑ کی مداحی مین

میر مونس غزل گوئی مین بھی مشہور و معروف ہین اُنکی غزلین اکثر شہر مین گائی جاتی ہین ۱۲۹۲ھ مین انتقال کیا۔ مثلِ کلامِ ان حضرات کا پڑھنا بھی لاجواب تھا۔ قدرت نے گویا انکو اسی لیے خلق فرمایا تھا۔ یہ تینون بھائی خلوت مین ایک بڑا سا آئنہ رکھکر سلام و مرثیہ پڑھنے کی مشق کیا کرتے تھے۔

غزل	
اے رشکِ پری دل کا جلانا نہین اچھا	اُلفت کو بڑھاکر کے گھٹانا نہین اچھا
سب خندہ زنی کرتے ہین فریاد مین صد حیف	عاشق کو صنم اپنے رُلانا نہین اچھا

دکھلا کے مجھے ماہِ لقا چاند سا چہرہ — اِسوقت مرے پاس سے جانا نہیں اچھا
اغیار کی صحبت سے حذر چاہیئے ظالم — یہ لوگ بُرے ہین یہ زمانا نہیں اچھا
مونس کی گلستان مین ابھی آنکھ لگی ہی — بُلبل یہ ترا شور مچانا نہیں اچھا

دیگر

اے طبیبو مرے جینے کے کچھ آثار نہین — فکر کرو فکر دوا
اُس مسیحا کو دکھا دو تو کچھ آزار نہین — ابھی ہو جائے شفا
بیوفا تجھسا جہان مین کوئی زنہار نہین — کیجیے کس سے گلا
سچ تو یہ ہے کہ ہمین عشق سزاوار نہین — تیری تقصیر ہے کیا
فصلِ گل کی نہ چمن مین مجھے دے خوشخبری — یان ہی بے بال و پری
لائقِ سیرِ چمن اب یہ دلِ افگار نہین — کیون رُلاتی ہے صبا
کتنا چاہا کہ ترے عشق مین مر جائین ہم — پر نکلتا نہین دم
اے صنم تو ہی مری شکل سے بیزار نہین — ہے اجل بھی تو خفا
شمعِ رُخ کا ترے پیارے کوئی پروانہ نہین — اور اگر ہین تو ہمین
دامِ کاکل کا ترے کوئی گرفتار نہین — سچ یہ ہم پہ پڑا
ذبح کرتا ہے اگر مجھ کو تو اے عُربدہ جو — خیر حاضر ہے گلو
کوئی ارمان مجھے جز حسرتِ دیدار نہین — رُخ سے پردہ تو اُٹھا
قاصد اُس سے تو یہ کہدیجیو اے ماہِ جبین — ہون ہلاکی کے قرین
تیرے آنے کی توقع مجھے اے یار نہین — جھوٹی قسمین تو نہ کھا
کبھی اقرار کیا اور کبھی انکار کیا — ہے یہ انداز ترا
تو مرے حال سے افسوس خبردار نہین — ہے یہ قسمت کا لکھا

دیکھ پچھتائیگا مونس نہ تو کھو مفت مین جان — ترک کر عشقِ بتان
فائدہ اِسمین سوا رنج کے زنہار نہین — رکھ نظر سوے خدا

مہر تخلص۔ کے آٹھ شخص ہوے۔

ایک۔ مرزا رجب علی بیگ۔

دوسرے۔ محمد عمر باشندۂ لکھنؤ۔

تیسرے۔ میر مہر علی خلف میر شہاب الدین باشندۂ دہلی۔

چوتھے منشی مہر چند فرخ آبادی پیشتر لکھنؤ اور آلہ آباد میں رہتے تھے آپکا تخلص منشی بھی تھا

پانچویں۔ عبد احمد خان ولد مصطفےٰ خانصاحب مطبع مصطفائی باشندۂ لکھنؤ شاگرد نسیم دہلوی صاحب دیوان گذرے۔

چھٹے۔ نواب امین الدولہ سید آغا علیخان شاگرد ناسخ درشک خلف معتمد الدولہ مولد انکا لکھنؤ مسکن کاظمین ہے۔ اور مدفن نجف اشرف زائر کربلا۔ صاحب دیوان گذرے

ساتویں۔ نواب منصور خان خلف نواب محبت خان محبت تخلص۔ باشندۂ لکھنؤ شاگرد جرأت صاحب دیوان ہوے۔

آٹھویں۔ مرزا حاتم علی لکھنوی قزلباش مولد و منشا فرخ آباد۔ وکیل عدالت دیوانی آلہ آباد شاگرد ناسخ خلف مرزا فیض علی۔ بن مرزا مراد علی خانصاحب دیوان و رسالہ پنجہ مہر یہ عاشق منش اور آزاد روش کے آدمی تھے۔ عمر طبعی پر پہونچکر انتقال کیا۔

غزل مہر

طبیعت اپنی اپنی آزمانے جسکا جی چاہے
یہی گو ہے یہی میدان ہے آئے جسکا جی چاہے

عذاب نوح آیا ہے نہ ٹوٹا باندھ قلزم کا
گھڑی بھر روئیے ہیں طوفان اٹھائے جسکا جی چاہے

جلایا ہے بتان شعلہ رو نے کعبۂ دل کو
لگی اچھی نہیں ہوتی بجھائے جسکا جی چاہے

تری چپ چپ سے کیا کیا ہر کوئی باتیں سناتا ہے
مری تقدیر بگڑی ہے بنائے جسکا جی چاہے

خرابی ہے دل عاشق کی بربادی اگر ہوگی
اسے کعبہ سا کرتے نہیں ڈھائے جسکا جی چاہے

شہادت نقد جان دیکر خریدے کوے قاتل میں
کھلا ہے موت کا بازار جائے جسکا جی چاہے

سیہ بختون کو رشک آتا ہے کیون روشن کلامونپر
چراغ بزم عالم ہین جلائے جسکا جی چاہے

حیا مے مسکرا کر جل کی شب نازنین بولا
ہمین نیند آتی ہی سوتے ہین آئے جسکا جی چاہے

دُرِ گوشِ صنم سے گوہرِ اشعار مہرا چھے
زرا جوہر شناسونکو دکھائے جسکا جی چاہے

وله

مجھے تو کہتے ہو رنگ تیرا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی
زمانہ کیطرح دھنگ کسکا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

نہ آج مانو تو کل کا وعدا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی
کسے بھروسہ دم کا نقشا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

گھڑی کیصورت لگا ہی کھٹکا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

دلا نہ کر غم سے شکباری کہ آس مین ہی اُمیدواری
جو یون ہی ٹھہری بیقراری تو ہو چکی زندگی ہماری

یہ خوبی اعمال کی ہی ساری کسکی عزت کسی کو خواری
یہ رنج و زحمت ہی اعتباری نہ عیش و عشرت ہی اختیاری

کبھی ہی دھوپ اور کبھی ہی سایا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

مین ہون مریض تپ محبت عیان ہی بیتابیونکی صورت
مین دل جلا ہون دم عیادت نہ جی کے بچنے کی آئے نوبت

جو کوئی دم پاکر مرہم صحبت تو پھونکے جا صور سحر الفت
نہ کھینچے ہمدم زرا بھی غفلت کہ مثل اخگر ہی دل کی حالت

جو دم مین زندہ تو پل مین مردا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

فراق ہی موت کی نشانی جواب دیتی ہے زندگانی
محال ہی ضبط خون چکانی کمال ہی زور نا توانی

ہے درد کی بس یہی کہانی عیان ہی منھ پر تپ نہانی
مین کیا کہون نامہ بر زبانی یہ کیتو دم بھر رہا ہی جانی

نہ کیجو آسے مین دم کا وقفا گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

نہ عہد دوران کو استواری نہ قصر گردون کو پائداری
جہانمین بیمری اُسکی جاری عیان ہی ماہیت اُسکی ساری

فلک کو شبنم سے شکباری زمین کو پھولونسے دلفداری
نہ پوچھیے مہر وش ہماری کہ کیا ہی ہر آن بیقراری

زمانے کا رنگ مثل حربا[۵۱] گھڑی مین کچھ ہی گھڑی مین کچھ ہی

۵۱ حربا لفظ عربی ہے اُردو مین گرگٹ اور فارسی مین آفتاب پرست کہتے ہین ۱۲

محبوب تخلص - کے دو شخص ہوے -

ایک - محبوب سنگھ خلف گلاب سنگھ قوم کھتری سکنہ دہلی مختاری پیشہ -
دوسرے - محبوب محل ممتوعہ حضرت واحد علیشاہ مرحوم متخلص بہ اختر -

جبین سے نور وہ کیا ہو گیا کہو تو سہی
مری طرح ہو نہین مبتلا کہو تو سہی

تخمس

ضیاے رخ نے کدھر رخ کیا کہو تو سہی
یہ حال عشق مین کس کے ہوا کہو تو سہی

ہلال کیون ہوے اے مہ لقا کہو تو سہی

خدا کے واسطے بتلاؤ کیا ہین یہ سامان
کہ رنگ رخ متغیر ہے اے مہ تابان
نہ وہ ادا نہ وہ غمزہ نہ وہ خوشی کے نشان
نہ وہ مزاج نہ وہ چھیڑ نہ وہ ہنسیان

اداس رہنے کا باعث ہی کیا کہو تو سہی

بیان ہمسے کرو کونسا تمھین غم ہے
یہ بے سبب نہین اصلا مزاج برہم ہے
ہوا ہے کچھ نہ کچھ ایسا کہ فکر ہر دم ہے
یہ کیا سبب ہے کہ لب خشک چشم پرنم ہے

کرو حجاب نہ بہر خدا کہو تو سہی

نہین ہے خوب رقیبون سے ربط اے خوشخو
بدی کرینگے یہ سمجھائے دیتے ہین تم کو
اگر عقیل ہو تو نیک و بد کو بھی سمجھو
جواب کچھ مری باتون کا دو خموش نہ ہو

زبان سے اپنی برا یا بھلا کہو تو سہی

ہمین کو رنج دم قیل و قال دیتے ہو
رقیب کو نہین ایسا ملال دیتے ہو
جواب غیر کو قبل از سوال دیتے ہو
ہماری بات جو سن سن کے ٹال دیتے ہو

مزا ہے دل کے جلانے مین کیا کہو تو سہی

ملال کی تو کوئی بات تھی نہ اے خوشخو
گئے تھے چھوڑ کے ہم تو ہنسی خوشی تم کو
بہر رقیب نے شب کو اگرچہ تم نہ کہو
کلام آج رکاوٹ کے ساتھ کرتے ہو

مرا قصور بتاؤ خطا کہو تو سہی

ہزاروں گدے ہیں لیلیٰ جمال قیس مزاج
ہمیشہ ہوتے ہیں عاشق گدا و صاحب تاج
نہ قحط جنس محبت تھا اس طرح جو ہے آج
ہوا وفا کے عوض بیوفائیوں کا رواج
یہ کیوں زمانے کی بدلی ہوا کہو تو سہی

بڑھائیں گفتگو پہلے وہ گرم جوشی کی
شریک بزم رہے خوب بادہ نوشی کی
نہ تھا حجاب نہ عادت تھی یوں خموشی کی
بیان صاف کرو وجہ چشم پوشی کی
سنا کسی سے جو ہو بُرا بھلا کہو تو سہی

ہیں یاد تم کو وہ غازیاں زمانے کی
ہمیشہ سے یہی عادت ہے قسمیں کھانے کی
فقط یہ گھات ہے بیان سے اب اٹھکے جانے کی
عبث عبث نہ قسم کھاؤ کل کے آنے کی
کیا ہے کونسا وعدہ وفا کہو تو سہی

بہار کا بھی نہیں ہے مدام نظم و نسق
خزاں نے دفتر گل کے الٹ دیے ہیں ورق
خوشی کیواسطے ہر اک نہ ایک رنگ قلق
غرور حسن دو روزہ پہ ہے تمھیں ناحق
شباب کس کا رہا ہے سدا کہو تو سہی

سراسری ہے یہ تقریر انکی شائستہ
کبھی ملے تو کہا کان میں یہ آہستہ
مزاج کیسا ہے کیا ہو کسی کے وابستہ
اسیر زلف سے وہ پوچھتے ہیں دانستہ
اس انتشار کا کچھ ماجرا کہو تو سہی

بیان ہو نہیں سکتا ہے اُس کی شوخی کا
جواب ہی نہیں دیتا سوال کا سیدھا
سڑی بنا دیا مجھ کو یہ واقعہ ہے نیا
ہوا میں سائل بوسہ تو ہنسکے کہنے لگا
مزاج کیسا ہے بہر خدا کہو تو سہی

کرو بیان خدارا کچھ اپنی وحشت کا
وبال جان ہوئے بیچ کیا پڑا ایسا
ہوا ہے کیوں تمھیں محبوب کی طرح سودا
تمھارا دل تو نہ عالم اسیر گیسو تھا
یہ کس طرح سے ہوا مبتلا کہو تو سہی

محمود تخلص - شہنشاہ اعظم امیر الملۃ والدین حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ آپکے حالات مفصل کتب تواریخ مین درج ہین - آپ ترکی النسل اور مذہب کے بہت پابند تھے اس مختصر کتاب مین آپ کی لائف نہین سما سکتی ہے ذیل مین ہم آپکی ایک غزل درج کرتے ہین -

غزل

جمالت را ہزاران صاحب تاج	بیک دیدن بجان ہستند محتاج
چنان ہجرِ تو مارا کرد عاجز	کہ درماند بچنگِ باز تُرّاج
چو جا بر بامِ وصلت یافت عاشق	شد اورا گو ئیا بر چرخ معراج
جہان شد تیرہ بر من چون نہفتی	ز من آن ساعدِ صافی تر از عاج
جگر خون کرد زلفت مشکِ چین را	گرفت از فتنِ مصری شکرت باج
جدا از آفتابِ عارضِ تو	سیہ شد روز بر من چون شبِ داج
جمالِ خود نمایا از رہے نہان باش	بہ ماہے بیندش محمود اے کاج

غزل مغربی

ز دریا موجِ گوناگون برآمد	ز ہیجونی بر نگ چون برآمد
جو نیل از بہر قومے آب گردید	برائے دیگران چون خون برآمد
چو این دریائے بیچون موج زن شد	حبابِ آسمان بیرون برآمد
گہے در کسوتِ لیلیٰ فرو شد	گہے از صورتِ مجنون برآمد
چو باز آمد ز خلوت گاہِ بیرون	ہمان نقشِ درون بیرون برآمد
ازین دریائے بے امواج ہر دم	ہزاران گوہرِ مکنون برآمد
اگر انسان نگردے آشکارا	کلامِ کنت کنزاً چون برآمد
چو شعرِ مغربی در ہر لباسے	بغایت دلبر و موزون برآمد

ل نام غلامی کہ سلطان با او مرتبۂ عشق دارد ۱۲ ۵۲ اشارہ بآیۂ کریمہ کنت کنزاً مخفیاً وتھا ین ایک خزانہ پوشیدہ ہے ۱۲
ع مغربی تخلص ہے شیخ مولانا محمد شیرین المعروف بمولانا مغربی کا یہ حضرت اولیاء اللہ سے تھے اور بڑے پاکطینت اور پاک نفس تھے اور شیخ سعدی

مشفق تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک راجہ جادو کشن بہادر رئیس کلکتہ۔ آپ جناب مولوی ظہور النبی محرمون سے تلمذ فرماتے تھے۔ آپ کا کلام سلاست زبان مین اچھا ہے۔ شعر و سخن سے آپ کو کمال رغبت تھی۔ صاحب دیوان گذرے ہین۔ دو شعر ہم آپ کے انتخاب کے لکھتے ہین اگر ناظرین اور کلام آپ کا ملاحظہ فرمانا چاہین تو دیوان ملاحظہ فرمائین۔

غزل

خفتگانِ خاک ہین قربان اس رفتار پر
ہے قیامت کا گمان سب کو قدِ دلدار پر

نیند تو آتی نہین جو خواب مین دیکھین اُسے
حیف آتا ہے مجھے اس دیدۂ بیدار پر

دوسرے۔ مرزا احمد بیگ۔ شاگرد میر اعظم علی صاحب مضمون اچھا باندھتے ہین آپ کی غزلین عام پسند ہین اور شہر مین اکثر گائی جاتی ہین چنانچہ مشتی نمونہ از خروارے ذیل مین ہم آپکی غزل برائے ملاحظہ ناظرین پیش کرتے ہین۔

غزل مشفق

آپ نے بھیجا تھا خط جو اپنے اس حقیر[1] کے پاس
وہ ہمیشہ رہتا ہے بالائے تکیہ سر کے پاس

دور ہی سے دیکھ کر دربان خفا ہونے لگا
ڈرتے ڈرتے پہونچے ہم جبدم تمہارے در کے پاس

کانون مین بُندے تمہارے دیکھکر کہتی ہے خلق
کیا ہی روشن دو ستارے ہین مہ انور کے پاس

اور بھی مخمور چشمِ یار ہو جاتی ہے مست
میکدے مین شیشہ جب آجاتا ہے ساغر کے پاس

عقدۂ دل صاف کھلجائیگا اے مشفق مرے
حلِ مشکل کا ہے نسخہ خالق اکبر کے پاس

ولہ

کس کو دکھلاؤن آبلے دل کے
زخم تازے ہوے ہین چھل چھل کے

اُس کی نیرنگی پر فداہون مین
گل بنائے ہین جسنے اس گِل کے

زلفِ ناگن نے آپکی صاحب
دل لیا ہے ہمارا بل بل کے

[1] احقر بروزن اختر صیغۂ اسم تفضیل ۱۲۔

محشر تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک[1] عبداللہ خان باشندۂ رامپور۔ رنجتی پڑھنے مین کمال رکھتے ہین۔ رنجتی مین خانم جان تخلص کرتے ہین۔

دوسرے۔ مرزا علی نقی۔ آپ کے آبا و اجداد کشمیر سے آکر لکھنؤ مین آباد ہوے تھے۔ چنانچہ آپ کا مولد و مسکن لکھنؤ ہی مین رہا۔ فارسی اور اردو دونون زبانون پر قادر تھے مصنف گلشن بیخار نے آپکی نسبت لکھا ہے کہ "غزو رشاعری لسیار داشت" واللہ اعلم بالصواب

غزل محشر

سُنا ہے اُن کو منظورِ نظر تیغ آزمائی ہے — یہان شوقِ شہادت نے مری گردن جھکائی ہے
ارے او بیوفا جب سے طبیعت تجھپہ آئی ہے — بجاے روح قالب مین تری اُلفت سمائی ہے
لہو بہتا ہے آنکھون سے خیالِ تیغ ابرو مین — دلِ نادان نے میرے کیا تری تلوار کھائی ہے
سرِ مرقد جو آتے ہین تو کہتے ہین خدا بخشے — ہمارے عشق مین اِسنے بڑی اُفت اُٹھائی ہے

گیا گورِ غریبان پر وہ جس دم فتنۂ محشر
جہان مین غل ہوا اُٹھو قیامت سر پہ آئی ہے

غزل مولائی[1]

دل ہوا پاے بزنجیر خدا خیر کرے — دام ہے زلفِ گرہ گیر خدا خیر کرے
کس کی آمد ہے صبا آج جو گلشن کی طرف — کہتی ہے بلبلِ دلگیر خدا خیر کرے
سرخ پوشاک پہن بیٹھے ہو جا تخت اوپر — کس کی ہے قتل کی تدبیر خدا خیر کرے
شب بسمل مجھے بستر پہ تڑپتے دیکھا — ہنس کے بولا مہ تنویر خدا خیر کرے

کل عیادت کو جو آیا تو یون کہتے ہین رقیب
ہوئی مولائی کی توقیر خدا خیر کرے

[1] آپ کے حالات نہین معلوم ہوے اگر ناظرین کو اطلاع ہو تو مطلع فرمائین ۱۲۔

موج تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔

ایک خدا بخش قوال اکبر آبادی۔ یہ اپنے فن مین بہت قابل تھے اور دہلی مین رہتے تھے نواب مصطفےٰ خان شیفتہ صاحب گلشن بیخار نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ "چند سال است کہ در لکھنؤ فوت شد"، مگر میر قطب الدین باطن مؤلف تذکرہ گلستان بے خزان لکھتے ہین کہ میر اچشم دیدہ ہے کہ اُنھون نے دسل تاریخ صفر ۱۲۴۵ ہجری کو روضۂ اقدس مولوی بیدار صاحب کے قریب بعارضۂ ہیضہ مبتلا ہو کر انتقال کیا اور درگاہ حضرت سید احمد بخاری انار اللہ برہانہ واقع تلج گنج مین دفن کیے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ذیل مین آپ کا کلام درج ہے۔

دوسرے۔ میر کاظم علی لکھنوی شاگرد حضرت رشک ہین۔

غزل

صنم ہے گلبدن ہے مہ جبین ہے — بھلا کیئے تو کیا کیا کچھ نہین ہے
گیا اودھر جو پھرا یدھر نہ آیا — عجب کوچے کی تیرے سرزمین ہے

مجھے قدمون پہ سر رکھنے دو صاحب
تمھارا موج بندا کمتر ین ہے

ولہ

ڈرتا ہون جدا مجھ سے مرا یار نہ ہو جائے — یہ زندگی میری کہین دشوار نہ ہو جائے
دفنایئو ہرگز نہ مری لاش کو یارو — جب تک کہ جنازے پہ مرا یار نہ ہو جائے
جلدی سے پلا ساقی مجھے وصل کی دارو — رخصت کہین دنیا سے یہ بیمار نہ ہو جائے
ساقی تو اسے جان کے مت کیجیو مدہوش — ایسا تو نشہ پی کہین سرشار نہ ہو جائے
ڈرتا ہون تری شوخ شرارت سے پریرو — بدنام کہین تو سر بازار نہ ہو جائے

اے موج تجھے خوف نہین کیا دل وحشی — اُلفت مین کسی بت کی گرفتار نہ ہو جائے

معروف تخلص نواب الٰہی بخش مرحوم دہلوی برادر خرد فخر الدولہ نواب احمد بخش خان بہادر رئیس فیروز پور جہرکہ خلف مرزا عارف خان مرحوم برادر شرف الدولہ قاسم جان چراغ خاندان ذوالفقار الدولہ نواب نجف خان بہادر مرحوم شاگرد نصیر دہلوی آخر ایام مین تعلقات دنیا کو ترک کر دیا تھا حضرت میر ضیاء الدین جیپوری خلیفۂ خاص جناب مولانا فخر الدین صاحب سے شرف بیعت حاصل کیا اور سنہ ۱۲۴۲ ہجری مین انتقال کیا صاحب دیوان گذرے ہین۔

مخمس معروف

عشوے سے ظاہر سر بسر ہے جلوۂ حور و پری
غمزے مین تیرے مو بمو پنہان فن جادوگری
جتنی کہ خوبی چاہیئے ہے تیری صورت مین بھری
اے چہرۂ زیبا لے تو رشک بتان آذری

ہر چند وصفت می کنم در حسن زان نہ بیاتری

نقاش قدرت نے تجھے جسدم بنایا سر بسر
جتنے کہ اگلے نقش تھے بے روپ آئے نظر
سارا مرقع دھر کا ہر چند دیکھا غور کر
ہرگز نیا دور نظر نقشے ز رویت خوب تر

تسمے ندانم یا قمر یا زہرہ و یا مشتری

مشق خرام ناز سے تو جلوہ کرتا ہے جہان
جون سایہ رہتے ہین پڑے عشاق بے تاب تو ان
جاہین کہ اٹھین خاک سے سو ہم مین یہ طاقت کہان
اے راحت و آرام جان باقد چون سرو روان

زان سو مرو ہان کشتان کار ام جان ہر پری

رہتی تھی عاشق سے تجھے یہ کس قدر بیگانگی
مانند نور و سایہ کے کچھ اور آمیزش نہ تھی
پر انتہاے عشق مین دیکھا کہ یہ صورت ہوئی
تو من توشدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کس نہ گوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

مانا کہ مانی آج ہے تیرا قلم حسن آفرین
کھینچے ہین تو نے عمر بھر نقش بتان نازنین
گو رنگ لاوے لاکھ تو پر ہم ترے قائل نہین
صورت گر زیبا ے چین رو صورت آئینہ بین

یا صورتے کش این چنین یا ترک کن صورت گری	
در پر جو اپنے دیکھ کر مجھکو وہ شوخ بیحیا	ہو کر غضب کہنے لگا تو کون ہے اٹھ یانسے جا
معروف مین رونے لگا اور رو کے یہ مقطع پڑھا	خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
اباشد کہ از بہر خدا سوے غریبان بنگری	

غزل

جو سوز دل کی لکھون اپنے داستان ساری	تو پنج شاخہ بنین جل کے انگلیان ساری
وہ تفتہ دل ہون کرے اشک گرم گر میرا	کباب جل کے ہون دریا مین مچھلیان ساری
تمھارے دل مین اثر ہو جو میرے گریہ کا	تو جا نو پانی ہو اسنگ مین بتان ساری

غزل مطلب مندرجۂ ذیل کہہ مکرنی کی صنعت مین ہے ایسے اشعار شعرائے فارس کے بھی دیکھے گئے ہین جو ہجو ملیح کے نام سے مشہور ہین اس مین یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ ایک لفظ یا ایک مصرع ہزلیات کی شان دکھاتا ہے اور دوسرا مصرعہ یا دوسرا لفظ اسکو تہذیب مین لے آتا ہے

غزل مطلب

مارتا ہون تمھاری مین ہر بار	آشناؤن مین سب بڑائی یار
تم کو لازم ہے پکڑو گے میرا	ہاتھ مین ہاتھ با محبت و پیار
مجھکو پیاری لگی تمھاری آج	چال دھیمی اے سرو خوش رفتار
خوب کروایا اب تو مت کروا	مجھ کو رسوا بکوچہ و بازار
اک زرا بھی تو مجھکو کرنے دے	یار من درد دل کی اب تکرار
حکم ہووے تو آج ماردن مین	کھینچکر سیٹ مین عدو کے کٹار

گرچہ مطلب کا خوش لگے تم کو
تو پڑھو رنجیر سجن للکار

معزز تخلص۔ کے دو شخص ہوے۔

ایک سید محمد علی۔ ملازم راجہ پٹیالہ باشندہ کن پور شاگرد انیس لکھنوی۔

دوسرے۔ میر عزیز الدین دہلوی شاگرد قطب الدین مشیر۔

غزل و دوہا معزز

خدنگِ ہجر کا جب سے جگر پر زخم کاری ہے
صنم کی آرزو میں رات بھر اختر شماری ہے

کوک کروں تو جگ ہنسے چپکے لاگے گھاؤ — ایسی کٹھن پریت کا کہو دھو کروں اُپاؤ

الٰہی کیا کروں میں اب نہایت جان عاری ہے

جو میں ایسا جانتی پریت کرے دُکھ ہوے — اگر ڈھنڈھورا پیٹتی پریت کرے ناکوے

اگر میں جانتی پہلے سے ایسی خواری ہے

لکڑی جل کویلا بھیو کوئلا جل بھیو راکھ — میں برہن ایسی جلی نہ کوئلا بھئی نہ راکھ

جگر تو جل چکا پیارے مگر اب تن کی باری ہے

وہ گئے بالم وہ گئے ندی کنارکنار — آپ تو پار اُتر گئے ہمیں چھاند منجدھار

بھلا کیوں چاہیے ایسا ہی کیا یہ شرطیاری ہے

کنک مول کاغذ بھیو مانک مس بھیو مول — قلم بھئی کئی لاکھ کی لکھت نہیں دوئی بول

سونا ۱۲ سونی ۱۲

کبھی بھیجا کرو خط تو یہ کیا عادت تمھاری ہے

نا میرے نیکھ نہ پانوں بل اور پیادت دور — اُڑ نہ سکوں گر گر پڑوں رہت بسور بسور

نہیں طاقت ہے جانے کی نہاں دل کو قراری ہے

کاگا سب تن کھائیو چُن چُن کھائیو مانس — دو نینا مت کھائیو پیا ملن کی آس

معزز بعد مرنے کے تمنا یہ ہماری ہے

۱۲ ۔ کاگا ہندی اردو کو آفاری زاغ ۱۲

مظہر تخلص - کے دو شخص ہوے -

ایک تو مرزا جان جانان خلف الصدق مرزا جان جانی اکبرآبادی باشندۂ دہلی درویش کامل تھے اشعار فارسی نہایت دلچسپ فرماتے تھے - شعر ریختہ بھی جیانا کہتے تھے - ماہ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ ہجری کو روافض کے ہاتھون سے شہید ہوے - اِنّا للّٰہ وانا الیہ راجعون - دیوان فارسی اور خریطہ جواہر آپ کی یادگار ہین - عاشق حمیدؔ مات شہیدؔ حضرت کی تاریخ شہادت ہے -

دوسرے مظہر حسین - ملازم سرکار راجہ نہال سنگھ ہین -

غزل مظہر

چلی جب گل کے ہاتھ سے اٹھا کارواں اپنا — الب — نہ چھوڑا اے بلبل نے چمن مین کچھ نشان اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزے سے زندگی کرتے — کلکتی — اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغبان اپنا
الم سے یان تلک روئین کہ آخر ہوگئین رسوا — سکر — ڈبویا اے آنکھون نے مژہ کا خاندان اپنا
رقیبان کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوبان کی — دیوبند — مجھے ناحق ستاتا ہے یہ عشق بدگمان اپنا
مرا جی جلتا ہے اس بلبل بیکس کی غربت پر — ہاتھرس — کہ جس نے آسرے پر گل کے چھوڑا آشیان اپنا
جو تو نے کی وہ دشمن بھی نہین دشمن سے کرتا ہے — آگرہ — غلط تھا جانتے تھے تجھکو جو ہم مہربان اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے سخن اپنے کو اے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جان اپنا

ولہ

آنکھون مین ہے جو نیند کہان رات بھر رہے — کس کے نصیب تمنے جگائے کدھر رہے
ناوک مین راستی ہو کجی ہو کمان مین — تیر اے اگر بھوین ہون تو سیدھی نظر رہے
ہر دم جتایئے نہ محبت شب وصال — حبب جانون یہ نگاہ جو آنکھون پہر رہے
ہر دم گلے سے اپنے لگائے رہون نہ کیون — یہ ہاتھ ہین وہی جو ترے سینہ پر رہے
بھاگو ہزار کھینچ ہی لائے گی ایکدن — مظہر کی آہ وہ نہین جو بے اثر رہے

مقصود تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک۔ مقصود بیگ لکھنوی۔ صاحب گلشن بیخار لکھتے ہین۔ کہ "مقصود تخلص از سوقیان لکھنؤ است۔ خرافاتش نہ سزاے کہ درین اوراق مذکور گردد اما چون نوشتہ اند نوشتہ شد" یہ سب ان حضرات کا حسن ظن ہے ورنہ سخن مقصود بھی سخن ہے ملاحظہ ہو۔ ؎

بوسہ لینے سے خفا ہوتے ہو کیون مشفق من	بوسہ وہ شے ہے کہ دونون کو مزا دیتا ہے

دوسرے۔ سید مقصود عالم رضوی باشندۂ پھانی شاگرد مرزا غالب و نواب عاشور علیخان۔ مصنف مثنوی و دیوان اُردو و فارسی ہین۔

غزل مقصود

مقدر اپنا اپنا آزمائے جسکا جی چاہے	ہمارے قتل کا بیڑا اُٹھائے جسکا جی چاہے
چڑھا منصور سولی پر پکار اعشق بازون کو	یہ اُس کے بام کا زینہ ہے آئے جسکا جی چاہے
الگ ہم سب سے رہتے ہین مثالِ تارِ طنبورہ	زرا چھیڑے سے مِلتے ہین ملائے جسکا جی چاہے
تری محفل مین اے جانان مثالِ اک تماشا ہون	مین نیش ہنسائے جسکا جی چاہے رُلائے جسکا جی چاہے
غرورِ حسن پر ہے عبث توجہا نجھ کرتا ہے	یہ نوبت چند روزہ ہے بجائے جسکا جی چاہے
محبت کے محل پر عاشقِ جانباز رہتے ہین	بھلا جنگا جگر اپنا جلائے جس کا جی چاہے
تصور مین تمھارے جو کہ زیرِ خاک سوتے ہین	نہ جاگین گے سوا تیرے جگائے جسکا جی چاہے
ملائے خاک مین افلاک نے کیا کیا پری پیکر	غرورِ حسن سے آنکھین دکھائے جسکا جی چاہے
ہمین خاکِ درِ جانان ہی بس اکسیر پارس ہے	ہوس گر کیمیا کی ہو بنائے جسکا جی چاہے
فقیرانہ ہم اپنے در پر آسن مار بیٹھے ہین	بلاوین کیون کسی کو ہم بلائے جسکا جی چاہے

مرا مقصود مجھ کو آپ سے ملجائیگا یارو
ہزارون فکر سے مقصود پائے جسکا جی چاہے

مست تخلص - کے چار شخص ہوے -

ایک - میر فضل علی شاگردِ میر امانی - فقیری اختیار کرلی تھی -

دوسرے - عالم علیخان باشندۂ کلکتہ شاگرد مولوی وحید الدین خرد - کان پور مین انتقال کیا -

تیسرے - میر مست علیخان افغان -

چوتھے - منشی رتن لال - آپ کا وطن حیدر آباد ہے - حضرت فیض سے تلمذ فرماتے ہین -

غزل مست

آج دلبر کو خواب مین دیکھا — نورِ حق کا حجاب مین دیکھا
خود فنا ہو کے ذات مین مِلنا — یہ تماشا حباب مین دیکھا
آپ کو سوخت غیر کو لذّت — یہ مزا ہم کباب مین دیکھا
بیٹھ کر سیرِ مُلک کی کرنی — یہ تماشا کتاب مین دیکھا

ایک پیالے مین مست ہوجانا
یہ تماشا شراب مین دیکھا

ولہ

گرہ کاکل کی یہ نہین زُلف کے خم کے نیچے — بیٹھی ناگن ہے لیے پھیٹے شکم کے نیچے
دخل کیا رحم کی بو قاتلِ خونخوار مین ہو — لاکھون مردہ ہون پڑے جسکے قدم کے نیچے

ولہ

کیا حقیقت عالمِ ایجاد کی — آپ سے صورت بندھی بُنیاد کی
حاملانِ عرش ڈرسے کانپ اُٹھے — جب ترے دیوانون نے فریاد کی
پھینک دونگا توڑ کر زنجیر کو — کون اُٹھائے گا کڑی فولاد کی

مشتاق تخلص - کے نو شخص ہوے -

ایک - مشتاق حسین خلف فخر الدین حسین اکبر آبادی مرید ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی - صاحب دیوان ہوے -

دوسرے - میر حسن دہلوی مقیم فیض آباد معاصر میر درد و مرزا سودا -

تیسرے - حافظ ممتاز حسین معروف بہ قاضی محمد مشتاق خلف قاضی احمد علی - باشندہ سرادھ ضلع میرٹھ شاگرد امداد حسین ظہور -

چوتھے - میر ابو القاسم مرشد آبادی -

پانچوین - لالہ بہاری لال ابن لالہ ولسکہ رائے شاگرد مجذوب مقیم فتح گڈھ -

چھٹے - لالہ بہاری لال اکمل الاخبار کے مالک تھے - انکے والد بزرگوار کا نام ہاں من بھاون لال ہے یہ دہلی کے رہنے والے ہین - مرزا نوشہ غالب کے شاگرد ہین -

ساتوین - کریم خان باشندہ دہلی رفیق نواب حسن علیخان برادر نواب فیض محمد خان بہادر مرحوم - والی جھجر سیاح لندن -

آٹھوین - عبد اللہ خان مخاطب بہ مشتاق علیخان ولد نواب سیف الدولہ متوطن ایران باشندہ دہلی - شاگرد میر تقی، علم جفر و رمل مین انکو کمال حاصل تھا -

نوین - محمد قلی خان - خلف ہاشم قلی خان - موسیقی مین یہ اچھا دخل رکھتے تھے ۱۲۱۷ سنہ ہجری مین انتقال کیا -

غزل

کیا بر مین تڑپتا دلِ بیتاب ہے واللہ — سیماب ہے سیماب ہے سیماب ہے واللہ

تابِ رخِ دلدار سے ہمتاب ہو خورشید — کیا تاب ہے کیا تاب ہے کیا تاب ہے واللہ

کیا پنجۂ مژگان مین ترے گوہرِ آنسو — نایاب ہے نایاب ہے نایاب ہے واللہ

کہتا ہے وہ شمشیر دکھا تشنہ لبون کو — کیا آب ہے کیا آب ہے کیا آب ہے واللہ

مشتاق ہمین کرکے چلے آئے جناب آپ — آداب ہے آداب ہے آداب ہے واللہ

منیر تخلص - کے چھ شخص ہوے -

ایک شاہ وجیہ الدین مرحوم - آپ حضرت شاہ نصیر دہلوی کے خلف الرشید تھے اور شاہ صاحب ہی سے تلمذ فرماتے تھے - آپکے کلام مین وہی پختگی ہے جو اساتذہ کے کلام مین ہونا چاہیے - شیخ ابراہیم ذوق دہلوی سے جو شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین سے تھے - آپسے بڑے بڑے معرکے رہے -

دوسرے - آفتاب خان - شاگرد سعادت یار خان - رنگین -

تیسرے - میر محمد حسین - آپ کے آبا و اجداد ایران سے آکر دہلی مین آباد ہوے تھے - مگر آپ لکھنؤ مین مرزا سلیمان شکوہ بہادر کے حضور مین خدمت انشا پردازی پر سرفراز تھے -

چوتھے - سید منیر الدین - جالیسری -

پانچوین - مولوی محمد اسمٰعیل حسن - شکوہ آبادی - آپ حضرت ناسخ کے ارشد تلامذہ مین سے تھے لیکن صاحب سخن شعرا نے آپکو رشک کا شاگرد لکھا ہے معلوم نہین کہ یہ کہانتک درست ہے - آپ پہلے نواب بانده کی سرکار مین تھے ۱۸۵۷ کے غدر کے بعد چند روز بہت تکلیف اُٹھائی پھر نواب صاحب رامپور نے قدردانی فرمائی چند سال عمر کے جو باقی تھے وہ بعیش و عشرت بسر کرکے رہ گرائے عالم فانی ہوے - مثنوی معراج المضامین و رسالہ سراج منیر آپکی اعلیٰ تصانیف مین سے ہے - جس زمانہ مین رامپور بڑے بڑے شعرا سے آباد تھا - اُس زمانے مین آپ بھی وہان تشریف رکھتے تھے حضرت جلال و امیر مرحوم وغیرہ کے ہم طرح رہے ہین - آپ کا کلیات بہت طول طویل ہے - افسوس ہے کہ آپ کی زندگی نے وفا نہین کی ورنہ آپ بھی دنیا مین ایک بڑے نامی و نامور شخص ہوتے - پُرگوئی کی یہ حالت ہے کہ کوئی غزل آپ کی چالیس پچاس شعر سے کم نہین ہے - ہم کچھ شعر جو یاد آتے ہین نذر ناظرین کرتے ہین

ہم حسینون کی بھوؤن پر رکھتے ہین پائے نگاہ
پھول بھی تھوڑے سے اے صیاد رکھ لے جالین

نکہت گیسو گلستان مین اگر لائے صبا
اُس بت گل پیرہن کے سامنے اے برہمن

ولہ

روندتے ہین سبزۂ شمشیر ابرو پاؤن سے
صاعقہ ہے نالۂ آتش فشان عندلیب

عنبر اشہب ہو فخر استخوان عندلیب
چاہیے ناقوس مشت استخوان عندلیب

چھٹے - مولوی شیخ محمد منیر لکھنوی - آپ شیخ صدیقی ہین - ابوالحسن کنیت ہے - آپکے والد ماجد مولوی میان جان صاحب مرحوم ایک ذی علم بزرگ تھے جو ایک مدت تک حضرت خلد آشیان مرزا محمد واجد علیشاہ بہادر شاہ معزول کی خدمت مین بمقام مٹیا برج بعہدۂ میر منشی ممتاز رہے اور بعد انتقال شاہ معزول مغفور کے وارد لکھنؤ ہوکر مطبع منشی نولکشور مین بعہدۂ افسر مصححان و نیز اتالیقی جناب بابو پراگ نرائن صاحب کے مامور ہوے - اور تامدت حیات مطبع نے آپ سے لائق شخص کی علیحدگی گوارا نہ کی - آپ چونکہ اُن کے فرزند ہین لہذا عملۂ صحت مطبع منشی نول کشور مین لازم ہین آپ کی استعداد فارسی مین کامل ہے - اور عربی مین ناتمام کیونکہ سترہ برس کے سن مین سایۂ پدری آپ کے سر سے اُٹھ گیا - اور آپ کو فکر معاش پڑ گئی - آپکو صغرسنی سے نظم کرنے کا شوق رہا اور مدت تک کسی سے مشورہ بھی نہ کیا - چونکہ لیاقت کے ساتھ طبیعت بھی خداداد تھی - جس کی وجہ سے آپ تمام ہر دل عزیز رہے - بہت سے مشاعرون مین آپ کی شرکت ہوئی اور کلام پسند طبائع خاص و عام رہا - اسی زمانے مین آپ کو اساتذہ حال کی خدمت مین نیاز حاصل ہوا - اور سب نے آپ کی طبیعت کو پسند کیا آخر مین جناب سید عباس حسن صاحب (فصاحت) کے اخلاق بے اندازہ نے آپ کو اپنا گرویدہ بنا لیا - اور آپ اُن سے اصلاح لینے لگے آپ کی طبیعت کی خوبی آپ کے کلام سے ظاہر و ہویدا ہے - جیسا آپکی اُردو تصانیف مین لطف ہے ویسا ہی فارسی نظم مین بھی مزا ہے باوجود اِس لیاقت و طبیعت خداداد کے منکسر المزاجی بھی آپ مین حد درجہ کی ہے - آپ کی وسیع لیاقت اور خداداد طبیعت امید دلاتی ہے کہ اگر زمانے نے آپ کو مہلت دی - اور اطمینان حاصل ہوا تو تھوڑی ہی دنون مین آپ بھی نام برآوردہ شعرا کے دفتر مین اپنا نام لکھائین گے - آپ کا کلام آپ کے خاندان کے رنگ سے بالکل علیحدہ ہوتا ہے آپ کی شاعری زمانۂ حال کی شاعری کے موافق ہے - آپ وہ الفاظ جو پایۂ تہذیب سے گرے ہوے ہین

نظم کرنا معیوب سمجھتے ہین - آپ کی عمر اس وقت ۳۰ سال کی ہے - گلزارِ سخن کی صحت وغیرہ مین آپ نے بہت مدد دی ہے - ہم آپ کا مختصر کلام ذیل مین درج کرتے ہین - جس سے ناظرین مضامین مذکورۂ صدر کی تصدیق فرما سکتے ہین و ہو ہذا -

غزل

دَور اپنا ہے چراغ اورون کا اب گُل ہو چکا
نغمہ سنجیِ عنادل - خندۂ گُل ہو چکا

مجھ سے رندون سے ترا زاہد تو سَل ہو چکا
تجھ سے رندی ہو چکی - مجھسے توکّل ہو چکا

خانۂ تاریک کو اُس مہ نے کب روشن کیا
جس گھڑی میرا چراغِ زندگی گُل ہو چکا

اپنے امکان تک کرونگا اے صنم ضبطِ فغان
گر بڑھے گی حد سے بیتابی تحمّل ہو چکا

اپنے عارض سے مِلاتے ہو عبث ہر پھول کو
ایسی رنگت کا گلستان مین کوئی گُل ہو چکا

دل لگانا دخترِ رز سے کھیل ہے کیا ناصحا!
اب عبادت ہو چکی حضرت! توکّل ہو چکا

واہ ری تقدیر! بہو بیٹی مین حریصِ بادہ کب
جب کہ میخانہ مین دورِ ساغرِ مُل ہو چکا

ہے ہوائے معرفت سے دل بہارستانِ راز
غنچۂ سر بستۂ معنی بیان گُل ہو چکا

باغِ عالم مین وہ کیا اور اُنکا حسن و عشق کیا
سُنیے میرا قصّہ ذکرِ بلبل و گُل ہو چکا

اب ریاضِ دہر مین ہمسر تمھارا کون ہے
رُخ پہ گُل صدقے فِدا زلفونپہ سنبل ہو چکا

اُٹھ منیر بادہ کش خالی ہے ساقی کی بزم
رند سب کے سب اُٹھ گئے وہ شورِ قلقل ہو چکا

ولہ

ترا روے آتشین گر نہ تہِ نقاب ہوتا
دمِ صبحِ حشر طالع نہ پھر آفتاب ہوتا

کبھی یون بھی چرخِ گردان! تجھے انقلاب ہوتا
کوئی محوِ دید ہوتا - کوئی محوِ خواب ہوتا

مرے دل کی طرح تجھ پر جو نہ برق صدقے ہوتی
یہ چمک نہ اُسمین ہوتی نہ یہ اضطراب ہوتا

ترے بخت پر زلیخا! مجھے رشک پھر نہ آتا
مرے سامنے وہ یوسف جو میانِ خواب ہوتا

نہیں اِتنے سے تو جلوے کی نہ تاب آئی رہی! کہو کیا گذرتی دل پر جو وہ بے نقاب ہوتا
جو دمِ سحر نہ پڑتی نظر آئنہ کی تجھ پر ترا روے شرم آگین نہ یون آب آب ہوتا
کیا تجھ کو حق نے یکتا تو ہوا غلام یوسفؑ ترا حُسن گر نہ ہوتا وہی انتخاب ہوتا
شبِ وصل بھی حیا نے مجھے نا امید رکھا مری حسرتین نکلتین جو وہ بیحجاب ہوتا
جو وفورِ عشقِ یوسفؑ نہ اثر دکھاتا اپنا ترا دو بار اے زلیخا! نہ تر اشباب ہوتا
مرے ضبط سے تھی تو نہین ہی زمین اشکِ غم مین اگر ذرا تڑپتا تجھے انقلاب ہوتا

قلق اور غم سے آخر کو منیر جان دیتا
کہین بعدِ مہربانی جو ترا عتاب ہوتا

وله

پہونچ جاتی ہے میری آہ آگے لامکان ہوکر فلک پیچھے ہی رہ جاتا ہے گردِ کارواں ہوکر
نیا عالم ہے اِن روزون زمینِ کوے جانان پر ہوا ہے میرا دودِ آہ قائم آسمان ہوکر
عجب مشکل ہے وقتِ نزع لون نامِ خدا کیونکر کہین بالین سے اُٹھ جائے نہ وہ بُت بدگمان ہوکر
برائے قبرِ عاشق واے قسمت اُسکے کوچے مین ملی دو گز زمین تو وقفِ ظلمِ آسمان ہوکر
ستم اب میرے دل سے اُٹھ چکے بس بیوفائی کے غضب ہی کر دیا دم بھر کو تم نے مہربان ہوکر
لگن مین جمع جب شبکو پتنگونکی ہوئین لاشین تو آئے غسل دینے شمع کے آنسو روان ہوکر
عدم کو چل بسے موے میانِ یار کے شیدا رہے دو چار اگر باقی تو وہ بھی بیجان ہوکر
بلا یا بھی جو خوش ہوکے تو ابرو کے اشارے سے ستم ایجاد نے تیغین لگائین مہربان ہوکر
خداوندا کہین تو ہی اُٹھالے رحم فرما کر کہ اُٹھ سکتا نہین بیمارِ غم اب ناتوان ہوکر
وہ رہنا نا تمام اپنی مصیبت کے فسانے کا وہ سو جانا کسی کا محوِ لطفِ داستان ہوکر؟

بھری محفل مین تکو آج وہ باتین سُناتا ہے
منیر افسوس چپ بیٹھے ہو تم اہلِ زبان ہوکر

مناجات عاشقانہ

اے خدا! اے خالقِ ہر بحر و بر!
تیرے ہی قبضہ مین ہے سب خشک و تر

تو ہے مالک سب ترے مملوک ہین
حور و غلمان و ملک جن و بشر

ہان تصدق اپنے لطفِ عام کا
رحم کر مجھ نا سزا پر رحم کر

اُن کا صدقہ جو محبت مین تری
رکھتے ہین سوزِ دل و دردِ جگر

اُن کا صدقہ جو ہین دیوانے ترے
تیرے دشتِ شوق مین آشفتہ سر

اُن کا صدقہ جو تجلی گاہ مین
حیرتی ہین تیرے اور نظارہ گر

اُن کا صدقہ رکھتے ہین جو درد مند
آہ مین تاثیر نالے مین اثر

اُن کا صدقہ جو ہین تیرے شوق مین
فقر کی منزل شناس اور رہ سپر

اُن کا صدقہ رہتے ہین جو بیقرار
تیرے غم مین رات دن شام و سحر

اُن کا صدقہ جو ہین تیرے خستہ جان
اور ترے دلریش قصہ مختصر

کر عطا اپنی عنایت سے مجھے
جان مضطر قلب سوزان چشم تر

گلشنِ ایجاد مین پھولون پھلون
ہو مرا نخلِ تمنا بارور

اس چمن کے غنچہ و گل مین مجھے
جلوۂ رنگین نما آئے نظر

دیکھ لون ذرات مین اک آفتاب
جب اُٹھاؤن دیدۂ وحدت نگر

درد مین منت کشِ درمان نہون
درد ہی تیرا ہو میرا چارہ گر

درد تیرا دل مرا ہون کس طرح
رنگ و گل جسطرح اور آب و گہر

شوق مین تیرے جیون تا زندگی
عشق مین تیرے گذارون عمر بھر

وقت جو گذرے وہ تیری یاد مین
جان جب نکلے تو تیرے نام پر

گور کی منزل جوارِ قرب ہو
جب کرون اس دارِ فانی سے سفر

التجا کرتا ہے رو رو کر منیر
یا الٰہی فضل کر احسان کر

ولہ

ہے کیون وہ پیشِ دادِ محشر حجاب مین — کیا بات نکلی مُنھ سے مرے اضطراب مین
رکھتے ہی پانون خیر سے عہدِ شباب مین — آفت مین جان پڑ گئی اور دل عذاب مین
اُف ہوشیاریان تری عہدِ شباب مین — ہے نازمین نیاز تو شوخی حجاب مین
کیا دن تھے وہ کہ حسرتون سے تھی جھل پہل — اب خاک اُڑتی ہے دلِ خانہ خراب مین
شانِ خدا ہے کعبہ کے ہوتے ہوے بتو — تم اور رہو مرے دل خانہ خراب مین
ہر گل مین تیرا جلوہ ہے پنہان برنگِ بو — ہے بیحجاب پھر بھی ہے لیکن حجاب مین
بلبل نے گل پتنگون نے کی شمع منتخب — تو جم گیا مری نظرِ انتخاب مین
تم جانتا یہ عاشقِ مہتاب کی ہے قبر — اے جانِ جان زمین ہو جہان اضطراب مین

وہ دردوغم کہ جنکا ٹھکانا نہ ہو کہین
آئین رہین مرے دلِ خانہ خراب مین

ولہ

کب تک جفاے چرخِ ستمگر اُٹھایئے — اب ہاتھ زندگی ہی سے مر کر اُٹھایئے
مین خون بحل کرون جو کرین آپ قصدِ ذبح — مین سر جھکا دون آپ جو خنجر اُٹھایئے
اُلفت جو کی ہے حضرتِ دل آپ نے تو اب — سہیئے جفایین نازِ ستمگر اُٹھایئے
عزت سے ہو زیادہ یہ ذلت مجھے پسند — محفل سے اپنی آپ جو اُٹھ کر اُٹھایئے
کیون قتل کیجیے مرے قاصد کو بیگناہ — کیون سر پہ بارِ خونِ پیمبر اُٹھایئے
موج آنہ جائے دیکھیے نازک کلائی مین — تربت سے میری پھول سنبھل کر اُٹھایئے
گت شیخ جی کی بنتی نہ رندون کی بزم مین — یہ کیون کہا کہ شیشہ و ساغر اُٹھایئے
دیکھین تو شوخی اب بھی ہے صبحِ شبِ وصال — آنکھین ہون چار آپ زرا سر اُٹھایئے

منظور ہے جو بیعتِ پیرِ مغان منیر
شیشہ بغل مین دابیئے ساغر اُٹھایئے

ولہ

نہ چھیڑ اے بس دلِ افسردہ مین ابرِ کرم کوئی
نہ ہوا حال پرسانِ اسیرانِ کہن کوئی

شبستانِ جہان مین ہو گا یون جلوہ فگن کوئی
کہ شمعِ دل سے نجائے گا شمعِ انجمن کوئی

صبا للہ تو اُس کی نقاب رُخ اُلٹ دینا
ہٹائے قبر مین جس دم مرے مُنھ سے کفن کوئی

بہارِ سینۂ پُر داغ دیکھی ہی نہین تنے
زمانہ مین نہین ایسا پھلا پھولا چمن کوئی

حسینون کو یہان پریون کا سایہ ہوتے دیکھا ہے
سمجھ کر آئنہ خانے مین ہو جلوہ فگن کوئی

دلِ اِک نو عمر پر آیا ہے ہان میرے ستانے کو
نیا پہلو ستم کا ڈھونڈھ اے چرخِ کہن کوئی

دلِ ایذا طلب میرا سمجھ کر روند دینا تم
گلِ پامال اگر آئے نظر اہلِ چمن کوئی

نقابِ رُخ اُٹھا دو تم بھی آ کر بام پر اپنے
سرِ طور آج سنتے ہین کہ ہے جلوہ فگن کوئی

شفق مین ماہِ نو کے دیکھنے کو بام پر اپنے
چلا ہے زیبِ تن کر کے گلابی پیرہن کوئی

نہ ہنستا یون عوض رونے کے اے ناکامیِ عبرت
سمجھتا کاش رمزِ خندۂ چاکِ کفن کوئی

زبان کو روک مجمع ہے یہان صاحب کمالونکا
منیرِ بے ہنر اب تک تجھے آیا نہ فن کوئی

ولہ

نظارہ بازون کو اتنا نہ اضطراب رہے
جو تیرے چہرے سے سرکی ہوئی نقاب رہے

مُدام رندون مین دَورِ شرابِ ناب رہے
تری بلا سے جو ساقی کوئی خراب رہے

کبھی تو آرزوے دل نکل ہی جائے گی
ہمارا عشق رہے یا رکا شباب رہے

مین صدقے اِسکے مجھے کس ادا سے مارا ہے
خدا کرے کہ ہمیشہ ترا شباب رہے

ہے جائے رشک زلیخا تو بیخبر سو جائے
نصیب جاگتا لیکن میانِ خواب رہے

ارے یہ مجمعِ حشر اور لاکھون طالبِ دید
مین خوش ہون چہرے پہ اِسدم ترے نقاب رہے

بہارِ قدرتِ حق جن کو دیکھنا ہو سدا
دعا کریں کہ ترا عالم شباب رہے

وہ دیکھتے ہین تماشا مرے تڑپنے کا
خدا کرے مجھے تا حشر اضطراب رہے

رکھا ہے مرگِ جوانی کا سوگ پیری مین
سفید بالون مین میرے سیہ خضاب رہے
جہان مین چرخ کی پیری کو ہے بقا جسطرح
کسی حسین کا یارب یونہین شباب رہے

منیر کوہ کن و قیس چل بسے دونون
دیارِ عشق مین بس آپ اک جناب رہے

ولہ

لحد جب سے بنی مجھ کشتۂ اندوہ و حرمان کی
اُداسی بڑھ گئی بے انتہا گورِ غریبان کی
ہے دل وحشیون کے اور زمین کا نی بیابان کی
یہ ہیبت تھی مرے آوازۂ چاکِ گریبان کی
وہ پیکان تشنہ آیا میرے دلمین خون نہین مطلق
غضب ہے میزبان ناصر رہا خاطر سے مہمان کی
بہار آئی گھرون سے تیرے وحشی نکلے جاتے ہین
صدائین آرہی ہین پے بہ پے چاکِ گریبان کی
گریبانِ زلیخا پہلے مڑکر دیکھ لو یوسفؑ
شکایت بعد کو کرنا پھر اپنے چاکِ دامان کی
نگاہِ لطف سے بس نے لگایا تھا خدنگ اُدل
دہانِ زخم مین لذت ہے اب تک نوکِ پیکان کی
مرے دل سے کوئی پوچھے حقیقت اے پری پیکر
ترے نازک دلی چشم کی ابرو کی مژگان کی
نکالا جاتا ہے جو اُس پری پیکر کے کوچے سے
بُرائی ہین یہ جنت اُسکو حورین باغِ رضوان کی
مری تربت پہ اہلِ دہر کو عبرت دلاتی ہے
شبِ اول ہنسی پھولونکی رقت شمعِ سوزان کی
ہون ضبطِ گریۂ بے اختیارِ ہجر کا کشتہ
مری تربت پہ یہ بیجا ہے رقت شمعِ سوزان کی

سحر کو اے منیر اُس دے روشن کے نظارے سے
بنا تارِ نظر اپنا کرن خورشید تابان کی

ولہ

لطف دکھلائے گی اب بادیہ پیمائی بھی
دشت مین قیس بھی ہے آپ کا سودائی بھی
حسرت و یاس و غم و درد کا ہے گرد ہجوم
انجمن کا ہے نمونہ مری تنہائی بھی
غیر حالت جو سُنی میری تو ہنسکر بولے
روز مرتے ہین مگر موت کبھی آئی بھی
ہاتھ رکھ کر جگر و دل پہ تڑپنا کیسا
عاشقو اشرط ہے الفت مین شکیبائی بھی
جان دینے کو تو جی جان سے تھا مین حاضر
مگر اے موت شبِ ہجر مین تو آئی بھی

امتحان

امتحان ہو تو کہین تابِ نظر کا سرِ طور
آج موسیٰ بھی ہین اور آپ کا شیدائی بھی

ماتمِ غیر مین کر بال پریشان ظالم
جانے پائے نہ مگر شانِ خود آرائی بھی

گر نا غش کھا کے تمھارا تو سنا ہے موسیٰ
یہ بتاؤ کہ نظر صورتِ یار آئی بھی

کیا کہے حال وہ اپنا دمِ آخر تجھسے
تیرے بیمار مین ہے طاقتِ گویائی بھی

کہتے ہین وہ کہ فقط حسن ہی یوسف سا نہین
میری ٹھوکر مین ہے اعجازِ مسیحائی بھی

تجھ کو اک بات کی دونون مین خبر بھی نہوئی
زر پہ نالے بھی کیے تیرے حسین سائی بھی

شمع کو کیون نہ غنیمت شبِ فرقت سمجھون
ہم زبان بھی ہے مری مونسِ تنہائی بھی

یون چُرا لینا کسی شخص کا دل کیا معنی
آپ کے میرے کبھی کی تھی شناسائی بھی

بڑھ گیا اور یم حسن کا پانی دو ہاتھ
اُس نے لی جوشِ جوانی مین جو انگڑائی بھی

کیون بڑھا میرے گریبان کی طرف دستِ جنون
باغِ عالم مین کہین فصلِ بہار آئی بھی

تم بھی اب تیغ اُٹھاؤ کہ جھکائے ہون مین سر
حلقہ باندھے ہوے ہین گرد تماشائی بھی

عشق سے میرے ہوا تجھ سے زمانہ آگاہ
تیری شہرت کا ہے باعث مری رسوائی بھی

دل مین رہتا ہے کبھی پھرتا ہے گہ آنکھون مین
عاشقِ پیر وہ نشین بھی ہے وہ ہرجائی بھی

کشتۂ تیغِ تغافل ترے پھر بھی نہ اُٹھے
کان مین صورِ قیامت کی صدا آئی بھی

مین وہ غمگین ہون کہ شامل ہے خوشی مین مری رنج
گر پڑے آنکھ سے آنسو جو ہنسی آئی بھی

جلوہ گر آئنہ خانہ مین اکیلا ہے جو تو
بزمِ خوبان سے ہے بڑھ کر تری تنہائی بھی

خواب مین دیکھ لیا جلوۂ ماہِ کنعان
جاگ اُٹھا بخت زلیخا کو جو نیند آئی بھی

جان دیتا ہون مین اُس قاتلِ عالم پہ منیر
دہر مین جس کو ہے دعوائے مسیحائی بھی

نوٹ ۔ آپکی نظم کا نمونہ ہم پیش کر چکے۔ نثر کے لیے تقریظ و خاتمۃ الطبع مندرجۂ کتاب ہذا ملاحظہ ہو۔

نجم تخلص کے نو شخص ہوے۔

ایک۔ سید اشرف علی بنارسی۔

دوسرے۔ میر نجم الدین ولد میر قمر الدین دہلوی صاحب دیوان گذرے ہین۔

تیسرے۔ محمد رضا خان داروغۂ خزانہ و نائب خانسامان بادشاہِ لکھنؤ ولد محمد قاسم طباطبائی برادر زادۂ مختار الدولہ باشندۂ لکھنؤ شاگرد نظام الدین ممنون صاحب دیوان اُردو و فارسی۔

چوتھے۔ مولوی انعام اللہ شاگرد میر وزیر صبا، مولوی ولی اللہ ابن مولوی حبیب اللہ باشندۂ لکھنؤ محلۂ فرنگی محل۔

پانچوین۔ میر نجم الدین احمد خلف میر عنایت علی متوطن بریلی تحصیلدار فرخ آباد۔

چھٹے۔ میر نجم الدین علیخان داروغہ ضلع جھانسی خلف حکیم ابو سعید خان۔

ساتوین۔ مولوی نجم الدین احمد خلف مولوی احمد علی باشندۂ چریاکوٹ ضلع اعظم گڈھ۔

اُٹھوین۔ منشی صادق علیصاحب مختار۔ شاگرد جناب جلال مرحوم۔ آپکا وطن خاص لکھنؤ ہے۔ آپ کے بزرگ قدیم باشندہ اس شہر کے ہین ۱۸۱۸ء مین پیدا ہوے۔ آپکے والد ماجد جناب شیخ امیر علیصاحب مرحوم قدیم مختار عام منشی نولکشور صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ انجمانی نے آپکو خاص طور پر علم فارسی کی تعلیم دلوائی ۱۸۹۷ء مین آپ اپنے برادر بزرگ جناب منشی عوض علیصاحب وکیل ریاست جیپور کے ہمراہ جو اُسوقت بھوپال مین وکالت کرتے تھے چلے گئے۔ وہان فخار الشعرا مولوی خان محمد صاحب شہیر اُستاد نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم مغفور سے علم فارسی کا تکملہ کیا۔ بھوپال ہی مین آپکو شاعری کا شوق ہوا۔ ۱۸۹۸ء کو آپ لکھنؤ واپس آکر حکیم میر ضامن علیصاحب جلال مرحوم کے تلامذہ مین داخل ہوے۔ اور چندے لکھنؤ مین مقیم رہکر علم عروض اپنے اُستاد سے حاصل کیا۔ ۱۹۰۰ء مین آپ پھر بھوپال چلے گئے اور ریاست مین ملازمت کرلی۔ اکثر مشاعرون مین جناب صفا جناب رعنا اور جناب اخلاص۔ اور جناب برہم اور جناب راز۔ اور جناب جوہر شاہجہانپوری اور افسون شاہجہانپوری و جناب شوقی کے ساتھ ہمطرح ہونے کا اتفاق ہوا ۱۹۰۱ء مین آپ ریاست کی ملازمت ترک کرکے لکھنؤ واپس آئے۔ اور اپنے والد ماجد کی جگہ پر جو اُسوقت

پنشن لے کر علیحدہ ہوے تھے بحیثیت مختار عام منشی پرآگ نراین صاحب پر و پرائٹر نولکشور پریس خلف منشی نولکشور آنجہانی مقرر ہو کر آگرہ دہلی علیگڈھ سہارنپور مین کام مختاری انجام دیتے رہے۔ اور وہان کے شعرا سے صحبتین گرم کین۔ اب آپکا مستقل قیام ضلع اٹاوہ مین ہے آپ کا کلام اکثر فتنہ مین شایع ہوتا ہے کلام کی خوبی اور پختگی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کل اصناف سخن پر قادر ہین۔ آپ کا کلام یہ ہے۔

غزل بنجسم

مری الجھن مری بالین سے وہ کم کر کے اٹھے ہین
جب اٹھے ہین دعاے حرز جان دم کر کے اٹھے ہین

ابھی تک رو رہے تھے چپکے چپکے میری میت پر
الٰہی خیر اب وہ قصد ماتم کر کے اٹھے ہین

وہ جب بیٹھے ہین آکر یاد کر کے ہمکو روئے ہین
ہماری قبر کی چادر کو پرنم کر کے اٹھے ہین

قیامت درد دل درد جگر کیا کوئی ڈھائین گے
خدا جانے صلاحین کیا یہ باہم کر کے اٹھے ہین

چلے جاتے ہین رونا چھوڑ کر کیا دل شکستون کو
وہ اپنی بزم کو خود بزم ماتم کر کے اٹھے ہین

ترے دیوانے باہم بیٹھ کر یہ روے وحشت مین
کہ اکثر دامن صحرا کو پرنم کر کے اٹھے ہین

کرین گے بیٹھ کر بل اور بھی زنجیر زندان سے
ترے دیوانے یاد زلف پرخم کر کے اٹھے ہین

جدھر جی چاہے لیچل بیخودی اس بزم سے ہم کو
وفور اشتیاق دید کو کم کر کے اٹھے ہین

سلامت تیرا میخانہ کہ اس مین بیٹھ کر ساقی
پیالے کو ہم اپنے ساغر جم کر کے اٹھے ہین

یہانتک روئے ہین ہم بیٹھے بیٹھے تیری محفل مین
فغان زیر لب کو شور ماتم کر کے اٹھے ہین

الٰہی نزع مین پیش نظر اس بت کا جلوہ ہو
مصلے پر سے اپنے یہ دعا ہم کر کے اٹھے ہین

رہے پہلو مین جبتک ہچکیان لیتے رہے دلمین
اٹھے پہلو سے جب سوے عالم کر کے اٹھے ہین

حسینون کے گریبان سرخ تھوڑی دیر مین ہونگے
اگر وہ دست رنگین وقف ماتم کر کے اٹھے ہین

بہت روئے دل مردہ کو اپنے بیٹھے بیٹھے ہم
سنبھالو اپنا دل اب قصد ماتم کر کے اٹھے ہین

کیا ہے بیٹھکر محفل مین شکوہ زلف پرخم کا
مزاج یار کو اے بجم برہم کر کے اٹھے ہین

ولہ

روتے روتے ہجر مین نامور آنکھین ہوگئین
اس قدر آنسو بہے بے نور آنکھین ہوگئین

اک زمانہ ہوگیا چھوڑے بتون کی تاک جھانک
ابتو نذرِ جستجوے حور آنکھین ہوگئین

تیری مژگان کا تصور ان مین ہے آٹھون پہر
یارِ شوقِ دار مین منصور آنکھین ہوگئین

دے دیا مین نے جو بھر کر جام اپنے ہاتھ سے
مست ساقی ہوگیا مخمور آنکھین ہوگئین

تھا اگر موسےٰ تماشا دیکھنے کا تمکو شوق
کیون نہ محوِ دیدِ برقِ طور آنکھین ہوگئین

دل مین آئے ہو جو آنکھون سے تو پھر نا ہے محال
اب یہان سے لاکھ منزل دور آنکھین ہوگئین

تھا تصور قہر تیرے آتشین رخسار کا
آگ دل مین لگ گئی محرور آنکھین ہوگئین

ہم تو جب جانین کہ پردہ غیر سے بھی وہ کرین
اک ہمین سے کیا اگر مستور آنکھین ہوگئین

ہوگیا نورِ نظر نذرِ غمِ روزِ فراق
صرفِ زاریِ شبِ دیجور آنکھین ہوگئین

لے گئین کھینچی نگاہون کی ادائین دل مرا
اور رکھنے کے لیے مشہور آنکھین ہوگئین

پیرِ کنعان کی طرح غم مین ترے یوسف لقا
ہم جدا آنکھون سے ہم سے دور آنکھین ہوگئین

کردیا نذرِ غمِ دلدار نورِ چشم کو
دیکھیے کیا صاحبِ مقدور آنکھین ہوگئین

تم گلے سے مل گئے دل کی گئین بتیا بیان
اک نظر دیکھا تمھین مسرور آنکھین ہوگئین

ہم اشارون پر چلین اُن کے یہ کہتا ہے کوئی
آج کل کیا صاحبِ دستور آنکھین ہوگئین

اُن کا کیا بگڑا جو تجھ پر پڑ گئین اے سنگدل
کوئی شیشہ تھین کہ چکنا چور آنکھین ہوگئین

اب نہین پردہ نشینون کی جوان کو تاک جھانک
کیا تصور سے ترے معمور آنکھین ہوگئین

چشمِ موسیٰ پر جو پایا فوق چھوڑا انکسار
دیکھ کر جلوہ ترا مغرور آنکھین ہوگئین

آئنہ مین دیکھتا ہے اپنی آنکھون کو وہ صنم
چشمِ بد دور اس قدر منظور[1] آنکھین ہوگئین

[1] منظور بمعنے جاے نظر ۱۲

ولہ

باب قبول وا ہے یہ کوئی دعا کرے
وقتِ سحر نہ آہ و فغان آسیا کرے

بیوجہ یہ اگر نہ پریشان کیا کرے
کیون زلفِ یار بادِ صبا کا گلا کرے

مرنے کی آرزو بتو ترا مبتلا کرے
آتے ہوے ہزار بہانے قضا کرے

پھر جائے گا کبھی نہ کبھی آئنہ کا منھ
چشمک زنی کسی کی تجلی کیا کرے

یون کوئی میری موت کا طالب خدا سے ہو
بکھرا کے زلفین ہاتھ اٹھا کر دعا کرے

اب کون ہے جو مھندی لگائیگا میرے بعد
ماتم نہ یون کوئی سرِ بزمِ عزا کرے

چومالسی کے دستِ نگارین کو غیر نے
پرواز ا بتو طائرِ رنگِ حنا کرے

کس درجہ عشق و حسن ہین بیرحم و سنگدل
اُنکی بلا سے کوئی کسی پر مٹا کرے

پہلے پہل وہ دیکھنے والا ہے آئنہ
جادو نہ یار پر کوئی غیر آشنا کرے

نیچی نگاہین اٹھتی ہین شوخی کا ہے یہ قول
پردہ شبابِ یار سے ابتو حیا کرے

جوڑا کسی نے کھول دیا ہے دمِ خرام
زلفِ رسا نہ پانون سے لپٹے تو کیا کرے

بھلاؤ دل کو محفلِ دشمن مین بیٹھ کر
مرنے کا غم ہمارے تمھاری بلا کرے

خود بینیان یہ تیری چھپکنے نہ دینگی آنکھ
چار آنکھ تجھ سے کیا کوئی غیر آشنا کرے

پیمان شکن کے کہنے سے زندہ ہوا مین دفن
ابتو لحد پہ آنے کا وعدہ وفا کرے

خلوت مین پھر تو آپ ہی کھل کھیلیگا وہ شوخ
پہلے حیا کو جوشِ جوانی جدا کرے

ٹھنڈا ہو دل مرا کہ ہی سینہ پر رکھا ہاتھ
تاثیر الٹی آتشِ رنگِ حنا کرے

ہو گی خبر نہ گوشِ گل تر کو باغ مین
بلبل ہزار نالۂ آہن ربا کرے

اے نجم اپنے رنگ کا نکلا نہ کوئی شعر
ایسی زمین مین کیا کوئی فکر رسا کرے

لہ آہن ربا۔ لوہے کا کھینچنے والا۔ نام سنگ کہ اُسکو مقناطیس بھی کہتے ہین ہندی چمبک یا چمکک ۱۲

ولہ

ستم باقی نہ رہنے پائے اے چرخِ کہن کوئی
قیامت تک نہیں پانے کا مجھسا کم سخن کوئی

اثر اپنا دکھائے گردشِ چرخِ کہن کوئی
وطن میں آ گیا پھر کر پھر آوارہ وطن کوئی

گلوں کے رنگ و بو کو کس کے جذبِ حسن نے کھینچا
اُڑا کر ساتھ اپنے لے گیا رنگِ چمن کوئی

کرے گا کون پوری آرزوے قتل مشکل ہے
نہ اُن کے ہاتھ میں خنجر نہ دامن میں شکن کوئی

یہاں کوئی نہیں ہے ہمنشینِ حضرتِ موسیٰ
نہ بیٹھے بے نقاب آ کر میانِ انجمن کوئی

نگاہیں پھیر لیں نخچیر سے اے وائے بیدردی
کشیدہ ہو گیا ہے خود بخود ناوک فگن کوئی

تمنائے شہادت میں گلا خود کاٹ لینا تھا
دکھا دیتا مرے قاتل کو اپنا بانکپن کوئی

کسی قاتل کے کوچہ میں جو رہتی ہمکو پہونچا کر
نہ دیکھی ہمنے ایسی گردش اے چرخِ کہن کوئی

سبب اپنے دا غمائے دل ابھی تک یاد ہیں ہمکو
نگاہوں میں پھرا کرتا ہے اُجڑا سا چمن کوئی

خدارا اتنا دکھلا دے وہ پیاری پیاری شکل اپنی
مرے منھ سے ذرا سرکائے دامانِ کفن کوئی

مزے وہ پائے ہیں صحرانوردی میں کہ سب بھولے
ہمارے سامنے کھینچا کرے شکلِ وطن کوئی

جہاں پایا وہاں رونا ہی پایا شمع کو ہمنے
خوشی کی بزم ہو ماتم کی ہو یا انجمن کوئی

قیامت ہر قدم ڈھائے کسی کی چال مستانہ
ملائے فتنۂ محشر سے آج اپنا چلن کوئی

صدا ناقوس کی بن کر کبھی تو دیر میں پہونچے
اثر اتنا ہی دکھلائے فغانِ برہمن کوئی

حسین اک شکل کے چاروں طرف دکھلائی دیتے ہیں
تمھارا آئنہ خانہ ہے یا ہے انجمن کوئی

فنا کے بعد لازم ہے نگاہِ یاس سے پردہ
عزیزوں میں نہ سرکائے مرے منھ سے کفن کوئی

تعلق جلوہ گاہِ یار سے ہے کسکو اے موسیٰ
اِدھر بھی آج آ نکلا ہے آوارہ وطن کوئی

بخشے ہیں
جلالِ نامور سے نجم برسوں فیض پایا ہے
خدا رکھے کہاں ایسا اب استادِ زمن کوئی

نوین - نجم - جناب منشی اکرام حسین صاحب حسینپوری ابن جناب منشی محمد انور صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر ابن میر غلام مہدی صاحب رضوی پانی پتی ہین - آپ مسٹر محمد حسین صاحب و محمد انوار بارسٹرایٹ لا مقیم کھنڈوہ کے برادر خرد ہین - آپکی عمر اسوقت تخمیناً تیس ۳۰ سال کی ہوگی - آپ جی - آئی - پی - ریلوے کی طرف سے بمقام کھنڈوہ ضلع نمار ہیڈ گارڈ کے عہدے پر تعینات ہین - طبیعت مین شوخی اور موزونی جو لوازمات شاعری ہین موجود ہے - آپ بڑے خلیق یار باش ہین - آپکو علم انگریزی مین بخوبی دسترس حاصل ہے - آپ کی تصنیف سے عروس نظم معروف بہ دیوان نجم ایک مختصر سا دیوان اردو نظر سے گذرا ہے - ذیل مین ہم آپ کا کلام آپ کے دیوان سے انتخاب کرکے ہدیہ ناظرین کرتے ہین - وہو ہذا -

غزل

شب ہجران کی مرے تجھکو خبر ہے کہ نہین
بول تو منھ مین زبان مرغ سحر ہے کہ نہین

لے گئے آنکھ کے پردہ مین چھپا کر دل کو
اُسپہ کھلتا نہین منظور نظر ہے کہ نہین

کون ہے جاکے جو پوچھ آئے یسیجا مرے
اپنے بیمار کی کچھ تجھ کو خبر ہے کہ نہین

اُٹھ کے باہر کبھی آتا نہین تنجانہ سے
یا الٰہی بت نازک کے کمر ہے کہ نہین

بے طلب خانۂ دل مین جو چلے آتے ہین
اِن حسینون کو کسی بات کا ڈر ہے کہ نہین

عذر دیدنے مین ہرگز نہین قاتل لیکن
قابل تیغ ادا دیکھ لون سر ہے کہ نہین

نجم وہ دیکھو چلے آتے ہین تھامے دل کو
تم تو کہتے تھے کہ نالون مین اثر ہے کہ نہین

ولہ

قتل عالم کے لیے تلوار آنکھین ہوگئین
کٹ گیا دو ہوکے جس سے چار آنکھین ہوگئین

نرگسی آنکھون کا تیرے عشق جسدن سے ہوا
روتے روتے ہجر مین بیمار آنکھین ہوگئین

تمنے کیون بدمست اُن کو کردیا پیکر شراب
دیکھ لو لڑنے کو اب تیار آنکھین ہوگئین

ہائے آنکھین تھین ویا بخت تھین نوک سنان
اسطرح دل مین چبھین کہ پار آنکھین ہوگئین

یہ تنفر ہے کہ اب اُٹھتی نہیں میری طرف
وائے قسمت یار کی اغیار آنکھیں ہوگئیں

ڈھونڈھنے کو تیری خلوت میں تجھے یہ نشیں
ایک اک گوشہ میں سو سو بار آنکھیں ہوگئیں

چھوڑ بیٹھے نجم اک مدت سے ہم شغلِ شراب
اپنی بدمستی سے اب ہشیار آنکھیں ہوگئیں

ولہ

شانہ مرا تربت میں ہلا کیوں نہیں دیتے
عاشق کو مری جان جِلا کیوں نہیں دیتے

پردہ رُخِ تاباں سے اُٹھا کیوں نہیں دیتے
مشتاق کو دیدار دکھا کیوں نہیں دیتے

کس جُرم پہ عاشق کو ہے محفل سے اُٹھایا
بیتاب کی تقصیر بتا کیوں نہیں دیتے

کیوں منتظرِ حشر رہیں کشتۂ حسرت
پازیب کی جھنکار سُنا کیوں نہیں دیتے

ہے ناز کی ٹھوکر ہی ہمیں قُم سے زیادہ
آپ اپنی مسیحائی دکھا کیوں نہیں دیتے

مانا مرا دل غیر کے دل سے نہیں اچھا
پھر آپ مرا دل مجھے لا کیوں نہیں دیتے

مشتاقِ اجل عاشقِ جانباز ہے کب سے
گردن پہ کوئی وار لگا کیوں نہیں دیتے

عاشق سے وہ کہتے ہیں غمِ ہجر کو سُنکر
تقدیر کے لکھے کو مٹا کیوں نہیں دیتے

اِک غیرتِ خورشید سے ہے آنے کا وعدہ
فرشِ آنکھوں کا اے نجم بچھا کیوں نہیں دیتے

ولہ

مجرم کوئی بجو نہ ہو تعذیر کسی کی
عاشق ہی سزا پائے ہو تقصیر کسی کی

تدبیر بدلتی نہیں تقدیر کسی کی
تقدیر سے چلتی نہیں تدبیر کسی کی

مسجد میں اذاں بُتکدہ میں سنکھ بھی پھونکا
سُنتا ہی نہیں وہ بتِ بے پیر کسی کی

اک بوسہ کے لے لینے پہ صاحب خفا ہوں
للہ بجل کیجئے تقصیر کسی کی

کھڑکی سے بھی تو اُسنے نہ جھانکا کبھی آکر
اے جذبۂ دل دیکھی تاثیر کسی کی

خطِ غیر کا اُس شوخ نے رکھا مرے خط میں
آئی ہے مرے نام سے تحریر کسی کی

عاشق کو سرِ راہ تو دشنام نہ دیجے
بازار مین اچھی نہین تشہیر کسی کی

جب اُن سے کہا کوئی نہ پورا ہو اوعدہ
کہنے لگے ہنس ہنس کے وہ تقدیر کسیکی

یا ہم نہین یا غیر نہین او بتِ قاتل
ملجائے جو دم بھر کو بھی شمشیر کسی کی

اے گل مجھے کیا نغمۂ عنادل کا خوش آئے
کانون مین بھری رہتی ہے تقریر کسیکی

اے نجم رہو روضۂ شبیر پہ چل کر
یان ہند مین رکھتی نہین جاگیر کسی کی

ولہ

چلو دیکھین تو چلکر یار کی رفتار کیسی ہے
قیامت خیز فتنہ گر ہے آخر کار کیسی ہے

ابھی اس ماہ وش کا چاند سا مُنھ تمنے دیکھا تھا
ابھی پھر حضرتِ دل حسرتِ دیدار کیسی ہے

مسیحا تھے تو گھٹ جاتی نہ کچھ شانِ مسیحائی
جو آکر دیکھ لیتے حالتِ بیمار کیسی ہے

زبان دل کے نہ مُنھ ہے آبلہ پا کے کہین کیونکر
کسی کی نوکِ مژگان اور نوکِ خار کیسی ہے

تری قامت کے عالم نے کیا محشر بپا ہر سو
مچائے کیا قیامت دیکھیے رفتار کیسی ہے

مکان خالی کرو اے حسرتو اولسے نکل جاؤ
مقامِ یار مین یہ محفلِ اغیار کیسی ہے

مشرف کر زیارت سے نجف کی نجم کو یارب
دکھادے جلد قبرِ حیدرِ کرار کیسی ہے

ولہ

گلے سے جو تیغِ ادا مل رہی ہے
محبت کی ہم کو سزا مل رہی ہے

کجا مین کجا غیر او تیغِ قاتل
گلے کس کے تو بیوفا مل رہی ہے

اُٹھاتے ہین جب ہاتھ وہ کوسنے کو
مین کہتا ہون مجھ کو دعا مل رہی ہے

تہ تیغ کس بے گنہ کو کیا ہے
یہ کیون خون سے دستِ حنا مل رہی ہے

دیا دل جو بے سمجھے اُس بیوفا کو
تمھین نجم اُس کی سزا مل رہی ہے

نیاز تخلص کے سات شخص ہوے۔

ایک میر محمد سعید اکبرآبادی معلّمی کرتے تھے۔

دوسرے۔ میر محمد علی مرثیہ گو باشندۂ دہلی مقیم حیدرآباد۔

تیسرے۔ شاہ نیاز احمد سرہندی ولد حکیم شاہ رحمت اللہ باشندۂ بریلی کسب باطن مولانا فخرالدین دہلوی و شاہ عبدالعزیز بغدادی سے کیا تھا۔ دہلی مین تربیت پائی تھی سنہ ۱۲۵۰ ہجری ماہ جمادی الثانی مین ستّر برس کی عمر مین وفات پائی دیوان فارسی اور اُردو یادگار ہے۔

چوتھے۔ عبدالرّسول باشندۂ جہانگیر نگر عرف ڈھاکہ۔

پانچوین۔ لالہ راجہ رام ابن لالہ جگناتھ باشندۂ بھگونت نگر۔

چھٹے۔ محمد نیاز علی خلف محمد مبارک علی باشندۂ بچھراؤن ضلع مرادآباد۔

ساتوین منشی نیاز محمد صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ دفتر انگریزی ضلع نرسنگپور تلمیذ جناب نواب علی رضا خانصاحب خان بہادر متخلص بہ قبلہ رئیس چھندواڑہ۔ عمر تخمیناً ۳۵ سال ہے۔ علاوہ شغل ملازمت فنِ شاعری سے آپ کو خاص مَس ہے۔ سخت سی سخت زمینون مین طبع آزمائی کرتے ہین۔ اور ہمیشہ نئے نئے مضامین لاتے ہین کلام یہ ہے۔

غزل

کس کے نشان پا پہ ہے مدہوش نقشِ پا
ہے محوِ حسن خاکپہ بیہوش نقشِ پا

یہ ضبط و حلم طبع کسی کو نصیب ہے
پامال ہونے پر بھی ہے خاموش نقشِ پا

اس آرزو مین راہ پہ تیرے پڑا ہے وہ
پڑ جائے تا کبھی تہِ پا پوش نقشِ پا

کیون کہتے ہو کہ غیر کے گھر تم نہین گئے
پہچانتے ہین عاشقِ ذی ہوش نقشِ پا

ہے یہ نشان کس کے قدم کا گیا ہے کون؟
دیکھو تو آپ کے ہین کہان ہوش نقشِ پا

جس شوق مین عدو کے وہ گھر پہ گئے نیاز
رفتار کا بتاتا ہے اک جوش نقشِ پا

ولہ

اچھے تھے دن وہی کہ وہ جبتک جوان نہ تھا
تھا اختلاط ہمسے ذرا بدگمان نہ تھا

ثابت ہے میرے دودِ فغان سے وجودِ چرخ
اُس دن کی بات ہے کہ یہ جب آسمان نہ تھا

مانندِ آسمان ہے سدا سے خمیدگی
پیری سے پیشتر بھی کبھی مین جوان نہ تھا

مانع ہے مجھکو دخلِ جنان سے جوابِ خدا
رضوان تو اُسکے گھر کا کبھی پاسبان نہ تھا

تھی کون بات جس پہ وہ بدظن ہوا ہے نیاز
جملہ تو کچھ بھی کل مرے وردِ زبان نہ تھا

ولہ

کب شوخیون مین ناز کی چھیڑین نہان نہین
کب دل ربا نگاہ تغافل لسان نہین

مسجد کے چار طاق پہ اتنا گھمنڈ شیخ
وہ بھی خدا کے فضل سے گھر کا مکان نہین

کیون کاہشِ مآل مین مرتا ہے بوالہوس
تھوڑا سا خوفِ جان ہے کچھ ایسا زیان نہین

میرے جواب کے لیے رکھ لو مری زبان
اُسکے گرہ عدہ وصال پہ مُنھ مین زبان نہین

تقدیر مین نیاز نہین ہے شرابِ شیخ
کچھ باب توبہ تو درِ پیرِ مغان نہین

ولہ

منظور گر کمالِ حقیقت نہ ہو مجھے
دستِ مجازِ عشق پہ بیعت نہ ہو مجھے

اُلفت ہی میری تیری محبت کی ہے دلیل
تجھ کو نہ ہو تو تیری محبت نہ ہو مجھے

قربان تیغِ ناز کہ پہلے اِدھر چلے
اِس لطف کے نثار کہ ذلت نہو مجھے

رتبہ کسی کا عالی مرے مرتبت سے ہے
اور عشق تیرا کس لیے نخوت نہو مجھے

قبلہ سے گر نیاز تلمذ نہ ہو مجھے
بیشک کبھی یہ زورِ طبیعت نہ ہو مجھے

نسیم تخلص۔ کے نو شخص ہوے۔

ایک نیم اللہ باشندۂ میرٹھ شاگرد حافظ قطب الدین مشیر۔

دوسرے۔ حکیم مولوی نسیم اللہ خلف حکیم محمد علیم اللہ باشندۂ کول عدالت کول مین وکالت کرتے تھے

تیسرے۔ نواب محمد حسین جاگیردار ہریلور متعلق الیسور۔

چوتھے۔ گلزار علی۔ آپ کو اپنے والد سے تلمذ تھا۔

پانچوین۔ مرزا راجہ کدار ناتھ دہلوی پنشکار نظارت دربار شاہی نبیرۂ راجہ رام ناتھ بہادر شاگرد رنگین۔

چھٹے۔ پنڈت برج ناتھ اکبرآبادی۔

ساتوین۔ مرزا محمد اصغر علیخان دہلوی بن نواب آقا علیخان قاچار مقیم لکھنو شاگرد مومن انکے اشعار بڑے ہی پُر لطف ہوتے ہین۔ لکھنؤ مین انکی شاعری کا بڑا شہرہ ہے۔ انکا دیوان نظر سے گذرا ہے سنہ ۱۲۸۲ھ مین ۱۴ رمضان المبارک کو انتقال کیا۔ انکی غزلین عام پسند ہین اور اکثر لوگون کی زبان زد رہتی ہین۔

آٹھوین۔ محمد یعقوب ولد حافظ غلام احمد نکہت تخلص۔ خواہرزادۂ عبدالحکیم بسمل شاگرد عبدالکریم سوز۔

نوین۔ پنڈت دیاشنکر کشمیری ولد گنگا پرشاد باشندۂ لکھنؤ مصنف مثنوی گلزار نسیم شاگرد آتش اپنے مذہب کو ترک کرکے مشرف بہ اسلام ہوے تھے۔ اُن کی مثنوی گلزار نسیم کے متعلق بڑے بڑے قابلون اور فاضلون کی راے ہے۔ کہ فصاحت و بلاغت مین لاثانی ہے۔ ذیل مین اُنکی مثنوی سے کچھ اقتباس کرکے درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب از مثنوی گلزار نسیم

روداد زبان پارسانی — یون نقل ہے خامہ کی زبانی

پورب مین ایک تھا شہنشاہ — سلطان زین الملوک ذی جاہ

لشکر کش و تاجدار تھا وہ
دشمن کش و شہریار تھا وہ

خالق نے دیے تھے چار فرزند
دانا - عاقل - نرکی - خردمند

نقشہ اک اور نے جما یا
پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا

اُمید کے نخل نے دیا بار
خورشید حمل ہوا نمودار

وہ نور کہ صدقے مہرِ انور
وہ رُخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جسپر

نور آنکھ کا کہتے ہین سپر کو
چشمک تھی نصیب اُس پدر کو

خوش ہوتے ہی طفلِ مہ جبین سے
ثابت یہ ہوا ستارہ بین سے

پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اس کو
پھر دیکھ نہ سکیے گا کسیکو

نظرون سے گرا وہ طفلِ ابتر
مانندِ سرشکِ دیدۂ تر

پردے سے نہ دایہ نے نکالا
پتلی سی نگاہ رکھ کے پالا

تھا افسرِ خسروان وہ گلفام
پالا تاج الملوک رکھ نام

جب نامِ خدا جوان ہوا وہ
مانندِ نظر روان ہوا وہ

آتا تھا شکارگاہ سے شاہ
نظّارہ کیا پدر نے ناگاہ

صاد آنکھون کی دیکھ کر پسر کی
بینائی کے چہرے پر نظر کی

مُہرِ لبِ شہ ہوئی خموشی
کی نورِ بصر نے چشم پوشی

دی آنکھ جو شہ نے رونمائی
چشمک سے نہ بھائیون کو بھائی

ہر چند کہ بادشہ نے ٹالا
اُس ماہ کو شہر سے نکالا

گھر گھر یہی ذکر تھا یہی شور
خارج ہوا نورِ دیدۂ کور

آیا کوئی لے کے نسخۂ نور
لایا کوئی جا کے سرمۂ طور

تقدیر سے چل سکا نہ کچھ زور
بینا نہ ہوا وہ دیدۂ کور

ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے
مختار ہے جس طرح بنا ہے

نظیر تخلص۔ کے تین شخص ہوے۔

ایک گنپت رائے دہلوی شاگرد نصیر دہلوی۔

دوسرے۔ نظیر محمد خان خلف محمد فیض خان کوتوال فرخ آباد۔

تیسرے۔ ولی محمد اکبر آبادی۔ اگرچہ یہ حضرت معلمی کرتے تھے مگر حقیقت مین اپنے وقت کے رفارمر تھے کل اصناف سخن پر قادر اور ہر زبان پر قابض تھے۔ ہادی الشعرا لقب پایا تھا خمسہ و مسدس خوب لکھتے تھے۔ کلیات موجود ہے۔

غزل

کیا جو یار نے ہمسے کلام رخصت کا
تو دم نکل گیا سنتے ہی نام رخصت کا

مثال شمع کے ٹپ ٹپ ٹپک پڑے آنسو
سنا جو شوخ کے منہ سے کلام رخصت کا

چلا ہون یار کی محفل سے اٹھکے اے ساقی
مجھے پلا دے تو اب ایک جام رخصت کا

میان جو محفل صنم کی تھی سو تو سب دیکھی
امیدوار ہے اب یہ غلام رخصت کا

تم اپنے ظلم سے ہرگز نہ باز آؤ گے
چلا۔ نظیر سے لیجے سلام رخصت کا

ہولی

بتون کے زرد پیراہن مین عطر جینہ جب مہکا
ہوا نقشہ عیان ہولی کی کیا کیا رسم اور رہ کا

گلال آلودہ گلچہرون کے وصف رخ مین نکلے کر
مزا کیا کیا صریر[1] کلک سے بلبل کی چہچہہ کا

گلابی انکھڑیون کی ہر نگہ سے جام مل پیکر
کوئی سرخوش کوئی بیخود کوئی لوٹا کوئی بہکا

چھڑکتا رنگ خوبان پر عجب شوخی دکھاتا ہے
کبھی کچھ تازگی وہ دہ کبھی انداز رہ رہ کا

بھگو یا دلبرون نے جب نظیر اپنے کو ہولی مین
تو کیا کیا تالیون کا غل ہوا اور شور قہ قہ کا

[1] وہ آواز جو قلم سے لکھتے وقت پیدا ہوتی ہو و نیز آواز نعلین و بانگ مرغ وغیرہم اور کلک بالکسر عموماً ہر نے خالی خصوصاً قلم ۱۲

ولہ

نظر پڑا اک بت پریوش نرالی سج دھج نئی ادا کا
جو عمر دیکھو تو دس برس کی یہ قہر آفت غضب خدا کا

جو شکل دیکھو تو بھولی بھالی جو باتین سنیئے تو ٹھیٹھ بھی
یہ دل وہ پتھر کہ سہ اڑا دے جو نام لیجے کبھی وفا کا

جو گھر سے نکلے تو یہ قیامت کہ چلتے چلتے قدم قدم پر
کسی کو ٹھوکر کسی کو چھیڑ کسی کو گالی کسی کو چپت لڑا کا

یہ راہ چلنے مین اچپلاہٹ کہ دل کہین ہی نظر کہین ہے
کہان کا اونچا کہان کا نیچا خیال کس کو قدم کی جا کا

لڑاوے آنکھین وہ بیحجابی کہ پھر پلک سے پلک نہ مارے
نظر جو نیچی کرے تو گویا کھلا سراپا چمن حیا کا

یہ چنچلاہٹ یہ چلبلاہٹ خبر نہ سر کی نہ تن کی سدھ بدھ
جو چیرہ پھرا بلا سے بکھرا نہ بند باندھا کبھو قبا کا

گلے لپٹنے مین یہ شتابی کہ مثل بجلی کے اضطرابی
کہین جو چمکا چمک چمک کر کہین جو لپکا تو جا چھپا کا

نہ وہ سنبھالے کسی کے سنبھلے نہ وہ منائے کسی کے مانے
جو قتل عاشق پہ آ کے مچلے تو غیر کا پھر نہ آشنا کا

نظیر ہٹ جایئے سرک جا بدل لے صورت چھپا لے منہ کو
جو دیکھ لیویگا وہ ستمگر تو یار رہیو گا ابھی جھڑا کا

ولہ

جوش نشاط و عیش ہے ہر جا بسنت کا
ہے طرفہ روزگار طرب زا بسنت کا

باغون مین لطف نشو و نما کی ہین کثرتین
بزمون مین نغمہ خوشدلی افزا بسنت کا

پھرتے ہین کر لباس بسنتی وہ دلبران
ہے جنسے زرنگار سراپا بسنت کا

جا در پہ یار کے یہ کہا ہم نے صبحدم
اے جان ہے ابتو ہر کہین چرچا بسنت کا

تشریف تم نہ لائے جو کر کر بسنتی پوش
کہیئے گناہ ہم نے کیا کیا بسنت کا

سنتے ہی اس بہار سے نکلا کہ جسکے تئین
دل دیکھتے ہی ہو گیا شیدا بسنت کا

اپنا وہ خوش لباس بسنتی دکھا نظیر
چمکا یا حسن یار نے کیا کیا بسنت کا

۱؎ چمکا تھا من ملا بچہ ۔ ۲؎ چیرہ بالکسر دستار ۔ پگڑی ۔ ۱۲

مسدس

جہان مین نام تو سنتے تھے ہم جدائی کا
ولے نہ دیکھا تھا درد و الم جدائی کا
دیا فلک نے ہمین بھی یہ سم جدائی کا
بُرا ہے مرگ سے ایک ایک دم جدائی کا

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دِکھلائے غم جدائی کا

گھڑی گھڑی مین اُٹھے ہے تڑپ کے دل سے آہ
جگر کے ٹکڑے نکلتے ہین اشک کے ہمراہ
جو کوئی شکل مری دیکھتا ہے اب واللہ
یہی کہے ہے وہ سینہ سے سرد بھر کر آہ

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

مچے نہ کیونکہ مرے دل مین داد اور بیداد
کہ تھے جو عیش و طرب سب وہ ہو گئے برباد
نہ جی کو چین نہ آنکھون کو نیند نہ دل ہے شاد
بھلا مین کس سے اب اس ظلم کی کرون فریاد

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

کبھی تو یار کے آنے کی راہ تکتا ہون
گلی مین اُس کی کبھی جا کے سر پٹکتا ہون
کبھی دِوانہ ہو جنگل مین جا بھٹکتا ہون
نکلتی جان نہین اور پڑا سسکتا ہون

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دِکھلائے غم جدائی کا

مِری جو چشم سے دن رات آنسو بہتے ہین
تو جان و دل مرے کیا کیا عذاب سہتے ہین
جو آشنا ہین مرے مجھ کو دیکھ رہتے ہین
سب اپنے حیف سے ململ کے ہاتھ کہتے ہین

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

اشک

جو میکدہ کی طرف کو کبھی کرو ہون گذار
تو دیکھ مجھ کو پریشان خراب و خستہ و خوار
پیالہ چشم کا آنسو سے بھر ہر اک میخوار
جگر سے کھینچ کے آہ اور یہی کہے ہے پکار

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

کبھی چمن کو جو گھبرا کے ہون نکل جاتا
تو وان بھی ہائے زرا دل نہین ہے ٹھہراتا
جدھر کو جاؤن اُدھر غم جگر کو ہے کھاتا
عجب خرابی ہے کچھ ہائے بن نہین آتا

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو کوئی ہجر مین رونا تھا عاشق محروم
مین ہنسکے کہتا تھا دل مین عبث یہ ہے مغموم
کبھی جو مجھپہ بھی آکر فراق کی یہ دھوم
وہ اُس کا درد مجھے پائے اب ہوا معلوم

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جو کوئی پوچھے ہے کیا تجھپہ دُکھ پڑا ایسا
کہ جس سبب سے تو پھرتا ہے اسقدر شیدا
مین اُسکو جس گھڑی دیتا ہون اپنا حال سُنا
تو بھر کے آنکھون مین آنسو یہی وہ ہے کہتا

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

نہ بھوک لگتی ہے نے نیند مُنھ دکھاتی ہے
جو دن پیے ہے لہو رات مجھکو کھاتی ہے
نہ دل لگے نہ کوئی چیز مجھ کو بھاتی ہے
کلیجہ ٹوٹے ہے اور چھاتی اُمڈی آتی ہے

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

نہ سُدھ ہے سیر کی مجھکو نہ انجمن کی خبر
نہ یاد باغ کی ہے اور نہ شہر و بن کی خبر

نہ دھیان جسم کا اور کچھ نہ پیرہن کی خبر | نہ ہوش دل کا ہے نے مجھکو تن بدن کی خبر

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دِکھلائے غم جدائی کا

جو مجھپہ آن پڑا دن سیاہ مت پوچھو | ہوا ہون ہجر مین ایسا تباہ مت پوچھو
سوائے مرگ نہین اب نباہ مت پوچھو | جو ظلم مجھپہ گذرتا ہے آہ مت پوچھو

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دکھلائے غم جدائی کا

جدائی ہائے محبت کی کیا بُری ہے شے | کہ دل نہ بزم مین بہلے نہ خوش لگے ہے کہے
نظیر ہجر کے اب غم کو روئیے تا کے | بہت بُرا ہے یہ عاشق کے حق مین دُکھ ہے ہے

غضب ہے قہر ہے یار و ستم جدائی کا
خدا کسی کو نہ دِکھلائے غم جدائی کا

بیان بڑھاپا

کیا قہر ہے یارو جسے آجائے بڑھاپا | اور عیش جوانی کی تئین کھائے بڑھاپا
عشرت کو ملا خاک مین غم لائے بڑھاپا | ہر کام کو ہر بات کو ترسائے بڑھاپا

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

جو لوگ خوشامد سے بٹھاتے تھے گھڑی بھر | چھاتی سے لپٹتے تھے محبت کی جتا لہر
اب آکے بڑھاپے نے کیا ہائے یہ کچھ قہر | اب جن کے کئے جاتے ہین لگتے ہین انھین زہر

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

تھے جب تلک ایام جوانی کے ہرے رُوکھ | محبوبہ ملتے تھے نہ ہو دیکھ جنھین بھوکھ

بیٹھے تھے پرند آن کے جبتک تھا ہرا رُوکھ | اب کیا ہے جو پت جھڑ ہوا اور جڑ بھی گئی سوکھ

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

آگے تھے جہان گلبدن اور یوسفِ ثانی | دیتے تھے ہمین پیار سے چھلّون کی نشانی
مرجائین تو اب مُنھ مین نہ ڈالے کوئی پانی | کس دُکھ مین ہمین چھوڑ گئی ہائے جوانی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

یاد آتے ہین ہم کو وہ جوانی کے جو ہنگام | اور جام و دلآرام مزے عیش اور آرام
اُن سب مین جو دیکھو تو نہین ایک کا اب نام | کیا ہمپہ ستم کر گئی یہ گردشِ ایام

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

تھے ہم بھی جوانی مین بہت عشق کے پُورے | وہ کون سے گلرو ہین جو ہمنے نہین گھورے
اب آکے بُڑھاپے نے کیے ایسے اُدھورے | پر جھڑ گئے دُم اُڑ گئی پھرتے ہین لنڈورے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

کیا یار و اُلٹ ہم سے گیا ہائے زمانا | جو شوخ کہ تھے اپنی نگاہون کے نشانا
چھیڑے ہے کوئی ڈال کے دادا کا بہانا | ہنسکر کوئی کہتا ہے کہان جاتے ہو نانا

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

خوبان مین اگر جا دین تو ہوتی ہے یہ پکڑی | کھینچے ہے کوئی ہاتھ کوئی پکڑے ہے لکڑی
پٹے کہین اور مونچھین کہین جاتی ہین پکڑی | ڈاڑھی کو پکڑ کھینچ کوئی جھاڑے ہے مکڑی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

بوڑھون مین اگر جاوین تو لگتا نہین وان دل
محبوبون مین جاوین تو وہ سب چھیڑ بن ہین ململ

وان کیونکہ لگے دل تو ہے محبوبون کا مائل
کیا سخت مصیبت ہے پڑی آن کے مشکل

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

پن گھٹ کو ہماری اگر اسواری گئی ہے
سنتے ہین کہ کہتی ہوئی پنہاری گئی ہے

تو وان بھی لگی ساتھ ہی خواری گئی ہے
لو دیکھو بڑھاپے مین یہ مت ماری گئی ہے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

ہے چھاؤنی تالی کا زنانون مین جو چرچا
ڈاڑھی کی جگت بولے کوئی آنکھ کو مٹکا

گر اُن مین کبھی جاوین تو ہے یہ ستم آتا
ٹھٹھے سے کوئی کہتا ہے آؤ مرے دادا

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

دریا کے تماشے کو اگر جاوین تو یارو
اور ہنسکے شرارت سے کوئی پوچھے ہے بدھو

کہتا ہے ہر اک دیکھ کے جاتے ہو کہان کو
کیون خیر ہے کیا خضرؑ سے ملنے کو چلے ہو

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

گر ناچ مین جاوین تو یہ حسرت ہے ستاتی
اورون کی طرف جاوے تو آنکھین ہے لڑاتی

جو ناچے ہے کافر وہ نہین دھیا نہین لاتی
پر ہم کو تو کافر وہ انگوٹھا ہے دکھاتی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

گر نائکہ اُن مین کوئی بوڑھی ہے کہاتی
البتہ بڑھاپے پہ وہ ٹک رحم ہے کھاتی
پھیکی سی پرانی سی لگاوٹ ہے جتاتی
پر قہر ہے وہ ہمکو ذرا خوش نہین آتی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

چکلے کے جو اندر کی وہ کہلاتی ہین کسبی
گر اُن مین کبھی جاوین تو ہوتی ہے خرابی
دیکھتے ہی کہتی ہین سب آؤ بڑے جی
کیا آئے ہو یان کرنے کو پیری و مریدی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

گر جاوین طوائف مین تو لگتی ہین سُنانے
کیا آئے ہو حضرت ہمین قرآن پڑھانے
ہنس ہنس کوئی پوچھے ہے نمازون کے دوگانے
ٹھٹھے سے کوئی پھینکے ہے تسبیح کے دانے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

نقلین کوئی اِن پوپلے ہونٹون کی بناوے
چلکر کوئی کُبڑے کی طرح قد کو جھکاوے
ڈاڑھی کے کنے اُنگلی کو لالا کے بچاوے
یہ خواری تو اللہ کسی کو نہ دکھاوے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

بوڑھے ہوئے پر حُسن کی چاہت نہین چھٹتی
آنکھون سے یہ دیدار کی لذت نہین چھٹتی
اور دل سے بھی محبوب کی اُلفت نہین چھٹتی
سب چھُٹ گیا پر دید کی یہ لت نہین چھٹتی

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہائے بڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بڑھاپا

اب جتنے ہو معشوق یہ سب یاد رکھو بات
جو ہو سو کرو چاہنے والون کی مدارات

محبو بو غنیمت ہین جوانی کے یہ اوقات | جب بوڑھے ہوئے پھر تو ہوے ڈھاک کے دو پات[۵۱]

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہاے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

تھے جیسے جوانی مین پیئے جام سبو کے | ویسے ہی بُڑھاپے مین پیئے گھونٹ لہو کے
جب آکے گلے لگتے تھے محبوب بھبھو کے | اب کہیئے تو بُڑھیا بھی کوئی مُنھ پہ نہ تھوکے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہاے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

یہ ہونٹ جواب پوپلے یارو ہین ہمارے | اِن ہونٹون نے بوسون کے بڑے رنگ ہین مارے
ہوتے تھے جوانی مین تو پریون کے گذارے | اور اب تو جبرئیل آن کے بھی اک لات نہ مارے

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہاے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

کرتے تھے جوانی مین تو سب آپ سے آچاہ | اور حُسن دکھاتے تھے وہ سب آن کے دلخواہ
یہ قہر بڑھاپے نے کیا آہ نظیر آہ | اب کوئی نہین پوچھتا اللہ ہی اللہ

سب چیز کو ہوتا ہے بُرا ہاے بُڑھاپا
عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بُڑھاپا

غزل

چھوٹا بڑا نہ کم نہ منجھولا ازار بند | ہے اس پری کا سب سے امولا[۵۲] ازار بند

۵۱۔ محاورہ تو یہ ہے کہ "ڈھاک کے تین پات" مگر نظیر نے یہان بضرورت شعر تصرف کر لیا ہے اور برا نہین معلوم ہوتا ہے اور اگر "سہ پات" کہین گے تو اُس مین فصاحت نہین رہے گی اگرچہ شعراء متقدمین و متاخرین دونون نے ایسے تصرفات کو نا جائز رکھا ہے مگر نظیر کا سا آزاد شخص اس کا کب لحاظ رکھ سکتا تھا ۱۲

۵۲۔ امولا بیش قیمت بے بہا۔ انول ۱۲

ہر اک قدم پہ شوخ کے زانو کے درمیان
کھاتا ہے کس جھلک سے جھکولا ازار بند

گوٹا کناری بادلہ مقیش کے سوا
تھے چار تولے موتی جو تولا ازار بند

ہنسنے مین ہاتھ میرا کہین لگ گیا تو وہ
لونڈی سے بولی جا مرا دھولا ازار بند

اور دھو نہین تو پھینک دے ناپاک ہو گیا
وہ دوسرا جو ہے سو پرولا ازار بند

اک دن کہا یہ مین نے کہ اے جان آپ کا
ہنسنے کبھو مزے مین نہ کھولا ازار بند

سُنکر لگی یہ کہنے کہ کیا خوب لوچہ خوش
ایسا بھی کیا مین رکھتی ہون پولا ازار بند

اک رات میرے ساتھ وہ عیار مکر باز
لیٹی چھپا کے اپنا ممولا[1] ازار بند

جب سو گئی تو مین نے بھی دہشت سے اُسکے آ
پہلے تو چپکے چپکے سے ٹٹولا ازار بند

آخر بڑی تلاش سے اُس شوخ کا نظیر
جب آدھی رات گذری تو کھولا ازار بند

دور سے آئے تھے ساقی سُن کے میخانے کو ہم
لب ترستے ہی چلے افسوس پیمانے کو ہم

مے بھی ہے مینا بھی ہے ساغر بھی ہے ساقی نہین
دل مین آتا ہے لگا دین آگ میخانے کو ہم

کیون نہین لیتا ہماری تو خبر اے بے خبر
کیا ترے عاشق ہوئے تھے درد و غم کھانیکو ہم

ہم کو پھنسنا تھا قفس مین کیا گلہ صیاد کا
لب ترستے ہی رہین گے آب و دانے کو ہم

طاقِ ابرو مین صنم کے کیا خدائی رہ گئی
اب تو پوجین گے اُسی کافر کے بتخانے کو ہم

باغ مین لگتا نہین صحرا سے گھبراتا ہے دل
اب کہان لیجا کے بیٹھین ایسے دیوانے کو ہم

کیا ہوئی تقصیر ہمسے تو بتا دے اے نظیر
تا کہ شادی مرگ سمجھین ایسے مر جانے کو ہم

تفرقہ ہوتا ہے ایسا بھی گل اندام کہین
مے کہین شیشہ کہین ساقی کہین جام کہین

[1] ممولا - نازک یفیس - عمدہ - ۱۲

دل کی بیتابی ٹھہرنے نہین دیتی ہے مجھے
دن کہین رات صبح کہین شام کہین

ایک دل دیجیے کس کس کو سبھی مانگتے ہین
بندے اور بالے کہین زلفِ سیہ فام کہین

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

جدا جو ہم کو کرے اُس صنم کے کوچہ سے
الٰہی راہ مین ایسا کوئی رقیب نہو

علاج کیا کرین حکما تپ جدائی کا
سوائے وصل کے اسکا کوئی طبیب نہو

نظیر اپنا تو معشوق خوبصورت ہے
جو حُسن اُسمین ہے ایسا کوئی عجیب نہو

ہولی

جب پھاگن رنگ جھمکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی
اور روف کے شور کھڑکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

پریون کے رنگ دمکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی
خُم شیشہ جام چھلکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

محبوب نشے مین چھکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

ہو ناچ رنگیلی پریون کا بیٹھے ہون گلرو رنگ بھرے
کچھ بھیگی تانین ہولی کی کچھ ناز و ادا کے ڈھنگ بھرے

دل بھولے دیکھ بہاروں کی اور کانون مین آہنگ بھرے
کچھ طبلے کھڑکین رنگ بھرے کچھ عیش کے دم مین چنگ بھرے

کچھ گھونگھرو تال چھنکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

سامان جہان تک ہوتا ہے اس عشرت کے مطلوبون کا
وہ سب سامان مہیا ہو اور باغ کھلا ہو خوبون کا

ہر آن شرابین ڈھلتی ہون اور ٹھٹھ ہو رنگ کے ڈوبونکا
اس عیش و مزے کے عالم مین اک غول کھڑا ہو محبوبون کا

کپڑون پر رنگ چھڑکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

اور ایک طرف دل لینے کو محبوب بھویّونکے لڑکے
ہر آن گھڑی گت بھرتے ہون کچھ گھٹ گھٹکے کچھ بڑ بڑ کے

۹۱ بھاؤ بتا بتا کر ناچنے والے لونڈون سے مراد ہے ۱۲۔

۹۲ یعنی "بڑھ بڑھ کے" بیان قافیہ کے اعتبار سے "ہ" محذوف ہے اور متقدمین کے کلام مین اکثر ایسا پایا جاتا ہے چنانچہ خاقانی المذ حضرت فوق کا مطلع ہے ۔ جھکے ہے ترے ماتھے پہ جھومر کا پڑا چاند ۔ ہوا ہے چڑھے چاند کا دعوہ تھا پڑا چاند ۱۲

کچھ ناز جتا دین لڑ لڑ کے کچھ ہو گی گاوین اڑ اڑ کے | کچھ لچکے شوخ کمر پتلی کچھ ہاتھ چلے کچھ تن پھڑکے
کچھ کافرنین سٹکتے ہون تب دیکھ بہارین ہولی کی

یہ دھوم مچی ہو ہولی کی اور عیش مزے کا چھکڑ ہو | جھکڑ اُس کھینچا کھینچ گھسیٹی اوپر بھڑوے خندکا پھکڑ ہو
معجون شرابین ناچ مزا اور ٹکیا سلفا کگڑ ہو | لڑ بھڑ کے نظیر بھی پھر نکلا ہو کیچڑ مین لتھڑ پتھڑ ہو
جب ایسی عیش تہکتی ہو تب دیکھ بہارین ہولی کی

مثلث مستزاد

بے جرم و خطا یار نہ کر چشم نمائی - تیوری کو چڑھا کر
اور رنجشِ بیجا سے نہ کر صاف لڑائی - مُنھ سرخ بنا کر
اِس جور کی کب ہم سے نہ ہو عہدہ برائی - اتنی نہ جفا کر
کرتا ہون ترے ہجر مین اے شوخ پریزاد - مین نالہ و فریاد
دیتا نہین خاطر سے ترے اے ستم ایجاد - جب کوئی مری داد
پھر ہار کے دیتا ہون مین تیری ہی دُہائی - ہاتھون کو اُٹھا کر
دل تڑپے ہے بسمل کی طرح جی مین نہین جی - مشتاقِ اجل ہون
آنکھون مین دم آیا ہے نہین مرنے مین باقی - چھٹن[۵۲] یا کوئی پل ہون
لائی مجھے ظالم تری اس درجہ جدائی - لے اب تو ملا کر
سُدھ[۵۳] لیگئی بالی کی جھمک صبر کرن بھول - اور عقل کو بُدے
بالے کی گئی جھوک لگا سینہ مین اک ہول - دل لیگئے جھکے
اور جی کے تئین لے گئی زنجیر طلائی - زنجیر بنھا کر

۵۱ - اہل زبان "لتھڑ پتھڑ ہونا" بولتے ہین نظیر نے بضرورت شعر اُس کو مشدد نظم کیا ہے ۵۲ لمحہ بھر - ایک ساعت ۱۲
۵۳ - یعنی تیری جدائی نے میری اب یہ حالت کر دی ۱۲ ۵۴ - سُدھ - یاد - سمجھ - ۱۲ -

کاجل کی کھچاوٹ نے کیا دل پہ یہ طوفان - جو ہوش اُڑایا
مسّی کی دھڑی نے وہ کیا ظلم نمایان - جو غش پہ غش آیا
ہاتھون نے بھی اک آگ سی سینہ مین لگائی - مہندی کو دکھاکر

کیا اُس کی نظیر اب مین کہون تن کی لطافت بیلا ہو نگر سے
اور اُس کے سوا اور یہ نرمی و نزاکت ٹک ناز و ادا سے
اِک پھول اُٹھاوے تو مرُک جاوے کلائی - بل سیکڑون کھاکر

مسدّس

جب سے تم کو لیگیا ہے یہ فلک اظلم کہین
جی ترستا ہے کہین اور چشم ہے پُرنم کہین
ہمپہ جو گذرا ہے وہ گذر کسی پر کم کہین
نے تسلّی ہے نہ دل کو چین ہے اک دم کہین
چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

ہر گھڑی آنسو بہانا دیدۂ خونبار سے
رات دن سر کو پٹکنا ہر در و دیوار سے
آہ و نالہ کھینچنا ہر دم دل بیمار سے
ہے بُرا احوال ابتو ہجر کے آزار سے
چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

نے کسی سے مہر و اُلفت نے کسی سے پیار ہے
نے کوئی اپنا رفیق اور نے کوئی غمخوار ہے
دل اُدھر سینے مین تڑپے جی اِدھر بیمار ہے
کیا کہین ابتو بہت مٹی ہماری خوار ہے
چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

گھر مین جی بہلے نہ باہر انجمن مین دل لگے
نے خوش آوے سیر نے صحرا و سمن مین دل لگے

نے پہاڑون مین نہ صحرا مین نہ بن مین دل لگے | ابتو تم بن نے گلستان نے چمن مین دل لگے

چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

پر نہین اُڑ کر تمھارے پاس جو آجائیے | جی ہی جی مین کب تلک خونِ جگر کو کھائیے
چشمِ تر اور داغ سینے کے کسے دکھلائیے | دل سمجھتا ہی نہین کیونکر اسے سمجھائیے

چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

اب جو اپنے حال پر ہم خوب کرتے ہین نگاہ | ہر گھڑی مثلِ نظیر اس غم سے ہے حالت تباہ
ہے جو کچھ ظلم و ستم ہم پر کہین کیا تم سے آہ | بن موے ابتو نظر آتا نہین ہرگز نباہ

چھوٹ جائین غم کے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین
خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین

مخمس

ملنے کا ترے رکھتے ہین ہم دھیان ادھر دیکھ | بھاتی ہے بہت ہمکو تری آن ادھر دیکھ
ہم چاہنے والے ہین ترے جان ادھر دیکھ | ہولی ہے صنم ہنسکے تو اک آن ادھر دیکھ

اے رنگ بھرے نو گل خندان ادھر دیکھ

ہم دیکھنے تیرا یہ جمال اس گھڑی ایجان | آئے ہین یہی کر کے خیال اس گھڑی ایجان
تو دلمین نہ رکھ ہمسے ملال اس گھڑی ایجان | کھڑے ہے ترے دیکھ گلال اس گھڑی ایجان

ہولی بھی یہی کہتی ہے ایجان ادھر دیکھ

اب زرد یہ چیرہ جو ترے سر پہ جما ہے | اور اسپہ یہ طرہ جو زری کا بھی دھرا ہے
نیمہ بھی ترا رنگ سے کیسر کے بھرا ہے | پوشاک پہ تیرے گلِ صد برگ فدا ہے

نرگس تری آنکھون پہ ہے قربان ادھر دیکھ

ہولی کی طرب ہے جو ہر اک جا پہ نمودار | سنتے ہین کہین راگ کہین ئے ہے ہین سرشار
ہے دل مین ہمین تو تری نظرون سے سروکار | پچکاری ہمارے تو لگا یا نہ لگا یار
ہم کو تو فقط ہے یہی ارمان ادھر دیکھ

ہے دھوم سے ہولی کے کہین شور کہین غل | ہوتا نہین کچھ رنگ چھڑکنے مین تامل
دف بجتے ہین سب ہنستے ہین اور دھوم ہے بالکل | ہولی کی خوشی مین تو نکر ہم سے تغافل
ای جان ہمارا بھی کہا مان ادھر دیکھ

ہے دید کی ہر آن طلب دل کو ہمارے | جیتے ہین فقط تیری نگاہون کے سہارے
ہین یان جو کھڑے آن کے اس شوق کے مارے | ہم ایک نگہ کے ترے مشتاق ہین پیارے
ٹک پیار کی نظرون سے مری جان ادھر دیکھ

ہر چار طرف ہولی کی دھومین ہین اہا ہا | دیکھو جدھر آتا ہے نظر زور تماشا
ہر آن جھمکتا ہے عجب عیش کا چہرا | ہولی کو نظیر[1] ایسا تو کھڑا دیکھے ہے یان کیا
محبوب یہ آیا ارے ناداں ادھر دیکھ

غزل

دیکھ کر کرتی گلے مین سبز دھانی آپ کی | دھان کے بھی کھیت نے اب آن لی آپکی
ہم تو کیا ہین دل فرشتے کا بھی کافر چھین لے | ٹک جھمک دکھلا کے پھر انگیا چھپانی آپکی
آپڑے دو سو برس کے مردۂ بیجان مین جان | جس کے اوپر دو گھڑی ہو مہربانی آپکی
اک لپٹ کشتی کی ہم سے بھی تو کر دیکھو زرا | ہان بھلا ہم بھی تو جانین پہلوانی آپکی
وقت تو جاتا رہا پر بات باقی رہ گئی | ہے یہ جھوٹی دوستی اب ہمنے جانی آپکی
ہمنے بھیجا تم کو تم کہتے ہو یان پہونچا نہین | کھا گئی شاید وہ کٹنی[1] میری جانی آپکی
ایک شب ایجان جان گھر مین مرے رہ جایئے | حال پر بندہ کے ہو گی مہربانی آپکی

[1] نظیر کی شوخ طبیعت نے یہان جو لفظ لکھا ہو وہ فحش ہو دیکھو ہم اسکو حرفون مین بتاتے ہین۔ دک س م ران ی)

کیا عجب صورت رقیب روسیہ کی دیکھکر
خوف سے حالت ہوئی پانی پانی آپکی
ایک عالم کو کہن کی طرح سر پھوڑے گا آپ
گر اسی صورت رہی شیرین زبانی آپکی
کیا ہمین لگتی ہے پیاری جب وہ کہتی ہے نظیر
ہے میان کچھ اندنون نا مہربانی آپکی

ترکیب بند

مجھے اے دوست تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہے
کہ دشمن بھی مرے احوال پر آنسو بہاتا ہے
یہ بیتابی یہ بیخوابی یہ بے چینی دکھاتا ہے
نہ دل لگتا ہے گھر مین اور نہ صحرا مجھکو بھاتا ہے
اگر کچھ منہ سے بولون تو مزا الفت کا جاتا ہے
وگر چپکا ہی رہتا ہون کلیجہ منہ کو آتا ہے
مرا درد دلیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد
کوک کرون تو جگ ہنسے اور چپکے لاگے گھاؤ
ایسو کٹھن سینہ[۵۱] کا کس بدھ کرون اپاؤ[۵۲]
نہ تھا معلوم الفت مین کہ غم کھانا بھی ہوتا ہے
جگر کی بیکلی اور دل کا گھبرانا بھی ہوتا ہے
سسکنا آہ کرنا اشک بھر لانا بھی ہوتا ہے
تڑپنا لوٹنا بیتاب ہو جانا بھی ہوتا ہے
کئے پر اپنے پچھتانا آپ ہی دکھ پانا بھی ہوتا ہے
کف افسوس کو مل مل کے پچھتانا بھی ہوتا ہے
اگر دانستم از روز ازل داغ جدائی را
نمی کردم بدل روشن چراغ آشنائی را
جو مین ایسا جانتی کہ پریت[۵۳] کیے دکھ ہوئے
پریت
نگر ڈھنڈھورا پھیرتی کہ پریت نہ کیجو کوئے
پریت

۵۱ سینہ - محبت - الفت - دوستی - عشق ۱۲ -
۵۲ اپاؤ - اور اپائے - علاج - تدبیر - مد اول - دول - ۱۲
۵۳ - پریت - اور پیت - دونون لفظ مین محبت کے معنی مین ہے ۱۲ -

صبح سے شام تک صحرا مین پھرتا ہون مین مارے — لگا کر شام سے تا صبح گنتا رات کے تارے
لبون پر آہ دلمین داغ جون آتش کے انگارے — جسے دل چاہتا ہے اُسکو کچھ پروا نہین بارے
جب اُسکی ہی یہ مرضی ہے تو چپ بیٹھے ہین بیچارے — مگر اُسکے تصور مین یہی کہتے ہین اہی پیارے
ز حال من کہ چون من بیرخت داری خبر یا نہ — دلِ من سوخت آیا در دولت باشد اثر یا نہ

آہ دُنی کیسی بھی اُن چاہت کے سنگ
دیپک[۵۱] کے بھاوے نہین جل جل مرے پتنگ

کبھی ہو کر گریبان چاک صحرا کو نکلتا ہون — کبھی گھبرا کے پھر گھر کیطرف ناچار چلتا ہون
لگی ہی آگ دل مین شمع سان جلکر پگھلتا ہون — دُھوان اُٹھتا ہی آہ دنکا برنگِ موم گلتا ہون
بدن مین دیکھکر شعلہ بھڑکتے ہاتھ ملتا ہون — بجھو کے تن سے اُٹھتے ہین ستی کیطرح جلتا ہون
ز تابِ آتشِ دوری کہ میسوزد دل وجان را — نمودہ نبضِ من پُر آبلہ دستِ طبیبان را

پیرہ کی آگ تن مین لگی جرن لگی سب گات
جدائی[۵۲] نارسی چھوُت بیدَ کے پڑے پھپھولا ہات

غضب ہے ایک آنکھ نہ دل اور جی بھی گھبراوے — تس اوپر ہر گھڑی اُس دلربا کی شکل یاد آوے
نہ دل کیون ٹکڑے اور نہ جان کس طور گھبراوے — در و دیوار سے کیونکر نہ کوئی سر کو ٹکراوے
لگی جو آگ دل مین پھر وہ بجھنے کسطرح پاوے — مگر جس نے لگائی ہے وہی آکر بجھا جاوے
چو در دل آتشِ دوری فتد اُو را کہ بنشاند — مگر آنکس کہ آتش زد ہمان آبے بر افشاند

ہردے[۵۳] اندر دون لگی دھوان نہ پرگٹ ہوئے
جاتن لاگے سو لکھے دوجا لکھے نہ کوئے

کہانتک کھایئے غم اب تو غم کھایا نہین جاتا — دلِ بیتاب کو باتون سے بہلایا نہین جاتا

۵۱ - شمع - چراغ - ۱۲

۵۲ - ہردے - دل - دون - آگ پرگٹ یا پرگھٹ ظاہر - معلوم - ۱۲ -

قدم رکھتا ہون جس جا دان سے سر کا نہین جاتا
یہ پتّھر ہاتھ سے تل بھر بھی اگسایا نہین جاتا

پڑا ہون دشت مین رستہ کہین پایا نہین جاتا
جو چاہون بھاگ جاؤن بھاگ بھی جایا نہین جاتا

مکانِ یار دور از من نہ پر دارم نہ یا ای دل
عجب در مشکل افتادم چسان کے سازم این منزل

نہ میرے پنکھ نہ پانون بل مین اپنکھ پیا دُور
اُڑ نہ سکون گر گر پڑون رہون لبُور لبُور

اِدھر دل مجھسے کہتا ہی کہ تو چل یار کے ڈیرے
اُدھر تن مجھسے کہتا ہی کہ تو مت مجھکو دکھ دیرے

جو کہنا دل کا کرتا ہون تو غم رہتا ہی گھر میرے
وگر تن کی سنُون تو اور دُکھ پڑتے ہین بہتیرے

نہ دل مانے نہ تن مانے ہر اک اپنی طرف پھیرے
کرون کیا مین نظیرؔ ایسی جو مشکل آن کر گھیرے

دلم دلدار مے جوید تنم آرام مے خواہد
عجائب کشمکش دارم کہ جانم مفت می کاہد

دل چاہے دلدار کو اور تن چاہے آرام
دُبدھا مین دونون گئے مایا ملی نہ رام

مسدّس

گر تجھ مین ای پریرو یا مہر یا جفا ہے
یا راستی کا ملنا یا سر بسر دغا ہے

گر تو وہی جو تیرے اب دل کو خوش لگا ہے
ہم جانتے نہین ہین کچھ نیک و بد کہ کیا ہے

راضی ہین ہم اسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

کچھ دل مین ہے تو دل کی آبادیان بھی کر لے
جور و ستم کی اپنی اُستادیان بھی کر لے

بیدرد ہے تو ظالم بیدادیان بھی کر لے
جلّاد ہے تو کافر جلّادیان بھی کر لے

راضی ہین ہم اسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

ڈالے گا جس الم مین اُس غم مین ہم رُلین گے
پالے گا عشرتون سے تو عیش سے پلین گے
دوزخ مین پھینکدیگا دوزخ مین جا جلین گے
جنّت کو لے چلے گا جنّت کو اُٹھ چلین گے



راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

گر قہر سے بلاوے تو خوب جانتے ہین
جوڑ
اور قہر سے ڈبا وے تو ڈوب جانتے ہین
ہم دل سے تجھ کو اپنا محبوب جانتے ہین
اور ظاہری بھی اپنا مطلوب جانتے ہین

راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

اب در پہ اپنے ہم کو رہنے دے یا اُٹھا دے
ہم سب طرح سے خوش ہین رکھیا ہوا بتا دے
عاشق ہین نر قلندر چاہے جہان بٹھا دے
یا عرش پر چڑھا دے یا خاک مین ملا دے

راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

جب مہر تھی تو کیا کیا عشرت مین رہ چکے ہین
اب قہر ہے تو غم کے آنسو بھی بہ چکے ہین
شادی بھی دیکھ لی ہے اور غم بھی سہ چکے ہین
اب کیا کہین گے ہم تو پہلے ہی کہہ چکے ہین

راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

اک دن وہ تھا کہ ہمپر تھے عیش کے دھڑاکے
یان مطلبون کو ہم تھے اور غیر کو کڑاکے
اب غیر پر کرم ہے اور ہمپہ ہین جھڑاکے
ہم سب طرح سے خوش ہین سُنتا ہے اور لڑاکے

راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی واہ واہ ہے

اب شام کو خفا ہو یا آن مل سویرے
تو مانے یا نہ مانے ہم ہو چکے ہین تیرے

یا وصل کے اُجیلے یا ہجر کے اندھیرے — ہم سب طرح سے خوش ہین سُنتا ہے یار میرے
راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی اہ واہ ہے

یا دل سے اب خوشی ہو کر ہم کو پیار پیارے — یا تیغ کھینچ ظالم ٹکڑے اُڑا ہمارے
جتیار رکھے تو ہم کو یا تن سے سر اُتارے — ابتو نظیر عاشق کہتا ہے یہ پکارے
راضی ہین ہم اُسی مین جس مین تری رضا ہے
یان یون بھی واہ واہ ہے اور وون بھی اہ واہ ہے

بیان جوانی

کیا عیش کا رکھتی ہے سب آہنگ جوانی — کرتی ہے بہارون کے تئین دنگ جوانی
ہر آن پلاتی ہے مئے و بنگ جوانی — کرتی ہے کہین صلح کہین جنگ جوانی
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

اللہ نے جوانی کا وہ عالم ہے بنایا — جوہر کہین عاشق کہین رسوا کہین شیدا
پھندے مین کہین جی ہے کہین دل ہے تڑپتا — مرتے ہین سسکتے ہین بلکتے ہین اہا ہا
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

نے مئے کا نہ معجون کے منگوانے کا کچھ غم — نہ دل کے لگانے کا نہ گل کھانیکا کچھ غم
گالی کا نہ آنکھون کے لڑا آنے کا کچھ غم — ہنسنے کا نہ چھاتی سے لپٹ جانے کا کچھ غم
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

لڑتی ہے کہین آنکھ کہین دست کہین سین[1]
وعدہ کہین اقرار کہین سین کہین نین

جھوٹا ہے کہین پیار کسی سے ہین لگے نین
نے جی کو فراغت ہے نہ آنکھون کے تئین چین

اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

اُلفت ہے کہین مہر و محبت ہے کہین چاہ
ساتی ہے صراحی ہے پریزاد ہین ہمراہ

کرتا ہے کوئی چاہ کوئی دیکھ رہا ہ
کیا عیش ہین کیا عیش ہین کیا عیش ہین واللہ

اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

چہرہ پہ جوانی کا جو آکر ہے چڑھا نور
چھاتی سے لپٹتی ہے کوئی حسن کی مغرور

رہجاتی ہین پریان بھی غرض اسکے تئین گھور
گودی مین پڑی لوٹے ہے چنچل سی کوئی حور

اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

گر رات کسی پاس رہے عیش مین غلطان
گھبرا کے اٹھے جب تو گری پانون پہ ہر آن

اور وان سے کسی اور کے ملنے کا ہوا دھیان
کہتی ہے ہمین چھوڑ کے جاتے ہو کدھر جان

اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

رستہ مین نکلتے ہین تو ہوتی ہین یہ چاہین
کھانسے ہے کوئی ہنس کے کوئی بھرتی ہے آہین

وہ شوخ کہ ہون بند جنھین دیکھ کے راہین
پڑتی ہین ہر اک جاسے نگاہون پہ نگاہین

اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

[1] سین - نگاہ ۱۲ -

تنتے ہین اگر اینٹھ کے چلتے ہین عجب چال
جو پانون کہین راہ کہین سیف کہین ڈھال
کھینچے ہین کہین بال کہین توڑ لیا گال
چڑھ بیٹھے کہین ہاتھ کہین منھ کو دیا ڈال
اس ڈھب کے مزے رکھتی اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

جاتے ہین طوائف مین تو وان ہوتی ہے یہ چاؤ
کہتی ہے کوئی ان کے لیئے پان بنا لاؤ
کوئی کہتی ہے بان بیٹھو کوئی کہتی ہے یان آؤ
تلچے ہے کوئی شوخ بتاتی ہے کوئی بھاؤ
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

ہنس ہنس کے کوئی حسن کی جھلمل ہے دکھاتی
مسی کوئی سرمہ کوئی کاجل ہے دکھاتی
چتون کی لگاوٹ کوئی چنچل ہے دکھاتی
کرتی کوئی انگیا کوئی آنچل ہے دکھاتی
اس ڈھب کے مزے رکھتی اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

کہتی ہے کوئی رات میرے پاس نہ آئے
کہتی ہے کوئی ہمکو بھی خاطر مین نہ لائے
کہتی ہے کوئی کس نے تمھین پان کھلائے
کہتی ہے کوئی گھر کو جو جائے ہمین کھائے
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

گر دل کو کسی شوخ پری کی ہوئی تاک چاہ
اور ناز نین کرنے لگی اس وقت کچھ اکراہ
جون باز کہ چڑیا کو کہین داب لے ناگاہ
چوادی لیٹ کر وہین رنڈی سے اوئی آہ
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

آیا جو کوئی حسن کا بوٹا سا کوئی جھاڑ
جا شوخ سے جھپ لپٹے یہ پنجون کے تئین جھاڑ

انگیا کے تئین چیر کے کُرتی کو لیا پھاڑ | اخلاص کہین پیار کہین مار کہین دھاڑ
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

کیا بتھ سے نظیر اب ہین جوانی کی کہون بات | اس پن[1] ہین گذرتے ہین عجب عیش سے اوقات
محبوب پریزاد سے چلے آتے ہین دن رات | سیر ہین ہین بہارین ہین تو اضع ہین مدارات
اس ڈھب کے مزے رکھتی ہے اور ڈھنگ جوانی
عاشق کو دکھاتی ہے عجب رنگ جوانی

خمسہ نظیر

دکھلا کے جھمک جسکو تُو چاہ لگا دیجے | پھر اُس کو بہت اے جان بالا نہ بتا دیجے
سو ناز اگر کیجے اُلفت بھی جتا دیجے | منظر کے زراور کو آگے سے ہٹا دیجے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

دیکھی ہے تمھاری جو چہرہ کی جھمک ایجان | دل سینہ مین تڑپے ہے جو دیکھے پھر آن
ہے ہم کو بہت مشکل اور تم کو بہت آسان | ہے عرض یہی ابتو اے بادشہ خوبان
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

چھپتے ہو عیان ہو کر ہو تم اگر اس ڈھب کے | عاشق بھی تو شیدا ہین چاہت ہی کے مطلب کے
دیدار کی خواہش مین ہم یان ہین کھڑے کب کے | جس ڈھب سے دکھایا تھا دیے ہی طرح اب کے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

آنکھین بھی ترستی ہین اور دل ہے بہت حیران | اٹکل پڑتی نہین اکدم بن دیکھے ہوے ایجان

---

[1] پن - عہد - قول - حالت - کمائی - مول - زمانہ - عمر - عمر کے چار درجے ہین - لڑکپن - جوانی - ادھیڑپن - بڑھاپہ - ان مین سے ہر ایک درجے کو پن کہتے ہین مثل "جب سب پن ہاری تو کہائی پنہاری" یعنی جب ارذل عمر کو پہنچی اور کسی مصرف کی نہی تو ہار کر پانی بھرنے کا پیشہ اختیار کیا اور پانی بھرنے لگی ۱۲-

گر حسن دکھا ہمکو بیتاب کیا ہے یان | تو مہر سے مُنگ ہنسکر اے رشک مہر تابان
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

آنی ہے نظر ہم کو جب سے وہ طرحداری | ٹھہری ہے اُسی دن سے خاطر مین طلبگاری
مُنگ لیتے تمھین ہم تو جو ہوتی نہ ناچاری | گر ہم کو چلانا ہے تو کر کے نمو داری
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

چھپنے کی اگر تم نے یان آن سنواری ہے | تو بس نہین کچھ اپنا مرضی یہ تمھاری ہے
بن دیکھے ہوے ہم کو ہر سانس کٹاری ہے | کچھ اور نہین خواہش یہ عرض ہماری ہے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

دل بحر محبت مین ہر آن جو بہتا ہے | اک آن تمھین دیکھین ارمان یہ رہتا ہے
جی ہو کے بہت بے بس دُکھ دوری کے سہتا ہے | بیکل ہو نظیر اب تو اے جان یہی کہتا ہے
پھر ایک نظر اپنے مکھڑے کو دکھا دیجے

مخمس

جس دن سے اوا مجھکو اُس بُت کی لگی پیاری | اور کھُب گئی آنکھون مین جنچل کی طرحداری
دل پھنس گیا زلفون مین اُس شوخ کی یکباری | دیوانگی آپہونچی جاتی رہی ہشیاری
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

ملتا ہون جو ٹُک جا کر تو مجھسے وہ لڑتا ہے | کچھ بات جو کہتا ہون جھنجھلا کے جھگڑتا ہے
گردن کو پکڑ میری سر کو بھی رگڑتا ہے | جو جو وہ دکھاتا ہے سب دیکھنا پڑتا ہے
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

اک چاہ کے دریا مین دن رات مین بہتا ہون | غوطہ بھی جو کھاتا ہون تو کچھ نہین کہتا ہون
ہر دم کے ستم اُس کے مین کھینچتا رہتا ہون | جو ظلم وہ کرتا ہے ناچار مین سہتا ہون
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

صورت جو کبھی اُس کی ٹک دیکھنے جاتا ہون
جھڑکے ہے خفا ہوکر جب حال دکھاتا ہون
بیتوری وہ چڑھاتا ہے مین خوف مین آتا ہون
وہ گالیان دیتا ہے مین سر کو جھکاتا ہون
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

دل دے کے تجھے یار دُکھ درد ہوا لا ہا
روتا ہون تو کہتا ہے کیون تو نے مجھے چاہا
پلکون نے ستمگر کی اب دل کو مرے راہا
جتنا وہ ستاتا ہے کہتا ہون اہا ہا ہا
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

کہتا ہے تجھے مین تو ہر آن کڑھاؤنگا
کوچے سے نکالون گا ہر وقت ستاؤنگا
کچلون گا ترے دل کو اور جی کو جلاؤنگا
مین اُس سے یہ کہتا ہون جی سب یہ اُٹھاؤنگا
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

تقصیر نہ ہوئیگی کچھ خدمت سامی مین
آنے کی نہین ہرگز خاطر مری خامی مین
ہوگا وہی آوے گا جو رائے گرامی مین
حاضر ہے نظیر اے جان اسوقت غلامی مین
کیا کیجے ہوئی ابتو یان دل کی گرفتاری

بیان اندھیری

لاتی ہے جب اپنا یہ شرعات اندھیری
دیتی ہے غریبون کو مکافات اندھیری
کرتی ہے اُجالے کے تئین مات اندھیری
دِکھلاتی ہے خوبان کی ملاقات اندھیری
ہر عیش کی کرتی ہے عنایات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

جسوقت ہوئی رات اندھیری سے دھواندھار
اگر اُس مین کہین شور و یا غل ہوا اکبار
جو شوخ ملا شوق سے جا بھڑ گئے للکار
ادھر سے اُدھر ہو گئے دو چار قدم یار
برلاتی ہے اس ڈھب کے مہمات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

جب یار چلا اوڑھ کے کالا سا دوشالا
جاں لے گئے اور دل کا بھی ارمان نکالا

کملی کو اِدھر ہمنے بھی کاندھے پہ سنبھالا
منھ اُس کے رقیبوں کا کیا خوب سا کالا

کیا وصل کی رکھتی ہے کرامات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

بوسہ لیا منھ موڑ الگ ہو رہے چپکے
سینہ کا وہ بھل توڑ الگ ہو رہے چپکے

چھاتی سے لگا چھوڑ الگ ہو رہے چپکے
اغیار کا سر پھوڑ الگ ہو رہے چپکے

اس ڈھب کی تو رکھتی ہے عجب گھات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

کل یار نے اور ہم نے جو پی مل کے گلابی
اور عیش لگے کرنے جو ہو ہو کے شرابی

اِتنے میں رقیب آگیا بو سونگھ شتابی
گر چاندنی ہوتی تو بڑی ہوتی خرابی

ٹالے ہے سب آئی ہوئی آفات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

سوتے تھے جو ہم اسمیں سُنے غیر کے کھٹکے
چھپ چھپ گئے اُٹھ دونوں وہیں نیچے پلنگ کے

ہم ہنستے رہے اُس نے ڈھیک ڈھوے جو مارے
کتنا ہی ٹٹولا جو اُجالا ہو تو پا دے

چوری کی بھی رکھ لیتی ہے کیا بات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

معمول ہے جب چاند کا چھپتا ہے اُجالا
ہوتا ہے عجب کھیل پریرو سے دوبالا

محبوب پری شکل صراحی دیپالا
نے روکنے والا نہ کوئی ٹوکنے والا

اُس لوٹ کی کرتی ہے مُدارات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

جس کوچہ میں چاہا وہیں کرنے لگے پھیری
بیٹھے کہیں اُٹھے کہیں جلدی کہیں دیری

اور اس مین کہین مل گئی گر حسن کی ڈھیری | پھر جب تو نکہ میری نہ مین کچھ کہون تیری
کام عیش کے لاتی ہے رگ و سات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

تھا شوخ سے کل رات عجب سیر کا کھٹکا | بوسون کی مدارات کا سینون کی لپٹ کا
آیا جو چغلخور تو بندہ وہین سٹ کا | وہ مکر مین کھاتا ہوا پھرتا رہا بھٹکا
رد کرتی ہے سب سر کی بلیات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

تھی شب کو اندھیری تو عجب ڈھب کی نظیر آہ | سو عیش و طرب سے تھے ہم اس یار کے ہمراہ
نکلے تھے ہمین ڈھونڈھتے اس دم کئی بدخواہ | مل جل ہی گئے تو بھی نہ دیکھا ہمین واللہ
کیا عیش کی رکھتی ہے طلسمات اندھیری
کام آتی ہے عاشق کے بہت رات اندھیری

بڑھاپے کی تعلیان

جو نوجوان ہین اُن کے دلمین گمان کیا ہے | جو ہم مین کس ہے اُنمین تاب و توان کیا ہے
بوڑھا ادھیڑ امکا ڈھمکا فلان کیا ہے | ہم سے جو ہو مقابل پٹھے مین جان کیا ہے
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

ہر وقت دل ہمارا مگدر ہی بھانتا ہے | تیرا تبلک ہمارا تو دے ہی چھانتا ہے
ہر شوخ گلبدن سے گہری ہی چھانتا ہے | اس بات کو ہماری یا اللہ ہی جانتا ہے
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

چاہین تو گھور ڈالین سو خوبرو کو دم مین | اور میلے چھان ماریں وہ زور ہے قدم مین
سینہ پھڑک رہا ہے خوبان کے در و غم مین | پٹھون مین وہ کہان ہین جو گرمیان ہین ہم مین
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

دُبلے ہوے ہین ہم تو خوبان کے درد و غم سے | اور جھُریان پڑی ہین اُنکے غم و الم سے
مونچھین سفید کی ہین اس ہجر کے ستم سے | بوڑھا ہمین نہ جانو اللہ کے کرم سے
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

کوئی بھی بال تن پر میرے نہین ہے کالا | خوبان کے درد و غم کا اُنپر پڑا ہے پالا
آکر جوان مقابل ہووے کوئی ہمارا | خالق سے ہے یقین یہ دکھلائے وہ بھی بیچا
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

اے یار سو برس کی ہوئی اپنی عمر آکر | اور جھُریان پڑی ہین سارے بدن کے اوپر
دکھلاتے جس گھڑی ہین میدان مین زور جاکر | رستم کو بھی سمجھتے اپنے نہین برابر
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

ہم اور جوان ملکر گر دل کے تئین لگاوین | اور اپنے اپنے مُنھ سے ملنے کی دلمین لاوین
جاکر اُنھون کے گھر پر جب زور آزماوین | وہ گر دیوار کو دین ہم کو ٹھا پھاند جاوین[۱]
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

جاتے ہین روز جتنی خوبان کی بستیان ہین | ہر آن دید بازی اور بُت پرستیان ہین
سو سو طرح کے حیلے جی مین اوکستیان ہین | کیا جوش بھر رہے ہین کیا جوش مستیان ہین
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

جو ہم کو جانے بوڑھا سو وہ ہے شیخ چلی | ہم چھیڑ ڈالین اب بھی خوبان کو کر کے گھلی

[۱] ۔ میر انشاء اللہ خان انشا بھی ایک جگہ اسی مقام کے حسب حال اسطرح اکڑ کے فرماتے ہین ؎
کوا کوئی گھر مین ترے یون دھم سے نہ ہوگا ؛ جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا
[۲] ۔ تحریر نے جو کچھ کہا تھا اُس کو لکھنے کو اگرچہ تہذیب مانع ہے مگر چونکہ ہم کو اُس کی آزادی دکھاتا ہے اُس لیے ہم ناظرین کی دلچسپی کیلئے اُسکو حاشیہ مین درج کرتے ہین ؎
لونڈا ملے تو لین ہم اک دم مین دو ڑ بوسا ؛ رنڈی ملے تو ماریں سینے پہ اُسکے ہتا۔

ہاتھی کو داب بیٹھین جیسے چوہے کو بلی | رستم سے اک گھڑی مین مچوا دین توبہ تلی
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

دنیا مین طاقت اپنی مشہور اس قدر ہے | کوچون مین اور مکان مین دیکھو جدھر ادھر ہے
جنگل مین ہاتھی چیتا یا کوئی شیر نر ہے | ہر اک کے دل مین اپنا ہی خوف و خطر ہے
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

کرتے ہین اب جو یار دھوم دھوم اور دھڑکے | دیکھے جوان تو اس کے چھٹ جائین دم مین چھکے
پیتے ہین مے کے پیالے چلتے ہین یار اوکے | کیا کیا نظیر ہم بھی کرتے ہین اب جھکے
اب بھی ہمارے آگے یارو جوان کیا ہے

ہولی

آتی ہے کیا عیش و طرب کیا کیا جسن دکھایا ہولی نے | ہر آن خوشی کی دھوم مچی یون لطف جتایا ہولی نے
ہر خاطر کو خرسند کیا ہر دل کو لبھایا ہولی نے | دن رنگین نقش سنہری کا جسوقت بجایا ہولی نے
بازار گلی اور کوچون مین غل شور مچایا ہولی نے

کیا سونگ کہون یار رنگ کہون یا حسن بتاؤن ہولی کا | سب ابرن تن پہ جھمک رہا اور کیسر کا ماتھے ٹیکا
ہنس دینا ہر دم ناز بھرا دکھلانا سج دھج شوخی کا | ہر گالی مصری قند بھری ہر ایک قدم اٹکھیلی کا
دل شاد کیا اور موہ لیا یہ جوبن پایا ہولی نے

کچھ طبلے کھٹکے تال بجے کچھ ڈھولک اور مردنگ بجے | کچھ تانین بین رباب نکی کچھ سارنگی اور چنگ بجے
کچھ تار طنبورون کی جھنکے کچھ ڈھمڈھمی اور منہ چنگ بجے | کچھ گھنگرو کھنکے چھم چھم کچھ گت پر آہنگ بجے
ہے ہر دم ناچے گانے کا یہ تار بندھایا ہولی نے

ہر جا گہ تھال گلالون سے خوش رنگت کی گلکاری ہے | اور ڈھیر ابیرون کے لاگے عشرت کی تیاری ہے
ہین آگ بہارین دکھلاتے اور رنگ بھری پچکاری ہے | منہ سرخی سے گلنار ہوے تن کیسر کی سی کیاری ہے
یہ روپ جھمکتا دکھلایا یہ رنگ دکھایا ہولی نے

پوشاکین چھڑکین رنگون کی اور ہر دم رنگ فشانی ہے
ہر وقت خوشی کی جھلکین ہین پچکاریون کی زشانی ہے
کہین ہوتی ہے دھینگا مشتی کہین گھڑی کھینچا تانی ہے
کہین لٹیان جھمکتی رنگ بھری کہین جوتا پیجر پانی ہے

ہر چار طرف خوش حالی کا یہ جوش بڑھایا ہولی نے

ہر آن خوشی سے پھین سب ہنس ہنس رنگ چھڑکتے ہین
رخسار گلابی آنکھین گلگون کپڑون سے رنگ ٹپکتے ہین
کچھ اگ اور رنگ جھکتے ہین کچھ چھلے جام چھلکتے ہین
کچھ کودے ہین کچھ اچھلے ہین کچھ ہنستے ہین کچھ بکتے ہین

یہ طور یہ نقشہ عشرت کا ہر آن بنایا ہولی نے

محبوب پریرو پیارون کی ہر جانب نوکا جھونکی ہے
کچھ آن رنگیلی چلتی ہے کچھ بان اُدھر سے بانکی ہے
کچھ سینین ترچھی سحر بھری کچھ گھات لگاوٹ خوکی ہے
کچھ شور ہاہا ہا کا ہے کچھ دھوم اوہو ہو کی ہے

یہ عیش یہ خوبی یہ کام یہ دھب ہر آن جتایا ہولی نے

معجونون سے رنگ لال ہوے کہین چلتی مے کی پیالی ہے
کہین ساز طرب کے بجتے ہین لال شادان منھ پر لالی ہے
سو کثرت عیش و مسرت کی خوش وقتی اور خوشحالی ہے
کچھ بولی ٹھولی پیار بھری کچھ گالی ہے کچھ مالی ہے

ان چہ چون کا ان چہلون کا یہ تار لگایا ہولی نے

ہین کیا کیا سرین رنگ بھرے اور سونگ بھی کیا کیا ہوتے ہین
کہیں ہر زمہ چھل بھری خوش ہنستے اور ہنساتے ہین
کچھ جوگی چیلے بیٹھے ہین کچھ کامنیون کی گاتے ہین
کچھ اور طرح کے سونگ نین کچھ ناچتے ہین کچھ گاتے ہین

ہر آن نظیر اس فرحت کا سامان دکھایا ہولی نے

مخمس نظیر

ہے دید فقط منظور جنھین وہ ہو کر جب مکیل نکلے
آ ہو سے پنچے اُس کے کوچہ مین جو لیکر دل بچھیل نکلے

۵۱ - کامن اور کامنی - دلربا - خوبصورت عورت - اس لفظ کا استعمال ہندی ٹھمرون وغیرہ مین جوگن کے ساتھ بھی پایا گیا ہے جیسے دولٹ دھاری جوگن کا میان ۱۲ لہذا اس مین جوگ کا مفہوم بھی شامل ہے - یعنی حسین جوگن - یا جوگن کے بھیس مین حسین ۱۲ گات کی جمع کا تین آتی ہے میان نظیر نے جہان اور اور جگہ تصرف کیا ہے - اسی طرح یہان بھی بضرورت شعرون کو حذف کر دیا ہے ۱۲

کیا کام انھین جو ہنس بولے یا شوخی مین اچپل نکلے
ہے مقصد جسکے دیکھے سے وہ گھر سے جب اک پل نکلے
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

تو پوچھا اُسنے کون ہو تم تو اپنے جی کی بات کہی
تو کہنا کچھ انکار ترا تو کہنا تیرا یون ہی سہی
جب چھوڑی ہوا ہش بوسہ کی پھر کاہے کو دشنام سہی
جب سنکھ ہو گئے چنچل سے سب چھوڑ ہوس یہ بات رہی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

بیچین ہوا دل سینہ مین گر دیکھنے مین کچھ دیر ہوئی
گھر آکے نکلے بے بس ہوا اور شوق کی گھیر اگھیر ہوئی
بازار گلی اور کوچہ مین ہر ساعت پھیر اپھیر ہوئی
تھی چاہ نظر بھر دیکھے کی جسجا گر پر مٹ بھیر ہوئی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

تو حوا تش باس بجھانے کی تو سنت زلف کھلانے کی
نہ غرض مستی کے ملنے کی نہ حجت پان چبانے کی
ہے جی مین چاہ بھری ایسی جو شمع سے ہو پروانے کی
جسجا گر پر مٹ بھیر ہوئی ہے طرز یہی ملجانے کی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

بیتابی دل کے بیچ رکھی اور خاطر رنج آیات رکھی
نہ کام رکھا مل بیٹھنے سے نہ اور مطلب کی گھات رکھی
اک حرف نہ لائے ہونٹھو پر دھن دیکھنے کی نزاکت رکھی
جب سامنے آگئے دلبر کے منظور یہی اک بات رکھی
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

اک آن نہین کل پڑتی ہے ہر آن کی چپک لانے مین
تو داخل جھڑکی کھانے مین تو شامل ناز اٹھانے مین
تو ایما تو تصریح رہی کچھ دل کا حال جتانے مین
بس ایک غرض ہم رکھتے ہین یہ اُس تک آنے جانے مین
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

ہے حسن بھی اُسکا ناز بھرا اور آن و ادا بھی بانی ہے
سر پانون سے لے اُن چنچل مین سو زینت اور زیبائی ہے
جب گھر سے وہ دلبر نکلے ہے دل دیکھنے کا شیدائی ہے
ہو تو نظیر اس اُلفت مین اب طرز یہی بن آئی ہے
ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا خوش وقت ہوے اور چل نکلے

ناسخ تخلص ۔ شیخ امام بخش ناسخ ۔ لکھنوی ۔ صاحب تذکرہ دریائے سخن محسن علی محسن نے آپکو ولد شیخ خدا بخش تاجر لاہوری لکھا ہے لیکن آپ تاجر مذکور کے غلام مشہور تھے ۔ چنانچہ شیخ ناسخ نے خود اس امر کے مندفع کیلئے رباعی لکھی ہے جو ذیل مین درج ہے ۔ واللہ اعلم

رباعی

کہتے رہے ہمام عداوت سے غلام — میراث پدر پائی نگر مین نے تمام
اُس دعوے باطل سے ہوا گرچہ ننگ و نام — حاصل یہ ہوا کہ گئے مجکو بدنام

ایضاً

مشہور ہے گرچہ افترائے اعدا — پر کرتے نہین غور خواص اور عوام
وارث ہونا دلیل فرزندی ہے — میراث نہ پا سکا کبھی کوئی غلام

آپ نے لکھنؤ مین تربیت پائی ۔ میر تقی ۔ مصحفی ۔ انشا ۔ اور جرأت کا اخیر زمانہ شیخ نے دیکھا تھا خواجہ آتش سے مدتون مشاعرہ و مطارحہ رہا ۱۲۵۴ھ مین انتقال کیا ۔ ۶۴ - ۶۵ برس کی عمر پائی اور بقول بعض کے قریب ستر کے خاص مثال سے عام نتیجہ نکالنا اور ہر مضمون کو تشبیہہ اور تمثیل مین ادا کرنا آپ کی طرز خاص ہے ترکیب چست اور بندش الفاظ متین الامحاورات کی خوبی اور تاثیر دلاویزی بہت کم آپکی شاعری اقسام نظم مین صرف غزل گوئی پر محدود ہے ذیل مین آپکا کلام درج ہے ۔

غزلیات ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجران کا — طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا
کوئی مضمون اگر لکھتا مین اس حال پریشان کا — کبھی بند قبا نہ شیرازہ مرے اوراق دیوان کا
کسی خورشید رُخ کو جذب دل نے آج کھینچا ہے — کہ نور صبح صادق ہے غبار اپنے بیابان کا
چمکنا برق کا لازم پڑا ہے ابر باران مین — تصور چاہیے رونے مین اسکے روئے خندان کا
کفن کی جب سفیدی دیکھتا ہون گنج مرقد مین — تو عالم یاد آتا ہے شب مہتاب ہجران کا
تصور مین حضور آنکھوں کے جو اک ماہ رہتا ہے — مرے زندان مین عالم ہو گیا یوسف کے زندان کا

یہ عشق ایسی بلائے بد ہے جس کے نام کی دولت
درختون کو سکھاتا ہے لپٹنا عشق پیچان کا

دیا میرے جنازے کو جو کاندھا اُس پری رو نے
گمان ہے تختۂ تابوت پر تختِ سلیمان کا

وہ شوخِ فتنہ انگیز اپنی خاطر مین سمایا ہے
کہ اک گوشہ ہے صحرائے قیامت جسکے دامان کا

اثر بعد از فنا میری سیہ قلبی کا باقی ہے
ہوا پر خاک انداز اپنی ہے دُود پریشان کا

تہِ شمشیرِ قاتل کسقدر بشاش تھا ناسخ
کہ عالم ہر دہان زخم پر ہے روئے خندان کا

ولہٗ

گر دہانِ تنگ تیرا دیکھ پائے عندلیب
غنچہ و گل سے چمن مین تنگ آئے عندلیب

گر ترے دستِ حنائی دیکھ پائے عندلیب
شاخِ گل کو آہِ سوزان سے جلائے عندلیب

پیرہن مین نے کیا چرکے۔ تو بہر دیدِ گل
نوچکر سب بال و پر اپنے اُڑائے عندلیب

ذبح کر اُس غیرتِ گلشن پہ مجکو وار کر
بس یہی صیاد سے ہے التجائے عندلیب

عاشقون کی قدر معشوقون سے ہوتی ہے سوا
دیکھ لو گل سے زیادہ ہے بہائے عندلیب

شمع کے شعلہ کو گر تشبیہ دون گلگیر سے
بزم مین گلگیر سے نکلے صدائے عندلیب

کب قفس مین صحنِ گلشن یاد آتا ہے اسے
عارض صیاد ہے حاجت روائے عندلیب

جامِ مے لبریز ہین ساقی فقط مطرب نہین
گل کھلے ہین باغمین خالی ہے جائے عندلیب

جائے گل دیکھون الٰہی منھ اُسی محبوب کا
ہے یہی ہر صبح گلشن مین دعائے عندلیب

نقشِ پا تیرا جو ہے اک گل ہے وہ اے خوشخرام
ہر صدا ہے پائے رشکِ نغمہائے عندلیب

نالۂ موزون یہ کہتے ہین بآوازِ بلند
آج ہم باطل کرین گے دعوائے عندلیب

موسمِ گل ہو چکا آئی خزان مرجائین کے
کھینچ گلشن مین شبیہہ اپنی برائے عندلیب

بعد مُردن اُڑتے پھرتے ہین چمن مین بال و پر
عشقِ گل مین دیکھ لے ناسخ وفائے عندلیب

جیتے جی جاؤن مین کیونکر کوے جانان چھوڑکر
کاوشِ غم دور ہو میرے دلِ ویران سے کیا
وصلِ جانان کس کی قسمت مین ہمیشہ ہے ولا
ہوا کبھی وصل جنت مین بھی مجکو یار کا
سر پٹکتی پھرتی ہین ارواح سنگ و خشت سے
زاہدا کیونکر کرون مین ترک یہ دنیا وہ ہے
کوے قاتل کو چلے وحشت مین یون صحرا سے ہم

ولہ

بلبلِ نالان کہان جائے گلستان چھوڑکر
خار جاتے ہین کوئی صحرا کا دامان چھوڑکر
جاتی ہے اک روز آخر جسم کو جان چھوڑکر
کب وہ انسان ہے جو مانگے حور انسان چھوڑکر
چل بسے ہین جسم کیا کیا قصر و ایوان چھوڑکر
سیر کو آئے تھے آدم باغِ رضوان چھوڑکر
بھاگتے ہین جسطرح سے تیر میدان چھوڑکر

مرگیا کیا ناسخ میکش جو سارے مے فروش
مسجد و نمین بیٹھے اپنی اپنی دوکان چھوڑکر

ولہ

دل اُس کو دیا ہم نے تقصیر اسے کہتے ہین
ہم خواب مین وان پہونچے تدبیر اسے کہتے ہین
جو مجھسے گریزان تھا کل اُس کو مین گھر لیے
باتون مین لگا لایا تقریر اسے کہتے ہین
مین خاک ہوا مر کر وہ فاتحہ کو آیا
اکسیر اسے کہتے ہین تسخیر اسے کہتے ہین
دیوانی سی جنگل مین پھرتی ہے پڑی لیلیٰ
جذبِ دلِ عاشق کی تاثیر اسے کہتے ہین
پی جبکہ شراب اُس نے کندن سا بدن نکلا
سونا اسے کہتے ہین اکسیر اسے کہتے ہین
شکل اُس کی تصور نے کھینچی ورقِ دل پر
نقاش اسے کہتے ہین تصویر اسے کہتے ہین
بیجرم کیا بسمل لاکھون ہی جوانون کو
سفاک اسے کہتے ہین بے پیر اسے کہتے ہین
محفل سے اُٹھانیکا جب قصد کیا اُس نے
دانستہ مین غش لایا تزویر اسے کہتے ہین
سو قتل کئے خون ہے ابرو مین نہ مڑگانمین
شمشیر اسے کہتے ہین اور تیر اسے کہتے ہین
جتنا وہ گریزان ہے درپے دلِ نالان ہے
صیاد اسے کہتے ہین نخچیر اسے کہتے ہین

انجام کو کچھ سوچ کیا قصر بناتے ہو | آباد کرو دل کو تعمیر اسے کہتے ہین

ہین پیش نظر اپنی ہر وقت قیامت ہین
پریونکی بس اے ناسخ تسخیر اسے کہتے ہین

آواز ہے مانند مزامیر گلے مین | تحریر ہے گویا تری تقریر گلے مین
لپٹی ہے جو وان زلف گرہگیر گلے مین | یان بھی تو لگی من کی ہے زنجیر گلے مین
دیوانہ کیا ہے تری صورت نے پریرو | ہے طوق کے بدلے تری تصویر گلے مین
آواز سنا کر مجھے بیہوش بنایا | کب شیشہ مے کی ہے یہ تاثیر گلے مین
اے جان کوئی اپنا گلا کاٹ مریگا | لٹکاؤ نہ یون ناز سے شمشیر گلے مین
جز خاک در یار دوا دو نہ طبیبو | واللہ اٹک جائیگی اکسیر گلے مین
تر کٹنے سے ہم مست نہ چپ ہون کہے ساقی | شیشے کیطرح قوت تقریر گلے مین
احباب سے مانگو نہین اگر زرع مین پانی | ٹپکا لین نہ آب دم شمشیر گلے مین
کس درجہ سنہری تری رنگت ہے پریرو | رسی ہوئی کندن کی بھی زنجیر گلے مین
مے یار جو کی بادہ کشی فرج ہوا مین | ہر موج مے ناب ہے شمشیر گلے مین

ہے ملک نصاریٰ مین تمنا یہی ناسخ
پھانسی ہو وہی زلف گرہگیر گلے مین

ولہ

پھر بہار آئی چمن مین زخم دل آلے ہوے | پھر مرے داغ جنون آتش کے پر کالے ہوے
پائے نازک جب رکھا اسنے ہماری قبر پر | پارہ ہاے سنگ مرمر روئی کے گالے ہوے
سبحہ گردانی ہوئی اعمال شب مین اسقدر | دانونکے مانند ہاتھونمین مرے چھالے ہوے
کسطرح چھوڑون یکایک اسکی زلف عنبریں | ایک مدت سے یہ کالے ناگ ہین پالے ہوے
جب شب تاریک مین ہم کوے جانان کو چلے | آگے آگے جاے مشعل آتشین نالے ہوے

واہ کیا تاثیر ہے اُس برق آتش ناک کی
شعلۂ جوالہ اُسکے کان کے بالے ہوئے

یاد جب آیا چمن مین وہ نہال باغ حسن
اِک قلم لبریز اشکونسے مرے تھالے ہوئے

وہ پری پیکر کہا کرتا ہے اکثر فخر سے
ابتو ناسخ بھی ہمارے چاہنے والے ہوئے

ولہ

خاک مین ملجائیے ایسا اکھاڑا چاہیئے
لڑکے کشتی دیو ہستی کو پچھاڑا چاہیئے

وہ سہی قد کرکے ورزش خوب زور و زر چڑھا
کہہ رہا ہے سرو کو جڑ سے اُکھاڑا چاہیئے

کیون نہ روئین پھوٹ کر ہم قصر جانان کے تلے
دیدۂ تر اپنے دریا مین کڑا ڑا چاہیئے

اور تختونکی ہماری قبر مین حاجت نہین
خانۂ محبوب کا کوئی کواڑ[1] اچاہیئے

ہے شب مہتاب فرقت مین تقاضائے جنون
چادر محبوب کو بھی آج پھاڑا چاہیئے

انتہائے لاغری سے جب نظر آیا نہ مین
ہنسکے وہ کہنے لگے بستر کو جھاڑا چاہیئے

کرچکی ہے تیری رفتار ایک عالم کو خراب
شہر خاموشانکو بھی چل کر اُجاڑا چاہیئے

مُنھ بنائے کیون ہے قاتل پاس ہے تیغ نگاہ
باغ مین ہنستے ہین گل تو مُنھ بگاڑا چاہیئے

کوئی سیدھی بات صاحب کی نظر آتی نہین
آپکی پوشاک کو کپڑا بھی آڑا چاہیئے

ننگ اس وحشت کدہ مین ہو نہین اک جوش جنون
عرش کے سقف محدب[2] کو لتاڑا چاہیئے

آنسوؤن سے ہجر مین برسات رکھیے سال بھر
ہم کو گرمی چاہیے ہر گز نہ جاڑا چاہیئے

آج اُس محبوب کے دل کو مسخر کیجیے
عرش اعظم پر نشان نالہ کا گاڑا چاہیئے

مرگیا ہون حسرت نظارۂ ابرو مین مین
عین کعبہ مین مرے لاشہ کو گاڑا چاہیئے

محتسب کو ہوگیا آسیب جو توڑا ہے خم
جوتیون سے مے کشو جن آج جھاڑا چاہیئے

جلد رنگ لے دیدۂ خونبار اب نازنگاہ
ہے محرم اُس پری پیکر کو ناڑا چاہیئے

لڑتے ہین پر یو نسے کشتی پہلوان عشق مین
ہمکو ناسخ راجہ اندر کا اکھاڑا چاہیئے

[1] دہلی والے کواڑ کہتے ہین ۱۲ [2] اونچی جو اوپر کی جانب اُٹھی ہو ۱۲

نصیر تخلص۔ کے چھ شخص ہوے

ایک نصیر الدین غوثی جنیسری۔

دوسرے۔ شاہ نصیر الدین دہلوی عرف میان کلو ولد شاہ غریب اللہ سجادہ نشین شاہ صدیہان علیہ الرحمۃ شاگرد میر محمدی مائل شعرائے قدیم شاہجہان آباد سے تھے۔ دربار لکھنؤ مین تشریف لے گئے اور سامنے مرزا قتیل کے مصحفی اور انشا واللہ خان کے ساتھ ہمردیف ہوے آخر عمر مین حسب الطلب دیوان چند ولال حیدرآباد گئے۔ اور وہین وفات پائی مضامین عالی و تازہ خوب باندھتے تھے شعر ریختہ کو بطرز صائب مثالیہ اکثر فرماتے تھے سنگلاخ اور مشکل زمینون مین اُن سے بہتر کہنے والا کوئی نہین ہوا۔ دیوان یادگار ہے۔

تیسرے۔ میر ناصر علی ولد عبد الغنی شاگرد ناسخ صاحب دیوان

چوتھے۔ نصیر الدین خلف بدر الدین نواسہ منشی بنی بخش حقیر پاشندہ دہلی گذرے ہین۔

پانچوین۔ ارجن سنگھ ولد بدھو سنگھ داروغہ توپخانہ راجہ سمرسٹ شاگرد محمد عسکری آخنگر مقیم فرخ آباد۔

چھٹے۔ محمد نصیر اُستاد مرزا فریدون قدر بہادر ولد علی اصغر اُستاد مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ خلف محمد عباس اُستاد مرزا غازی الدین حیدر والی لکھنؤ شاگرد نواب عاشور علیخان دیوان۔

غزل

سدا ہے اس آہ دیشم سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران — نکلکے دیکھو تمھ اپنے گھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ شعلہ رو ہے سوار توسن اور اسکا توسن عرق فشان ہے — عجب ہے اک سیر دوپہر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ہنسے ہے کوٹھے پہ یوسف اپنا مین زیر دیوار رو رہا ہون — عزیز دیکھو مری نظر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

پتنگ کیونکر نہو ے حیران کہ شمع سیکو دکھا رہی ہے — بچشم گریان و تاج زر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نہاں کے افشاں چنو جبین پر نچوڑ دو لفو نکو بعد اُسکے
دکھاؤ عاشق کو اس ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

کہان ہے جون شعلہ شاخ پر گل کھر ہے فصل بہار شبنم
بنا ہے اعجاز طرفہ تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

گرو نہ دریا پہ میکشی تم ادھر کو آؤ تو مین دکھاؤن
سر شک و ہر نالۂ جگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ تیغ کھینچے ہوے ہے سر پر مین سر جھکائے ہون اشک یون
دکھاؤن اے دل تجھے کدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

گدھر کو جاؤن نکل کے یارب کہ گرم و سرد زمانہ مجکو
دکھائے ہے شام تا سحر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

غضب ہے چین جبین وہ کیا ہے بدنسیبی ہے بھی ہے پسینا
عیان ہے یار دنے ہنر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نصیر لکھی ہے کیا غزل یہ کہ دل تڑپتا ہے سنکے جسکو
بندھے ہے کب یون کسی کشش سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ولہ

نہان ہے کب چشم ہر نشتر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
ہے اُس نگہ سے اس انشک تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

دکھا کے تم شہ نشین پہ جلوہ جو دیکھو فوارہ کا تماشا
تو یہ صدا آئے بام و در سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ مہر وش شپت فیل پہ ہے اور اُسکی خرطوم آب افشان
عجب ہے تشبیہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ طفل سا جبین پہ قشقہ جو کھینچ سورج کو دیوے پانی
تو کیون نہ دل دیکھنے کو ترسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

ڈوپٹہ سر پہ ہے بادلے کا گلاب پاش اُسکے ہاتھ مین ہے
تو کیونکہ چھکے نہ کیون کہ برسے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

تو اپنی پگڑی پہ کھنکطرہ جو کھینچے پچکاریونسے ہولی
عیان ہو نیرنگی دگر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہان وہ غرفہ مین تاب رخ ہے یہان یہ پرزہ پہ نم ہے
یہ حسن الفت کے ہے ثمر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

عجب ہے کچھ ماجرا یہ ساقی کہ مل مچایا ہے میکشون نے
مدام یان دیکھ ابر تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

وہ شوخ جھرنے کی سیر کرکے پھسلتے پتھر پہ جا گرے بیٹھا
پکاری خلقت ادھر اُدھر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

نصیر صد آفرین ہے تجکو کہ اہل معنی پکارتے ہین
عجب ہے مضمون تازہ تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران

لہ پہاڑ کا وہ مقام جہان سے پانی چھن چھن کر گرتا ہے ۱۲

نور تخلص۔ کے پانچ شخص ہوئے۔

ایک حکیم نادر حسین ولد میر اصغر علی بن حکیم عوض علی باشندۂ بریلی بسبب منسوب ہونے ساتھ دختر ہمشیرۂ نواب معتمد الدولہ کے کانپور مین سکونت گزین تھے۔

دوسرے منسی دھرولد لالہ ہرچند قوم بقال سکنۂ پونہ ضلع میوات شاگرد منشی دیگا پرشاد صاحب نادر۔

تیسرے۔ روشن لال ساکن لکھنؤ یہ صاحب کبھی کبھی دوہا وغیرہ فرمالیتے ہین غزل بہت کم کہتے ہین۔

چوتھے۔ مولوی محمد نور الحسین منصف دربھنگا ضلع ترہت باشندۂ شہر کھائی شاگرد مولوی اولاد علی کا ہش۔

پانچوین۔ صمصام حیدر مرحوم برادر عمزاد علیجان مینجر۔ ولد منشی حسن علی شاگرد عبد الغفور شاخ۔

غزل

حال فرقت کیا لکھون تم آپ آکر دیکھ لو
ورنہ مجکو ہی مرے پیارے بلا کر دیکھ لو

بیقراری دلکی میری دیکھنی منظور ہو
تو میان[1] سیماب تھوڑا سا منگا کر دیکھ لو

آپ کھلجا دیگی میری انتظاری آپ پر
ہاتھ مین اپنے گل نرگس اٹھا کر دیکھ لو

چشم تر لو آپ گر کم جانتے ہین ابر سے
تو مقابل ابر کے مجکو رلا کر دیکھ لو

آپ بن سوزان و گریان کسطرح کٹتی ہے رات
شمع مومی بزم مین اپنی جلا کر دیکھ لو

ہو بہو حال پریشان تم اگر دیکھو مرا
آئنہ خانہ مین اپنی زلف جا کر دیکھ لو

آپکے بن نور کی ہے شکل اب مین کیا کہون
کیا شکل ہے
قیس کی تصویر کا نقشہ کھنچا کر دیکھ لو

[1] سیماب۔ اردو پارہ ۱۲

نثار تخلص۔ کے سات شخص ہوے۔

ایک شیخ محبوب بخش خلف شیخ محمد افضل باشندہ بجنور اسسٹنٹ انجنیر فرخ آباد۔

دوسرے۔ منشی سدا سکھ خلف منشی سیتل پرشاد باشندہ دہلی مقیم الہ آباد شاگرد سودا صاحب دیوان اُردو و فارسی بھاکھا و مثنوی۔

تیسرے۔ میر عبدالرسول اکبر آبادی معاصر میر تقی میر منصب دار شاہی تھے۔

چوتھے۔ میر افضل علی عظیم آبادی۔

پانچوین۔ محمد امان دہلوی خلف سعادت اللہ معمار شاگرد شاہ حاتم صاحب دیوان۔

چھٹے۔ منشی محمد نثار حسین صاحب نثار مہتمم گلدستہ پیام یار لکھنؤ۔

ساتوین۔ میر نثار علی۔ ابن مولوی عبداللہ آپ بڑے خاندانی تھے آبا و اجداد آپ کے ہمیشہ صاحب اعتبار رہے آپکے جد امجد مولوی رحمت اللہ محمد شاہ بادشاہ کے اُستاد تھے اور جد فاسد مولوی اشرف صاحب عالمگیر کے اُستاد تھے آپ نے تحصیل علم فارسی دمشق سخن مولوی امام بخش صہبائی سے فرمائی تھی خوشنویس بھی اعلیٰ درجہ کے تھے اور شعر بھی خوب فرماتے تھے آپ فارسی گویان ہین سے ہین۔

غزل نثار

اُسکے قد مونسے لگی رہتی ہے وزارت حنا
خوب دنیا مین بسر کرتی ہے اوقات حنا

دسترس ہمکو نہین جنکے قدم تک پہونچین
تو پڑی ہاتھو نمین کھیلے تری کیا بات حنا

عرض کیجو تو ہماری بھی قدمبوسی تک
اُس کے قد مونسے لگے اب جو کسی رات حنا

تو بھی اسطرح لگیگا مری چھاتی سے کبھی
شوخ جسطرح سے لگتی ہے ترے ہات حنا

ہمتو مایوس رہے اُسکی قدمبوسی سے
جاکے قد مونسے لگی یار کے سیہات حنا

فندقین یار کی مشاطہ لگاتی ہین نثار
کل مہندی پہ نہ لاوے کبھی آفات حنا

نظام مخلص ۔ کے دو شخص ہوے ۔

ایک ۔ نواب عماد الملک غازی الدین خان بہادر وزیر ہندوستان ۔ آپ ایران کے رہنے والے تھے ۔

دوسرے ۔ جناب سید نظام شاہ صاحب ابن سید احمد شاہ ۔ کئی پشت سے بزرگونکا وطن دار الریاست مصطفےٰ باد عرف رامپور ہے ۔ عربی فارسی مین ضروری دستگاہ حاصل تھی ۔ فن شعر مین فردوس مکان نواب محمد علیخان بہادر ناظم فرمانروائے سابق ریاست رامپور و شیخ علی بخش بیمار اور اپنے پیر و مرشد میان احمد علیصاحب آحمد سے استفادہ حاصل تھا ۔ پچاس سال کی عمر پائی ۱۲۸۹ھ ہجری مین قضا کی ۔ فن شاعری سے فطری مناسبت تھی ۔ خاصکر ادابندی کی طرف طبیعت بہت جاتی تھی ۔ میر سوز اور میر جرأت کا انداز بہت پسند تھا ۔ زندگی مین دیوان ترتیب دینے کی نوبت نہین آئی گھر مین کلام کا جس قدر ذخیرہ جمع تھا وہ اُنکی رحلت کے بعد وارثون کی بے پروائی سے منتشر ہو گیا اُنکی وفات کو جسقدر زمانہ گذر تا گیا ۔ لوگونکو کلام کی جستجو بڑھتی گئی آپکا کلام مختصر ذیل مین درج ہے ۔

غزلیات نظام

اگر کہتے میرے ستانے سے حاصل
تو کہتے ہین پھر دل لگانے سے حاصل

سنبھالا کرو اب ڈوپٹا تم اپنا
نظر آگیا کچھ چھپانے سے حاصل

جواب اسکا جو لکھو ہان وہ دکھانا
مجھے غیر کا خط دکھانے سے حاصل

جو منظور ہے یون ہی چلمن اُٹھانا
یہ در پردہ آنکھین دکھانے سے حاصل

خدا جانے کیا سمجھے وہ اپنے جی مین
نظام اُسکو اُلفت جتانے سے حاصل

ولہٗ

شک نکرتا مین کبھی قاصد تری تقریر مین
گر یہی مضمون ہوتا اُسکی بھی تحریر مین

یہ عبث تقریر ہے مین ہون تری تدبیر مین
گر مری تقصیر ہے تو دیر کیا تعزیر مین

ہاے اے دل ایکدم بھی تو نہ خوش ہونے دیا
کیسے کیسے شک نکالے یار کی تقریر مین

کیا عجب گر خط ہمارا بھی وہ پڑھ لین نامہ بر
خط ملائین گے وہ اپنا غیر کی تحریر مین

سچ ہے تم آرام سے سوتے وہان پھر کسطرح
گر اثر ہوتا ہمارے نالۂ شبگیر مین

کس لیے آتے ہین پھر گھبرا کے در پر بار بار
ہے کلام اُنکو ابھی تک آہ کی تاثیر مین

آج بر آئی تمنا کیا کسی مقتول کی
کاٹ ایسا تو نہ تھا قاتل تری شمشیر مین

وان ابھی قاصد سے حجت یان غضب کا اشتطار
دیکھیے کیا بات نکلے آج کی تاخیر مین

سامنے جانیکی تو اک شکل آتی ہے نظر
کیون نہ کیجے جبکہ ہو یہ فائدۂ تقصیر مین

نخت برگشتہ تو دیکھو غیر کے گھر جا گرا
گر کبھی پھینکا بھی اُسنے بانہ کے خط تیر مین

مین تو کچھ کہتا نہین پر کیجیے کنا فرق ہے
آج اُس تقریر مین اور کل کی اُس تقریر مین

رب اُس بت کی محبت ہی نہ دی ہوتی مجھے
وصل اُسکا گر نہ لکھا تھا مری تقدیر مین

جواب کی بابین خلاف طبع کیون سنتے نظام
کیون کہا تھا اُن سے مجکو دخل ہے تعبیر مین

مری جان میری مصیبت نہ پوچھو
جو گذرے ہے مجھ پر حقیقت نہ پوچھو

سوا آپ کے کون ہے دوست میرا
رقیبون کی مجھسے عداوت نہ پوچھو

لو جاتے ہو جاؤ تمھین مجھسے کیا ہے
مرا حال کچھ وقت رخصت نہ پوچھو

ذرا سوچ دیکھو تمھین اپنے جی مین
مرے دل کی کچھ مجھسے حالت نہ پوچھو

ملین آپ غیرون سے ہم بیٹھے دیکھین
جو کچھ ہم کو ملتی ہے ذلت نہ پوچھو

بھلا کیسے مین رشک دشمن سہونگا
مرے آئینکی تم قباحت نہ پوچھو

بھلا یہ بھی کچھ منصفی کی ہین باتین
کبھی تم مرے دلکی حالت نہ پوچھو

کہونگا تو پھر جانے کیا کچھ کہوگے
مرے غم کی مجھسے حکایت نہ پوچھو

نہ ملنے کی جب صاف وہ کہہ چکے
نظام اُس گھڑی کی ندامت نہ پوچھو

ولہٗ

تم کس کے آشنا یہ کسی اور سے کہو
جب کچھ کہا کہا یہ کسی اور سے کہو

سُنتے تھے میرا حال جو مطلب پڑی بات
مُنھ پھیر کر کہا یہ کسی اور سے کہو

کچھ لطف وصل یاد دلائے تو بولے وہ
جانے مری بلا یہ کسی اور سے کہو

جو فکر آپ کو ہے وہ معلوم ہے مجھے
ہے طبع بے مزا یہ کسی اور سے کہو

بر آنے دیجے آج تو کچھ مدعائے دل
ہو جاؤنگا خفا یہ کسی اور سے کہو

اُلفت ذرا نہین اُنھین مانون یہ کسطرح
قاصد نہ یہ سُنا یہ کسی اور سے کہو

کس آرزو پہ ہم کہین ہمکو تو یاد ہے
کہنا یہ آپ کا یہ کسی اور سے کہو

کہتے ہین سُنکے دوست بھی اب اپنا حال سے
بس بس سُنا سُنا یہ کسی اور سے کہو

آئی کبھی ہوئی کوئی مطلب کی بات بھی
ابتک وعدہ وفا ہوا یہ کسی اور سے کہو

ہون بدگمان مین نہ سہی بدمزاج تم
مجھپر نہ ہو خفا یہ کسی اور سے کہو

مجکو جفا کی بھی نہین امید آپ سے
تم اور کرو وفا یہ کسی اور سے کہو

نیند آئی ہے تو سو رہو کیون اُٹھکے جاؤ ہین
ہان مین نے سُن لیا یہ کسی اور سے کہو

ناصح بتونکو چھوڑ دون خدا کیلیے نہ کہ
یہ مجھسے کب ہوا یہ کسی اور سے کہو

وصل صنم کی جب کبھی مانگی دُعا نظام
آئی ہے یہ صدا یہ کسی اور سے کہو

ولہٗ

میری ہی سی قاصد تو کہے جا مرے آگے
کچھ اور کہا ہو تو نہ کہنا مرے آگے

کیا کیا نہ تمھین کہتے تھے اعدا مرے آگے
جو کہتے تھے اعدا وہی آیا مرے آگے

ہان پھر اُسی انداز سے کہنا مرے آگے
تو پھر تمھاری نہین اصلا مرے آگے

اُلفت نہ سہی تمکو عداوت سہی سب سے
پھر کس لیے مذکور کسی کا مرے آگے

سب کچھ تو ہے نادان بھی سمجھین ہین وہ ایسا
ہر بات مین ہے غیر کا شکوا مرے آگے

مشکل تو یہ ہے مجکو بھی ملنا نہین منظور
آسان نہین کیا آپکا ملنا مرے آگے

بیماری ہجران سے یہ حالت ہے مری اب
سب کوستے ہین مجکو احبا مرے آگے

گر ایسے بھی ہوتے تو نہ دیتے کبھی ہم دل
تم ہی کہو دشمن تھے تم اچھا مرے آگے

مین نے شب ہجران کی اٹھائی ہے مصیبت
اک روز قیامت بھی ہے پر چا مرے آگے

اے دوستو واں پھر لیے جاتے تو ہو مجکو
پر اُس سے مرا حال نہ کہنا مرے آگے

معلوم نہین اس سے ہے منظور اُسے کیا
ہر بات مین ہے غیر کا شکوا مرے آگے

کیا کہیے نظام اُس گھڑی جی چاہتا ہے کیا
آجاتے ہین جب وہ کبھی تنہا مرے آگے

وله

بہم اُلفت کی باتون مین کدورت آہی جاتی ہے
ہماری جان پر ہر طرح آفت آہی جاتی ہے

جدائی کا مرے ہان کیون نہ غم ہوگا تمھین سچ ہے
بہم جب ربط بڑھجاتا ہے اُلفت آہی جاتی ہے

کسی کا دل ستانا ایسا ہوتا ہے تمھین دیکھو
کہ اُس شوخی پہ بھی تم کو ندامت آہی جاتی ہے

وہ کیا دن تھے وہ کیا راتین تھین کیا کیا لطف ہوتے تھے
بھلائین لاکھ پر وہ یاد صحبت آہی جاتی ہے

یہ کہتے ہین کہ اب ایسا کہو تو اپنا منھ پیٹون
زبان پر اُن کے گالی حسب عادت آہی جاتی ہے

زبانی میری میرا حال پھر تم کیون نہین سُنتے
جب آنکھین چار ہوتی ہین مروت آہی جاتی ہے

دم انکار بوسہ خوبی تقدیر تو دیکھو
زبان پر اُس پری پیکر کے لکنت آہی جاتی ہے

خفا گر غیر سے ہون تو بھی ہمسے بولنا چھوڑین
فصیحونکی جو ذلت ہے تو ذلت آہی جاتی ہے

خدا کیواسطے کچھ کہہ بھی لو دل صاف ہوجائے
کدورت آہی جاتی ہے شرکایت آہی جاتی ہے

ملہ کس کس کا کیجے جان کے خواہان ہزارون ہین
اجل بھی چھپ چھپا کے شام فرقت آہی جاتی ہے

بتون کے عشق سے توبہ تو کی ہے پر نظام اب بھی
جو صورت اچھی ہوتی ہے طبیعت آہی جاتی ہے

وسیم تخلص جناب سید محمد عسکری صاحب خیرآبادی مہتمم گلچین لکھنؤ برادر حضرت ریاض شاگرد رشید استاد الاساتذہ ملک الشعرا پیرو شریعت رہبر و طریقت مداح ختم المرسلین سخن آفرین یکتائے من خدائے سخن برگزیدۂ درگاہ صمد حضرت مولوی مفتی منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی نور اللہ مرقدہ۔ و استاد مؤلف کتاب ہذا۔

آپ سادات ترمذیہ اور مشاہیر خیرآباد سے ہین بچپن ہی مین آپ کے والد ماجد سید محمد مہدی مرحوم کا سایۂ عاطفت آپکے سر سے اُٹھ گیا۔ آپکے جد امجد سید سلامت علی مغفور تحصیلدار و ڈپٹی کلکٹر ضلع لودہیانہ صوبۂ پنجاب نے آپکی پرورش و پرداخت فرمائی ہندوستان کے نامور اور مشہور سخنور حضرت ریاض کے آپ ماموں زاد بھائی ہین۔ عنوان شباب سے شعر و سخن کا شوق ہے ابتداً آپ نے بھی پنجاب مین سرکاری ملازمت کی پھر مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ ۱۸۹۰ء مین مہاراجہ سری ہر ہروت رنگین تخلص راجہ جودھپور نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور تاحیات اپنے دامن سے وابستہ رکھا۔ بہت سے حضرات آپ کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب ہین جس زمانے مین حضرت مفتی منشی امیر احمد امیر مینائی مغفور کو تالیف امیر اللغات کی طرف توجہ ہوئی تھی۔ آپ نے جناب وسیم کو طلب فرما کر جلد اول کی ترتیب سپرد فرمائی دو سال تک اصول مجوزہ و ہدایت اُستاد کے موافق آپ نے ترتیب لغت کا کام کیا۔ اس ذریعے سے آپکی تحقیق و تدقیق نے خاص درجہ حاصل کیا اور اُستاد کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا زیادہ موقع ملا اب ایک عرصے سے آپکا توسل ریاست عالیہ محمود آباد سے ہے۔ آپ کا کلام مقبول خاص و عام ہے آپ حضرت امیر مینائی مغفور کے ارشد تلامذہ سے ہین آپکا دیوان غیر مطبوعہ ہے خدا وہ دن لائے کہ آپ کا دیوان زیور طبع سے مزین ہو کر ابنائے ملک کے ہاتھ مین نظر آئے آپکی عمر ۵۱ سال کی ہے خدا آپکی عمر مین برکت دے اور گلچین کو عمر جاودان عطا کرے۔ زبان مین آپ بڑے ہی محقق اور کل اصناف سخن پر قادر ہین۔

کلام کے لیے دیکھو صفحہ مابعد

غزل

کم ستم کرتے مین قاتل سے نہین دل میرا
میرے پہلو مین چھپا بیٹھا ہے قاتل میرا

اُسکے کوچے سے اب اُٹھنا بھی ہے مشکل میرا
چوٹ کچھ ایسی لگی بیٹھ گیا دل میرا

غم یہ قاتل کو گیا جان سے بسمل میرا
ڈر یہ بسمل کو اکیلا رہا قاتل میرا

مجھسے دل کھول کے ملتا نہین قاتل میرا
اُسکی تلوار سے کیا خاک ملے دل میرا

نوکِ شمشیر سے وہ چاک کرین دل میرا
تو اسی شکل سے ہو عقدہ مشکل میرا

جوش مین آکے یہ کہتا ہے ترا بحرِ کرم
مین وہ دریا ہون کہ پیدا نہین ساحل میرا

وصل مین یون مرے پہلو کو نہ پہلو سے دبا
ٹوٹ جائے نہ کہین آبلۂ دل میرا

بولی لیلیٰ مرے مجنون کو دم بھر بیہوشی
دیکھا خود اُڑکے ہوا پردۂ محمل میرا

وہ ہنسے جائین چمن مین مین کیے جاؤن فغان
پھول رنگ اُنکا اُڑائین تو غنا دل میرا

پھر تو تلوار کی پتلی مین جگہ دے اُسکو
تو خیون کا تری پیتا جو ہے دل میرا

ہون رہِ عشق کا سالک مجھے لازم ہے ادب
اے جنون پانون پڑے کیا سرِ منزل میرا

قتل ہونے نہ دیا اُسکی نزاکت نے مجھے
رہ گیا اپنا سا مُنھ لیکے وہ قاتل میرا

تیری اُلفت سے یہ ہے اُسکے تڑپنے مین مزا
ہے کلیجے کو یہ حسرت کہ نہ ہے دل میرا

اُنکو نشہ ہے مین بیخود ہون یہی ڈر ہے مجھے
وہ کہین حال نہ پوچھین سرِ محفل میرا

ہچکیان آئین دمِ نزع تو قاتل نے کہا
ابھی لیتا ہے مزے موت کے بسمل میرا

یہ جو پہلو سے نکل جائے تو مٹ جائے خلش
ایک کانٹا سا کھٹکتا ہے یہی دل میرا

جوشِ وحشت مین مرا ہاتھ پڑا ہے اُن پر
لوہا مانے ہوئے ہے طوق و سلاسل میرا

دشتِ مجنون کی ہوا اور تھی لیلیٰ یہ ڈری
ٹکڑے ہو کر نہ اُڑے پردۂ محمل میرا

چلمنی شکل کوئی جب نظر آجاتی ہے
کیا پھڑک جاتا ہے آنکھون کی طرح دل میرا

وقتِ آخر کوئی روتا ہے لپٹ کر مجھسے
یہ عنایت ہے تو مرنا بھی ہے مشکل میرا

اپنے ہمدرد کی آواز غضب ہوتی ہے — دل دُکھا دیتی ہے فریادِ عنادل میرا
آنکھ نے تیری کیے ایک نظر مین دو کام — چوٹ دی میرے کلیجے کو لیا دل میرا
کھینچکر تیغ مجھے قتل ہی کردے لیکن — تیغ کی طرح کھچے مجھ سے نہ قاتل میرا
مجھکو لیچل تو وہان شام سے پہلے اے شوق — راستہ دیکھتی ہے صبح سے منزل میرا
اسکی ترکیب مین کیا جزو تھا بجلی کا شریک — کبھی دم بھر نہ تڑپنے سے رُکا دل میرا
کہتی ہے بحر مین لیلیٰ یہ ہوا اڑجائے — اسکی شوخی سے اُڑا پردۂ محمل میرا
جورِ گلگیر سے نالان ہے یہ شمعِ گریان — سر اسی چوٹ نے کاٹا سرِ محفل میرا
چاہتا ہے یہ انھین چاہتے ہین وہ اسکو — اُنکا عاشق بھی ہے معشوق بھی ہے دل میرا
عرش سے جھولتی ہے تیغ مرے قاتل کی — کھچ کے اب مجھسے بہت دُور ہے قاتل میرا
غیر ممکن ہے کہ ہو وحشی گیسو پابند — بانون اُلجھاتی ہے کیون لفِ سلاسل میرا
دیکھنا کوئی سرِ عرش سے تارا ٹوٹا — یا حسین آنکھ سے ظالم کی گرا دل میرا
جڑکے تیغین جگر و دل پہ ادا سے بولے — یہ بھی بسمل ہے مرا وہ بھی ہے بسمل میرا
دیر ہوتی نہین اُس بزم مین فتنہ اُٹھتے — لے نہ اُٹھکر کوئی دامن سرِ محفل میرا
سیکڑون تیغین ہین اور ایک مری جان نحیف — سیکڑون پیاسے اور اک قطرۂ خون دل میرا
وصفِ رُخسار مین منھ سے جو مرے پھول جھڑین — اُڑکے منھ چوم لین گلشن مین عنادل میرا
گردشِ چشم نے کافر کی کیا کام تمام — رکھدیا پیس کے گرگے کی طرح دل میرا
پھل جراحت کے تو زخمون کے ملے پھول مجھے — تیغ سرسبز ہو پھولے پھلے قاتل میرا
بولی لیلیٰ مین اِدھر اور اُدھر ہے مجنون — دونونکے بیچ مین ہے پردۂ محمل میرا
زخمہاے دلِ مجروح کے ٹانکے ٹوٹے — وا تڑپنے سے ہوا عقدۂ مشکل میرا
موج سے بحر یہ کہتا ہے وہ معشوق ہو نہین — کہ لیے ہے مجھے آغوش مین ساحل میرا
آگے منزل سے بھی ہین سیکڑون منزل جاتا — تھامتی گر نہ قدم اُلفتِ منزل میرا

خوف ہے جام سمجھکر نہ پٹک دے اُسکو
کسی بدمست نے نشے مین لیا دل میرا

بیٹھکر قبر پہ رو رو کے کوئی کہتا ہے
چونک اُٹھتا نہین کیون عاشق غافل میرا

ایک گوشے مین ہے اسکے غم کونین مقیم
دونون عالم سے ہے وسعت مین سوا دل میرا

دست بستہ یہ کہو حضرت ساحر سے وسیم
آپ چاہین تو کھلے عقدۂ مشکل میرا

ولہٗ

فدا دل دست صورت آفرین پر
سبھی کچھ لکھدیا انی جبین پر

نہ دامن پر نہ ٹھہرے آستین پر
چلے آنسو اُدھر گر کر زمین پر

ادا فرمان چشم سحر مکین پر
قضا صدقے تری چین جبین پر

کسی نے مسکرا کر چٹکیان لین
یہ رحم آیا دل اندوہگین پر

یہ کیسے پھول نرگس کے کھلے ہین
لگی ہین کس نے آنکھین آستین پر

شب غم اسقدر پھیلا اندھیرا
سیاہی پھر گئی روے زمین پر

کہو یہ بھی شب خلوت ہوا ہون
فرشتے کیون ہین دوش نازنین پر

مرے پھولونمین کیا کیا رنگ لائے
لگی مہندی چنی افشان جبین پر

کسی کمسن کا ڈر کر منھ چھپانا
قیامت ہے نگاہ واپسین پر

وہ شکل ضعف یہ رنگ تپش ہے
فلک پر برق ہون کانٹا زمین پر

وضو کیونکر کرون اے حضرت شیخ
لگی ہے اُنکی خاک در جبین پر

نگاہ شوق سو پردونسے گذری
پڑی تو بھی نہ اُس پردہ نشین پر

وہ آنکھونمین ہین دلمین عکس اُنکا
فلک پر چاند ہے سایہ زمین پر

دکھا کر مجکو بل گیسو کا بولے
یہ طرہ ہے مری چین جبین پر

پھری ہین پتلیان آنکھین نہ پھیرو
نظر ڈالو نگاہ واپسین پر

نہین کوئی فلک سا میرا ساتھی
لیسے پایا گیا مین جس زمین پر

پڑا ہے پردۂ شرم و حیا بھی
نہ پردہ رخ پردہ نشین پر

فلک کے بعد ٹوٹی ہے قیامت
مری ٹوٹی سی تربت کی زمین پر

وسیم اُسنے نقاب رخ الٹ دی
ترس کھا کر نگاہ واپسین پر

ولہٗ

ہنسکے کہتے ہین جو ہم آہ رسا کرتے ہین
واہ یہ تیر ہوائی بھی خطا کرتے ہین

مرنے دیتے نہین کیون مجکو بُرا کرتے ہین
پیار سے وہ مرے جینے کی دعا کرتے ہین

دل جو لاکھونکے حسین روز لیا کرتے ہین
کسکو دیتے ہین کہان دھرتے ہین کیا کرتے ہین

باغبان صبح بہار آتی ہے یا شام وصال
دل کھلاتے ہین وہ یا پھول کھلا کرتے ہین

آنکھ مین آکے بھی ہوتے نہین بے پردہ کبھی
سات پردے مین بھی رہکر وہ حیا کرتے ہین

دل یہ کہتا ہے سلامت رہے وہ تیغ ستم
زخم دل درد کی بڑھتی کی دعا کرتے ہین

شام سے چلتے ہین جائینگے نہ عاشق کے یہان
گھر بلا کر یہ ہمین لوٹ لیا کرتے ہین

کبھی احسان کسیکا نہین لیتے یہ حسین
دل لیا کرتے ہین تو داغ دیا کرتے ہین

کیون نہ گر جائین مری آنکھ سے آنسو اول
تیرے رونے پہ مرے زخم ہنسا کرتے ہین

جس زمین پر کسی عاشق کی لحد کا ہو نشان
آسمان ہائے وہین ٹوٹ پڑا کرتے ہین

قتل کرنیکا بھی ہے وصل کا بھی ہے اقرار
دیکھیے کونسے وعدے کو وفا کرتے ہین

آہ کی مین نے تو وہ تیر لگا کر بولے
کچھ یہ ناوک نہین تیرے جو خطا کرتے ہین

دلسے چُنتے ہین وہ ٹوٹے ہوئے پیکان اپنے
دل کے ٹکڑو نکو کلیجے سے جُدا کرتے ہین

ہنسکے کس ناز سے کہتا ہے وہ کافر آمین
جل کے ہم موت کی اپنے جو دعا کرتے ہین

ہم سمجھتے ہو جنھین پیر مغان اے رندو
پانی آگے مرے ہر دم وہ بھرا کرتے ہین

داغ دل کے ہین عجب گو رغِ بیان پہ چراغ
کہ جلاتا نہین کوئی یہ جلا کرتے ہین

جنکی شوخی کی اداؤن نے مجھے مارا ہے
دیکھیے وہ مری میت سے حیا کرتے ہین

تونے کیون دلسے نکالا نہ گلے ملکے ہمین
میرے ارمان یہ خنجر سے گلا کرتے ہین

تو تو ہنستا نہین اے شوخ ستمگر مجھسے
تیرے خنجر سے مرے زخم ہنسا کرتے ہین

شوخیان پھیل کے لینے نہین دیتی ہین جگہ
غمزے اُن آنکھونمین بیچین ہوا کرتے ہین

جب وہ پھرتے ہین چمن مے مری تربت کیلئے
پھول مرجھائے ہوے توڑ لیا کرتے ہین

خونِ دل آنکھونسے رو رو کے تصوّر مین ترے
تیری تصویر مین ہم رنگ بھرا کرتے ہین

بے حجاب آکے جنانے پہ مرے بولے وہ
ہم حیا کرتے ہین یا آپ حیا کرتے ہین

ان حسینونکا ہو جو بن کہ جوانی میری
دونون کافر ہین غارتگر دغا کرتے ہین

پیشتر روتے تھے بس دیکھکے حال اپنا وسیم
اب تو ہم اپنے ہی رونے پہ ہنسا کرتے ہین

ولہٗ

تڑپ مین اُسکی شوخی کا اثر ہو
مرے دل پر حسینون کی نظر ہو

لڑائی کفر ایمان مین اگر ہو
تمھاری زلف اِدھر ہو رُخ اُدھر ہو

قیامت سے قیامت پیشتر ہو
جو کل ہونی ہے آج اے فتنہ گر ہو

جو انجامِ محبت کی خبر ہو
تو پاے قیس پر لیلیٰ کا سر ہو

مزا آئے فلک کو گردشون کا
ہمارے پاؤن کا چھالا اگر ہو

وہ سوزِ رشکِ دشمن سُنکے بولے
کہ تیری عمر جلتے ہی بسر ہو

تصوّر مین رہے اُنسے ملاقات
کراماً کاتبین کو کیون خبر ہو

اگر بانکی ادا ہو جانبِ غیر
مری جانب تری ترچھی نظر ہو

رہے کچھ اسطرح سینے مین وہ تیر
کبھی دل ہو کبھی میرا جگر ہو

غضب ہے روے دشمن کی سیاہی — پڑے گر اسپہ تو میلی نظر ہو
ترا منھ چوم کر یہ آرزو ہے — ہوئی ہے جو خطا وہ عمر بھر ہو
جدا ہو جسم تو نسے رنج مین جان — پتنگو نسے الگ شمع سحر ہو
خفا ہو گر تو ہو تم مہربان بھی — کبھی ترچھی کبھی سیدھی نظر ہو
مرے دلسوز ہین دونون پس مرگ — چراغ قبر یا داغ جگر ہو
جلائے بھی اگر مارا ہے دل کو — مسیحا بھی وہی قاتل اگر ہو
ابھی اے زاہد دنیا نہین ہے — ارے تم اس مزے سے بیخبر ہو
بڑھین بیتابیان افسکی کچھ ایسی — تڑپتے دل پہ بجلی کی نظر ہو
تجھے پامال کرنے سے غرض ہے — تری مٹھندی ہو دل ہو یا جگر ہو

وسیم ایسی جو ہو قسمت مین گردش
تو پھر آرام سے کیونکر بسر ہو

دلہٗ

ہو گلچہرہ حسینونکی مرے پھولونمین شرکت ہو — لحد پھولونکی ڈالی پھول میری شمع تربت ہو
رہی ہے عمر بھر فرقت ہی اب شکل وصلت ہو — جہان لیلیٰ کی تربت ہے وہین مجنونکی تربت ہو
گل عارض ترے مین سونگھتا ہون وصل مین جس سے — انھین پھولونمین شاید بوے فا بوے محبت ہو
دم آخر یہ بولی حسرتونسے روح گھبرا کر — مرا بھی وقت رخصت ہے جواب تم بھی رخصت ہو
وہ مثل شمع مدفن قبر پر دشمن کی روتے ہین — کہ جنکی صورت مین جنھین دون تو قیامت ہو
سمائی ساری دنیا ہو جن آنکھونمین غضب دیکھو — اُن آنکھونمین کسی کی بھی نہ تھوڑی سی مروت ہو
مزہ جب ہو کہ دلمین آکے ہر تیر ستم اُن کا — کھٹک مین نشتر غم ہو خلش مین خار حسرت ہو
بتاؤن اس بھری محفل مین کیونکر آرزو دل کی — ابھی چپکے سے مین کہدون اگر محشر مین خلوت ہو
شب وصل اسلیے سینے سے مین سینہ رگڑتا ہون — اسی صورت سے زائل یار کے دل کی کدورت ہو

چمک کر شوخیونسے جو گری تھی طور پر بجلی
نہین وہ بھی نہ ان کافر حسینونکی شرارت ہو

چلون سوے وطن صحرا سے تو کانٹے بچھے رکھین
غزال آنکھین نگین قدمونپہ دامنگیر وحشت ہو

دل حیران کی مین تصویر کھینچوا کر وہان بھیجون
کسی صورت سے تو آئینہ اُنپر میری حالت ہو

شب غربت فلک پر ماہ و اختر تو کہان یارب
چمک کر کوئی جگنو ہی چراغ شام غربت ہو

کرون بوسے کی گر خواہش تو مجھپر گفتین آئین
تمنا وصل کی لاؤن زبان پر تو قیامت ہو

دل پُر آرزو عشاق کے وہ پھیر کر بولے
دل ایسا چاہیے ہمکو نہ جسمین کوئی حسرت ہو

جوانی کی اُمنگین گر اُبھارین وصل پر اُنکو
اِدھر ظالم حیا روکے اُدھر مانع نزاکت ہو

کچھ اسمین نذر ہو پیر مغان کے کچھ حسینونکے
الٰہی نیک کامونمین ہماری صرف دولت ہو

قیامت ہے مری تربت پہ رو رو کر وہ کہتے ہین
خبر ہوتے نہین تم ایسے محو خواب غفلت ہو

وسیم ایسا ہے رند بادہ کش ساقی سے کہتا ہے
پلائے جا چھکائے جا جہانتک تجھمین ہمت ہو

ولہ

یہ تیرے رعب سے لکنت مین ہے زبان میری
ہوئی ہے دل کی طرح ٹکڑے داستان میری

ستم شعار نہ کر قبر بے نشان میری
اُڑا چکا ہے بہت خاک آسمان میری

ترا ہی حال ہے کہتی ہے جو زبان میری
ترا ہی قصہ ہے کہنے کو داستان میری

نہ کوئی بت ہی نہ سُنتا ہے آسمان میری
جلے یہ آہ الٰہی اُڑے غنان میری

جہان مین جاؤنگا جائیگا ساتھ یہ ظالم
رفاقتین کیے جائیگا آسمان میری

زمین پہ بُت نہین سُنتے ہین کیا قیامت ہے
فرشتے عرش پہ سُن لیتے ہین فغان میری

وہ بولے دل جو تڑپتا ہے تیرا برق کیطرح
نظر کی طرح تڑپتی ہین شوخیان میری

بلائین وصل مین کیون لون نہ تیری نعوذ
یہ دونون حورین ہین اک شبکی میہمان میری

چمن سے وہ مرے پھولونمین سیکے پھول لے گئے
بہار نشہ سے جوبن پہ ہے خزان میری

بہار مین نہ یہ صیاد کی نظر پہ چڑھی
چھپی گلو مین رہے شاخِ آشیان میری

حضورِ صبح شبِ وصل جب سدھارے پیے
گلے ملے گی مجھے مرگِ ناگہان میری

سوالِ دید پہ بولے تڑپ کے برقِ جمال
کسی نے طور پہ دیکھی ہین شوخیان میری

کبھی وہ روتے ہین سُنکر کبھی وہ ہنستے ہین
عجب مزے کی کہانی ہے داستان میری

کہو نہین قبر مین کیا حالِ دل فرشتو نسے
کہ یہ بزرگ سمجھتے نہین زبان میری

جو بزمِ عیش مین سُنتے بھی ہین یہ شوخ حسین
تو قہقہو نمین اُڑا دیتے ہین فغان میری

کہا جو بام پہ مین بن سنورکے جاؤن گا
بلا مین دور سے لیگا آسمان میری

مرے مزار پہ روتی ہے بیکسی کب سے
یہی غریب ہے مدت سے نوحہ خوان میری

وہ کہتے ہین تری بیتابیو نکا صبر پڑا
کہ مجھکو رکھتی ہین بیچین شوخیان میری

ملا مین خاک مین جوبن اُبھرتے ہی اُسکا
وہ جب بہار پر آیا ہوئی خزان میری

یہ کیا ڈر دنگا نکیرین کی نگاہو نسے
نظر مین ہے نگہِ چشمِ پاسبان میری

شریکِ حال کوئی رنج مین نہین ہے وسیم
انیس ہجر مین ہے یادِ رفتگان میری

ولہ

صبا جاتی بھی ہے آتی بھی ہے ہر روز گلشن سے
قفس تک بلبلونکے ڈاک بیٹھی ہے نسیمن سے

گلے مین ہار پھولونکے پہنکر دستِ دشمن سے
چلے گلشن سے برساتے ہوے پھول اُٹھتے جوبن سے

مری تربت پہ دو آنسو جو نکلے چشمِ پُرفن سے
تو وہ بھی پونچھنا تھے آپکو دشمن کے دامن سے

لپٹتے ہین پتنگے وصل مین جب شمعِ روشن سے
تو وہ شرما کے مجھسے مُنھ چھپا لیتے ہین دامن سے

شرارت ملتی ہے اُٹھ اُٹھ کے تیرے اُٹھتے جوبن سے
تری اُٹھتی جوانی کھیلتی ہے تیرے بچپن سے

بہارِ بادۂ گل کیون نہ بزمِ غم پہ صدقے ہو
کہ کاغذ پیکے پھول آئے مرے پھولونمین گلشن سے

ابھی آنکھونمین دم ہے دیکھتا ہون آپکی صورت
ابھی مجھکو نہ روئین ڈھانک کر منھ اپنے دامن سے

شہیدِ حسن ہون تربت پہ چھایا ہے ترا جلوہ
نخل حور و نکا بھی جوبن ہے میری شمع مدفن سے

گری صیاد تجھپر ٹوٹ کر جوشِ بہار انمین
نہ سنبھلا بوجھ میرا بھی مری شاخِ نشیمن سے

بجا لائین گے ہم خدمت اذانکی خوب کہنے مین
گلا بیٹھیگا تو نا قوس لے لین گے برہمن سے

بچایا گردشِ رہ سے مجھے سر کاٹ کر اُس نے
اُٹھا سکتا نہین سر حشر تک احسانِ رہزن سے

پسِ قتلِ عدو یون دل مرا کرتے ہین وہ ٹھنڈا
پسینا اپنے مُنھ کا پوچھتے ہین میرے دامن سے

اِسے کیون دوست نے دشمن سے جلوایا مین جلتا ہون
پتنگے بھی جلے جاتے ہین میری شمع مدفن سے

مین دلکو رو رہا ہون اور مجھے روتا ہے دل میرا
بپا اک حشر ہے در پے ہے دونونکے شیون سے

چمن مین چُپ ہو کیون تم سیرِ گل دیکھو ہنسو بولو
ملاؤ آنکھ نرگس سے کرو کچھ بات سوسن سے

پسِ دیوار جب دیکھا مجھے بیتاب تو ہنسکر
کرائی مجھپہ بجلی جھانکنے والے نے روزن سے

کھلا ہے وصل مین سینہ نظر ہے سوے آئینہ
لگاتے ہین وہ اُسکے دلپہ چوٹین اُٹھتے جوبن سے

عجب انداز سے کین بند آنکھین دیکھکر مجھکو
ہٹا کاندھے سے جب آنچل جھجکر انکی چلمن سے

موذن کی صدا سے اسطرح بھرتی نہین مسجد
بھری ہے جسطرح آوازِ ناقوسِ برہمن سے

قیامت شامتِ عصیان کی تاریکی ہے تربت پر
نظر میلی ہوئی ملکر چراغِ گورِ دشمن سے

وسیم اُن سے مین گلچین کو بناتا دامنِ گلچین
اگر کچھ پھول ملجاتے مجھے ساحر کے دامن سے

ترے برقِ تجلی اور موسا دیکھنے والے
نظر آتی جو ہوتے ہمسے شیدا دیکھنے والے

نہین ہین اُنکو موسیٰ ایک تنہا دیکھنے والے
دکھائین تو وہ جلوہ لاکھ جلوہ دیکھنے والے

یہ بُت ہین کون دلمین داغِ سودا دیکھنے والے
بڑے وہ آئے گھر میرے خدا کا دیکھنے والے

ہوے بیہوش جب برقِ تجلی دیکھنے والے
صدا یہ طور پر آئی کہ دیکھا دیکھنے والے

وسیم اس دورِ آخر مین ابھی دم غنیمت ہے
غزل میری سُنین دیوان سو دیکھنے والے

جناب وسیم کی یہ غزل اس شعر کی ہو افسوس ہے کہ ہم بوجہ عدم گنجایش اور اشعار نہ درج کرسکے صرف مطلع ہی مطلع پر قناعت کی (مؤلف)

واسطی تخلص۔ مولوی سید فضل رسول خان تعلقہ دار جلال پور۔ ورئیس سندیلہ۔ آپ سادات بارہہ مین سے تھے۔ آپکا سلسلۂ نسب سید ابو الفرح واسطی بلکہ زید شہید ابن حضرت امام زین العابدین سے ملتا ہے۔ آپکے جد اعلیٰ سید علاؤالدین واسطی عہد سلطان علاؤالدین خلجی مین ہندوستان آئے اور سندیلہ آرکھوسے لڑکر فتح کیا۔ آپکے خاندان کا نام خیر خواہان سرکار انگلیشیہ کے دفتر مین درج ہے آپ علم فارسی وعربی ونجوم وحکمت وغیرہ مین شہرۂ آفاق تھے۔ بیس برس کے سن سے رزیڈنسی گوالیار وبعہدۂ منشی گری جودھپور ممتاز رہے اور بعدہ سررشتہ مقرر ہوے چالیس برس کے سن مین استعفا دیکر خانہ نشین ہوے اور ۱۹ جمادی الاول ۱۲۸۳ھ کو عالم فانی سے ملک بقا کی طرف معاودت فرمائی۔ آپ حضرت اسیر کے تلامذہ مین سے تھے۔ ہم آپکا مختصر کلام درج گلدستہ کرتے ہین

غزل واسطی

کسی سے دل کو لگا چکے ہین ہم اپنی ہستی مٹا چکے ہین
سر محبت کی پا چکے ہین غضب کے صدمے اٹھا چکے ہین

کہو یہ حور و سے جائین باہر جو لینے آئی ہین جام کوثر
نہین ہمین پیاس کہ آب خنجر ابھی وہ مجکو پلا چکے ہین

کسی نے اسکا پتا نہ پایا گیا جو کوئی سو پھر نہ آیا
کوئی کچھ اسکی خبر نہ لایا ہزار قاصد تو جا چکے ہین

پہن کے آؤ لباس زرین کیا ہے سامان بہتر ہمین
کہ کمر پہ جائے قالین ہم اپنی آنکھین بچھا چکے ہین

فلک کو کب ہے یہ دست قدرت نہین کوکب ہے یہ تاب و طاقت
ہمین اٹھائینگے بار فرقت کہ ناز تیرے اٹھا چکے ہین

بس اب خرابی ہے ملک دل کی نہین ہے شب خون مین دیر کچھ بھی
لگا کے دانتو نمین اپنے مسی وہ لب پہ لالی جما چکے ہین

یقین ہے آتی ہو اب سواری ضرور لیگا خبر ہماری
عبث ہے آنکھو سے خون جاری وہ مہندی لگا چکے ہین

جو مین یہ کہتا ہون اُنسے دیکھو عبث نہ دو داغ میرے دل کو
تو وہ ہین کہتے چراغ ہمتو خدا کے گھر مین جلا چکے ہین

نہین ہے بیوجہ عشق بازی رسا ہے تقدیر واسطی کی
جو لب سے کہتے ہین لن ترانی وہ اسکو صورت دکھا چکے ہین

وحشت تخلص ۔ کے آٹھ شخص ہوے

ایک میر ابو الحسن دہلوی نیزہ تیر انداز خان شاگرد سودا۔

دوسرے ۔ مرزا باقر علیخان خلف حسین علیخان شاگرد میر تقی ۔ صاحب دیوان۔

تیسرے ۔ میر بہادر علی لکھنؤ شاگرد جرأت ملازم نواب شجاع الدولہ بہادر۔

چوتھے ۔ احمد بیگ باشندۂ میرٹھ شاگرد صمد علی حسرت ۔

پانچویں ۔ یوسف علی باشندۂ اولان ضلع میرٹھ شاگرد مولی بخش قلق ۔

چھٹے ۔ میر غلام علیخان مراد آبادی ولد سید فرحت اللہ خان شاگرد مومن ۔

ساتویں ۔ مخدوم بخش کانپوری ولد خدا بخش شاگرد احمد علی کامل ۔

آٹھویں ۔ شاہزادہ کبیر الدین دہلوی شاگرد خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق و مرزا رحیم الدین صبا ۔

غزل وحشت

زخم جدائی دل پہ لگا گہ اس پہلو گہ اس پہلو — دل برمین تڑپتا ہے ہا گہ اس پہلو گہ اس پہلو

وہ خواب مین ہم آغوش ہوا اور کھل گئی کہا آنکھ مری — پھر درد جگر یکبار اٹھا گہ اس پہلو گہ اس پہلو

ہیہات کہان اب ہاتھ لگے وہ شاخ گل بیمہر صنم — بالین تھا جسکے ہاتھ میرا گہ اس پہلو گہ اس پہلو

تھا خواب عدم مین راحت سے اے عشق جگایا تو نے مجھے — بے یار تڑپتا ہو نمن پڑا گہ اس پہلو گہ اس پہلو

پہلو سے لگا کر پہلو کو مجھ پاس نہ بیٹھا وحشت سے — اے یار یہ شاخ خار چبھا گہ اس پہلو گہ اس پہلو

کیا بلا ہے ترے صاحب آشنائی آپکی — ولہ — مار ڈالے گی غرض ہمکو رکھائی آپکی

کس بھروسہ پر کرے تجھسے کوئی چشم وفا — خلق پر مشہور ہے گی بیوفائی آپکی

چھڑ کیان ہر آن دیتے ہو سر مجلس مجھے — ایسی کیا صادر ہوئی ہمسے برائی آپکی

بات کرنا ہمسے اور آنکھین لڑانا غیر سے — دیکھلی بس واہ مشفق یار سائی آپکی

کیا عدو سے ہے مری جان تمکو وحشت سے کہو — اب تلک ہمنے تو کچھ مرضی بنائی آپکی

وزیر تخلص - خواجہ محمد وزیر خلف الصدق جناب خواجہ محمد فقیر آپ کا سلسلۂ نسب خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ملتا ہے - فنون شاعری مین آپکی ذات شہرۂ آفاق تھی شیخ امام بخش ناسخ آپکو حاصل تلامیذ جانتے تھے اور آپ پر فخر و ناز کرتے تھے علاوہ فن شاعری کے اعمال فتوح و علم تسخیر وغیرہ مین بھی آپ کو دسترس کامل تھی بادشاہ اودھ سلطان العلم واجد علیشاہ مرحوم نے بہت کچھ چاہا مگر آپنے تابعداری پسند نہ کی اور فقر و قناعت اپنا شعار رکھا اور اس قناعت پر خرچ دہ تھا کہ اہل شہر دست غیب کا گمان کرتے تھے - بائیسوین تاریخ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ سنہ ہجری مین آپ نے انتقال فرمایا اور ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا - ذیل مین ہم آپکے دیوان سے کچھ انتخاب کرکے ہدیۂ ناظرین کرتے ہین وہو ہذا -

غزل

سر مرا کاٹ کے پچھتایئے گا — کسکی پھر جھوٹی قسم کھایئے گا
تھام لون دل کو ذرا ہاتھ تو سے — ابھی پہلو سے نہ اُٹھ جایئے گا
کیجئے یاران عدم کیا گذری — کچھ لب گور سے فرمایئے گا
مردم چشم سے آئے جو حجاب — آنکھ کے پردے مین چھپ جایئے گا
کیا گریبان نے گلا گھونٹا ہے — ادھر اے دست جنون آیئے گا
کہکے پانو نسے چلے یار کے گھر — ہم جو اُٹھنے لگین سو جایئے گا
جام ساقی سے جو مانگا تو کہا — بھر کے اشک آنکھ مین پی جایئے گا
مصحف رخ کی قسم مین ہے مرا — خط جو نکلا ہے نہ شرمایئے گا
ہمنے یوسف جو کہا کیون بگڑے — ہمسے قرآن یہ اُٹھوایئے گا
حضرت کعبہ جو بن جایئے عرش — دل کی وسعت نہ کبھی پایئے گا

ہم بھی آنکلین گے مسجد مین وزیر
خشت خم لیکے جو بنوایئے گا

چلا ہے او دلِ راحت طلب کیا شادمان ہو کر
زمین کوے جانان سے دیگی آسمان ہو کر

کیا ویران ہمنے کو آئے ہو کیا بوستان ہو کر
ہوے گل پانی پانی یہ چلے آبِ روان ہو کر

اسی خاطر تو قتلِ عاشقان سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسفِ بے کارروان ہو کر

جوابِ نامہ کیا لایا تنِ بیجان مین جان آئی
کبوتر وا نسے آیا مرغِ جان ہو کر

غضب ہے روح کا اس جامۂ تن سے جدا ہونا
لباسِ تنگ ہے اترینگا آخر دھجیان ہو کر

نہانے مین جو لہراتی ہے زلفِ یار دریا مین
تڑپنے لگتی ہین پانی پہ موجین مچھلیان ہو کر

ادا سے جھک کے ملتے ہو نگہ سے قتل کرتے ہو
ستم ایجاد ہو ناوک لگاتے ہو کمان ہو کر

گرا قدمون پہ صید انا توان تھا ہاتھ سے چھٹکر
جگہ دے اب تو نقشِ پاے صیاد آشیان ہو کر

یہی کہکے شبِ بھر یار کو پیشِ نظر رکھا
دکھائین گی تماشا تمکو آنکھین پتلیان ہو کر

لبِ بام آکے گر دیکھو تماشا تم تو دکھلاؤن
کمند آسا چڑھون تارِ نگہ پر ناتوان ہو کر

وزیر اسکا ہون مین شاگرد جسکو کہتے ہین منصف
لیا ملکِ معانی پادشاہِ شاعران ہو کر

ولہ

اسقدر ہم ناتوان و زار ہین
باز وا پنے مچھلیون کے خار ہین

چاک چاک اپنا گریبان ہو چکا
اب دنون دستِ جنون بیکار ہین

روتے ہین اشکونکے بدلے خونِ گرم
ابر ہین ہم لیکن آتشبار ہین

جاتے ہین گلشن سے اے باغبان
ہم اگر تیری نظر مین خار ہین

آستین سے پوچھیے کلھے کو اشک
اب تو منھ پر زخمِ دامنگیر ہین

ہم ہین رنجور اپنے اشک و آہ سے
ہے بری آب و ہوا بیمار ہین

کون ہے آزار ان روزون وزیر
ہم جو اپنی زیست سے بیزار ہین

ولہ

ہر عضو مسافر ہے نہین کچھ سفری آنکھ
ہے آخر شب عمر چراغ سحری آنکھ

کیا کرتی ہے دلکش سخن اے شکر لبی آنکھ
لو سیکھ گئی طرز کلام بشری آنکھ

آیا ہے مرے دل کا غبار آنسوؤنکے ساتھ
لو ابتو ہوئی مالک خشکی و تری آنکھ

تیار کیا خامۂ مو اپنی مژہ سے
کھینچے گی مگر نقشۂ نازک کمری آنکھ

لے لیجیے شیشے ہین سفید اشک نہین ہین
تم بادہ کشی سیکھ گئے شیشہ گری آنکھ

جنبش اُدھر اُسکو ہے تو گردش ادھر اسکو
ابرو ہے کہ شمشیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

تم جھانک رہے ہو یہ تمھین تاک رہا ہے
کیون دیدۂ روزن پہ اجی تمنے دھری آنکھ

اے ماہ یہ سب چشم فلک کے ہین اشارے
ایسی تو نہ تھی مائل بیداد گری آنکھ

نرگس جو گلستا نمین ہے تو دشت مین آہو
ہر رنگ مین دکھلانے لگی جلوہ گری آنکھ

گد کا کہین دیکھے کا دنبالہ اُٹھائے
ہے دست مژہ مین لیے پتلی کی پھری آنکھ

کشتی وہ لیے نوح کے مانند چلے آئین
طوفان بپا کر شب فرقت مین ذری آنکھ

رہتے ہین وزیر اشکونکی جا ٹکڑے جگر کے
ان روزن ہوئی کان عقیق جگری آنکھ

ولہ

کاکل جو اُسکے شعلۂ رخ سے سرک گئی
کالی گھٹا مین صاف یہ بجلی چمک گئی

پہونچی نہ اُسکے کان تلک آہ نارسا
کیا فائدہ زمین سے اگر تا فلک گئی

ٹکڑے ہوے ہمارے گریبان صبر کے
اتنی لڑائی مین جو یار کی چولی مسک گئی

مین نے جو آہ سرد بھری اُسنے ہنس دیا
گل کی کلی نسیم سحر سے چٹک گئی

بعد از فنا جو قبر پہ آئے وہ اے وزیر
پہونچانے انکو روح مری دور تک گئی

ہنر تخلص کے دو شخص ہوے۔

ایک بابو دیوکی نندن سابق اہلمد کلکٹری الہ آباد۔ بعدہ ریاست گوالیار مین سررشتہ دار صوبہ سیاگلڈہ رہے آپکا کلام بہت سلیس اُردو ہوتا ہے۔ ہم دو شعر آپ کے انتخاب لکھتے ہین۔

نیند یک لحظہ نہین آنکھ مین آنے دیتی
دشمن خواب ہوئی ہے شب فرقت کیسی

سیدھی باتون سے بھی ہوجاتے ہو ٹیڑھے صاحب
ہوگئی آپکی کیا جانیے عادت کیسی

دوسرے۔ مرزا بخشا ور تخلص دہلوی شاگرد مرزا حاجی شہرت تخلص۔

غزل ہنر

دل رات سے ہے طالب دیدار کسی کا
دکھلائے خدا چاند سا رخسار کسی کا

بیتاب ہو نہین دل ہے گرفتار کسی کا
یارب نہ جدا یار سے ہو یار کسی کا

دیکھی جو مری نبض تو بولا یہ مسیحا
اچھا نہین ہونے کا یہ بیمار کسی کا

پھر جوش مین ہے خم کمر اے دل پُرجوش
دیوانہ ہو نہین عاشق سرشار کسی کا

تیغ نگہ ناز نہ کھینچا کرو ہر دم
عاشق ہون نہین مین ہون گنہگار کسی کا

کیون شمع کے مانند ہنر دل ہو جلاتے
دیکھ آئے ہو کیا چہرۂ گلنار کسی کا

ہوش۔ منشی نانک رام ملازم مطبع اودھ اخبار۔

خون ٹپکتا ہے دیدۂ تر کا
کھلا گنجینہ لعل احمر کا

سوز مضمون سے ہو خاکستر
فکر ہے بال و پر کبوتر کا

نالہ تیرا ہے دل غمناک
ہے ہوا دار غم کے لشکر کا

کیا کہون حال زار اے ہوش
رنگ بگڑا ہے کیا مقدر کا

ہوس تخلص ۔ نواب مرزا محمد تقی خان خلف نواب مرزا علی جان بن نواب سالار جنگ بہادر باشندہ فیض آباد مقیم لکھنؤ ۔ شاگرد میان مصحفی ۔ ان کی اکثر غزلون مین لیلیٰ مجنون کا مضمون ہوتا ہے مثنوی لیلیٰ مجنون اور دیوان انکے یادگار ہین ۔

غزل ۔ ہوس

یہی کہتی تھی لیلیٰ پردہ نشین نہین کھاتی ادب سے خدا کی قسم
غم قیس سوا مجھے کچھ نہین غم ۔ اُسی کشتۂ ناز و ادا کی قسم

رُکا پایا جو لیلیٰ نے مجنوں کا جی کہا کیون ہے خفا مرے سر و سہی
نہ تو مین نے کسی سنگ بات بھی کی مجھے میری ہی شرم و حیا کی قسم

مرے گریہ سے جائے ہے صبر و سکون مرے اشکون نے ٹیکے ہے قطرۂ خون
نہ تو کھائیو مفتری زار و زبون مرے سر کے نشد قِ پا کی قسم

شب ہجر مین اشکون کا خون بہانے دیکھ کے رنگ شفق کا اُڑا
نہین اسمین مبالغہ ایک ذرا مجھے تیرے ہی رنگِ حنا کی قسم

ترے کشتۂ غم کا ہے حال بتر یہی کھیئو جو جانا ہو تیرا اُدھر
مجھے قاصدِ موجِ نسیم سحر مرے ہجر کے شب کی بھبکا کی قسم

کبھی کہتا تھا قیس غزالون سے جا ۔ کہو ناقہ ادھر سے کدھر کو گیا
کبھی کہتا تھا تو ہی بتا دے صبا تجھے لیلیٰ کی زلفِ دوتا کی قسم

کبھی ساغرِ وصل نہ مین نے پیا کبھو زخمِ جگر کو نہ مین نے سیا
غم و رنج و تعب کو عزیز کیا مجھے عشق کی جور و جفا کی قسم

نہ تو پائی ہوس کبھی پھولون کی بونہ تو بیٹھا ہو مین کبھی لب جو
نہ تو بیکلی دلکی گئی ہے کبھو مجھے جانی کی اپنی وفا کی قسم

غزلیات گمنام

غزل دوہا

غم دوری سے جی جلتا ہے اشک آنکھ سے جاری ہے

سجن سکارے جائین گے نین مرینگے روئے
بدھنا ایسی رین کر کبھو رکھونا ہوئے
کہو لیلی سے اے پیاری صبح رخصت ہماری ہے

لکڑی جل کوئلا بھئی کوئلا جل بھیو راکھ
مین یہ دگن ایسی جلی کوئلا بھئی نہ راکھ
جگر تو جل چکا پیارے مگر اب تن کی باری ہے

اک تو نینا نہ بھرے دوجے انجن سار
اے بو رسے کوئی دیت ہے متوارن بچھیار
نگاہ یار جادو ہے کہ بوسی کی کٹاری ہے

کاکا کاجین نکاس دون پیا پاس لیجائے
پہلے درس دکھائیکے پاچھے لیجو کھائے
جمال یار سے کب عاشقونکو آنکھ پیاری ہے

ارے پپیہا باورے آدھی رات نہ کوک
دھیرے دھیرے سلگتی تو کیون دینے پھوک
ارے ظالم تری آواز نے آفت اٹھاری ہے

جا بیدا گھر آپنے تو کیا جانے سار
عاشق جنکے کن کہیے بن دیکھے دیدار
مرے اس درد کی داد دے افلاطون بھی عاری ہے

ہم تو لو بھی پریم کے پریم ہمارا دیس
سدھ نہین پانی پیو کی تب لینو یہ بھیس
نہ تھا معلوم قسمت مین ہماری خاکساری ہے

تن سوکھ کنکری بھیو رگین سوکھ بھئین تار
روم روم سر اٹھت ہے باجت نام تہار
مرے بس استخوان سے اب یہی آواز جاری ہے

دنیہ سوکھ پنجر بھئی رگت ہوئہ ماس
جیسے کھال لہار کی کہ آوت حاوت سانس
اجل لے خبر جلدی سے ہمپر زیست بھاری ہے

غزل

پھنس گیا ہے دل مرا اُس بے خبر سے دیکھنا
جو سمجھتا ہے بُرا سیدھی نظر سے دیکھنا

سر جھکا لینے دو عاشق کو ابھی جلدی ہے کیا
تیغ کیون کھینچی میان تمنے کمر سے دیکھنا

دوستو کہدو نہ لپٹے مجھسے قاتل وقتِ مرگ
خون ٹپکیگا مرے زخمِ جگر سے دیکھنا

مرگیا عاشق تمھارا لو ہُوا قصہ تمام
کوئی دم مین جائیگا لاشہ اِدھر سے دیکھنا

کب سے ہم مشتاق بیٹھے ہین ترے دیدار کے
آج ہمکو بھی ذرا ترچھی نظر سے دیکھنا

کیا کہون کمبخت قاصد تک آیا نہین
دوستو کوئی بھی آتا ہے اُدھر سے دیکھنا

وان ملی مہندی رقیبون نے تمھارے ہاتھ مین
یان لگا بہنے لہو اس چشمِ تر سے دیکھنا

سُن چکے نالے مرے جب وہ تو یون کہنے لگے
یہ صدا رونی کی آتی ہے کدھر سے دیکھنا

غزل

وہ رسوائی سے باز آوے تو اچھا
بُرائی کام کر جاوے تو اچھا

کہا ظالم نے میرا حال سُن کر
وہ اس جینے سے مر جاوے تو اچھا

نہین معلوم قاصد جا کے کیا
دل اُس سے پیشتر جاوے تو اچھا

مبارک خضر کو ہو عمرِ جاوید
یہ تھوڑی سی گذر جاوے تو اچھا

غضب ہے انتظارِ وعدۂ حشر
یہین کہکر مکر جاوے تو اچھا

مسیحائی ہوا قاتل کا پیشہ
عدم تک یہ خبر جاوے تو اچھا

عدم مین کیا نہ ہونگے صاحبِ درد
ہمارا چارہ کر جاوے تو اچھا

رقیبو نکاتری محفل مین کیا کام
جہنم اِن سے بھر جاوے تو اچھا

نگاہِ یار دل کو لوٹتی ہے
یہ مہمان اپنے گھر جاوے تو اچھا

وہ تکلیفِ عیادت کیون اٹھاوین
مری اُنکو خبر[1] جاوے تو اچھا

[1] خبر جاوے محاورہ ہے یعنی خبرِ مرگ ۱۲

غزل

چشم جانان اور ہے چشم غزالان اور ہے — وضع انسان اور ہے ترکیب حیوان اور ہے
گر کتان اُس سے پھٹے اُس سے جگر ہو چاک چاک — ماہ تابان اور ہے رخسار تابان اور ہے
سیر مقتل مت سمجھ گلگشت اے نازک مزاج — باغ و بستان اور ہے گنج شہیدان اور ہے
ایک یوسف وان گرا تھا یان گرے لہائے خلق — چاہ کنعان اور ہے چاہ زنخدان اور ہے
برق اُس پر ہنستی ہے روتا ہے اِس پر اک جہان — ابر باران اور ہے یہ چشم گریان اور ہے
خاک جنت مین ملے گا بعد مردن دل مرا — نار غلمان اور ہے انداز انسان اور ہے
اُسمین ہے داغ فراق اے صبح اِسمین آفتاب — یہ گریبان اور ہے تیرا گریبان اور ہے
دلسے ہے کاوش اُسے تلوون سے ہے اِسکو خلش — خار مژگان اور ہے خار مغیلان اور ہے
جانور اُس پر ہے عاشق اِس پہ عاشق آدمی — سرو بستان اور ہے سرو خرامان اور ہے
ہوتے ہین خون اُسکے دیکھے سے تو اِسکی ضرب سے — چشم گریان اور ہے شمشیر عریان اور ہے
گرچہ دونون خاک پر غلطان ہین لیکن فرق ہے — سنبلستان اور ہے زلف پریشان اور ہے
ناتراشیدہ ہے وہ اور یہ ہے سانچے مین ڈھلا — شاخ مرجان اور ہے دست حسینان اور ہے
باعث ایمان ہے وہ غارت گر ایمان ہے یہ — نظم قرآن اور ہے رخسار جانان اور ہے
فرق ہے شاہ و گدا مین قول شاعر ہے یہی — شیر قالین اور ہے شیر نیستان اور ہے

نوٹ۔ یہ غزل اکثر گلدستون مین حضرت ناسخ کے نام سے لکھی ہے مگر دیوان مطبوعہ ۱۲۶۸ھ مین نہین ہے لہذا گمان غزلون مین درج کیگئی ۱۲

غزل

نگاہ یار بدمستی مین بھی ہشیار کیسی ہے — مراد دل چھین لینے کے لیے تیار کیسی ہے
ادا سے پھیر کر خنجر وہ مجھسے یون لگے کہنے — شہید ناز کہہ تو کچھ کہ اس مین دھار کیسی ہے
جگر مین چبھگئی پہلو مین گھسکے دل مین جا تڑپی — غضب کی چلبلی چنچل نگاہ یار کیسی ہے
ابھی نکلا ہے دم یار دکسی سے مل تو لینے دو — ابھی سے لیکے چلنے کی یہ مارا مار کیسی ہے
ہمین کو ذبح کرتے ہین ہمین سے پوچھتے ہین وہ — ذرا بتلاؤ تو صاحب مری تلوار کیسی ہے
قضا بھی صدقے ہوتی ہے نگاہ یار پر اے دل — شہادت سر کٹانے کے لیے تیار کیسی ہے

نقل ہے۔ کہ ایک دن مرزا سودا رفیع مشاعرہ مین بیٹھے تھے۔ لوگ اپنی اپنی غزلین پڑھ رہے تھے ایک شریف زادے کی ۱۲۔۱۳ برس کی عمر تھی۔ اُس نے یہ غزل پڑھی جسکا مطلع تھا۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

گرمیِ کلام پر سودا بھی چونک اُٹھے۔ پوچھا یہ مطلع کس نے پڑھا۔ لوگون نے کہا کہ حضرت یہ صاحبزادے ہے سودا نے بھی بہت تعریف کی۔ کئی مرتبہ پڑھوایا۔ اور کہا کہ میان لڑکے جوان تو ہوتے نظر نہین آتے ہو خدا کی قدرت اُنھین نونہین وہ لڑکا جلکر مرگیا اس لڑکے کی پوری غزل تو نہین ملی جو درج گلدستہ ہذا ہوئی

ہان بلبل ہند۔ فصیح الملک نواب مرزا داغ مرحوم دہلوی کی اسی ردیف وقافیہ کی غزل ہدیۂ ناظرین ہے

غزل داغ

فرقت کی شب یہ کام کیا دل کے داغ سے
ڈھونڈھا اجل کو تا بہ سحر اِس چراغ سے

کھاتے ہین داغ دوست مرے دل کے داغ سے
سچ ہے چراغ ہوتا ہے روشن چراغ سے

اللہ رے غرور و نزاکت مزاج کی
اپنی بھی زلف سونگھتے ہین کس دماغ سے

توبہ تو کرچکا ہون مگر اب بھی شوق ہے
خالی صراحی و خم و جام و ایاغ سے

گر بعد مرگ وسعتِ دل ہو نصیب مین
کنج لحد بھی کم نہ ہو گنج فراغ سے

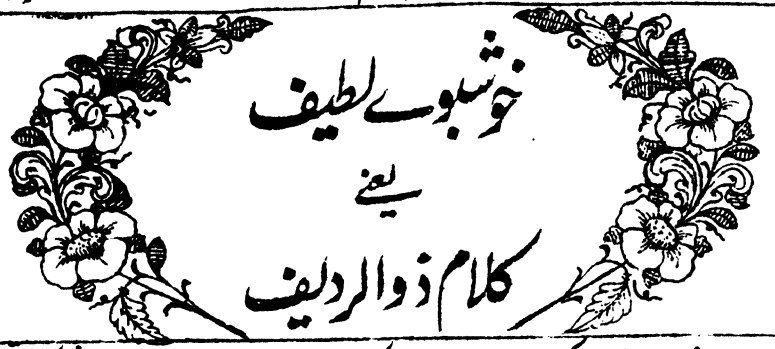
بوے وفا بھی آئے تو ہوتا ہے درد سر
کیونکر بنے گی اُس بتِ نازک دماغ سے

فریادِ عندلیب کو سمجھے مری فغان
گھبرا لے منھ بنائے وہ آتے ہین باغ سے

دل بجھ گیا ہے اُسکی تجلّی کے سامنے
خورشید و ماہ و اختر و شمع و چراغ سے

ہر وقت تازہ فقرہ ہے اُنکی زبان پر
ہر دم نئی اُترتی ہے اُنکے دماغ سے

دنیا مین ایسے لوگ مصیبت زدہ کہان
روئے ہم آج خوب گلے ملکے داغ سے



خوشبوے لطیف

یعنے

کلام ذوالردیف

ذیل مین اُردو شعرا کی چند ایسی غزلیات کا منونہ جنمین دوہری ردیف ہین پیش کیا جاتا ہے

غزل صفدر

وہ تیغ ناز ہو یارب رواں آہستہ آہستہ
مزہ لے لیکے تڑپین نیمجان آہستہ آہستہ

جہان سے چل بسے پیر و جوان آہستہ آہستہ
روانہ ہوگئے سب کاروان آہستہ آہستہ

خفا بھی وہ ہوے بگڑے بھی برہم بھی ہوے لیکن
سُنا دی ہمنے ساری داستان آہستہ آہستہ

کہین دل بلبلونکے پس بخایمن ساتھ پھولونکے
قدم رکھ باغمین اے باغبان آہستہ آہستہ

نہ ایوان فریدون ہے نہ جام جم رہا باقی
مٹے شاہان عالم کے نشان آہستہ آہستہ

کہین گھبرا نجانا غیر سے اُس سوخ کے قاصد
ہمارا حال سب کرنا بیان آہستہ آہستہ

نہ رکھا عشق نے عشاق کا نام و نشان باقی
کیے برباد لاکھون خانمان آہستہ آہستہ

خرام ناز کے مشتاق ہین جانباز برسونسے
چلو گلشن مین اے سرو روان آہستہ آہستہ

کسی کے ابرو و مژگان نے ہمکو نیمجان چھوڑا
چلی شمشیر رُک رُک کر سنان آہستہ آہستہ

لگا دی ایک ٹھوکر جب وہ آئے فاتحہ پڑھنے
مٹایا قبر عاشق کا نشان آہستہ آہستہ

ہمارے حال دل سے اور تو واقف نہین کوئی
صبا کچھ ہوگئی ہے رازدان آہستہ آہستہ

تری آواز وحشتناک سُنکر وہ نہ اُٹھ جائین
شب وصل اے مؤذن دے اذان آہستہ آہستہ

کوئی رُسوا نہو کچھ پاس اسکا بھی رہے صفدر
شب فرقت مین لازم ہے فغان آہستہ آہستہ

ستم سہتے ہین نیمجان کیسے کیسے
گل اندام دیکھے جوان کیسے کیسے
رہے ہر مصیبت مین ثابت قدم ہم
نہ پایا مکان اُسکا قاصد پھر آیا
بنا تا ہے ہر روز دو دِل اپنا
مٹے جب سے عشق دہان و کمر مین
گڑے ہین مین مین جو گلفام لاکھون
ہر اک بیت ہے نام رہنے کو کافی
مرے خون سے تیرے دامن پہ قاتل
قفس مین پھنسے نغمہ سنجانِ گلشن
مگر مئیکدہ بھی ہے فردوس ساقی
وہ دیتے ہین دشنام الحمدللہ
یہ گلرو ہین ناحق جوانی پہ نازان
کہان ہین وہ یوسف تھے جو آگے

ولہٗ

وہ لیتے ہین روز امتحان کیسے کیسے
نگاہو نمین ہین بوستان کیسے کیسے
لیے عشق نے امتحان کیسے کیسے
بتائے تھے ہمنے نشان کیسے کیسے
تہ آسمان آسمان کیسے کیسے
کھلے ہمپہ رازِ نہان کیسے کیسے
تہِ خاک ہین بوستان کیسے کیسے
بنائے ہین ہمنے مکان کیسے کیسے
کھلے لالہ وار غوان کیسے کیسے
اُجاڑے گئے آشیان کیسے کیسے
ہوے پہ آکر جوان کیسے کیسے
لبِ لعل ہین دُرفشان کیسے کیسے
ہوے باغ صرفِ خزان کیسے کیسے
روان ہوگئے کاروان کیسے کیسے

کسی طرح صفدر کے تیور نہ بدلے
لیے یار نے امتحان کیسے کیسے

غزل خیالی

چلتی ہے زلفِ جانان تا کمر آہستہ آہستہ
تپ غم کرتی جاتی ہے اثر آہستہ آہستہ
تڑپنے کی بھی تا حسرت نہ رہجائے مرے دلمین
تسلی دیگئے وہ صندلی پوشاک دکھلاکر

یہ اب لیگی عدم کی بھی خبر آہستہ آہستہ
یہ میری جان ہی لیگی مگر آہستہ آہستہ
مجھے تو اوستگر ذبح کر آہستہ آہستہ
کہ جائے گا تمھارا دردِ سر آہستہ آہستہ

وہی جو تر شرو ہوتے تھے ذکر غیر پر اکثر
ہوے دشمن سے اب شیر و شکر آہستہ آہستہ

تہ و بالا دلِ عاشق ہوا جاتا ہے او ظالم
ذرا تو بام پر چڑھ کر اتر آہستہ آہستہ

مخاطب غیر سے ہو کر کہو کیونکر کہا تجھسے
کہ لیجائیگی تیری بھی خبر آہستہ آہستہ

ڈھل جانیکا اُنکے شام ہی سے دھیان آتا ہے
کرا ہا کرتے ہین ہم تا سحر آہستہ آہستہ

بڑھائینگے ضرور اب الحاد اغیار سے ہم بھی
کرینگے یون تمھارے دلمین گھر آہستہ آہستہ

یہ کہکر چل دیا مجھکو تڑپتا چھوڑ کر قاتل
نکلجائے گی جان اسکی مگر آہستہ آہستہ

مرے گھر کیطرف بھی گاہے گاہے آنکلتے ہین
خیالی آچلے وہ راہ پر آہستہ آہستہ

ولہٗ

یون تو دیکھے ستم ایجاد ہین اچھے اچھے
لیکن اُس بت کو ستم یاد ہین اچھے اچھے

اے فنون سازیِ تسخیر بشر کیا کہنا
بند شیشے مین پری زاد ہین اچھے اچھے

ہوش اُڑتے ہین مگر حسن بشر کے آگے
یو تو کہنے کو پری زاد ہین اچھے اچھے

ایک ناشاد ہمین اُٹھکے چلے جاتے ہین
بیٹھے محفل مین تری شاد ہین اچھے اچھے

اک خیالی ہی نہین آکے تھکے بیٹھے ہین
منزلِ عشق مین ناشاد ہین اچھے اچھے

غزل سخن

چلے گی گر تری تیغ ستم آہستہ آہستہ
سسک کر ہم بھی دینگے اپنا دم آہستہ آہستہ

کیا ہے ضعف مین نامہ کو رقم آہستہ آہستہ
تو قاصد کا بھی اُٹھتا ہے قدم آہستہ آہستہ

خبر کیا پوچھتے ہو سا کنانِ راہِ اُلفت کی
گئے وہ لوگ سب سوے عدم آہستہ آہستہ

اگر تم چاہتے ہو مین نہ بسمل ہون تہ خنجر
نہین بچتا کبھی مارا ہوا اُس زلف پیچان کا

تو پھر چلتی ہے کیون تیغ دودم آہستہ آہستہ
اثر کرتا ہے اس افعی کا سم آہستہ آہستہ

شہ اقلیم صحرا ہون ہوا کھانے نکلتا ہون
جنونکے ساتھ رکھتا ہون قدم آہستہ آہستہ

اکڑ کر کیون نکلتے ہو غرور و کبر و نخوت سے
زمین پر غافلو رکھو قدم آہستہ آہستہ

نہ بل کھائے کمر بار نزاکت سے کہین دیکھو
زمین پر ناز سے رکھو قدم آہستہ آہستہ

فریب اُنسے کرینگے جان دینگے اُنپہ غش کھاکر
اُنھین یان لائینگے ہم دیکے دم آہستہ آہستہ

اثر یہ ہے مرے مضمون ضعف و ناتوانیکا
کہ پڑھتا ہے مرے خط کو صنم آہستہ آہستہ

نہین شکوہ فقط تیرا سوائے بھی او ظالم
بہت سے ہوگئے ہم پر ستم آہستہ آہستہ

اگر یون ہی رہن لے میکشو واعظ کی بوچھارین
تو مٹ جائے گا نام جام و خم آہستہ آہستہ

حسین کو دیکھکر کوچون مین یہ معمول ہے اپنا
کہ بچھے اُس کے ہو لیتے ہین ہم آہستہ آہستہ

دبا تا ہون شب وصلت جو اُنکے پاؤن کہتے ہین
سخن تجکو مرے سر کی قسم آہستہ آہستہ

نعمت تخلص - عبد الحق مرحوم باشندۂ سکندرہ قوم برہمن سے تھے - بعد کو یہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے فیض صحبت سے مشرف باسلام ہوے -

غزل نعمت

دہن پر ہن اُنکے گمان کیسے کیسے
خیال آتے ہین درمیان کیسے کیسے

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

تمھارے شہید و نمین داخل ہوے ہین
گل و لالہ و ارغوان کیسے کیسے

بہار آئی ہے نشہ مین جھومتے ہین
مریدان پیر مغان کیسے کیسے

نہ مڑ کر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا
تڑپتے رہے نیمجان کیسے کیسے

نہ گور سکندر رہے ہے قبر دارا
مٹے نامیونکے نشان کیسے کیسے

بہار گلستان کی ہے آمد آمد
تو خوش پھرتے ہین باغبان کیسے کیسے

دل و دیدۂ اہل عالم مین گھر ہے
تمھارے لیے ہین مکان کیسے کیسے

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرمان
ہمارے بھی ہین مہمان کیسے کیسے
ترے کلک قدرت کے قربان آنکھین
دکھائے ہین خوشرو جوان کیسے کیسے

کرے جسقدر شکر نعمت وہ کم ہے
مرے لوتی ہے زبان کیسے کیسے

غزل نیاز

دکھائے داغ دل نے گلستان نئے نئے
وحشت دکھا رہی ہے بیابان نئے نئے
جور بتان سے مجکو الٰہی بچائیو
پیدا ہوے ہین جان کے خواہان نئے نئے
مین اسطرح جنون ترے ہاتھ سے تنگ ہون
لاؤن کہانسے روز گریبان نئے نئے
دیر و حرم مین کوئی نہین تیری راہ پر
کافر نئے نئے ہین مسلمان نئے نئے

کس طرح ہو گذر در جانان پہ اے نیاز
دربان نئے نئے ہین نگہبان نئے نئے

غزل داغ

پھرے راہ سے وہ یہان آتے آتے
اجل مر رہی تو کہان آتے آتے
مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا
نکل جائے دم ہچکیان آتے آتے
بجا نا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہربان آتے آتے
کیا جا مرے منہ کو آئے گا اک دن
یون ہی لب پہ آہ و فغان آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بیبا کیان ہون
اُنھین آئینگی شوخیان آتے آتے
چلے آتے ہین دل مین ارمان لاکھون
مکان بھر گیا میہمان آتے آتے
نتیجہ نہ نکلا تھکے سب پیامی
وہان جاتے جاتے یہان آتے آتے
تمھارا ہی مشتاق دیدار ہوگا
گیا جان سے اک جوان آتے آتے
یقین ہے کہ ہو جائے آخر کو سچی
مرے منہ مین تیری زبان آتے آتے

سُنانے کے قابل جو تھی بات اُنکو
وہی رہ گئی درمیان آتے آتے

تری آنکھ پھرتے ہی کیسا پھرا ہے
مری راہ پر آسمان آتے آتے

مرے آشیان کے تو تھے چار تنکے
چمن اُڑ گیا آندھیان آتے آتے

کسی نے کچھ اُن کو اُبھارا تو ہوتا
نہ آتے نہ آتے یہان آتے آتے

قیامت بھی آئی تھی ہمراہ اُس کے
اگر رہ گئی ہمعنان آتے آتے

بنا ہے ہمیشہ یہ دل باغ و صحرا
بہار آتے آتے خزان آتے آتے

نہین کھیل اے داغ یارونسے کہدو
کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

اور اسی ردیف وقافیہ اور بحر مین جناب مولوی عبدالاحد صاحب شمشاد لکھنوی فرنگی محلی نے ذیل کی غزل لکھی ہے

غزل شمشاد

گئے غیر کے گھر یہان آتے آتے
کہان جا پڑے وہ کہان آتے آتے

نہ کند اُنکا خنجر نہ سر ہم کو پیارا
رُکے کیون پے امتحان آتے آتے

تمھین دل گرفتہ تھے کیونکر نہ رُکتی
مرے مُنھ مین نوکِ زبان آتے آتے

کبھی مین جو بہلا کے لاتا ہون اُنکو
مچل جاتے ہین تا مکان آتے آتے

بڑھی شوق مین مستی دخترِ رز
گری سوے پیرِ مغان آتے آتے

مری جان جاتی ہے کوئی سنبھالے
پھرا کیون وہ روحِ روان آتے آتے

عجب کیا کہ آیا ہو کچھ رحم اُن کو
رُکی آج لب تک فغان آتے آتے

کوئی گُل کھلایا ہے غیرون نے شاید
ہنسا کیون وہ غنچہ دہان آتے آتے

اُٹھین دلسے آہین نہ پہونچین لبون تک
تھکا راہ مین کاروان آتے آتے

حجاب ابتو کرنے لگے وصل مین بھی
وہ آنکھونسے دلمین نہان آتے آتے

تڑپتے کٹی ہے مری رات ساری
کہان پھنس گئے تم یہان آتے آتے

پڑا راہ مین سسکیان لے رہا ہے
ترا زار بے خانمان آتے آتے

جو یار و نکے غنچے مین آجاؤ گے تم
مکوا ہو گی باد خزان آتے آتے

مین پہونچا ہون اُنس وادی جان کسل مین
تھکی جس مین ریگ روان آتے آتے

دکھاتے ہین شاعر کو سرحد عدم کی
مضامین موے میان آتے آتے

عدو سنگ رہ ہو کے لاکھون پڑے ہین
گرے گا ترا نا توان آتے آتے

مرا خانہ دل خرابہ بنا ہے
حوادث کے سنگ گران آتے آتے

عدو خار رہ اُسکے تمشا دہونگے
نہ اُلجھے وہ غنچہ دہان آتے آتے

اور جناب منشی سید وارحسین واله الہ آبادی ایڈیٹر سریر عالم تلمیذ حضرت وسیم لکھنوی نے اسی بحر ردیف وقافیہ مین یون طبع آزمائی کی ہے

غزل

ملے غیر سے وہ یہان آتے آتے
پھرا راہ پر آسمان آتے آتے

جگر سے نکل کر جگر ہی مین بیٹھی
لبون تک کچھ آہ و فغان آتے آتے

اگر تم نہ آتے تو دم چھوڑ دیتے
یہ سب ہوش مین نیمجان آتے آتے

سُناتے اُنھین داستان قیامت
کہان مر رہے قصہ خوان آتے آتے

یہ کس نفس کش نے کیا یاد مجکو
لبون پر ہے دم ہچکیان آتے آتے

تڑپ کر نکل جائے گی جان تن سے
نکر دیر روح روان آتے آتے

بھلا یہ بھی آنے کی ہے کوئی ساعت
کہان جم گئے تھے یہان آتے آتے

اسیران گلشن کو مژدہ سُنا دو
گیا جان سے باغبان آتے آتے

جگر توڑ نالے نکر اتنے بلبل
کہ آئے گی طرز فغان آتے آتے

دکھاؤن جو بلبل کو انداز شیون
چمن اُڑ چلے آندھیان آتے آتے

بہت صحیح ہے زوار۔ مرزا کا کہنا
کہ آتی ہے اُردو زبان آتے آتے

غزل فیض مؤلف کتاب ہذا

چلے آتے ہین وہ ابر بہار آہستہ آہستہ
چلے سوے چمن سب میگسار آہستہ آہستہ

تری رفتار کے کشتے کا دل بلمانے تیغے مین
چل اے قاتل ہوے لوح مزار آہستہ آہستہ

دکھایا کینے جلوہ بخود دیسی چھا گئی یارب
چلے دلسے مرے صبر و قرار آہستہ آہستہ

الٰہی زار ہون مشکل ہے چلنا راہ الفت مین
یہ بار غم مرے سر سے اتار آہستہ آہستہ

مزہ تا آئے رہ رہ کر بوقت ذبح اے قاتل
گلے پر پھیر تیغ آبدار آہستہ آہستہ

دکھایا سال بھر کے بعد جلوہ اسنے اے مستو
چمن مین آئی پھر چل کر بہار آہستہ آہستہ

ہوئی صبح جوانی دوپہر تا کر بہو پہنچے
چلے تھے کسقدر کیسوے یار آہستہ آہستہ

یہ حکم اس نازنین کا ہے مری محفل مین آنے کی
چلے جام شراب خوشگوار آہستہ آہستہ

نہ کر جلدی بوقت ذبح یہ تیزی نہین اچھی
گلے پر میرے چل اے تیغ یار آہستہ آہستہ

صبا پہونچا دے اسکو فرقہ کوے جانان تک
تو لیچل ہم ضعیفون کا غبار آہستہ آہستہ

شراب حسن کے نشے کا تم کھینچو گے خمیازہ
حسینو! اترتیگا اسکا خمار آہستہ آہستہ

چلو مستو سوے گلشن اٹھے بوتل چلے ساغر
وہ آتی بادلون کی ہے قطار آہستہ آہستہ

دعاے فیض کی ہر دم فرشتہ موت کا آکر
نکالے دم مرا پروردگار آہستہ آہستہ

عنایت تخلص منشی عنایت حسین۔ آپ شیخ ہین اور مطبع منشی نولکشور مین بعہدۂ منصرمی ممتاز ہین پہلے جناب لطافت مرحوم سے آپکو تلمذ حاصل تھا انکے انتقال کے بعد سے آپ انکے برادر خورد جناب عباس حسن صاحب فصاحت سے اصلاح لینے لگے۔ آپکی غزلین بہت طویل ہوتی ہین۔ آپکی پر گوئی غزل مندرجہ سے ظاہر ہے اسوقت آپکی عمر ۵۸ سال ہے خداوند کریم آپکی عمر مین برکت کرے اور زور قلم زیادہ کرے۔

غزل عنایت

پیون کیا مین ساقی شراب اوّل اوّل
بطے کا دے تو کباب اوّل اوّل

بزم حسن مین ہر حسین کے یہ دیکھا — اُبھر آتے ہین دو حباب اوّل اوّل
مرے داغ سوز نے اب لی ہے حدت — نہ یون گرم تھا آفتاب اوّل اوّل
ابھی ہاتھ اُٹھاؤ نہ سینے سے میرے — نہ پھر ہو جو تھا اضطراب اوّل اوّل
بہت دید بازونکو غش پر غش آتے — جو ہوتا وہ رُخ بے حجاب اوّل اوّل
جوان یون ہوا ہے وہ مہ رفتہ رفتہ — بڑھے جس طرح ماہتاب اوّل اوّل
ہین بیہوش جسطرح پیری مین اے دل — یونہین ہم تھے محو شباب اوّل اوّل
اجل آپ کو لینے اے شیخ آئی — چلے واں جہان تھے جناب اوّل اوّل
نہ تھا جب تلک ربط پیر مغان سے — مجھے مے سے تھا اجتناب اوّل اوّل
محبّت کا میری یقین تھا نہ اُنکو — لیے امتحان بے حساب اوّل اوّل
مین بیتاب ہون تربت پہ مجنونکی گریان — تمہارو کے تھوڑا سحاب اوّل اوّل
ترے دل مین جو آئے پھر کہنا واعظ — مین چکھ لون شراب و کباب اوّل اوّل
جو واقف تھا واعظ ہے وا باب توبہ — کیا مے سے کیون اجتناب اوّل اوّل
جو رندون مین نازک طبیعت ہین ساقی — نہ دے تُند اُنکو شراب اوّل اوّل
چُپ اب کیون ہو مین ہون جو وصلت کا سائل — بڑے تم تھے حاضر جواب اوّل اوّل
دِل اب میرا اُلفت مین خون ہو رہا ہے — جگر ہو چکا آب آب اوّل اوّل
نہ توڑا اسکو دل رکھلے بلبل کا گلچین — ہے پھولا چمن مین گلاب اوّل اوّل
شبِ عید اگر وہ سوارِ فرس ہو — ہلال آکے چومے رکاب اوّل اوّل
بڑھی سیل اشک اب یہ دونمیے میرے — ہے دریا جہان تھا سراب اوّل اوّل
جو یاد آگئی زُلف کافر کی حد مین — تو لوٹینگے مار عذاب اوّل اوّل
حیا سے نہ تھمین شوخ باتین یہ اُنکی — زبان منھ مین تھی للجواب اوّل اوّل
ہے یون حور شرمائی میری لحد مین — دُلھن کو ہو جیسے حجاب اوّل اوّل

نمک چھڑکا اب زخم دل پر تو بولے — شگفتہ نہ تھا یہ گلاب اوّل اوّل
ملا وہ جوان آکے پیری مین مجھسے — پھر آیا وہ تھا جو شباب اوّل اوّل
بکے مصر مین تھی یہ تعبیر اُس کی — جو یوسف نے دیکھا تھا خواب اوّل اوّل

محبت مین اُنکے مرے اے عنایت
ہوے کچھ سوال و جواب اوّل اوّل

نوٹ۔ اسی ردیف و قوافی مین حضرت جلال مرحوم و جناب رغبت مظلہ کی غزلین صفحہ (۱۲۸) گلزار سخن مین ملاحظہ ہون

پریشان تخلص۔ کے چھ شخص ہوے۔
ایک۔ محمد خان باشندۂ الہ آباد۔
دوسرے۔ عبدالرحیم آئینہ ساز دہلوی شاگرد مرزا قادر بخش صابر۔
تیسرے۔ منولال شاگرد نصیر دہلوی۔
چوتھے۔ میر محمد واجد دانا پور کے پیرزادے ہین مولوی ذاکر علی ذاکر سے اصلاح سخن لی تھی۔
پانچوین۔ واحد علی ساکن اٹاوہ۔
چھٹے۔ نیاز علی باشندۂ مسنڈیلہ علاقہ لکھنؤ۔

غزل پریشان

آیا کرو ادھر بھی مری جان کبھی کبھی — نکلین ہمارے دلکے بھی ارمان کبھی کبھی
آنے سے یان کے آپکو انکار ہے اگر — خط تو لکھا کرو مہ تابان کبھی کبھی
پوچھا شب وصال مین پھر آؤگے کبھی — کچھ سوچکر یہ کہنے لگے ہان کبھی کبھی
بہروپیا بنا ہون تمھارے لیے عشق مین — ہندو بنا کبھی تو مسلمان کبھی کبھی

فرقت سے تیری دلکو ہمارے نہین قرار
پوچھا کرو تو حال پریشان کبھی کبھی

نہرِ سلسبیل
یعنی
بحرِ طویل
فارسی

ن

دوش رفتم سوے بازار۔ بتے دیدم خونخوار۔ دو گیسو چو سیہ مار۔ زدہ حلقہ بر خسار۔ رخش چون رخِ مہتاب۔ بدن صاف چو سیماب۔ دو ابروے چو محراب۔ پیرہ وے۔ عطر بوے۔ کمر موے۔ نکو گوے۔ دلم بر دزدجادوے۔ منِ بے سر و پارا۔

ناگہان سوے من آمدید۔ بخندید و درخشید۔ مرا گفت کجائی۔ و چرائی تو جگر ریش۔ نکو دار دلِ خویش۔ مرہم بر ریش۔ کنم چارہ شمارا۔

گفتم اے دلبرِ جانی۔ بخدا جانِ جہانی۔ تا ابد باد جوانی۔ سر خوش باش زمانی گو نمت رازِ نہانی۔ کہ کنی گوش ز سر ہوش۔ بمن بزم چو فردوس۔ مرا گیر در آغوش شوم از خود ی بیہوش۔ شود عقل شمارا۔

آن پری چہر۔ بصد مہر۔ مرا بُرد بخانہ۔ بزم آراست شہانہ۔ بہمہ چنگ و چغانہ۔ شیشہ را روے کشادہ۔ بمنِ دل شدہ دادہ۔ دست بر دست نہادہ۔ چو شدہ چاک دماغم۔ زمیان رفت حجابم۔ از دو پاجامہ کشیدم۔ بر سرِ گنج رسیدم۔ قفل واشد رکلیدم۔ تازگی یافتہ جانم۔ پیش ازین قصّہ چہ خوانم۔ لذتِ یار و فارا۔

ایضاً

پہلا مصرع

صبح دم ہا دلِ خرّم۔ تو سنِ عزم جہاندم۔ سر کوے بر سایندم۔ دیدم القصہ ہماندم۔ دلبرے۔ طرفہ تے۔ حسن دے۔ فتنہ گرے۔ لب شکرے۔ پُر فن عیارے۔ دل آرام دل آزارے۔ جفا کیش و طرحدارے۔ پری شکل۔ فسون کارے۔ بہ تن جامۂ رخشان ہمچو خورشید درخشان

تازہ تر چون گلِ خندان۔ سرمہ در چشم نمایان۔ زینتِ لب مسی و پان۔ بہ تبسّم شکر افشان۔ بہ نگہ سحر دل و جان۔ ہمہ مکر و ہمہ دستان۔ زلف بر چہرہ کشادہ۔ بہر جان دام نہادہ۔ مثل صیاد ستادہ۔ بر دلِ باز ندادہ۔ بنایش ہمہ سادہ۔ ولے پرکار زیادہ۔ صنمے مہر وشے۔ غنچہ لبے۔ گل بدنے۔ سرو قدے۔ نازکے۔ عشوہ دہے شوخ دل آرا۔

دوسرا مصرع

دلم از عقل بر آمد۔ حیرتے در نظر آمد۔ عشق خود جلوہ گر آمد۔ آمد و خوب تر آمد۔ شدہ حالے عجبے۔ گہ طربے۔ گہ تپشے۔ گہ خلشے۔ گہ نظرے۔ گہ حذرے۔ ہیچ نہ دریاد۔ بدل شوق در افزاد۔ بجان شورشِ بیداد۔ چہ گویم کہ چہ اُفتاد۔ شدم محو تماشا۔ دید چون آن بُتِ زیبا۔ کہ شد این والہ و شیدا۔ زود آورد بلبہا۔ خندۂ قند و نمک ناکرد صد نازہ ہویدا۔ گفت اے ہوش نہ برجا۔ تو چرا آمدی این جا۔ برخود گیر زودی باش آن طور کہ بودی۔ گفتمش دل تو ربودی۔ عاشقِ خویش نمودی۔ بر من شیفتہ و والہ و دیوانہ۔ دل دادۂ۔ دل بستۂ۔ اُفتادۂ۔ خود بطف ضرور است نگارا۔

ولہ اردو از نظیر اکبر آبادی

پہلا مصرع

ایک دن باغ مین جاکر چشم حیرت زدہ وا کر۔ جامۂ صبر قبا کر۔ طائرِ ہوش اُڑا کر۔ شوق کو راہ نما کر۔ مرغِ نظارہ اُڑا کر۔ دیکھی رنگت جو چمن کی۔ خوبی نسرین و سمن کی شکل غنچون کے دہن کی۔ تازگی لالہ کے تن کی۔ نازکی گل کے بدن کی۔ کشت سبزے سے ہری تھی۔ نہر بھی لہر بھری تھی۔ ہر خیابان مین تری تھی۔ ڈالی ہر گل کی پری تھی۔ خوش نسیم سحری تھی۔ سرو شمشاد و صنوبر۔ سنبل و سوسن و عرعر تحل میوے سے رہے بھر۔ نفسِ بادِ معنبر۔ در و دیوار معطر۔ کہین قمری تھی مطوق

کھین انگور معلّق۔ نالے بلبل کے مدقّق۔ کھین غوغائی کی بق بق ۔ اِسقدر شاد ہوا دل مثل غنچہ کے گیا کھل۔ غم ہوا کشتہ و بسمل۔ شادی خاطر سے گئی مل۔ خرّمی ہوگئی حاصل روح بالیدہ ہوآئی۔ شان قدرت دی دکھائی ۔جان سی جان مین آئی۔ باغ تھا گویا اللہ نے اُس باغمین جنت کو اُتارا۔

دوسرا مصرع

ناگہان صحنِ چمن مین۔ مجمعِ سرو و سمن مین جیسے ہو روح بدن مین۔ جیسے ہو شمع لگن مین جیسے خورشید کرن مین۔ ماہ پروین و پرن مین ۔ دیکھا اک دلبر رعنا۔ وضعدار۔ جفا کار دل آزار۔ نمودار۔ نگہ ہمسر شمشیر۔ مژہ ترکشِ پُر تیر۔ سر زلف گرہگیر۔ دلِ خلق کی زنجیر جبین نور کی تصویر۔ وہ رُخِ شمس کی تنویر ۔ زبان شہد بیان شیر۔ نظر روح کی اکسیر دہن غنچہ خاموش۔ سمن برگ بر و دوش۔ سخن بحرِ گہر جوش ۔ بدن سرو قبا پوش۔ چھڑی گل کی ہم آغوش۔ وفا رحم فراموش۔ ہر اک آن ستم کوش۔ عجب حسن دل آرا۔ نہ کبھی مہر نے دیکھا۔ نہ کبھی ماہ نے دیکھا۔ نہ کسی فہم مین آیا۔ نہ تصوّر مین سمایا۔ وہ نظر مجکو جو آیا مجھے حسن اپنا دکھایا۔ دل نے اِک جوش اُٹھایا۔ جی نے اک ہوش اُڑایا سر کو پاؤن پہ جھکایا ۔ اشک آنکھو نسے بہایا۔ اُس نے جب یون مجھے پایا۔ یہ سخن ہنسکے سُنایا۔ کہ تو ہے عاشق شیدا۔ لیکن عاشق نہین پیدا۔ ہوئے تجھپر یہ ہویدا۔ کہ اگر ہم کو تو چاہے۔ یا محبت کو نباہے۔ نہ کبھی غم سے کراہے۔ نہ کسی غیر کو چاہے۔ نہ کبھی گل کیطرف دیکھ۔ نہ بلبل کیطرف دیکھ۔ نہ بستان پہ نظر کر۔ نہ گلستانمین گزر کر۔ چھوڑدے سب کی مروت۔ ہم سے رکھ دل سے محبت۔ اس مین ہم بھی تجھے چاہین۔ تجھسے اُلفت کو نباہین۔ ہین یہی چاہ کی راہین۔ گر یہ مقصود تجھے ہو۔ اور یہ منظور تجھے ہو۔ تو نظیر آج سے تو چاہنے والا ہے ہمارا۔

اثمارِ حیات
یعنے
رُباعیات وقطعات

رُباعیات

مجنون کے جنونکا زور کسنے دیکھا
شوریدہ سری کا شور کسنے دیکھا
صحرا مین طپان قیس ہے پیشِ لیلیٰ
نا چا خجل مین مور کسنے دیکھا

دیگر

کچھ پوچھ نہ ہمنشین کہ کیسا ہے مزاج
اچھا ہے خدا کا شکر جیسا ہے مزاج
دیکھو اب بھی اُچھل رہا ہے دل و دو ہاتھ
سنبھلا ہے مزاج اُسپہ ایسا ہے مزاج

دیگر

مقراض سی چلتی ہے زبان جسسے زیاد
باتو نمین نئے ہوتے ہین فقرے ایجاد
کترے نہ کہین بال و پرِ بلبل کو
ہر وقت ہے پر کٹی اڑانا صیاد

دیگر

تھم جاؤ اب اے سحر کے نالو
مت برچھیان عرش پر سنبھالو
پنہان ہی بھلا ہے خونِ عاشق
بس جانے دو اِس پہ خاک ڈالو

دیگر

قادر ہے وہ شاہونکا اجارا کیا ہے
جمشید مین کیا شاخ ہے دارا کیا ہے
آئینہ ہے احوالِ دارا اے شاد
دو سینگ بھی دے خدا تو چارا کیا ہے

دیگر

مدت ہوئی ہمکو جانفشانی کرتے
کیا ہو جاتا جو مہربانی کرتے
لختِ جگر و کبابِ دل تھے تیار
تم آتے تو ہم یہ میہمانی کرتے

قطعات

نہ امیرونکی امیری بہتر
نہ وزیرون کی وزیری بہتر
ہر تونگر سے بگڑ جانے کو
بن پڑے کی ہے فقیری بہتر

دیگر

مین ہون یا حضرت نے اہد ہون ہمن ہون کہ گبر
تیرا طالب ہے ہر اک شوق سراپا ہو کر
فرق اتنا ہے کہ پہونچا کوئی تجھ تک سیدھا
کوئی آیا حرم و دیر کلیسا ہو کر

دیگر

پوچھتا ہون جو اُس سے مین بخور
منزل گور اب ہے کتنی دور
سخت جانی جواب دیتی ہے
کہ پڑی ہے ہنوز دلّی دور

دیگر

جب کہا مین نے کہ تم بیداد گر نا آشنا
بیمروت بیوفا بیگانہ احباب ہو
ہنسکے فرمایا کہ مین تو خیر جو کچھ ہون سو ہون
تم بھی تو بیچین ہو بے صبر ہو بیتاب ہو

دیگر

عریان جو وہ مجھپہ تیغ چھوڑے
یہ کہکے مشل نگاہ موڑے
کاٹو تو لہو نہین بدن مین
کیا ننگی نہائے کیا نچوڑے

دیگر

وعظ کہنے حرم مین چل بیٹھے
چڑھکے ممبر پہ یا سنبھل بیٹھے
شتر بیمہار و اعظ ہے
دیکھین یہ اونٹ کون کل بیٹھے

دیگر

ہو گرم نہ اتنا جو نہ آیا پانی
بے دامن تر جاہیے ہے کیا پانی
پوسے کی کبھی شرمندہ نہین دختر رز
کس برتے پہ اے شیخ یہ تنتا پانی

دیگر

ایک گردن ہی گھٹے پہ نہین ہلتی ہے
دختر رز کی عبث ناک مین ہے تو اے شیخ

سرنگون پشت خمیدہ ہے کمر دوہری ہے
اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل سیدھی ہے

دیگر

عبارت خط جام کی وہ بڑھی ہے
اُتارو ہوا ہون مین پھر میکشی پر

یہ ردّ و قدح اپنے دل سے گڑھی ہے
یہ واعظ کو کچے گھڑے کی چڑھی ہے

دیگر

اگرچہ پتھر پہ تخم اُلفت کا اے ستمگر ہم اپنا بوتے
جو تیری خاطر گلی گلی ہم کرے ہین ناپھرے ہین روتے

تو تھا یقین یہ کہ اُسکے سایہ کے نیچے اکدم کبھی تو سوتے
خراب و خستہ ذلیل و رسوا نہ تم سے ملتے نہ ایسے ہوتے

دیگر

اخلاق سب سے کرنا تسخیر ہے تو یہ ہے
سب کام اپنے کرنا اللہ کے حوالے

خاک آپکو سمجھنا اکسیر ہے تو یہ ہے
نزدیک عاقلونکے تدبیر ہے تو یہ ہے

دیگر

مین خوب سمجھتا ہون ہر اک فتنہ و شر کو
پھر پوچھتے ہرگز نہین جب جاتے ہین گھر کو

منھ پر تو عیان کرتے ہین اُلفت کی نظر کو
کر دیتے ہین بس لو نہین ہان مین مر آگے

دیگر

حسرت دیدار ہو جسکو سو اک تصویر یار
لیک مین حیرت زدہ یہ پوچھتا ہون ہر بار

وہ کسی صورت کھنچا منگوائے اور دکھا کرے
جو فقط باتون ہی کا مشتاق ہو وہ کیا کرے

دیگر

یار غارون کا عجب نقشا ہے
قابل دید ہے اُفتادہ لحد

قبر مین جانے کیا تماشا ہے
ایک پر ایک گرا پڑتا ہے

مصرعہائے ضرب المثل بقید ردیف

ردیف	مصرعہ	ردیف	مصرعہ
(الف)	اگر ساقی تو باشی میتوان خورد۔		چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد
	آن قدح بشکست و آن ساقی نماند۔		چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔
	الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔	(د)	دیر آید درست آید۔
	از دوست یک اشارہ و زما بسر دویدن۔	(ذ)	ذوقِ چمن زخاطرِ بلبل نمیرود۔
	اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست۔	(ر)	رموزِ عاشقان عاشق بداند
(ب)	براتِ عاشقان برشاخِ آہو		راستی موجبِ رضائے خداست۔
	بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن	(ز)	زور پر کالہ و نالہ برگردون
	بر سر فرزندِ آدم ہر چہ آید بگذرد	(ش)	شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔
	باد در دکستان ہر کہ در افتاد در افتاد۔	(ع)	عاقلان در پئے نقطہ نشوند۔
	باد رد کسے رسد کہ در دے دارد۔	(غ)	غلط العوام فصیح
	بر سولان بلاغ باشد و بس	(ک)	کجا خود شکر این نعمت گذارم
(ت)	تصنیف را مصنف نیکو کند بیان		کہ زور مردم آزاری ندارم
	تعجیل کارِ شیاطین بود۔	(ل)	لکھا ہوا دیدن تحکم دا ور پہ کرو قدیر ہو تقدیر یاور
(ج)	جوابِ جاہلان باشد خموشی۔	(م)	من آن موم کہ در پائم بمالند نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
	جہان ہو تفرقہ بیٹھے بٹھائے	(م)	مزدور خوش دل کند کار بیش
	یہ ضرب المثل ہے نارومن آئے	(ہ)	ہر ورقِ دفتریست معرفتِ کردگار۔
(چ)	چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک		ہمت مردان مددِ خدا۔
	چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار		ہنوز دلی دور است
	چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی		ہے ترک ادب طولِ سخن پیشِ سخندان



سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

مت رنج کر کسی کو کہ اپنا تو اعتقاد
دل ڈھایئے جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا

افسوس راستے مین کبوتر کا گر پڑا
وہ پر کہ جس مین تھا مرا نامہ بندھا ہوا

سر بریدن لازم است آن مرغ بے ہنگام را
آن پری پیکر چہ داند وقت صبح و شام را

انداز وہی سمجھے مرے دل کی چاہ کا
بسمل جو کوئی ہووے کسی کی نگاہ کا

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

گلہ مین جس سے کروں تیری بیوفائی کا
جہان مین نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا

گلہ لکھون مین اگر تیری آشنائی کا
لہو مین غرق سفینہ ہو آشنائی کا

دکھاؤنگا تجھے زاہد اُس آفتِ دین کو
خلل دماغ مین تیرے ہے پارسائی کا

کفر کچھ چاہیئے اسلام کی رونق کے لیے
حسن زنّار ہے تسبیح سلیمانی کا

نہ آیا چہرہ خ کو کچھ اور گر آیا تو یہ آیا
گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجران کا

دیوان مین سادی ہی جگہ چھوڑدی مین نے
مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا

بڑا شور سنتے تھے پہلو مین دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا
خون نکلا

بام پر ہم نے رُخ یار کا جلوہ دیکھا
طور پر برقِ تجلّی کا تماشا دیکھا

کم ہوا ایک تقاضا بھی نہ کمبختون کا
آرزوؤن کو شبِ وصل مین سمجھا دیکھا

وصل کی شب مین ترقی ہوئی ارمانون کی
حوصلے بڑھ گئے جب یار کو تنہا دیکھا

یہ وہ دل ہے کہ جو پہلو مین حسینون کے رہا
یہ وہ آنکھین ہین جنھون نے رُخِ زیبا دیکھا

دل بھی قابو مین رہے یا نہ رہے اے حامد
آج سینہ کسی معشوق کا اُبھرا دیکھا

چین حاصل نہ ہوا بسترِ راحت پہ ہمین
خاک پر بیٹھ گئے درد جو اُٹھتے دیکھا

دل کی خبر نہ پوچھو کچھ آج کل عزیزو
کیا جانیں دل کہان ہے دو چار دن سے اپنا

پر یہ وہ جس گھڑی مجرم ترا مقتل مین آیا تھا
تو میری پانوں مین تھی سر پہ تلوارون کا سایا تھا

پے گلشن اُسے جلاد نے جس دم بٹھایا تھا
تو رو کر مصرعۂ غمناک اُس نے یہ سُنایا تھا

سزا اسکی ہے قاتل جس نے تجھ سے دل لگایا تھا
مصیبت کون جھیلے عیش تو ہنس کر اُٹھایا تھا

جس کو تری آنکھون سے سروکار رہے گا
بالفرض جیا بھی تو وہ بیمار رہے گا

دُنیا مین کوئی اپنا سا اُستاد نہ ہوگا
اُستاد بھی ہوگا تو یہ فن یاد نہ ہوگا

کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جائے غم ہے شیخ
یہ قصرِ دل نہین کہ بنایا نہ جائے گا

یکتائی جمال کا دعوے غلط ہوا
آج اُن کو آئنہ نے دو پیکر بنا دیا

ہمارے آگے ترا جب کسی نے نام لیا
دلِ ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

قسم جو کھایئے تو طالعِ زلیخا کی
عزیزِ مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا

چمن مین صبح جو اُس جنگجو کا نام لیا
صبا نے تیغ کا موجِ روان سے کام لیا

کمال بندگی عشق ہے خداوندی
کہ ایک زن نے مہ مصر سا غلام لیا

چمن مین گل نے جو کل دعوئ جمال کیا
جمالِ یار نے منھ اُس کا خوب لال کیا

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار تھپیڑا منھ اُس کا لال کیا

دل پہونچا ہلاکت کو بہت کھینچ کر لا
بے یار مرے سلمہ اللہ تعالے

مین دشمنِ جان ڈھونڈھ کر اپنا جو نکالا
سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالے

لکھ کر ہمارا نام زمین پر مٹا دیا
اُن کا تو کھیل خاک مین ہم کو ملا دیا

جو تیغِ یار نے خونریزی کا خیال کیا
تو عاشقون نے بھی منھ اُس کا خوب لال کیا

آدم کو بورانہ جانو یہ بھی ہے اک اولیا
اُس کی شاخون مین لٹکتے ہزارون انبیا

تیری اس بیوفائی پر فدا ہوتی ہے جان اپنی
خدا جانے اگر تجھ مین وفا ہوتی تو کیا ہوتا

چھین کر دل کو ہمارے ہاتھ سے
اس طرح پٹکا کہ ٹکڑے ہوگیا

یون دبے پہلو مرے تربت مین ہنگام فشار
دل جگر سے اور جگر دل سے لپٹ کر رہ گیا

آب از برائے دیدنتی آید از فرنگ ہا
از ہیبت شاہجہان سر میزند بر سنگ ہا

قسمت ہی سے لاچار ہون اے ذوق گرنہ
سب فن مین ہون مین طاق مجھے کیا نہین آتا

اگر فردوس بر روے زمین ست
ہمین است و ہمین است و ہمین است

جہان و حیات و ہمہ بیوفاست
فنا را طلب کن کہ آخر فناست

شاہا دو رخ بدہ دو دلآرام را مدہ
پیل و پیادہ پیش بکن اسپ کشت مات

مسافر سے کرتا ہے کوئی بھی بیت
مثل ہے کہ جوگی ہوے کس کی میت

وعدۂ وصل چون شود نزدیک
آتش شوق تیز تر گردد

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ہر بیشہ گمان مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

کز مکان امشب مکان خوش بر دختان کردہ اند
رونق بازار انجم را بغارت بردہ اند

تو بادشاہِ جہانی جہان ز دست مدہ
کہ بادشاہِ جہان را جہان بکار آید

جہان خوش است ولیکن حیات می باید
اگر حیات نباشد جہان چہ کار آید

جانچ لو ہاتھ مین پہلے دلِ شیدا لیکر
پھر نہین پھرنے کا ایجان یہ سودا لیکر

کیا لگاتے ہین وہ اِس چیز کی قیمت دیکھین
جائین ہم آج وہان دل کا نمونا لیکر

سینے مین طپش ہے مرے بسمل کے برابر
بسمل بھی نہ تڑپے گا مرے دل کے برابر

اُسے فضل کرتے نہین لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

درد تک غم تک الم تک فرقتِ دلدار تک
لطف اپنی زندگی کا ہے انھین دو چار تک

لایا تو ہے نصیب ہمیں کوے یار تک
دیکھیں گذر ہو یا نہ ہو اُس گلعذار تک

صفحۂ دہر پہ اکدل نہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جُدا ایک سے ایک

آہ مشتاق ترے مفت موے جاتے ہیں
اک نظر بھولے سے دیکھے تو جیے جاتے ہیں

خوبرو خوب کام کرتے ہیں
اِک نگہ میں غلام کرتے ہیں

دیکھ خوبوں کو وقت چلنے کے
کس ادا سے سلام کرتے ہیں

غضب ہے یہ کہ جسکی عاشقی میں جی سے جاتے ہیں
تو وہ کہتا ہے کہ تا بحال ہم محبت آزماتے ہیں

دل میں پوشیدہ تپِ عشقِ بتاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کے مانند نہاں رکھتے ہیں

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اتنے بگڑے ہیں وہ ہمسے کہ اگر نام اُنکا
لکھتا کاغذ پہ ہوں تو حرف بگڑ جاتے ہیں

کوے قاتل کا ہے قاصد سے پتا
نامہ بر قتل ہوا کرتے ہیں

رشک سے نام نہیں لیتے کہ سن لے نہ کوئی
دل ہی دل میں تمھیں ہم یاد کیا کرتے ہیں

بھا گئی کونسی وہ چیز بتوں کی ہم کو
نہ کمر رکھتے ہیں ظالم نہ دہن رکھتے ہیں

جنھیں دیکھ آہو چکارے ہوے ہیں
اُنھیں آنکھوں کے ہم بھی مارے ہوے ہیں

بال چوٹی کے کرین گے بدنام
یہ موے پیچھے پڑے رہتے ہیں

مسکرا کر وہ شوخ کہتا ہے
آج بجلی گری کہیں نہ کہیں

ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھکو نیند
جس کو پکارتا ہوں وہ کہتا ہے مر کہیں

بے عشق آدمی کی زرا شان ہی نہیں
جس کو نہ ہو ے عشق وہ انسان ہی نہیں

کعبہ میں ہم گئے نہ گیا پر بتوں کا عشق
اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں
کسی کا اِسے وصل بھاتا نہیں

مُکے سے توبہ کو تو مدت ہوئی پھر اے ہمدم
بے طلب اب بھی جو ملجائے تو انکار نہیں

آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں
بھولے سے اُس نے یاد کیا ہو عجب نہیں

وقتِ پیری شباب کی باتیں — ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں
حقہ جو ہے حضورِ معلّی کے ہاتھ میں — گویا کہ کہکشاں ہے ثریّا کے ہاتھ میں
ناسخ یہ سب بجا ہے ولیکن تو عرض کر — بیجان بولتا ہے مسیحا کے ہاتھ میں
دل دے کے اُنکو ایسی اذیّت ہوئی ہمیں — اب دل کبھی نہ دیں گے نصیحت ہوئی ہمیں
کب تک چھپے گی کیری تو پتّوں کی آڑ میں — آخر کو آم ہو کے بکے گی بزار میں
تدبیر کو سو طرح کی تدبیر سے بدلوں — تقدیر کو کس طرح کی تقدیر سے بدلوں
از ہیبتِ شاہجہان لرزد زمین و آسمان — انگشتِ حیرت دردہان نیمے درون نیمے برون
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن — جوانی کی راتیں مرادوں کے دن
رات ساری تو کٹی سنتے پریشان گوئی — میرجی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو
تب لطف زندگی ہے جب ابر ہو چمن ہو — پیشِ نظر ہو ساقی پہلو میں گلبدن ہو
لطفِ شبِ مہ اے دلِ اُمدم تجھے حاصل ہو — اک چاند بغل میں ہو اک چاند مقابل ہو
ترچھی نظروں سے نہ دیکھ عاشقِ دلگیر کو — کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کر لو تیر کو
قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو — خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو
عہد تو لاکھ کئے پر نہ سناہی توبہ — میں بھی وہ توبہ شکن ہوں کہ الٰہی توبہ
ایک مرحوم چلے میر ہیں دنیا سے — ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ
سیر کی خوب چنے پھول بہت شاد رہے — باغبان جانتے ہیں گلشن تر آباد رہے
بیخودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے
نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے — گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیّاد کی ہے
خلق پہ تیغ رہے سینہ پہ جلاّد رہے — نام پر لب ترا اور دل میں تری یاد رہے
صنم سنتے ہیں تیرے بھی کمر ہے — کہاں ہے کس طرف کو ہے کدھر ہے
اگرچہ عشق میں آفت بھی ہے بلا بھی ہے — مگر بُرا نہیں یہ درد کچھ بھلا بھی ہے

خط بڑھا رخسین بڑھیں کاکل بڑھی گیسو بڑھے
حسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

نہ بھول اے آرسی گر یار کو تجھ سے محبت ہے
نہین ہی اعتبار اسکا یہ منھ دیکھے کی اُلفت ہے

خال مین خط مین ہے یا گیسوے خمدار مین ہے
دل گم گشتہ ہمارا انھین دو چار مین ہے

فقیرون کی پوچھو ہو کیا زندگی
جگہ جس جگہ مل گئی پڑ رہے

مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

لاکھ تدبیر کرو دل سے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

پھٹا پڑتا ہے جوبن چشم بد دور
نزاکت کو عجب مشکل پڑی ہے

ہے چشم نیم باز عجب خواب ناز ہے
فتنہ تو سو رہا ہے در فتنہ باز ہے

بیوجہ کرے ظلم یہ عادت نہین اچھی
ایسے ستم ایجاد کی اُلفت نہین اچھی

یہ حسن شباب آپ سمجھ لیجے دو روزہ
بیجا یہ غرور آپ کی نخوت نہین اچھی

یہ کون کہے منھ سے کہ نگار رہنے کون
اچھا ہے ترا وصل کہ فرقت نہین اچھی

ہم دل کے طرفدار وہ نخوت کے طرفدار
سچ پوچھیے تو دونون کی عادت نہین اچھی

ذرا سی بات مین بجیدہ ہو گئے صاحب
عبث ہے رونا اجی دیکھو وہ ہنسی آئی

یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجاے مُہر
آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی

اُلفت کا یہ مزا ہے کہ ہون وہ بھی بیقرار
دونون طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا
چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

رشک ہے حال زلیخا پہ کہ ہمسے کمبخت
خواب مین بھی نہ کبھی وصل سے مسرور ہوے

ناصاحب مرے ایام بھلے آئین گے
بن بلائے ہوے وہ آپ چلے آئین گے

تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقص بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی تڑپی
بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی

بس گیا چشم سیہ پر سرمہ
پاے رنگین پہ حنا لوٹ گئی

اونچی چوٹی کے اداگر دھری — نیچی نظرون پہ حیا لوٹ گئی
وار خالی نہ گیا قاتل کا — بچ رہا سر تو قضا لوٹ گئی
کیا مزے کی ہے طبیعت اپنی — ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی
سانپ کی طرح میری چھاتی پر — رات کو زلفِ دوتا لوٹ گئی
پھول تو کھل کر بہارِ جان فزا دکھلا گئے — حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے
ساقی نہ رُکے دَور کہ یہ دم ہے غنیمت — پیری مین جوانی کے مزے یاد کرینگے
وہ سوتے ہین تم بوسہ لیتے ہو آتش — جو جاگے تو لینے کے دینے پڑین گے
بس اب آپ تشریف لیجائیے — جو گذرے گی جی پر گذر جائے گی
طبیعت کو ہوگا قلق چند روز — ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی
چوٹی نہین ہے پشت پر اُس نونہال کے — دو سانپ گتھ گئے ہین زبانین نکال کے
مت کر غرورِ حسن دو روزہ پہ اے صنم — اُڑ جائین گے خزان کی طرح دن بہار کے
یار آتا ہے ترے یار کی ایسی تیسی — آزماتا ہے ترے پیار کی ایسی تیسی
بال ہے بال سے باریک ہی معدوم بھی ہے — کیا کمر ہے کمرِ یار کی ایسی تیسی
رُخ مری سمت ہے دزدیدہ نظر اور کی سمت — ہمت ترے چوٹے دلدار کی ایسی تیسی
موتی کا نون ہین نہین زلفِ صنم کے نیچے — انڈے ناگن لیے بیٹھی ہے شکم کے نیچے
الفت کا مزہ جب کوئی مرجائے تو جانے — یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے
کون کہتا ہے دل دیا ناحق — چھین کر لے گیا دیا کس نے
گر اسی طرح کٹی عمر یہ اپنی غالب — ہم بھی کیا یاد کرین گے کہ خدا رکھتے تھے
عشق بازی مین کرامات نہ ہو کیا معنی — جس کو جی چاہے ملاقات نہ ہو کیا معنی
بوسہ جو رخ کا دیتے نہین لب کا دیجیے — ہے یہ مثل کہ پھول نہین پنکھڑی سہی
ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی — ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

خاکساری کو نہ چھوڑے وے خدا جسکو عروج
آسمان پر ماہِ تابان ہے زمین پر چاندنی

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جاوے

برقع کو اٹھا چہرہ سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

اس دل کی تفِ آہ سے کب شعلہ برآئے
بجلی کو دمِ سرد سے جس کے حذر آئے

اس پردہ نشین سے کوئی کس طرح برآئے
جو خواب میں بھی آئے تو منھ ڈھانک کر آئے

ہرگز نہ مراد دل معشوق برآئے
یارب نہ شبِ وصل کے پیچھے سحر آئے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ برآئے
جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے

سودا جہان میں آکے کوئی کچھ نہ لے گیا
جاتا ہوں ایک میں دلِ پُر آرزو لیے

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
اب آئی سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

جو اب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

یہ تو ممکن ہی نہیں دل جلے اور جان بچے
صاحبِ خانہ پہ آفت ہو اور مہمان بچے

لاکھ دروازہ کرے تو بند خط بھیجینگے ہم
روزنِ دیوار ہی در ہے صبا کے واسطے

آنکھوں کے واسطے تری تحریر چاہیے
کانوں کے واسطے تری تقریر چاہیے

رفتم بہ تماشائے کنارِ جوئے
دیدم بہ لبِ آب زنِ ہندوئے

گفتم صنما قیمتِ زلفت چہ بود
آواز بر آورد کہ دُر دُر موئے

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
رو کر گذار یا اُسے ہنس کر گذار دے

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

وصل بھی دیکھا جدائی دیکھ لی
حق نے جو صورت دکھائی دیکھ لی

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

شمعِ مرقد میری کہتی ہے ہوا سے یوں نہ چل
رات بھر رونا ہے اک بیکس کی تربت پر مجھے

غنچۂ نودمیدہ یعنی اشعار بدیہیہ

از گزیدن زیب دیگر داد آن لب خندہ را
قیمت آرے بیشتر باشد عقیق کندہ را

در ین بزم رہ نیست بیگانہ را
کہ پروانگی داد پروانہ را

ساغر نیمہ دلبر ندیدہ است کسے
نیم جانے کہ بمن بود رسیدہ است بلب

دجلہ را امسال فقارے عجب مستانہ است
پائے در زنجیر و کف بر لب مگر دیوانہ است

ناصر علی بنام علی بردہ پناہ
ورنہ بہ ذوالفقار علی سر بریدمت

جانان مرا بہ من بسپارید
این مردہ تنم بادسپارید

گر بوسہ زند برین لبانم
چون زندہ شوم عجب مدارید

زلف من خم شدہ در گوش سخن می گوید
مو بمو حال پریشانی من می گوید

در اہلیق کسے کم دید موجود
بغیر از اشک چشم سرمہ آلود

از شب چہ قدر رسیدہ باشد
زلفش بکمر رسیدہ باشد

در درویش را دربان نباید
بیاید تا سگ دنیا نباید

لالہ در سینہ داغ چون دارد
عمر کوتاہ غم فزون دارد

سرو در باغ بہ یک پائے ستادہ است نگر
بر رکاب تو دوگر بودش پائے دگر

زمین ترقید پیدا شد سر خر
شنید آواز مادہ آمدہ نر

آن پری در پردہ شد محو تماشائیم ہنوز
رفتہ ام از خویشتن چندانکہ می آیم ہنوز

از ہم نمی شود ز حلاوت جدا لبم
گویا رسید بر لب زیب النسا لبم

از ہیبت شاہجہان لرزد زمین و آسمان
انگشت حیرت در دہان نیمے درون نیمے برون

شنیدہ کے بود مانند دیدہ
ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ

آکر ہماری خاک کو کیا بار کر چلے
خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے

چند ایسے مصاریع اور ابیات ذیل مین درج کیے جاتے ہین جو صنعت معکوس سے مزین ہین
یعنی سیدھے اُلٹے دونون جانب سے پڑھے جاتے ہین

شکر بہ ترازوے وزارت برکش شو ہم رو بلبل بہ لب ہر ہوش
مرادے دارم بر آید یا رب

معمّا

ذیل مین چند ایسے معمون کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے جنسے نام نکلتے ہین۔

معمّا بہ اسم مہتاب رائے

بنے کیونکر کہ ہے ہر کار اُلٹا ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

معمّا باسم مومن

کیفیتِ وصال بس اب کچھ نہین رہی کیونکر نہون ملول کہ شب کچھ نہین رہی
ازل سے جی ہی لگا سینہ سیر حاصل ہے ایضاً نم سرشک سے شاداب گلشنِ دل ہے

معمّا باسم غلام علیخان

قید بے حد ہے خانہ در ہے تو بھی صاحب غلام سے ملیے

معمّا باسم میر محبوب علی

مرجا رقیب رشک سے گو ہے وصالِ یار ہے اُس کی چشم شوخ ادا میرے واسطے

معمّا باسم نواب مصطفےٰ خان بہادر

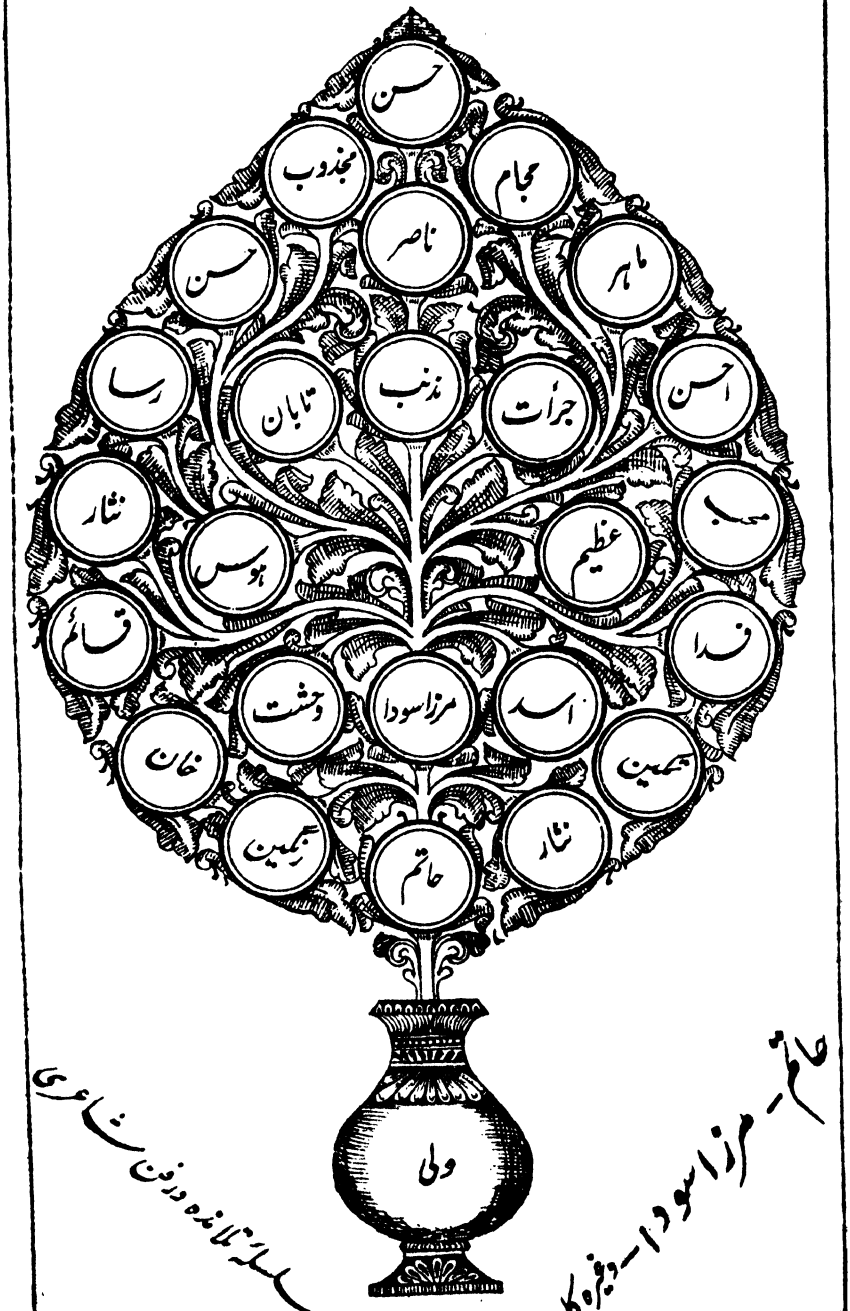
نوا بلبل کی بے بس کر رہی ہے	بہار اک جام بیجا بھر رہی ہے
صدائے درد قمری کی بلا ہے	سرِ طاقت بھی جس کا نقش پا ہے
فلک کو کل نہین بے جور و بیداد	سرے کیا ہو گو ہے فصل خورداد
کہ وہ سرو خرامان یان نہین ہے	سرور اپنا تو اب امکان نہین ہے
بہارِ سبز پا کے پانون ٹوٹین	کہ دردِ بیحدِ حسرت سے چھوٹین

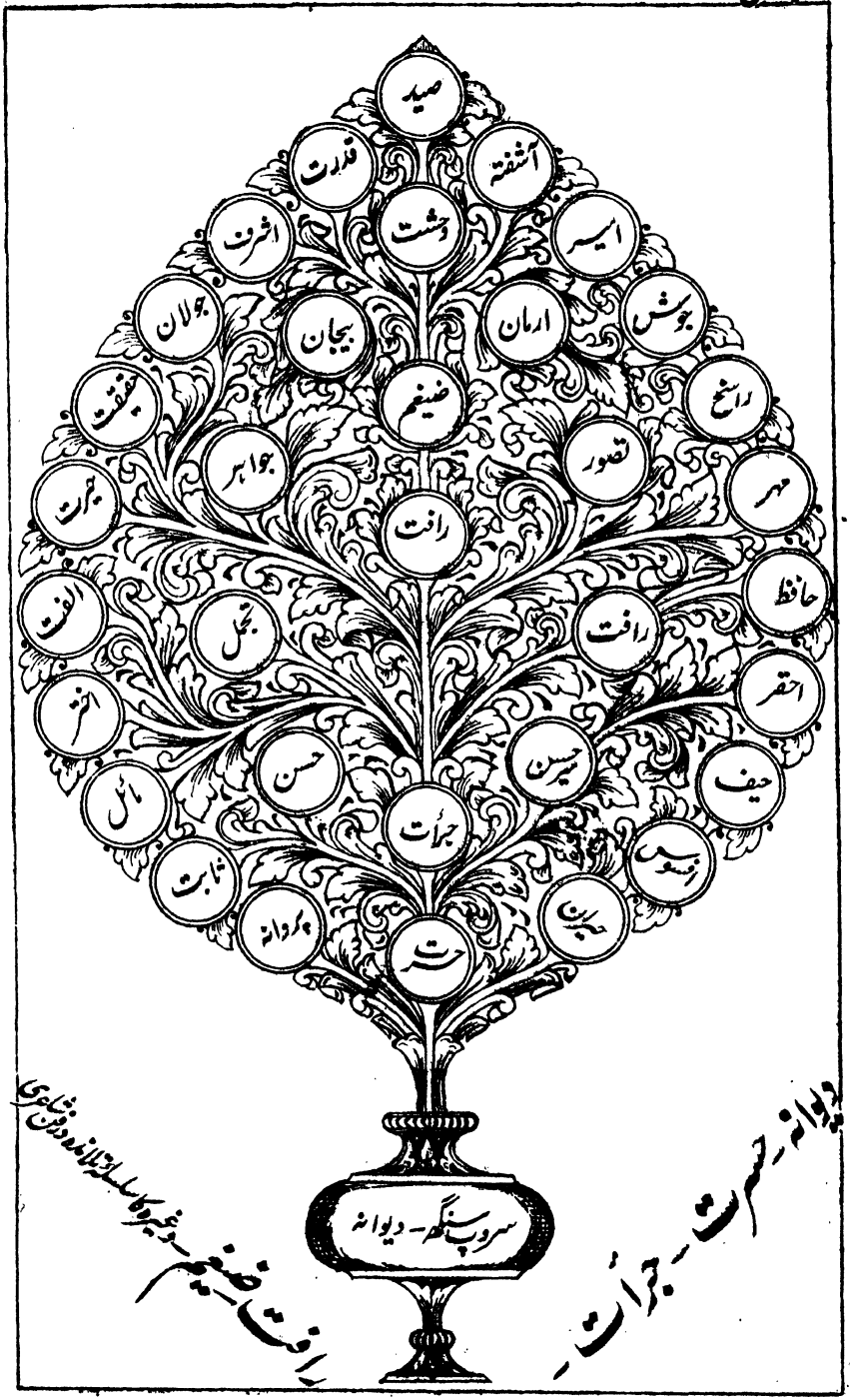
شجرۃ الشعراز نیت بخش این گلزار

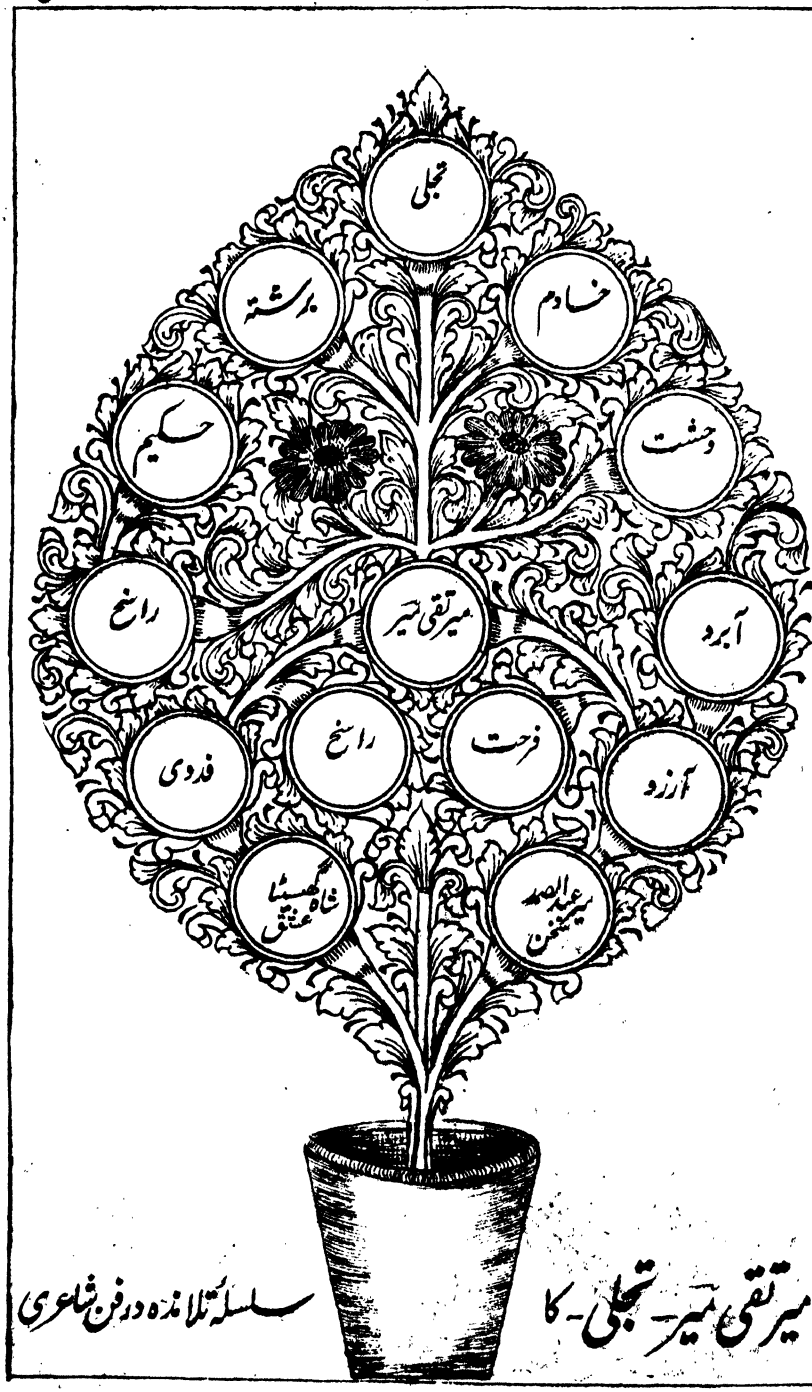
یعنے

حاتم - مرزا سودا - سروپ سنگھ دیوانہ - حسرت - جرأت - رافت - ضیغم - خواجہ میر درد - شاہ نصیر - ذوق - مومن - داغ - ظہیر - میر سوز - دلگیر - امانت سخن - آرزو - آبرو - میر تقی میر - غالب - مصحفی - اسیر - برق - شہیدی - آتش امیر - جلال - ریاض - وسیم - ظہور - ناسخ - وزیر - منیر - قلق - بحر - شمشاد سے شعرائے ماضی وحال کے اساتذہ وتلامیذ کا سلسلہ بڑی تحقیق اور تدقیق سے دریافت کرکے دکھلایا گیا ہے۔ اور بالخصوص اُن شعرا کا سلسلہ شاعری دریافت کیا ہے جن کا کلام اور مختصر کیفیت گلزار سخن کے صفحات پر درج ہے اگر کہیں غلط فہمی واقع ہوئی ہو تو دوربین حضرات سے عرض ہے کہ نظر عنایت بیغایت سے معاف فرماکر تصحیح فرمالیں۔

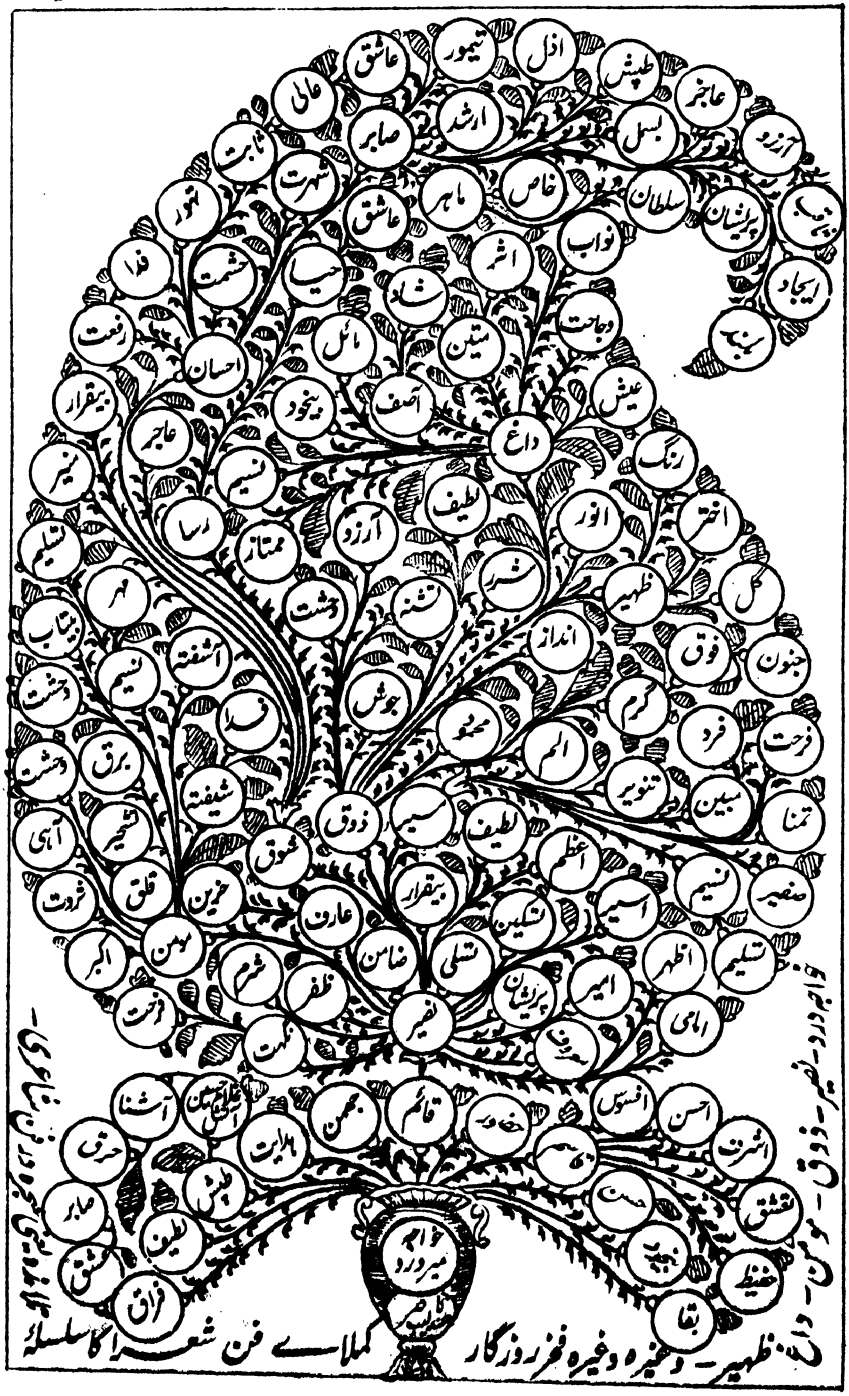
والسلام فیض

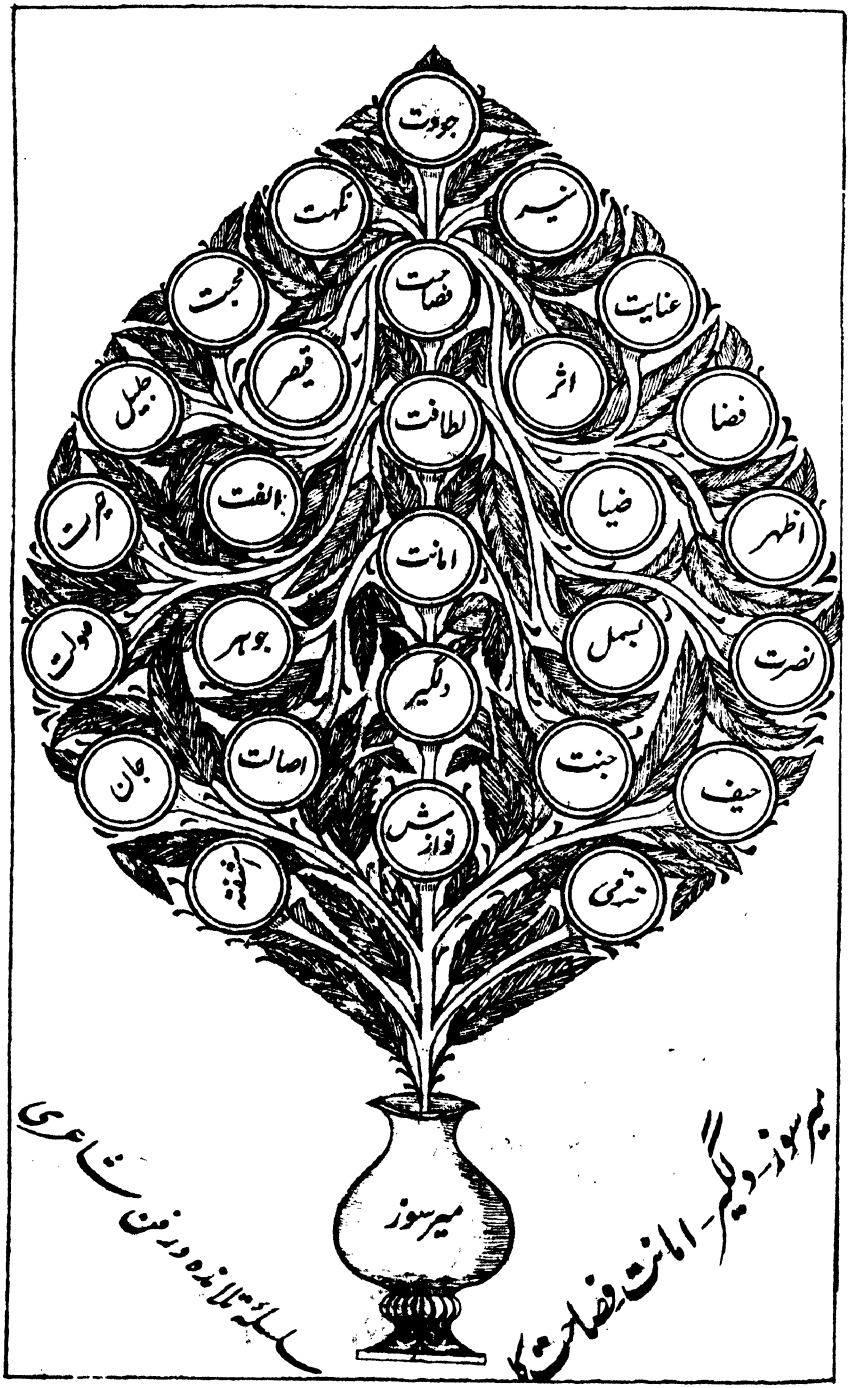

حسن
مجذوب
مجام
ناصر
ماہر
حسن
احسن
رسا
تابان
مذنب
جرأت
محب
نثار
ہوس
عظیم
فدا
قائم
وحشت
مرزا سودا
اسد
جمین
خان
جمین
حاتم
نثار
ولی
حاتم۔ مرزا سودا۔ دیگر کا
سلسلہ تلامذہ در فن شاعری

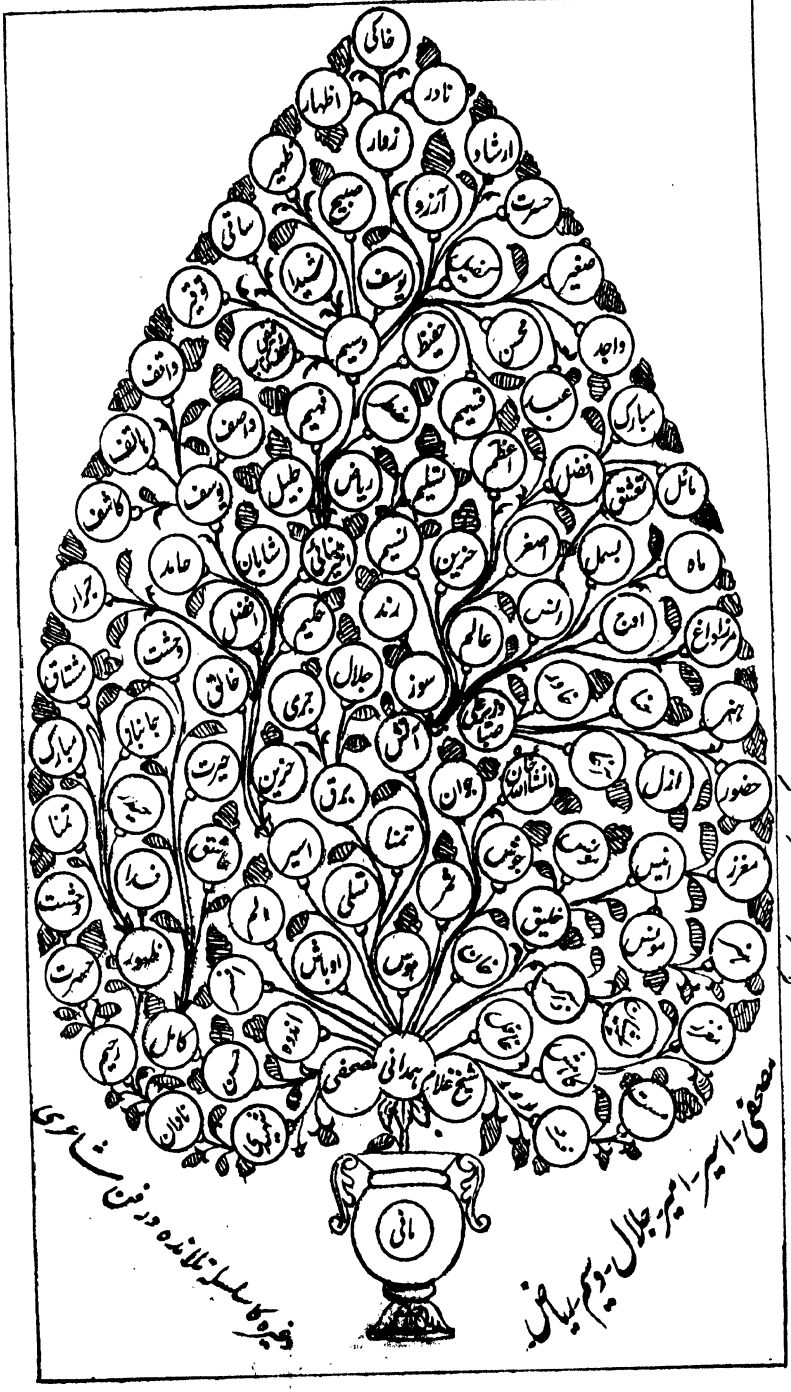

صید
آشفتہ
قدرت
وحشت
اشرف
اسیر
جوش
ارمان
جولان
بیجان
ضیغم
راسخ
بشقت
جواہر
تصور
مہر
نجرت
رافت
حافظ
الفت
تجمل
رافت
احقر
اثر
حسن
میرحسن
حیف
مائل
جرات
ثابت
حسرت
حیران
پروانہ
سروپ سنگھ - دیوانہ
دیوانہ - حسرت - جرأت
رافت - ضیغم - وغیرہ کا سلسلہ تلامذہ در شاعری



میر تقی میر۔ تجلی۔ کا سلسلۂ تلامذہ در فن شاعری

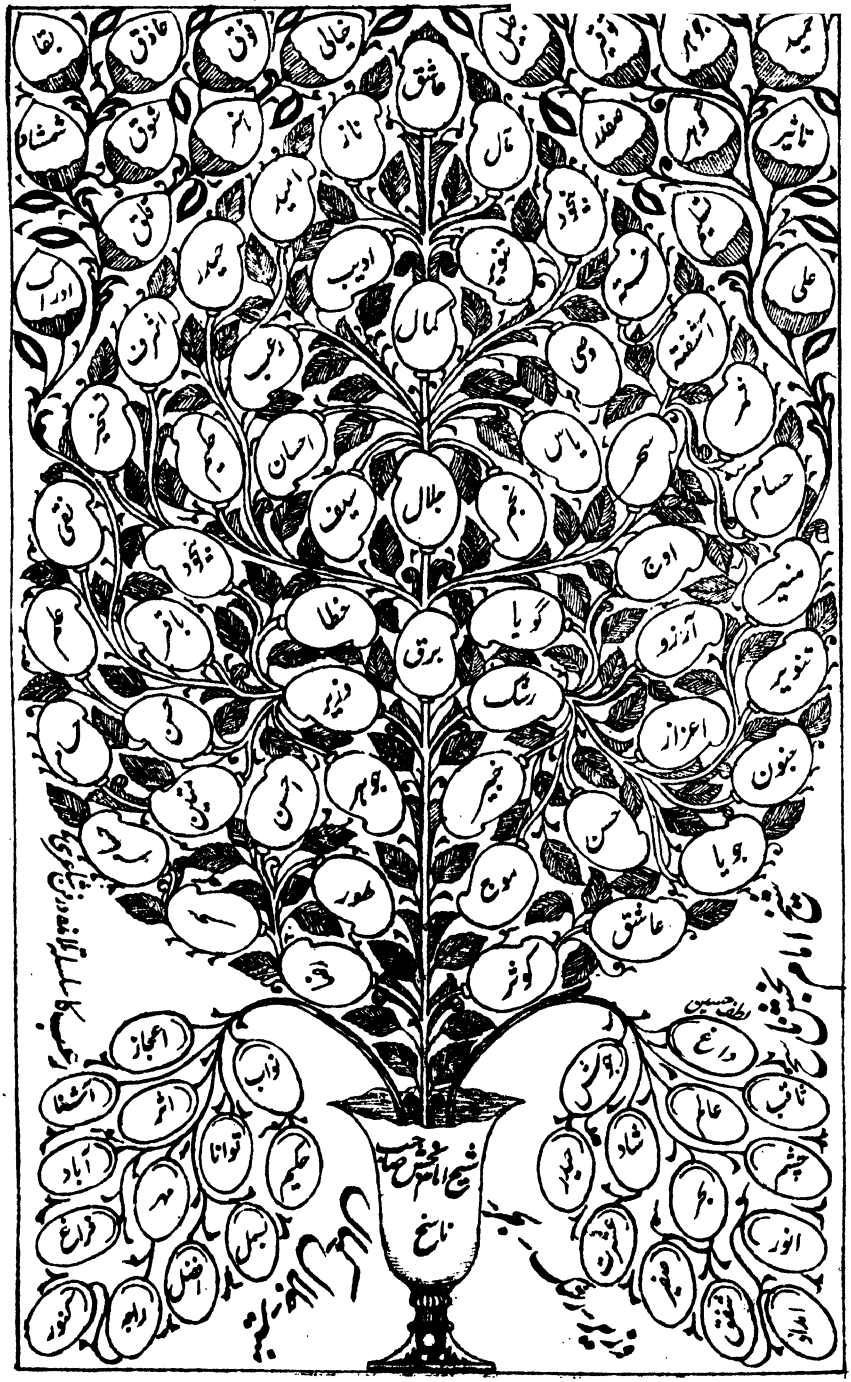

خواجہ میر درد
ظہیر - وغیرہ وغیرہ فخر روزگار کملائے فن شعرا کا سلسلہ
خواجہ درد - ظہیر - ذوق - مومن - داغ

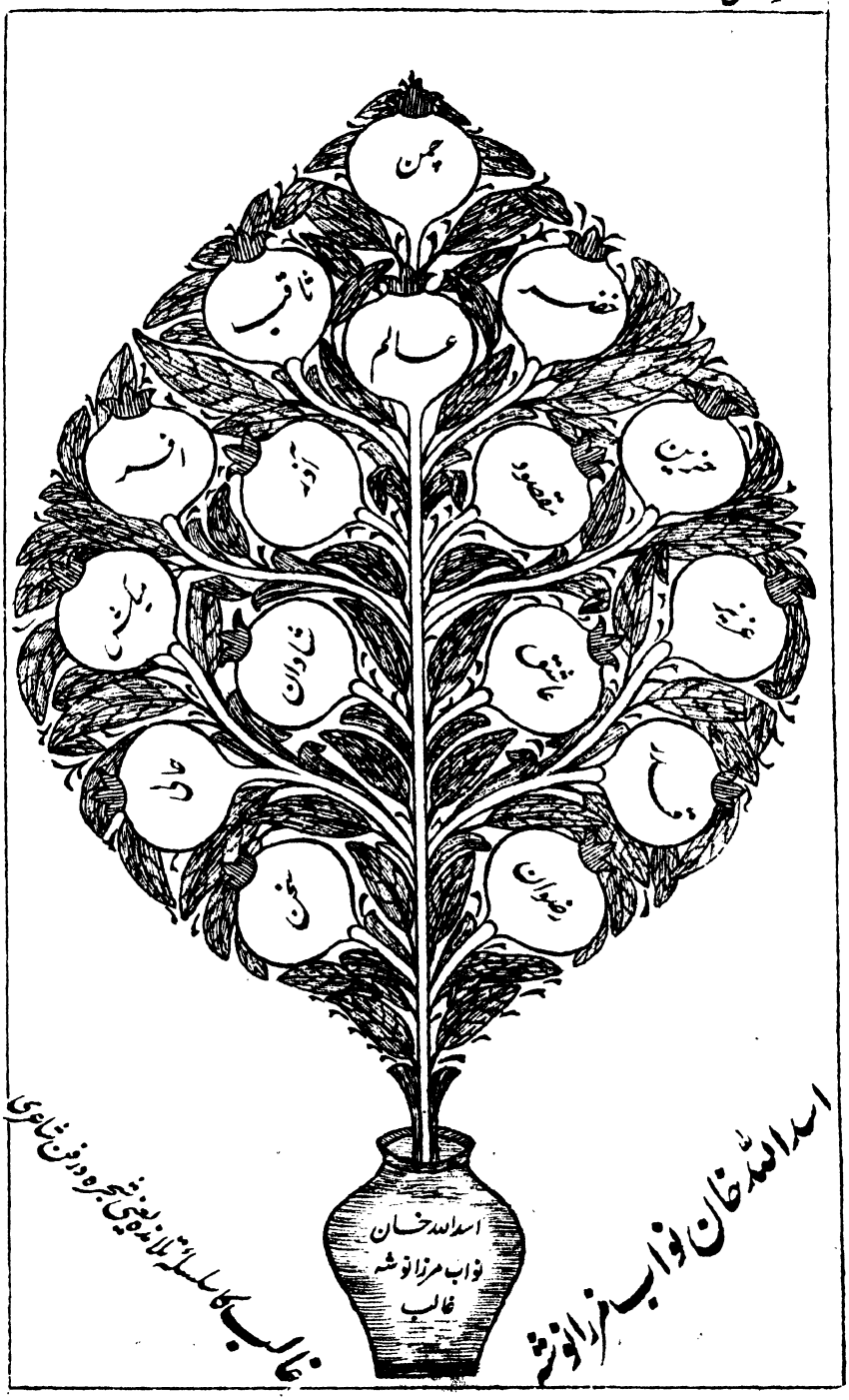

جودت
نکهت
نسیم
محبت
فصاحت
عنایت
قیصر
اثر
فضا
جلیل
لطافت
ضیا
اظهر
بالفت
امانت
بسمل
نصرت
جوهر
دلگیر
جنت
حیف
اصالت
نوازش
تقوی
میر سوز
میر سوز - دلگیر - امانت - فضلت
سلسلۂ تلامذہ در فن شاعری



ے کچھ روز کے بعد مغرور ہو کر بچوں کی

دعوہ کا سلسلہ تلامذہ در فن شاعری


شیخ امام بخش صہبائی
ناسخ


چمن
عالم
شاقب
نظیر
افسر
آزاد
مقصود
حزین
بیدل
فغان
عاشق
غریب
حالی
یغما
رضوان
یاس
اسد اللہ خان
نواب مرزا نوشہ
غالب
اسد اللہ خان نواب مرزا نوشہ
غالب کا سلسلۂ تلامذہ یعنی شجرہ درفن شاعری

آئینہ دار بہا

یعنے

باب دوم در استعارات و تشبیہات مع اشعار بوقت

متعلق

بہ سراپائے یار

واضح ہو کہ استعارہ اسے کہتے ہین کہ جس چیز کا ذکر کرنا ہے اُسے چھوڑ کر دوسری شی جو اُسکے مشابہ ہو اُسکا ذکر کرے پہلی شی مراد لین جیسے چاند سورج کہین اور اُس سے معشوق کا چہرہ مراد لین یا سرو سے قامت معشوق اور سنبل سے زلف علی ہذا القیاس۔ اور تشبیہ اُسے کہتے ہین کہ ایک چیز کو دوسری شی کے ساتھ کسی صفت مین مانند کرین خواہ وہ صفت مذکور ہو یا نہو۔ جس چیز کو مانند کرتے ہین اُسکو مشبہ اور جسکے ساتھ تشبیہ دیتے ہین اُسکو مشبہ بہ اور اُس صفت کو وجہ شبہ اور جو حرف اُسپر دلالت کرتا ہے اُسکو حرف تشبیہ کہتے ہین پس مشبہ مشبہ بہ وجہ شبہ حرف تشبیہ یہ چارون ارکان تشبیہ ہین اور اسکی تقسیم یون کی گئی ہے کہ اگر وجہ شبہ ظاہر نہین ہے تو تشبیہ مجمل جیسے چشم نرگس اور اگر ظاہر ہے تو مفصل جیسے چشم چون نرگس کہتے ہین اور انھین کو بلحاظ حرف تشبیہ مرسل و مؤکد اور بلحاظ مشبہ مطلق و استعارہ کہتے ہین اور تشبیہ کی پانچ قسمین ہین جنکو ہم اس رباعی مین اظہار کرتے ہین۔

صنف تشبیہ پنج ہست اے یار	رباعی	عکس و مشروط و تسویہ اضمار	
پنجمین صنف گوش کن تفصیل		ہست در باد گیرد برخوردار	

نام اعضا	استعارات و تشبیہات شعرا
سر	حباب بحرِ مشکین۔
مانگ	کہکشان[1]۔ نہر[2]۔ آرا[3]۔ راہ ظلمات[4]۔ برقِ ابرِ سیاہ[5]۔ خطِ ریسانپ[6] کی لکیر۔ شعلۂ طور[7] خانۂ زنجیر۔ مارِ سفید[8]۔ شاخِ نسرین[9]۔ راہِ خضر[10]۔ برقِ درخشندہ[11]۔ شہابِ رخشان[12] ماہِ نو در دلِ شب[13]۔ خطِ استوا[14]۔ دلِ شب[15] دونیم۔ امیدِ ناامیدی[16]۔
زُلف	دام[1]۔ رسن[2]۔ زنجیر[3]۔ سُنبلستان[4]۔ سنبل[5]۔ سُنبلِ فردوس[6]۔ افعی[7]۔ سانپ[8]۔ ناگن[9]۔ اژدر[10]۔ گلگیر[11]۔ شبِ تار[12]۔ رات[13]۔ شام[14]۔ شبِ دیجور[15]۔ ملکِ شام[16]۔ شہرِ شام[17]۔ مشک[18]۔ موجِ عنبر[19]۔ عشقِ پیچان[20]۔ خال[21]۔ سودا[22]۔ کالی گھٹا[23]۔ گھٹا[24]۔ کمند[25]۔ پھانسی[26]۔ ابر[27]۔ ابرِ سیاہ[28]۔ لامِ الف[29]۔ لامِ نستعلیق[30]۔ الفِ لام[31] ہند[32]۔ شکنجہ[33]۔ لام[34]۔ سوادِ کعبہ[35]۔ نفسہ[36]۔ بلا[37]۔ فراک[38]۔ دودِ شمع[39]۔ مار[40] تارِ پانہ[41]۔ خطن[42]۔ بحرِ طویل[43]۔ سورۂ واللیل[44]۔ ہندو[45]۔ رشتۂ حان[46]۔ زنار[47] شیرازۂ دلہا۔ ریشۂ سودا[48]۔ مصرعۂ پیچیدہ[49]۔ شیطان[50]۔ بسم اللہ[51]۔ مدبسم اللہ[52] طاؤس[53]۔ باغِ خلد[54]۔ شبِ گل[55]۔ تارِ پود[56]۔ جامۂ کعبہ[57]۔ رشتۂ عمرِ دراز[58]۔ عقرب[59]۔ قلاب[60]۔ سمن[61]۔ شبِ احیا[62]۔ حلقۂ جیم[63]۔ زردبان[64]۔ سلاسل[65]۔ عمرِ جاوید[66]۔ گلِ مخمل[67]۔ زنجیرِ عدل[68]۔
جُعد۔ چوٹی	سانپ۔
پیشانی جبین	صبحِ صادق[1]۔ آفتاب[2]۔ آئینہ[3]۔ ماہ[4]۔ محرابِ کعبہ[5]۔ موجِ سیمین سطحِ نور[6] و شعلۂ طور[7]۔ سورۂ نور۔ لوحِ سیمین[8]۔
چین پیشانی	موجِ آبِ خضر۔

نوٹ۔ واضح ہو کہ ان استعارات و تشبیہات کی تمثیلیں اسی کے بعد اساتذہ کے کلام سے درج ہیں ۱۲

نام اعضائے معشوق	استعارات و تشبیہات شعرا
ابرو	طاق[1] - محرابِ کعبہ[2] - بسم اللہ[3] - تلوار[4] - بیت[5] - کمان[6] - خمچہ[7] - مطلع[8] - مہ عید[9] - ہلال[10] - شاخِ آہو[11] - قوسِ قزح[12] - عقرب[13] - بچہ[14] - نیش عقرب[15] - خنجر[16] - سروہی[17] - شمع[18] - تیغ کاچھل[19] - انتیس کا چاند[20] - ترازو[21] - مدآینہ[22] - نون خط نسخ[23] - بال شاہین[24] - شب طاق[25] - مصرع[26] - کمانخانہ[27] - طغرای احسن[28] - طاق آتشکدہ عارض[29] -
چین ابرو	ذالِ احسان[1] -
مژگان مژہ پلکیں	تیر[1] - آرا[2] - نیش[3] - خار[4] - پھری[5] - نشتر[6] - برچھی[7] - مہمیز[8] - ترکش[9] - لشکر کی قطار[10] - شیر کے ناخن[11] - کانٹا[12] - دستِ دعا[13] - مشترو[14] - شرح حکمۃ العین[15] - مضراب ساز[16] -
چشم (آنکھ)	آہو[1] - نرگس[2] - بھیک کا ٹھیکرا[3] - آئینہ[4] - صاد[5] - صیاد[6] - بھنورے کا جوڑا[7] - صدف[8] - مردم بیمار[9] - پیالہ[10] - بادام[11] - کشتی[12] - پلہ ترازو[13] - جام[14] - ساغر[15] - ترک[16] - ظالم مظلوم نما - آسمان - شیر گیر - برق - شاہین - بیمار - سرا -
مردمک یعنی آنکھ کی پتلی	سنجاد رکنار مریم[1] -
نگاہ	جذبہ مہربتان تیر خدنگ[1] -
کان	گل[1] - برگِ گل صدف[2] - دہانِ مار[3] -
کان کی لو	گل[1] -
بینی - ناک	الف[1] - غنچہ گل - گل نسترن[2] - نرگس[3] - تیغ عریاں[4] - سنبل[5] - دونالی بندوق[6] - ستون سیمین[7] - الف موج[8] -
عارض - رخسار	برگ گل[1] - گل[2] - گل خورشید[3] - مصحف[4] - قرآن[5] - برق بجلی[6] - آتش[7] - گنج[8] - آفتاب[9] - مہتاب[10] - شمع[11] - گلدستہ[12] - کافور[13] - آئینہ[14] - صبح امید[15] - سحر[16] - سمن[17] - کفِ دستِ سلیمان[18] -
خطِ سبزہ	سبزہ - زمرد[1] - بوٹی[2] - کائی[3] - خطِ مشکین[4] - دھان[5] - زبر[6] - سنبلستان[7] - پروانہ[8] - لشکر مور[9] - پر[10] - استحالت نامہ حسن[11] - ابجد مابیدلان[12] -

نام اعضائے معشوق	استعارات و تشبیہات شعرا
خال - تل	ہلال[1] - ڈھال[2] - کافر[3] - ہندو[4] - سیاہ[5] زنگ - یاروت[6] کا دانہ - نقطہ[7] فلفل[8] - گوئے[9] سعادت - نگین[10] حدید - نکدان[11] - زنگی[12] - تِل[13] - کالا دانہ[14] - دانہ[15] - نافۂ[16] آہو - مردم[17] چشم ملائک - تخمِ ریحان[18] - افیون[19] - سنگ اسود[20] - ماہ[21] گولی[22] - مور[23] - داغ[24] - بچھو - تخمِ امید عاشق - سویدائے دلِ عاشق -
لب (ہونٹھ)	لعل - عناب[2] - یاقوت[3] - عقیق[4] - شفالو[5] - پستہ[6] - برگِ گل[7] - پنکھڑی[8] - بدخشان[9] - عسل (شہد)[10] - قند[11] - آبِ حیوان[12] - یمن[13] - مقراضِ بوستانِ جمال[14] -
دندان (دانت)	گوہر[1] - الماس - قطرۂ[2] شبنم - نورتارا[3] - دُرِ موتی[4] - برق[5] - دانۂ انار[6] - دُرِ شہوار[7] ستارہ[8] - اختر[9] - جگنو[10] - ہیرے[11] کی کنی - سورۂ بسم اللہ[12] -
زبان	سوسن[1] - مقراض[2] - شاخِ نبات[3] -
دہن	دہم[1] - چشمۂ شیرین[2] - چشمۂ جنت[3] - غنچہ[4] - آبِ حیوان[5] - چشمۂ حیوان[6] - جوہرِ فرد[7] - عقدہ[8] - جزوِ لایتجزا[9] - میم[10] - ہیچ[11] - مِمّا[12] - حلقۂ خاتم[13] - عنقا[14] - رازِ خدا[15] - کوزۂ نبات[16] -
زنخدان (ذقن)	چاہ[1] - چشمۂ آفتاب[2] - سیب[3] - آمِ شیریں[4] - حوضِ کوثر[5] - چاہِ زمزم - چشمۂ حیوان[6] چشمۂ آبِ بقا[7] -
غبغب	سیب[1] - بہی[2] -
رُخ - چہرہ رو	گلِ نسرین[1] - گلشن[2] - صبح[3] - آفتاب[4] - چراغِ طور[5] - مہتاب[6] - مہر[7] - گل[8] - شمع[9] - دن[10] روز[11] - گلدستہ[12] - حلب[13] - چشمۂ خورشید[14] - آگ[15] - قرآن[16]
گلو - گردن	صراحی[1] - بیاض[2] - شیشہ[3] صبح[4] -
شانہ	شیشہ[1] - شعلہ[2] -
بازو	سیم[1] - ماہی[2] -
ساعد - کلائی	شاخِ گل - شاخِ صندل[1] - شاخِ نخلِ طور[2] - بیضا[3] - شمع[4] - شاخِ چشمۂ کافور[5] - تیغ بے غلاف[6] -

نام اعضا	استعارات و تشبیہات شعرا
کفِ دست ہتھیلی	ید بیضا - گل - صدف شنجرف -
ہاتھ کا پنجہ	پنجۂ مرجان - برگ چنار - شمع کافور - دم خاتم - دستۂ سوفار -
دست - ہاتھ	گلدستہ - شاخ - تیغ برہنہ - آئینہ - دستِ مرجان - شاخِ گل - ید بیضا - چشمۂ بحر کرم -
پشتِ دست	روئے آفتاب - کف بر آب حیات - چشمۂ آئینہ -
سینہ (صدر)	آئینہ - کعبہ - بیاضِ صبح - لوح -
دل	مچھلی - ماہی - سیماب - آئینہ - شانہ - کنول - مرغ - مرغِ قبلہ نما - بسمل - طاؤس - شیشہ - آہو - پروانہ - خدا کا گھر - کبوتر - غنچہ - سنگ پتھر - قطرۂ خون - جوں - قندیلِ عرش -
پستان	انار - ثمر - سیب تر - حباب - قبۂ نور - دو آفتاب - امرود و نارنج - جوئے شیر و شیر فرش -
پستانی سیاہی حلقہ	مہر عشق - عکسِ چشمِ محبوب -
شکم (پیٹ)	محل - کافور - چشمۂ خورشید - آئینہ -
ناف	گردِ آب - نرگس کی آنکھ - حلقۂ مرہم - قفل -
پشت (پیٹھ)	لوحِ زمرد - آئینہ - برگ کیلہ -
کمر	رگِ جان - رگِ گل - عدم - تارِ سنبل - چیتے کی کمر - معما - خطِ استوا - بال - زنار - ہیچ -
اندامِ نہانی	ہلال و ستارہ - گنجِ مخفی - دوسہ - شگافِ گندم -
سُرین	برج - کوہ - گلدستہ -
ران	آئینہ - ستون -

نام اعضائے معشوق	استعارات و تشبیہات شعرا
زانو	آئینہ[1] - خورشید[2] -
ساق	شمع کافوری[1] - بلور[2] - کہکشاں[3] - ساق سیمین[4] -
پائوں	گلدستہ[1] - لالۂ شگفتہ[2] -
ایڑیاں	قمر[1] - تارا[2] - سیب تر[3] - اگر[4] - کافور سحر[5] - غنچۂ گل[6] - سہیل[7] - گہر[8] - خورشید خاور[9] - پھولوں کے گیند[10] - سمندر[11] -
کفِ پا (نکوہ)	برگ گل[1] - ستارے[2] - کافور[3] - بلور[4] - ماہ چاند[5] - قمر[6] - آئینہ[7] - شفق[8] - پنجۂ خورشید[9] صدف[10] -
اونگلیاں	شاخ مرجان[1] - شاخ گل[2] - رگِ گل[3] - الف الفت[4] - چنبیلی کی کلی[5] -
ناخن	ہلال[1] - دال الف[2] - شمشیر[3] -
قد	نیزہ[1] - قیامت[2] - آفت[3] - سرو[4] - شمشاد[5] - صنوبر[6] - الف[7] - بوٹا[8] - مصرعہ[9] طوبیٰ[10] - نخل[11] - شجر طور[12] - سولی[13] - تیر بے سوفار[14] - رایت اقبال[15]
عاشق	بلبل[1] - قمری[2] - پروانہ[3] - دیوانہ[4] - خونی کفن[5] - مجنون[6] - مفتون[7] - گریباں چاک[8] - بخت خوابیدہ[9] -
معشوق	گل[1] - کافر[2] - جاں[3] - سروِ خرامان[4] - لالہ رخ[5] - گلبدن[6] - صنم[7] - ماہ[8] - رشک ماہ[9] خورشید[10] - قاتل[11] - ظالم[12] - سفاک[13] - سیمبر[14] - عشوہ گر[15] - دلربا[16] - دلبر[17] - نازنین[18] - جامہ زیب[19] گلرو[20] - ترسا بچہ[21] - گل اندام[22] - مغبچہ[23] - ملک الموت[24] - رشک قمر[25] - آئینہ رو[26] - غارتگر ایماں[27] - گل تر[28] میکش خود بین[29] - آتش کا پرکالہ[30] - حور[31] - رشک حور[32] - گلعذار[33] - شہسوار[34] - رشک گل[35] سہی قد[36] - شیریں ادا[37] - خوش قد[38] - صیاد[39] - سیم تن[40] - شمعرو[41] - طفل[42] - شیریں دہن[43] طفل برہمن[44] - پریرو[45] - سروِ روان[46] - شاہ حسن[47] - یوسف[48] - رشک ماہ تباں[49] - تباں سنگدل[50] - برق حسن[51] - بحر حسن[52] - لالہ رو[53] - نور مجسم[54] - شعلہ[55] - خوش چشم[56] - بھبوکہ[57] - بت[58]

مذکورۂ بالا استعارات و تشبیہات کی مثالین

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر یا کتاب
سر	حباب بحر مشکین	سرشک در موہیاے مشک آگین حبابے خواست از دریاے مشکین	دریاے عشق
مانگ	کہکشان	ماہتاب حسن ہے با چہرۂ پر نور ہے موتیون کی مانگ ہے یا کہکشان بالاے سر	فریاد
نہر		مانگ بالونمین نہین اُسکے عیان بالاے سر نہر حیوان کی ہے ظلمت مین روان بالاے سر	قادر
آرا		کس ادا سے تو نے شانہ اپنے بالونمین کیا سر پہ ہر محبوب کے خط مانگ کا آرا ہوا	ناسخ
راہ ظلمات		مانگ اُس کافر کی سیدھی راہ ہے ظلمات کی خضر کو بھی ہے مسافت ایک دن دورات کی	
برق در ابر سیاہ		عیان موے سیہ مین اُسکے بون فرق سیہ بادل مین جیسے چمکے جیسطرح برق	
خط زر		عیان گیسو مین ہے یون مانگ اُسکی محک پر جیسے کھینچا ہو خط زر	
سانپ کی لکیر		مانگ سب کہتے ہین جسکو سانپ کی ہے وہ لکیر کیچلی موباف ہے اور اُسکی چوٹی مار ہے	ناسخ
شعلۂ طور		عیان موے سیہ سے فرق پُر نور برنگ شعلہ بالاے سر طور	

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
مانگ	خانۂ زنجیر	زلف کے سودے کو اپنے سر میں بسنے دی جگہ یہ سمجھ لے خانۂ زنجیر میں محبوس ہے	آتش
	مارِ سفید	موئے سر ماران سیہ کا ایک سر سر لشکر ہے مانگ جو ہے یک مارِ سفید اس لشکر کا سر لشکر ہی	ذوق
	برقِ درخشندہ	آن فرق کہ دموئے تو بر سر عجب اُفتاد برقیست درخشندہ کہ در نیم شب افتاد	ارگلستانِ مسرت
	شہابِ رخشاں	بچشمِ عقل فرقِ آن شکر لب شہابے بود رخشاں دلِ شب	ظہوری
	ماہِ نو در شبستان	فرقت از موئے نمایان شدہ اے رشکِ ملک چون خطِ نقرہ کہ ظاہر شود از روئے محک	غزالی
	ماہِ نو دلِ شب	فرقِ تو در میانِ دو گیسوئے مشک بار ماہِ نو است در دلِ شب گشتہ آشکار	ظہوری
	شاخِ نسرین	دمیدہ بر خلافِ رسم و آئین دو برگِ سوسن از یک شاخِ نسرین	ارگلستانِ مسرت
	خطِ استوا	زفرقِ او یقین بر خاص و عام است کہ خطِ استوا بالائے شام است	ظہوری
	دلِ شب و نیم	موئے سر تو شب بود و رویت آفتاب از تابِ آفتاب دلِ شب دو نیم شد	حیرتی
	راہِ خضر	زموئے عنبرین فرقش ہویدا رہِ خضر است در ظلمات پیدا	گلستانِ مسرت

نام اعضا	استعارہ وتشبیہ	مثال	شاعر
مانگ	امید از نا امیدی نمودار	کشیدہ بر سیاہی خط سفیدی نمودار امید از نا امیدی	مسیح
زلف	رشتۂ جان	زلفِ او را رشتۂ جان گفتم و گشتم خجل زانکہ این معنی چو زلفش پیشِ پا افتادہ است	ملا شیدا
	دام	مرغِ دل خاک پھنسے زلف پر افشان چھڑکو دام ہی دام ہے دانہ بھی کہین دام مین ہے	امیر مینائی
	رسن	اے جنون قتل کو تیرے ہی لیے مقتل مین بن گئی ہین رسن و تیغ وہ ابرو زرلفین	جنون
	زنجیر	سر نقاہت سے پڑا رہتا ہے اپنا پانوٗن پر کاکل سر ہو گئی ہے اندنون زنجیر پا	ناسخ
	سنبلستان	سنبلستان کی گئے سیر کو گیون سودے مین پیچ پر پیچ پڑا ہم پہ مثالِ کاکل	اسحاق
	سنبل	آنکھین نرگس چہرہ گل گیسو ہین سنبل سرو قد عکس سے آئینہ خانہ صاف گلشن ہو گیا	ناسخ
	سنبل فردوس	کہتے ہین سنبلِ فردوس بھی شاعر اسکو سلسلہ دور پہونچتا ہے ترے گیسو کا	آتش
	افعی	زلف افعی وش کو دھووے گر وہ پرفن آب مین ہو بجاے موج پیدا مارِ رہزن آب مین	ذوق
	سانپ	سنا تھا سانپ آتے ہین نظر برسات مین اکثر مین رویا ابر سان برسون نہ دیکھا زلف پیچاکو	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زلف	ناگن	نہین بچتا دلِ پُر داغ تیری زلفِ پیچان سے یہ وہ ناگن ہے جو طاؤس کو اُڑ اُڑ کے ڈستی ہے	امیر مینائی
	اژدر	یہ اپنے اژدرِ گیسو دکھا دیے تمنے بڑا کمال یہی تھا عصائے موسیٰ مین	ناسخ
	گلگیر	کہتے ہین دیکھ کے زلف اُسکے رُخِ تابان پر کبھی ہوتا نہین اس شمع سے گلگیر جُدا	ناسخ
	شبِ تار	سودائے زلف مین مجھے آیا خیالِ رُخ مشتاقِ روشنی کا شبِ تار نے کیا	آتش
	رات	زلف مین نقرۂ مو باف کی تیاری ہے دلِ بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے	امانت
	شام	بارِ غم سے سایۂ گیسو مین ہے دل کو فراغ شام کر دیتی ہے چھٹکارا ہر اک مزدور کا	ناسخ
	شبِ دیجور	اُس زلف پہ پھبتی شبِ دیجور کی سوجھی اندھے کو اندھیرے مین بڑی دور کی سوجھی	جرأت
	ملکِ شام	زلفِ صنم پہ خیر کا قبضہ مدام ہے اب تک وہی یزید ہی ملکِ شام ہے	امانت
	شہرِ شام	ملک فرنگ عرف ہے روئے صبیح کا مشہور شہرِ شام ہوا ہے دیارِ زلف	یوسف
	مشک	رتبہ سنبل کو ہم پہونچا خس و خاشاک کا پیشِ زلف یار مٹی مشک و عنبر ہو گیا	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زلف	موجِ عنبر	موجِ عنبر ترے ہر بال کو کہتا ہو ن صنم شانۂ زلفِ معنبر کو مین عنبر سمجھا	ناسخ
	عشق پیچان	مین ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویان ہی رہا خاک پر روئیدہ میرے عشقِ پیچان ہی رہا	ذوق
	جال	رہا بہار و خزان مین یہ حال سودے کا بڑھا تو زلف ہوا گھٹ گیا تو جال ہوا	آتش
	سودا	دل تنگ چھُٹ کے زلفِ گرہگیر سے ہوا سودا نکل کے خانۂ زنجیر سے ہوا	آتش
	کالی گھٹا	کم نہین کالی گھٹا سے یار کی زلفِ سیاہ دیکھ مے طاؤس کافر کو تو چلّانے لگے	آتش
	گھٹا	گویا گھٹا نے آج چمن کو ہے چھا لیا مکھڑے پہ اُنکے ہے یہ دکھاتی بہار زلف	جانصاحب
	کمند	کمندِ زلف کا ٹوٹے نہ تارا ے شانہ رہا بہت مین گلا گھونٹ گھونٹ کر خاموش	آتش
	پھانسی	پھانسی دینے مین احبّا کے نہ کوتاہی کر حوصلہ ہمنے تری زلف رسا کا دیکھا	آتش
	ابر	زلف سرکائی ہوا چہرہ نمود ابر کھسکا ماہِ تابان کھُل گیا	سخن
	ابرِ سیاہ	چاند سے مُنھ کو دکھا ابرِ سیہ سی زلفین کبک و طاؤس کو بھی اپنی طرف یار لپیٹ	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زلف	لامِ اسلام	لامِ اسلام ہے وہ کاکلِ جانانِ مشتاق	
		یہ ظفر سے ہے سُنا ہمنے وقارِ کاکل	مشتاق
	لامِ نستعلیق	لامِ نستعلیق کا ہے اُس بُتِ کافر کی زلف	
		ہم تو کافر ہین اگر بندے ہوے اس لام کے	
	املائے لام	سُن لو دھانِ یار سے تعریفِ لامِ زلف	
		اس میم سے کھُلے کہین املائے لامِ زلف	صفدر
	ہندسہ	زلف مین لعلِ لبِ یار کا مشتاق ہے دل	
		ہندسے کوچ جو کیجے تو بدخشان چلیئے	آتش
	شکنجہ	نام جسنے عشق کا روے کتابی کے لیا	
		اُسکو زلفون کے شکنجے مین وہ کھنچوانے لگے	آتش
	لام	عارض پہ حینِ حُسنِ خمِ زلف دیکھنا	
		خط کے قلم سے یار نے لکھا یہ لام ہے	امانت
	سوادِ کعبہ	لامِ حرم کو ہے تشبیہ طاقِ ابرو سے	
		سوادِ کعبۂ مقصود زلفِ یار نہو	آتش
	بنفشہ	ہو نہ ہمسر تری زلفون سے بنفشہ سنبل	
		کس کے ہر پیچ مین اک دل ہے گرفتارِ جُدا	آتش
	بلا	سودائے زلفِ یار کی سر مین جگہ ہوئی	
		دامِ بلا مین دل کو قضا نے پھنسا دیا	آتش
	〃	ہر گیسوے زلف پرستش کو جلا ہے	
		کالی جسے کہتے ہین صنم یہ وہ بلا ہے	امانت

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زلف	فتراک	فتراک صید زندہ ہے زلفِ سیاہ یار ٹوٹیں ہزار دل اگر اک تار توڑیئے	آتش
	دودِ شمع	کیون نہ مین تشبیہ دون زلفونکو دودِ شمع سے شمع کا شعلہ ہے چہرہ قامتِ جانانہ شمع	ناسخ
	تاتار	زلفِ جانان مین نہین کوئی دلِ وحشی اسیر یہ عجب تاتار ہے جو ایک بھی آہو نہین	ناسخ
	تازیانہ	سمندِ حسن کو وہ ترک اُڑادے جسقدر چاہے مژہ مہمیز ہے گیسوئے مشکین تازیانہ ہے	آتش
	ختن	لبِ لعلین نے بدخشان و یمن دکھلایا مشک و یوزلف نے تاتار و ختن دکھلایا	آتش
	بحرِ طویل	کہیئے جو طویل اسکو سزاوار ہے ناسخ جس بحر مین اس زلف کا مضمون بندھا ہے	ناسخ
	سورۂ واللیل	رُخ ہے والفجر اگر زلف ہے واللیل اے ماہ سورۂ نور ہین دونون یہ طرحدار ابرو	عشقی
	ہندو	سبز رنگین ہین جو آنکھین تو بدخشان ہین ہونٹھ زلفِ پیچان ترے ہندو ہین مسلمان عارض	ناسخ
	زنار	ہر خم و پیچ کہ شد از تارِ زلفِ یار شد دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد	داراشکوہ
	شیرازہ دلہا	خال یا تخمِ امید عاشقِ شیدا ست این زلف یا شیرازۂ جمعیتِ دلہا ست این	صائب

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زلف	ریشۂ سودا	نیست ممکن فکر زلفش را برآوردن ز دل میشود ہر روز افزون ریشۂ سودا ست این	صائب
	مصرعۂ پیچیدہ	کس نیابد مصرعۂ پیچیدۂ زلف کجت گرچہ این مضمون ترا در پیش پا افتادہ است	میر صابر علی نصیر
	شیطان	زلف تو شیطان ملائک فریب روے تو سلطان ممالک ستان	خاقانی
	بسم اللہ	چشم بد دور از ان زلف دلاویز کہ ہست از دو سو مصحف رخسار ترا بسم اللہ	
	〃	ای زلف تو بود بسم اللہ قرآن ما بیت ابروے تو باشد مطلع دیوان ما	
	طاؤس باغ خلد	زلف مشکین تو در گلشن فردوس عذار چیست طاؤس کہ در باغ نعیم افتادہ است	حافظ
	شب گل	خط نو بہارہ خال رخت کوکب گل است روے تو صبح گلشن و زلفت شب گل است	مفید لبخی
	تار و پود جامۂ کعبہ	پردہ دار آب حیوان ابر گلزار بہشت تار و پود جامۂ کعبہ است یا گیسوی این	صائب
	رشتۂ عمر دراز	بر کاکلت گرہ مزن اے سرو ناز من کوتہ مساز رشتۂ عمر دراز من	مولانا شیراز
	عقرب	فی الحال بمن نمود آن عارض و زلف یعنے کہ مروہست قمر در عقرب	شعیب

نام اعضا	استعارہ و تشبیہات	مثال	شاعر
زلف	قلّاب	بمحراب کمان ابروے تو بقلّاب کمند گیسوے تو	جامی
	سمن	زلف تو زنجیر یا قلّاب یا مشک ختن سنبل تر یا سمن یا عنبر سارا ست این	جامی
	شب احیا	غیر از دلِ شوریدۂ عاشق نشناسد قدرِ شبِ احیاے سرِ زلفِ بتان را	میر نجات
	حلقۂ جیم	در خمِ زلف تو آن خالِ سیہ دانی چیست نقطۂ دود کہ در حلقۂ جیم افتادہ است	حافظ
	زردبان	بگفتمش کہ بخورشید چون توان رفتن کشودہ کاکلِ خود را کہ زردبان این است	مسجدی
	سلاسل	سایہ تا افتاد آن زلفِ سلاسل بر زمین آیہ رحمت مسلسل گشت نازل بر زمین	صائب
	عمرِ جاوید	از پریشانی نمیدیشد گدائے زلفِ تو عمرِ جاوید ان بود کمتر بجائے زلفِ تو	صائب
	گلِ مخمل	سنبلِ زلف ترا گر بگلستان بینند گلِ مخمل چہ قدر خواب پریشان بینند	غنی
	زنجیرِ عدل	زلف او زنجیرِ عدل آمد چرا نیست جز بیداد در دیوانِ حسن	شہید
جعد (چوٹی)	سانپ	کیونکر شبِ وصال صنم ڈر نہو مجھے چوٹی نہیں ہے سانپ یہ کالا ہے بیٹھا ہے	شہید
پیشانی و جبین	صبحِ صادق	روے خورشید سے روشن رخِ نورانی ہو صبحِ صادق سے کشادہ تری پیشانی ہو	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہات	مثال	شاعر
پیشانی	آفتاب	کہتا ہی دیکھ دیکھ کے گردون پہ آفتاب	
		اس آب و تاب کی نہین آئی نظر جبین	آباد
	آئینہ	دکھلا رہی ہے سیر دیار تتار زلف	
		آئینہ شہر بین کا ہے اے سیمبر جبین	بیخود
	ماہ	نہ چمکتی جو حسن کی تقدیر ۔ کیون تری چاندسی جبین بنتی	داغ
	محراب کعبہ	کرین کیونکر نہ ہم یاد جبین یار مین سجدہ	
		تصور مین ہمارے تو یہی محراب کعبہ ہے	
	موج سیمین سطح و شعلہ نور	موج سیمین یا سنبل یا جبین یا سطح نور	
		شعلہ طور تجلی یا ید بیضا ست این	طاہر
	سورۂ نور	نوشتہ دست قدرت چشم بد دور	
		دو نون سرنگون بر سورۂ نور	
	لوح سیمین	ایسی کسی حسین کی نہ آئی نظر جبین ۔	
		چاندی کی لوح ہے تری اے سیمبر جبین	
چین پیشانی	موج آب حیات	کسیکہ تشنہ لب یار ہست میداند	
		کہ موج آب حیات است چین پیشانی	عرفی
ابرو	نون خط نسخ	نون ابروے یار بودش از دور	
		وان چشم سیہ فتاد منظور	عرفی
	طاق	یہ مستغرق تصور رہین ہوئین اس طاق ابرو کے	
		پھرین اپنی نگاہین جسطرف کعبہ اُدھر کیا	آتش
	محراب کعبہ	قرآنی چہرہ پر ترے ابرو کے نقش سے محراب بیت کعبہ کا طغرا رقم ہوا	آتش

نام اعضا	استعارات و تشبیہات	مثال	شاعر
ابرو	بسم اللہ	وہ گیسو خطِ جدول ہین وہ ابرو بسم اللہ وہ رُخ قرآن ہے خط تفسیر ہین پر فرد بر بلکین	طور
	بال شاہین طاق آتشکاہ	بال شاہین نظر طغرلے شاہنشاہ حسن	
	عارض طغرای حسن	طاق آتشکاہِ عارض یا خم ابروست این	صائب
	شب طاق	رخسارِ دل فروزت باشد مہ مبارک شبہاے طاق ایماہ آن ابروان طاق است	مخلص
	مصرع	یک موے فرق نیست میان دو ابروت خوش مصرعی بمصرعِ دیگر رسیدہ است	
	کمانخانہ	قربان کمانخانۂ ابروے کسے بود	حزین
	ترازو	کاتب حسن ازان روز کہ ابرو میساخت بہر سنجیدن حسن تو ترازو میساخت	
	مذآئینہ	ہست چون آئینہ روشن رویش۔ مذآئینہ بود ابرویش	
	تلوار	مژۂ یار سے ہے ابروے خمدار دراز ورنہ برچھی سے کہان ہوتی ہو تلوار دراز	ناسخ
	بیت	لکھتا ہون بیتِ ابروے محبوب کی جو شرح شمشیر کھینچتا ہون مین شمشیر کا جواب	آتش
	کمان	خنجر و تیغ و کمان ہین پے قتل عاشق ہین جفا کار ستمگار دل آزار ابرو	عشقی
	نیمچہ	عشق کہتی ہین سے نیمچۂ ابرو کا صورت زخم لہو تا دم آخر تھو کا	آتش

نام اعضا	استعارات و تشبیہات	مثال	شاعر
ابرو	مطلع	چہرۂ رنگین کوئی دیوان رنگین ہے مگر حسن مطلع ہین مسین مطلع ہو صاف ابرو دوست	آتش
	مہ عید	ابتدائے رمضانمین ہے مہ عید کی دہوم کسی کافر نے دکھایا نہوا ابرو اپنا	داغ
	ہلال	بالونمین یون وہ گوشۂ ابرو نظر پڑا ہو جسطرح ہلال نمایان سحاب مین	ناسخ
	شاخ آہو	سوال وصل مین ہلنا پیرو تیرے ابرو کا اشارہ ہے برات عاشقان بر شاخ آہو کا	ناسخ
	ایضاً	برابری کبھی کی تھی جو اُسکے ابرو سے مڑوڑ ڈالی ہے کیا آہوے تتار کی شاخ	ناسخ
	سورۂ نور	رُخ ہے والفجر اگر زلف ہے واللیل اے ماہ سورۂ نور ہین دونون یہ طرحدار ابرو	عشقی
	قوس قزح	قوس قزح سے ہنے بھی تشبیہ دی اُسے چلّہ نہونے سے جو وہ ابرو کمان نہ تھی	آتش
	عقرب (بچھو)	مہ نو آجو گیا سامنے ابرو ہو کر ڈنک مارا دل مجروح پہ بچھو ہو کر	یاس
	نیش عقرب	ہے کھٹک دلمین جدا روح دہلتی ہے جدا نیش عقرب ہے کہ موے رُخ ضیغم ابرو	محتشم
	خنجر	تیغ کافی ہے مجھے اپنا گلا کاٹنے کو خنجر ابروے خمدار سے کچھ کام نہین	ناسخ

نام اعضا	استعارات و تشبیہات	مثال	شاعر
ابرو	سروہی	زلفِ سیہ کی یاد ہے ابرو کے عشق مین مالے پہ اس سروہی کے جپتا ہون نام زلف	منیر
	تیغ	چھپر سکتا ہے کوئی ابرو کو شانہ مثلِ زلف ہاتھ پھر سکتا ہے تیغ تیز کی کب دھار پر	آتش
	تیغ کا پھل	ابرو نہین ہین سرمہ کے دنبالہ کے قریب پھل تیغ کے لگے ہین یہ شاخِ غزال مین	امانت
	انتیس ۲۹ اور تیس ۳۰ کا چاند	بائین دیکھنے ہین جو دونون تیرے ابرو ماہِ نو ایک چاند انتیس ۲۹ کا ہے ایک پورا تیس ۳۰ کا	ناسخ
چین ابرو	مدِ احسان	چہ پروا از عتاب و نازِ عشاقِ بلاجورا کہ عاشق مدِ احسان میشمارد چینِ ابرورا	گلستانِ سعادت
مژگان مژہ (پلکین)	تیر	مژگانِ یار تیر ہین ابرو کمان ہے نے اس کمان کا مثل نہ اُس تیر کا جواب	آتش
	آرا	دانت آرے کیطرح کھتی ہین مجھپر پلکین کاٹ ڈالین گی مرے دل کا صنوبر پلکین	بحر
	نیش	بوسہ لب مین دو چار تیرِ مژگانِ دل ہوا نیش کھلوایا طمع نے شہد کے زنبور کا	آتش
	خار	ہر مژہ خار مری آنکھون مین ہو جائے وہین گر مین دیکھون کسی محبوب کے مژگان کیطرف	ناسخ
	چھری	خون رُلوائین نہ کسطرح سے مژگانِ صنم دلِ عاشق کو تو چھرے ہین سراسر پلکین	اشک

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
مژگان	نشتر	جب سے ہے دلمین کسی کی نوکِ مژگان کا خیال	
		نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے	ذوق
	"	اندیشۂ مژگان مین اگر خون نے کیا جوش	
		نشتر سے علاجِ دل دیوانہ کرین گے	مومن
	برچھی	خشمگین آنکھین تمھاری آفتِ جان ہو گئین	
		برچھیان عاشق کشی کرنے کو مژگان ہو گئین	آتش
	مہمیز	سمندِ حسن کو وہ ترک اُڑا دے جسقدر چاہے	
		مژہ مہمیز ہے گیسوے مشکین تازیانہ ہے	آتش
	ترکش	مرغِ دل سینہ کو کھولے ہین نشانہ کی طرح	
		تُرکِ چشم اُنکے کرین ترکش مژگان خالی	آتش
	لشکر کی قطار	وہ تُرکِ چشم دیکھین مُلکِ دل غارت کرے کسکا	
		رہا کرتی ہے صف بندی بہت مژگان کے لشکر مین	آتش
	شیر کے ناخن	ڈر نہین گر وقت بیوقت آئین باہر طفلِ اشک	
		شیر کے ناخن کی ہیکل ہے صفِ مژگان نہین	ناسخ
	کانٹا	جا سکے کیا کوئی اُس قاتل کے جولان گاہ مین	
		سایۂ مژگان بچھا دیتا ہے کانٹے راہ مین	
	دستِ دعا	ازان مژگان او دستِ دعا بر آسمان دارد	
		کہ دائم از خدا خواہد شفاے چشمِ بیمارش	کلیم
	مستزاد بیت	نقطۂ جیمِ جمال آن غنچۂ خندان اوست	
		مستزاد مصرعِ ابرو صفِ مژگان اوست	واعظ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
مژگان	شرح حکمۃ العین	بدقت میتوان فہمید معنیہاے نازاو کہ شرح حکمۃ العین است مژگانِ درازاو	مرزا جلال اسیر
	مضراب ساز	رشتۂ جان و رگِ دل در خمِ مژگانِ اوست ہیچکس دیدی بیک مضراب ہنوازد دو ساز	کلیم
چشم (آنکھ)	آہو	ہمارا کعبۂ مقصود تیرا طاقِ ابرو ہے تری چشمِ سیہ کو ہمنے آہوے حرم پایا	آتش
	نرگس	زلفین سنبل ہین تو پھر نرگس شہلا آنکھین جس نے دیکھا ترے مکھڑے کو وہ گلشن سمجھا	آتش
	بھیک کا ٹھیکرا	آنکھین نہین ہین چہرے پہ تیرے فقیر کے دو ٹھیکرے ہین بھیک کے دیدار کیلئے	آتش
	آئینہ	حیرانِ کار رہتی ہین آئینہ کیطرح آنکھو نسے پوچھیئے کہ پڑی ہے نظر کہان	آتش
	صاد	ہر جزوِ روے یار ہے حرفِ کتابِ حسن آنکھین ہین صاد جیم دہن حرفِ سین جبین	جنون
	صیاد	ایکدن مجھکو پھنسائینگی مقرر بلکین آنکھین صیاد ہین مٹتی ہین ستمگر پلکین	بحر
	بھنورے کا جوڑا	یاسمن کے گالون پر چارون کے چارون مست ہین آنکھین ہین بھنورے کا جوڑا زلفین جوڑا سانپ کا	ناسخ
	صدف	عاشق کو چاہیئے کہ سدا چشمِ تر رہے بہتر وہی صدف ہے کہ جسمین گہر رہے	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
آنکھین	مردم بیمار	یون نزاکت سے گران ہے سرمہ چشم یار کو جسطرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو	ناسخ
	پیالہ	شیشہ مرا سبو ہے مے عشق کے لیے آنکھین پیالہ بنگئین دل جام ہو گیا	داغ
	بادام	جو میٹھی میٹھی نظرون سے وہ دیکھے کہون آنکھون کو مین بادام شیرین	ناسخ
	کشتی	کشتیان آنکھین ہین بیشک خط پیشانی موج مچھلیان حسن کے دریا مین ہین ابرو	خفی
	پلۂ ترازو	تری آنکھین نہین دونون ہین یہ پلّے ترازو کے ہمیشہ نیک و بد کو تول ناسخ اس ترازو مین	ناسخ
	〃 و	عشق آنکھونکو ترازو کے بنائے پلّے حسن انصاف طلب ہوئے اگر میزان سے	آتش
	جام	چشم ساقی سے نکیون عشق ہو میرے دل کو کون شیشہ ہے بھلا جسکو نہین جام سے کام	ناسخ
	ساغر	خلق جھکتی جاتی ہے خالی نہین ہوتا کبھی ساقیا ہے تیرے چشم مست کا ساغر بسند	
	〃	دو ساغر شراب ہین دو چشم مست یار گردن مثال گردن مینا بلند ہے	آتش
	ترک	وہ چشم ہی نہین دل وحشی کی فکر مین ہر ترک کو ہے شوق شکار غزال کا	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
آنکھین	ظالم مظلوم نما	آن نرگس بیمار عجب ہوش ربائیست	
		این ظالم مظلوم نما طرفہ بلائیست	صائب
	آسمان	آسمان چشمیکہ من بیمار او گردیدہ ام	صائب
	شیر گیر	با ہو نسبت چشمش چو دادم چین بر ابرو زد	
		کہ چشم شیر گیر من ندارد ہیچ آہوے	مخلص
	برق	سایۂ برق است پنداری سواد چشم او	
		بسکہ مژگان سیاہش گرم جنگ سرمہ است	مخلص
	شاہین	ز چشم شرمگین دلبران این مشو صائب	
		کہ شاہین مشق خونریزی کند در چشم پوشیدن	صائب
	بیمار	این چشم تو رنجور است دائم کہ ہم بیمار و ہم بیمار دار است	صائب
	سرا	خواب و بیداری آن نرگس مخمور خوشست	
		این سرائیست کہ در بستہ و معمور خوشست	صائب
مردمک یعنی پتلی	مسیحا در کنار مریم	مردمک را کن نظر در چشم شہر آشوب او	
		گر ندیدی مریمے آوردہ عیسے در کنار	صائب
نگاہ	جذبۂ مہربتان تیر خدنگ	چہ نگاہ شوخ صہبائے فرنگ	
		جذبۂ مہربتان تیر خدنگ	مہری
کان	گل (پھول)	ز وصف گوش او گل ماند خاموش	
		ز شبنم کردہ بر سیماب در گوش	مسیح
	برگ گل	سمن و برگ گل و نرگس و زنبق ہے صنم	
		منھ نہین کان نہین آنکھ نہین ناک نہین	ناسخ

نام اعضا	استعارہ وتشبیہ	مثال	شاعر
کان	صدف	اُس گل کے کان کو نہین زیور کی احتیاج ہے وہ صدف نہین جسے گوہر کی احتیاج	ناسخ
	دہانِ مار	زلف ہے مار اور موتی کان کے دندانِ مار کان اُسکا میری نظر و نہین دہانِ مار ہے	ناسخ
نرگسِ گوش کانکی کو	گُل	سمن را تماشہ در آغوشِ او تماشا گہِ گل بنا گوشِ او	سکندر نامہ
بینی (ناک)	الف	ایما ہے روے یار سے ام الکتاب کا بینی الف ہے میم دہن زلف لام ہے	امانت
غنچۂ گل	شاخِ گل ہین دست و پا رخسارِ گل لبِ برگِ گل غنچۂ گل کہیئے اُس شکچین کی ناک کو		ناسخ
گلِ زنبق	نرگس ہین آنکھین اور گلِ زنبق وہ ناک ہے رخسار دونون گل ہین گل یاسمن جبین		جنون
زنبق	سمن و برگ گل و نرگس و زنبق ہے صنم مُنھ نہین کان نہین آنکھ نہین ناک نہین		ناسخ
تیغ عریان	تیغ عریان بنکے ہر دم قتل کرتی ہے مجھے آگئی سفاک کیا تاثیر ابرو ناک مین		محسن
سہیل	بینی سہیل مشتری و زہرہ گوش ہین قطبِ سپہرِ حسن ہے تل تیرے گال کا		آتش
دونالی بندوق	ہمپایہ ہے دونالی بندوق سے وہ بینی چھرون کا کام روے قاتل کے خال کرتے		آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
بینی	ستونِ سیمین	مپرس از بینیِ دلبر کہ چون است بطاقِ ابروش سیمین ستون است	جامی
	الف و موج	آب آئینۂ خد میں تو منوّر ہے مگر موج اُٹھتی ہے جسے بینی سمجھتے ہیں بشر	
		یوسفِ حُسن کا معراج ہے یاں پیشِ نظر اور تشبیہ لکھوں اس سے بھی کچھ بالاتر خد کے آگے الفِ لفظ خدا بینی ہے واہ خود بینی بیان عین خدا بینی ہے	
عارض (رُخسار)	برگِ گُل	پھینکدیں ہر برگِ گُل کو نوچ کر منقار سے بلبلیں دیکھیں اگر رخسارِ جانان باغ میں	ناسخ
	گُل	اُس سرو کے رخسار ہیں گُلِ سیب زنخدان دیکھے ہیں اسی نخل میں گل اور ثمر ساتھ	ناسخ
	گُلِ خورشید	تم جو دکھلادو گلستان میں بہارِ عارض گُلِ خورشید نے آئینہ دارِ عارض	موزون
	مصحف	نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق کہ رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا	ذوق
	قرآن	روز نور و زجبیں ہے شبِ معراج ہے زلف ذوالفقار ابروے محبوب ہے قرآن عارض	ناسخ
	برق (بجلی)	گرتی ہے بجلی جو عکسِ عارضِ پُرنور سے آئینہ کیا تو نے بنوایا ہے سنگِ طور سے	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
عارض	آتش	نقاب اُلٹے جو تو رخسارِ آتش رنگ سے اپنے پر پروانہ سے آرے چلین شمعونکی گردن پر	آتش
	گنج	گنج زر سے ہے فزون رنگِ طلائی تیرا تیرے عارض کی بدولت ہین تو نرگسیو	اُنس
	آفتاب	ہوگیا ہے یہ قرانِ آفتاب و ماہِ نو یار کے رخسارِ آتش رنگ پر ابرو نہین	ناسخ
	مہتاب	رات کو چہرۂ مہتاب نظر آتا ہے کسطرح گیسوے شبگون مین ہون پنہان عارض	ناسخ
	شمع	نہین ہے سبزۂ خط عارضِ محبوبِ پُرفن پر ہوے ہین جمع پروانے یہ آکر شمعِ روشن پر	ناسخ
	گلدستہ	ترے رخسار کا مضمون جاے جانِ جہان باندھا تو گویا ہمنے اک گلدستۂ باغِ جنان باندھا	ناسخ
	کافور	نورِ ایمان سے جدا کفر کی ظلمت کو جان مشک کا خال ہے کافور سے خسار کے ساتھ	ناسخ
	آئینہ	دھوم ہے آفاق مین ترے عذارِ صاف کی اپنا آئینہ نہین کرتا ہے اسکندر پسند	
	صبحِ امید	صبحِ امید و شبِ یاس کو یکجا دیکھا آگئے جب ترے عارض کے برابر گیسو	اُنس
	سحر	عارض کے متصل نہو کیونکر مقامِ زلف عاشق ہے اس سحر کی صباحت پہ شامِ زلف	مونس

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
عارض	سمن	تا نہ ہی سینہ را بداغ محبت نیابی دل زان سمن راز نہانی	اہلی
	کفِ دست سلیمان	خالِ بیجاست بجز عارض او ہر جا ہست مسندِ مور کفِ دستِ سلیمان باشد	شوکت
خطِ سبزہ	سبزہ	خطِ عارض بہ سبزہ زار نثار گلِ رخسار پر چمن صدقے	امیر مینائی
	زمرد	سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہوا	غالب
	بوٹی	کیمیا گر دیکھکر کہتے ہین خطِ سبز یار گشتہ اس بوٹی سے ہونگے سیکڑون سیماب سے	آتش
	کائی	لبِ جان بخش جانان پر ہوا آغاز سبزے کا نہین معلوم کائی جم چلی ہے آبِ کوثر مین	ناسخ
	خطِ مشکین	مثل ہالہ رات صدقے ہوتی ہے مہتاب پر یہ خطِ مشکین نہین رخسارِ عالم تاب پر	ناسخ
	دہان	سبزۂ خط نے گھٹادی ترے عارض کی بہار تھا جو لالے کا چمن کھیت ہوا اب دھانون کا	امیر مینائی
	زہر	لیتا ہون بوسہائے خطِ سبز کے مزے ہے زہر اندرون مرے منھ کو لگا ہوا	داغ
	سنبلستان	سبزۂ خط گورے گالو پر نمایان ہو گیا یاسمن زاصاف دیکھو سنبلستان ہو گیا	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
خطِ سبزہ	پروانہ	نہین ہے سبزۂ خط عارضِ محبوب پُرفن پر ہوے ہین جمع پروانے یہ آکر شمعِ روشن پر	ناسخ
	لشکرِ مور	اے شہِ حُسن نہین خط یہ کنارِ عارض لشکرِ مور نے گھیرا ہے حصارِ عارض	بیخود
	پر	اُڑ چلا حُسن ترا اُس کے نکلتے ہی صنم جسکو سب کہتے ہین خط ہم اُسے پر کہتے ہین	ناسخ
	استحالت نامۂ حُسن	خط کہ حُسن دیگران را میشود فرمانِ عزل استحالت نامۂ این حُسن بے پرواست این	صائب
	ابجد مابیدلان	خطِ مشکین او کہ ابجد ماست بوالہوس خطی از جواز شدہ است	صائب
خال	ہلال	نہوتا تل ترے رُخ پر نہ اے صنم ہوتا ہلال کعبہ سے کعبہ ہلال سے واقف	آتش
	〃	یہ اعتکاف نشین ہے ہلال کعبہ مین ٹھہرے ابروے پُرخم کے پاس خال نہین	انور
	ڈھال	خال بیجا نہین ہے ابروئے خمدار کے پاس ڈھال بھی ترک رکھا کرتے ہین تلوار کے پاس	زوار
	کافر	رُخِ پُرنور کے سودے مین مسلمان ہوے زرد خالِ کافر نے لہو خشک کیا ہندو کا	آتش
	ہندو	خال ہندو ہین پرستش کیلیے آئے ہین پُتلیان آنکھونکی وہ بت ہین کلیسا وہ رُخ	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
خال	سیاہِ زنگ	نظر آتے ہین خالِ عنبرین گردِ لبِ لعلین سیاہِ زنگ نے شہرِ بدخشان مین عمل پایا	اُنس
	باروت کا دانہ	آتشین رُخ پہ ترے خال کا آنا کیسا قائم النار۔ یہ باروت کا دانا کیسا	
	نقطہ	نام کو خالِ سیہ رخسارِ جانان مین نہ تھا یا الٰہی ایک نقطہ سارے قرآنمین نہ تھا	طاہر
	نقطۂ انتخاب	تون سے مصحفِ عارض کی اور شان بڑھی یہ انتخاب کے نقطے لگے ہین خال نہین	کوثر
	فلفل	بیوجہ نہین اپنے اُڑنے کو یہ بھولا ہے رُخ کا ترے تل سمجھا کافور نے فلفل کو	آتش
	〃	رُخِ ملیح کے خالونسے یہ ہوا ظاہر نمک کے ساتھ مزا ہے سیاہ فلفل کا	آتش
	گوے سعادت	اُس خال اُس ابرو کی ہمین خوب خبر ہے یہ گوے سعادت ہے وہ چوگانِ ظفر ہے	آتش
	نگین حدید	انگشتری کا حلقہ ہے وہ نافِ حلقہ دار خالِ سیاہ اُسمین نگینِ حدید ہے	آتش
	نمکدان	چہرۂ محبوب پھیکا ہے جو خال اُسپر نہو خوانِ نعمت پر مقرر یک نمکدان چاہیئے	آتش
	زنگی	یہ زنگی لوٹ رہا ہے بہارِ گلشنِ حسن تمھارے عارضِ گلرنگ پر یہ خال نہین	شائق

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
خال	تل	خال بیجا نہیں ہے دیدۂ دلدار کے پاس تل بھی صدقے کے لیئے رکھتے ہیں ہمارے پاس	
	〃	نہیں دیتا وہ دلبر بوسۂ خال مگر کاہے تلون کی ہے گرانی	آتش
	کالا دانہ	بھوٹیں وہ آنکھیں نگاہِ بد سے جو دیکھیں تجھے آتشیں رخسار پر خال کالا دانہ ہے	آتش
	دانہ	خالِ مشکین کو ترے ارزاں سمجھکر مول لون قیمتِ خرمن بھی گر دیکر ملے یہ دانہ آج	آتش
	〃	وہ بوسہ خال کا دیتے نہیں یہ کہتے ہیں حساب ہوگا دمِ حشر دانے دانے کا	فیض
	نافۂ آہو	دیکھے اک بوسۂ خالِ لبِ شیریں اے دوست تو نے سو نافۂ آہوئے ختن مجکو دیا	آتش
	مردمِ چشمِ ملائک	مردمِ چشمِ ملائک ہیں ترے خال سیاہ روئے خورشید پہ ایسا نکوئی تل ہوگا	ناسخ
	تخمِ ریحان	سبزۂ خط کی اُسی سے ایک دن ہوگی نمود تخمِ ریحان ہے عذارِ یار پر یہ تل نہیں	ناسخ
	افیون	روئے گلرنگ سے یون خالِ سیہ نکلا ہے جسطرح لالۂ احمر سے ہوا افیون پیدا	ناسخ
	سنگِ اسود	جگہ یہ عشقِ خال گوشۂ ابرو نے پائی ہے سویدا بنگیا ہے سنگِ اسود کعبۂ دل کا	خلق

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
خال	ماہ	کیا اثر میری سیہ بختی کے آگے نور کا ماہ ہے اک خالِ رخسارہ شبِ دیجور کا	ناسخ
	گولی	تشبیہ دی جو چہرۂ قاتل کے خال سے گولی نے بے تفنگ نشانہ اڑا دیا	آتش
	مور	خال سیہ ہے گیسوے خمدار کے تلے بادب رہی ہے مور کوئی مار کے تلے	ناسخ
	داغ	چاند میں ہے داغ رہے یار پر اک تل نہیں ناقص اُسکے سامنے کیونکر مہِ کامل نہیں	امانت
	بچھو	مُنڈائیں اُس نے زلفیں رہ گیا ہے خال عارض پر گریزاں ہو گیا مارِ سیہ گویا کہ بچھو سے	ناسخ
	تخمِ امیدِ عاشق	خال یا تخمِ امیدِ عاشق شیدا ست این زلف یا شیرازۂ جمعیتِ دلہا ست این	صائب
	سویدائے دلِ عاشق	دل بردۂ بچہرۂ زیبا شناختم از خالِ عارضِ تو سویدا شناختم	یکتا
لب (ہونٹھ)	لعل	بدخشاں و یمن چھانا لگائے غوطے دریا میں نہ لب سا لعل اے آتش نہ دندان سا گہر دیکھا	آتش
	عنّاب	کون کہتا ہے نہیں عنّابِ لب سے اُسکو عشق چہرۂ آتش ہے مثل چہرۂ بیمار سبز	آتش
	〃	وہ لال لال ہیں عنّاب لب ترے اے گل کہ جنکو دیکھ کے کھٹّے ہوئے ہمارے دانت	حسام

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
لب (ہونٹھ)	یاقوت	تیرے ہونٹھون پر غبارِ خط عیان ہوتا نہین آتشِ یاقوت کا جیسے دھوان ہوتا نہین	ناسخ
	عقیق	اُڑ جائے رنگ تیرے لبِ لعل کے حضور بلوّر کی طرح ہو عقیقِ یمن سفید	ناسخ
	شفتالو	طفل کے مانند اسپر رال ٹپکے گی مری باغِ عالم مین مجھے شفتالو پیدا ہوئیگا	آتش
	پستہ	سبزۂ خط نے یہ بدلا ہے لبِ جانان کا رنگ پیش ازین عناب جو تھا اندرون وہ پستہ ہے	ناسخ
		تب اُسکے پستہ دہن سیب آنکھین ہین بادام کھُلے جو دانت ہنسی مین نظر انار آیا	ناسخ
	برگِ گُل	دیکھ لین گی جو برگِ گل سے لب بلبلین دین گی جان ہونٹھون پر	سفیر
	پنکھڑی ہے یہ مثل کہ بدخشان	گر رُخ کا بوسہ دیتے نہین لب کا دیجئے وہ ہی مثل ہے پھول نہین پنکھڑی سہی	ذوق
		سبز رنگین ہین جو آنکھین تو بدخشان ہین ہونٹھ	
		زلفِ پیچان تری ہندو ہر مسلمان عارض	ناسخ
	عسل (شہد)	بعد مدت وصل شہد موم مین ہوتا ہے پھر اُسکے ہونٹھون کے لئے اب موم روغن چاہیئے	ناسخ
	قند	شیرین کیا ہے جان کو جس سے ازل کے دن اُس قند سے خدا نے تمھارے بنائے ہونٹھ	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
لب (ہونٹھ)	آبِ حیوان	بوسہ پایا تو دم مین دم آیا ؛ آبِ حیوان ہین کیا تمھارے ہونٹھ	ناسخ
	مقراضِ لبِ لعل بدخشانِ جمال	اے عقیقِ لبِ لعل بدخشانِ جمال	
		لب گلولالۂ مقراضِ بستانِ جمال	گلستانِ مست
	مین	لبِ یمین رُخِ حلب نہین لفین ؛ آپ نے کیا کیا ختن اپنا	معجز
دندان (دانت)	گوہر	دانت اُس بحرِ لطافت کے جو دیکھے اکدن	
		گوہر آئینہ مین پیدا ہوے جوہر کے عوض	ناسخ
	الماس	جڑ دیے ہین دہنِ یار مین دانتونکی جگہ	
		دستِ قدرت نے یہ الماس کے کیونکر ٹکڑے	آتش
	قطرۂ شبنم	قطرۂ شبنم گلونپر جبکہ دیکھے باغ مین	
		سُوجھی پھپتی خندۂ دندان نماے یار پر	ناسخ
	نور - تارا	نکال دین ترے ہنسنے مین کیون نہ تارے دانت	
		خدا نے عرش سے یہ نور کے اُتارے دانت	ناسخ
	دُر - موتی	کسدرجہ تیرے دانت ہین اے سیمتن سفید	
		ایسا نہین ہوا کوئی دُرِ عدن سفید	ناسخ
	ایضاً	ثابت ہوا جو کشتۂ دندانِ یار مین	
		ہنس کے قبر پر مری موتی اوگل چلے	آتش
	برق	برنگِ برق دکھا کر چمک کا اپنی فروغ (نام جانور کا)	
		ہمین تو گور کے کرتے ہین وہ کنارے دانت	حسام
	دانۂ انار	بعدِ فنا خیال مین دندانِ یار کے	
		لوٹا کیے بہشت مین دانہ انار کے	

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
دندان (دانت)	درِ شہوار	دامنِ نظارہ لبریز جواہر کیجیے ہنس کے دکھلا دیجیے دندانِ دُرِ شہوار سے	آتش
	ستارہ	عذار و زلف مہِ کامل و شبِ مہتاب تری زبان تو ہے ماہِ نو ستارے دانت	ناسخ
	اختر	مانگ ہے کاہکشاں دانت ترے اختر ہین ہین ہلالِ فلکِ حسن گرائے یار ابرو	عشقی
	جگنو	کھُلے نہین دہنِ تنگ سے ہنسی مین دانت چمک ہے جگنوؤنکی آشیانِ عنقا مین	ناسخ
	ہیرے کی کنی	تابِ دندان نہ دکھا بزم مین تو ہنس ہنس کر کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہین	ذوق
	سورۂ بسم اللہ	نمودِ سورت بسم اللہ اُنسے ہے اے خان کرین نہ شیخ سے پھر کسطرح اشارے دانت	خان
زبان	سوسن	اے رشکِ گل سیاہ زبانو نسے کر حذر سوسن سے بار بار ملایا نہ کر زبان	رشک
	مقراض	کیا زبان چلتی ہے اُس بزم مین بدگویونکی منھ مین اُنکے یہ زبان ہو کہ الٰہی مقراض	ذوق
	شاخِ نبات	گر ہے برنگ کوزۂ مصری دہان لذیذ شاخِ نبات سے ہے تمھاری زبان لذیذ	ناسخ
ہمن	وہم	موہوم کر دیے جو دہان و میانِ دوست کیا جانے وہم صانعِ قدرت کو کیا ہوا	داغ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
دہن	وہم	کچھ دہن ہی نہین وہم شعرا کے نزدیک موئے باریک کمر بھی ہے گمانی تیری	آتش
	چشمۂ شیرین	وہ دہن ہے چشمۂ شیرین تبسم موج ہے وہ ذقن ہے چاہ خال آسمین تو اہی چاہ کا	آتش
	چشمۂ جنت	دہن اے حور ہے تیرا بعینہ چشمہ جنت کا تبسم سے ترے لیتی ہین لہرین موج کوثر مین	آتش
	غنچہ	گلبرگ لب ہین سرو ہے قداے ریاض حسن نرگس ہی آنکھ غنچہ دہن یاسمین جبین	عشقی
	آب حیوان	خط سے دونی ہوگئی اُسکے دہن کی آب و تاب خضر کے فیض قدم سے آب حیوان بڑھ گیا	ناسخ
	//	دہن بتلا رہا ہے آب حیوان کو کمر راہ عدم دکھلا رہی ہے	تاج
	چشمۂ حیوان	یقین ہوا کہ ہے ظلمت مین چشمۂ حیوان شب وصال ہمین وہ دہن نظر آیا	آتش
	جوہر فرد	دہن یار کو ہم تو نہ کہین جوہر فرد منطقی اسمین جو حجت کرین جا رکھتی ہین	آتش
	عقدہ	بوسہ مین مانگتا ہون وہ دیتے نہین جواب کھلتا نہین ہے عقدۂ مشکل ہوا دہن	محسن
	جزو لا یتجزا	تقسیم جزو لا یتجزا محال ہے اُس بت کا اے فلاسفہ ہے معجزہ دہن	رشک
	میم	خوش ہو نہ دیکھکر قد و زلف و دہان یار حرف الم عیان ہے الف لام میم سے	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
دہن	ہیچ	شاعرونسے سنتے ہین ہم ہیچ اسے معدوم اُسے	
		یار کا پیدا دہن ثابت کمر کیونکر کرین	آتش
	〃	بوسہ مانگا جو دہن کا تو وہ کیا کہنے لگے	
		تو بھی مانند دہن اب کہین ناپیدا ہو	ناسخ
	معما	دہنِ یار کا مضمون بھی کوئی باندھون ہین	
		مردِ شاعر ہون نہ رہجاے معما باقی	آتش
	حلقۂ خاتم	سلیمانی ہے زیبا اُس پری کو ملکِ خوبی مین	
		تبسم نقشِ خاتم ہے دہن حلقہ ہی خاتم کا	ناسخ
	عنقا	دہنِ یار کی شہرت سے دہن ثابت ہے	
		نام باقی نہین گویا کہ ہے عنقا باقی	آتش
	رازِ خدا	نورِ خدا ہی رُخ ترا قہرِ خدا نگاہ ؛ شانِ خدا غدار ہین رازِ خدا دہن	عشقی
	کوزہ نبات	گویا دہانِ یار ہی کوزہ نبات کا ؛ شیرین ہوا جو اُسکے دہن سے ملا دہن	محسن
زنخدان ذقن	چاہ	آنکھ لگتے ہی کنوین سیکڑون آتے ہین نظر	
		چاہ مین اپنے دکھاتا ہے یہی خواب ذقن	آباد
	چشمۂ آفتاب	چشمۂ آفتاب کیون نہ کہون ؛ تیرے چاہِ ذقن مین آب نہین	ناسخ
	سیب	اللہ رے شوقِ دلکو زنخدانِ یار کا ؛ غش آگیا جو سیب کسینے دکھا دیا	آتش
	آمِ شیرین	کہا ہی سب نے سیب اُس کے ذقن کو ؛ مگر کہتا ہی ناسخ آمِ شیرین	ناسخ
	حوضِ کوثر	بہت حیران ہون خالِ زنخدان دیکھکر ایدل	
		کہ تل ہے یا یہ زنگی غوطہ زن ہی حوضِ کوثر مین	〃

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
زنخدان ذقن	چاہِ زمزم	صورتِ کعبہ دکھاتے ہین جو طاقِ ابرو چاہِ زمزم وہ زنخدان کا کنوان ہوتا ہے	آتش
	چشمۂ حیوان	یون زنخدان تک نہ لا مارِ سیاہِ زلف کو اے پیر وہ چشمۂ حیوان مین سم ہو جائیگا	ناسخ
	چشمۂ آبِ بقا	زنخدانش کہ سیم بے زکاتش رو چاہے پر از آب حیات است	گلستان مست
غبغب	سیب	بد تر ہے حال اُس چہ غبغب کے شوق مین دیتا ہے داغ سیب زنخدان نئے نئے	آتش
	بہی	صاحبِ سیب زنخدان وہ غبغب ہو کس زبانسے مین کہون تم مجھے بھاتے ہو عبث	آتش
رخ چہرہ رو	پھول نسرین گلشن	ہاتھ میرا ہی ہاتھ گلچین کا ہے روے جاناں ہی پھول نسرین کا رُخِ رنگین سے حاصل کیون نہ ہو کیفیتِ گلشن تمھاری زلف اگر دکھلائے عالم سنبلستان کا	ناسخ سحن
	صبح	روز و شب زلف و رُخ یار کا افسانہ رہا ذکرِ صبحِ وطن و شامِ غریبان نہ گیا	آتش
	صبح	پرنور ہے ترا رُخ سیمین بسانِ صبح ہے آنکھین ہین تیری مست صبوحی کشانِ صبح	ذوق
	آفتاب	چہرۂ ساقی چمکتا ہے برنگِ آفتاب ہے بادۂ گلگون شفق ہے ساغرِ پُر نور صبح	ناسخ
	چراغِ طور	دکھائی حسن نے قدرت خدا کی آکے جوبن پر ہے چہرا چراغِ طور کا عالم ہے سیر روی روشن کا	آتش
	مہتاب	غضب ہے داغ کے دلسے تمھارا دل نہین ملتا تمھارا چاند سا چہرہ مہ کامل سے ملتا ہے	داغ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
رُخ - رو (چہرہ)	مہر	دیکھنا آبی ڈوپٹہ مُنھ پہ اُسکے وقتِ خواب برجِ آبی مین ہے مہ یا مہرِ روشن آب مین	ذوق
	گُل	خط نہین ہے رُخِ گل بے خار ہے ؛ تل نہین ہے لالۂ بے داغ ہے	ناسخ
	شمع	عاشق اسپر مرتے ہین دیتے ہین جی اُسپر پتنگ ہے برابر شان مین وہ روے آتش رنگ شمع	ناسخ
	دن - روز	دن جو روشن ہے اثر ہے چہرۂ پُر نور کا رات جو تاریک ہوتی ہے یہ ہے تاثیر زلف	سیفی
		دو شبو نمین ہے جلوہ گر اکروز ؛ دونون نمونمین روے یار نہین	ناسخ
	گلدستہ	مثلِ گلدستہ ہے چہرہ اُس سہی قد کا اگر صاف یہ گردن کا ڈورا رشتۂ گلدستہ ہے	ناسخ
	حلب	پھر رُخ پہ اپنے چھوڑے اُس آئینہ رو نے بال پھر تا حلب ہوا عمل شاہِ شام زلف	اشرف
	چشمۂ خورشید	گیسوے مشکین رُخِ محبوب پر آنے لگے چشمۂ خورشید مین جیسے سانپ لہرانے لگے	آتش
	〃	بالون کو اپنے تم رُخِ روشن پہ چھوڑ دو پھینکو مسانِ چشمۂ خورشید دامِ زلف	مہر
	آگ	بولے وہ مُنھ دیکھکر آئینۂ فولاد مین سنگ مین پنہان ہے دیکھو ہے عیان آہن مین آگ	ناسخ
	قرآن	چہرۂ جانان ہے قرآن مجید خط جسے کہتے ہین وہ شیرازہ ہے	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
گلو گردن	صراحی	ہے صاف عیاں پان کی سُرخی جو گلو سے شیشہ کی صراحی کہوں یا نور کی گردن	نادر
	بیاض	سوادِ گیسوے شکین مین ظلمت شام کی پائی بیاضِ گردنِ محبوب مین نورِ سحر دیکھا	آتش
	بیاض	دیوانِ حسن مین سے ہوئی ہے یہ انتخاب عاشق مزاج سیرِ بیاضِ گلو کرین	آتش
	شیشہ	گرایا شیشہ و ساغر کو میری نظر نے دکھا کے ساقیِ مینوش نے گلو آنکھین	انس
	صبح	بیاضِ گردنِ جانان کو صبح کہتے جو ہم ستارۂ سحری تکیہ گلو کرتے	آتش
شانہ	شیشہ	یون تو پہلے بھی صفائی تھی چمک تھی اے شوخ اب ہوا پر تو رُخ سے تراشانہ شیشہ	
	شعلہ	آستین پر نہو فانوس کا دھوکا کیونکر شمعِ روشن جو وہ بازو ہے تو شعلہ شانہ	محسن
بازو	سیم	بن گئے ہیرے کے بازو بند صاف اے رشکِ ماہ سیم خالص سے زیادہ ہین ترے بازو سفید	ناسخ
ساعد (کلائی)	شاخِ گل	ساعد و بازوے جانان ہین برنگ شاخِ گل مرغ دل کا دم پھڑکتا ہے بجاے عندلیب	ناسخ
	شاخِ صندل	شاخ صندل ہے اگر نازک کلائی آپ کی جانِ عاشق کو اثر رکھتا ہے توڑا سانپ کا	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
کلائی	شاخِ نخلِ طور، شاخِ چشمۂ کافور	ساعد نیت زدہ سر از شجرِ طور دو شاخ یا رون آمدہ از چشمۂ کافور دو شاخ	توفیق
	ید بیضا	ہر صبح کہ میگردد تجلی افگن از ساعد کند ہمچون ید بیضا مصفا گرد باد شس را	شوکت
	شمع	چنانکہ شمع فروزان نماید از فانوس صفاے ساعد آن مہ در آستین پیداست	مخلص
	تیغ بے غلاف	بلورین ساعدین از بسکہ صاف است درخشان ہمچو تیغ بے غلاف است	ہمایون
کفِ دست ہتھیلی	ید بیضا	اُس برقِ طور کی ہین تماشا ہتھیلیان شمعین کلائیان ید بیضا ہتھیلیان	ناصر
	گل	کفِ دست گل است و غنچہ سان گلہاے انگشتان چو دستِ از آستین بیرون کنی گلدستہ را ماند	شیدا
	صدفِ شنجرف	کفِ دستِ تو زخونم صدفِ شنجرف است ظالم این رنگِ حنا خود نبود در عالم	گلستان سبحت
ہاتھ کا پنجہ	پنجۂ مرجان	جلوۂ حسن نے دریا کی دکھائین لہرین ہاتھ مہندی سے ہوا پنجۂ مرجان تیرا	آتش
	برگِ چنار	اُس سروِ قد کا دست حنائی ہے شعلہ زن یا آگ لگ رہی ہے یہ برگِ چنار مین	ناسخ
	شمعِ کافور	میدہد نور چو بر دیدہ بمالم دستش شمعِ ایخانہ سر انگشتِ حنا بستۂ اوست	ملا نوید

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
ہاتھ کا پنجہ	دم قلم	آن دلاویزدار دازنزے ۔ سرانگشت چون دم قلم	گلستان سمرت
	دستۂ سوفار	حنائی آن سرانگشتانِ دلکش ۔ بدل چون دستۂ سوفار ترکش	//
دست (ہاتھ)	گلدستہ	گل فندقین ہین دزدِ حنا مو تیا کے پھول	
		گلدستۂ جنان ہین ترے اے نگار ہاتھ	خلیل
	شاخ	شاخِ گل ہین دست و پا رخسار گل لب برگ گل	
		غنچۂ گل کہیئے اُس رشک چمن کی ناک کو	ناسخ
	تیغ برہنہ	اُلٹی جو آستین تو اک صف اُلٹ گئی	
		تیغ برہنہ ہوگئے اُس دلربا کے ہاتھ	وزیر
	آئینہ	عیش مین کٹتا ہے دن اپنا جو صبح شبِ وصل	
		بے آئینہ کے ہم دیکھتے ہین یار کے ہاتھ	بیخود
	دستِ مرجان	تو جو دریا مین لگا دھونے حنائی اپنے ہاتھ	
		بہرِ بوسہ اے پری رو دستِ مرجان بڑھ گیا	ناسخ
	شاخِ گل	سرانگشت حنائی ہے برنگِ غنچہ	
		شاخِ گل ہین مگر اُس غیرتِ شمشاد کے ہاتھ	سحر
	ید بیضا	ہین ترے دستِ حنائی ید بیضا اے شوخ	
		مچھلیان آگ مین رہتی ہین سمندر کے عوض	ناسخ
	چشمۂ بحر کرم	خامۂ سحر سے کی نہر رضا مین جاری	
		چشمۂ بحر کرم ہین مگر اُستاد کے ہاتھ	سحر
پشتِ دست	روے آفتاب	انصاف آسمان کہ کدامین نکوتر است	
		یا روے آفتاب تو یا پشتِ دستِ یار	صائب

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
پشت دست	کف بر آبحیات	بین آن کفِ دست و پشتِ دستِ روشن گوئی کہ کف آمدہ است بر آبحیات	خسرو
	چشمۂ آئینہ	پشتِ دستش نورِ بخشِ سینہاست آب از و در چشمۂ آئینہاست	تجلی
صدر (سینہ)	آئینہ	سینہ و پشت صنم کے نور سے زائل ہوئی قدرِ روے آئنہ تو قدرِ پشتِ آئنہ	مہر
	کعبہ	ہے صدرِ پاک مین جو دلِ شاہِ نامدار کعبہ مین شمع کیئے تو ہے دلکو اعتبار	اُنس
	بیاضِ صبح	دیکھا ہے بال چھوٹے ہوے اُسکو سینہ پر لکھون بیاضِ صبح پر اوصافِ شامِ زلف	مہر
دل	مچھلی - ماہی	کمندِ زلف مین مجبور ہے دلِ بیتاب بھلا ہو شستِ مین کیا اختیار مچھلی کا	ناسخ
	〃	اُس زلف مین عبث دلِ بیتاب ہے طپان مچھلی کہین تڑپ کے نکلتی ہے جال سے	امانت
	ماہی	تڑپ ہے دلکی یہان مثلِ ماہیِ بے آب کنارِ آب دلِ انتظار مچھلی کا	ناسخ
	سیماب	جل کے مین خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر یہ وہ سیماب ہے کشتہ ہوا پر نہ ہوا	ذوق
	آئینہ	جب قصدِ یار کا باندھا ہم آپ آئے نظر سامنے آنکھونکے آئینہ ہمارا دل ہوا	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
دل	شانہ	ناکارہ تو نہین دلِ صد چاک شکر ہے شانہ کیطرح اب بھی ہے حاجت روے اردف	ناصر
	کنول	ہمیشہ جوش گریہ سے رہا پانی مین اے آتش کبھی تازہ نہ لیکن اپنے دل کا یہ کنول پایا	آتش
	مُرغ	دل کو برشتگی سے ہو حاصل شگفتگی دھوکا کباب مرغ کا وہ چشم مست کھائے	آتش
	مرغِ قبلہ نما	کیا چین آئے کعبۂ ابرو کے عشق مین ہے مثلِ مرغِ قبلہ نما بیقرار دل	نشتر
	بسمل	سینہ مین طپش ہے مرے بسمل کے برابر بسمل بھی نہ تڑپے گا مرے دل کے برابر	
	طاؤس	اشک بہتے ہی دلِ بیتاب جلانے لگا نالے یاد آئین نہ کیون برسات مین طاؤس کو	ناسخ
	شیشہ	دلِ نازک کو اپنے جنبشِ مژگان سے کیا ڈر ہے چھری چلتی کبھی دیکھی نہین شیشہ کی گردن پر	آتش
	آہو	شکلِ صید افگن ہوئی تصویرِ پشتِ آئنہ آہوے دل کیون نہو نخچیرِ پشتِ آئنہ	افضل
	پروانہ	بزمِ عدو مین صورتِ پروانہ دل مرا گور شمک سے جلا ترے قربان تو گیا	
	خدا کا گھر	نقشِ دوئی مٹا کے بنا گھر خدا کا دل کعبہ ہوا خراب جو بیت الصنم ہوا	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
دل	کبوتر	رہا ہے چاہِ ذقن مین مرا دلِ وحشی کنوین مین جنگلی کبوتر کا آشیانہ ہوا	آتش
غنچہ	برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار مین دل	ذوق
سنگ (پتھر)	خدا چاہے تو نالون سے مرے پگھلے دلِ اُس بُت کا یہ شان اُسکی ہے نرمی موم کی پیدا ہو پتھر مین	آتش
قطرۂ خون	یہ صدمے اُٹھائے ہین جدائی مین کسی کی دو قطرۂ خون ہین نہ تو دل ہی نہ جگر ہے	آتش
جون	مار ڈالا ہے جسے جان کے جون قاتل نے زلفِ مشکین مین یقین ہی وہ مرا دل ہوگا	ناسخ
قندیلِ عرش	لٹکا ہے جب سے زلفِ پریشانِ یار مین قندیلِ عرش سے بھی سوا ہے وقارِ دل	ہلال
پستان	انار	ہون مین عاشق انارِ پستان کا ہون نہ تربت پہ جز انار درخت	ناسخ
ثمر	سنتے ہین سروِ باغ مین لگتے نہین ہین پھل لیکن ہمارے سروِ رواں مین ہین دو ثمر	وحید
سیب تر	بروے سینہ اش سیبِ دو پارہ علاجِ قوتِ ضعفِ نظارہ	غنیمت
حباب و قبۂ نور	دو پستان ہر یکے چو قبۂ نور حبابے خاستہ از عین کافور	جامی

نام اعضا	استعارہ وتشبیہ	مثال	شاعر
پستان	دو آفتاب	پستان ہمہ نور و سینا ت جملہ لطیف ۔ یک صبح دو آفتاب نشنیدہ کسے	حشمت
	انار و دو نارنج	دو نارنج رسیدہ نارسیدہ دو انار و دو گزیدہ ناگزیدہ	مسیح
	جوے شیر و میر فرش	دو پستان ہر یکے چون جوے شیر اند بستانان بساط حسن را دو فرش میر اند	غنیمت
حلمہ یعنی پستانکی سیاہی	مہر عشق	ہیچ میدانی سیاہی از چہ در پستان اوست حلقۂ حسن است مہر عشق بروے کردہ اند	عزیز
	عکس چشم محبوب	بسکہ پستانش ببالا سر کشید عکس چشمم کا فرشش روے فتاد	عزیز
شکم	مخمل	کس قدر نرم ہے تمھارا پیٹ مثل مخمل ہے صاف سارا پیٹ	سفیر
	کافور	آپ کی ناف مشک نافہ ہے اور کافور کا ہے سارا پیٹ	ناسخ
	چشمۂ خورشید	پیٹ تو چشمۂ خورشید ہے ناف اختر ہے پشت آئینہ کیصلوت رگ بلور کمر	بحر
	آئینہ	ہے سراپا صاف تو اے آئینہ رو آئینہ سینہ آئینہ شکم آئینہ زانو آئینہ	ناسخ
	〃	کس قدر صاف ہے تمھارا پیٹ صاف آئینہ سا ہے سارا پیٹ	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
ناف	گرداب	ہون تصور مین صفاے بدنِ یار کے غرق حلقۂ ناف ہوا حلقۂ گرداب مجھے	آتش
	نرگس کی آنکھ	کہتی ہے تیری نافِ شکم دیکھ کے بلبل رخسارِ گل تر پہ ہے نرگس کی دھری آنکھ	وزیر
	حقۂ مرہم	ناف ہے حقۂ مرہم تو فتیلہ ہے کمر مندمل کیون نکرے آنکھو نکلے ناسور کمر	اثر
	قفل	دیکھا شکم صاف کھلی آنکی جب ناف گویا ہے بنی قفل در شہرِ حلب ناف	ہلال
پشت (بیٹھ)	لوحِ زمرد	دکھائے رنگ نئے اُنکی دھانی کرتی نے کہ صاف لوحِ زمرد بنی ہے ساری بیٹھ	ہلال
	آئینہ	جو بیٹھ پیچھے کوئی دیکھے وہ ہو حیران صفاے غیرتِ آئینہ ہے تمھاری بیٹھ	ہلال
کمر	رگِ جان	شک ہے کمر یار کے اوپر رگِ جان کا کیسی رگِ گل رشتۂ باریک کہان کا	آتش
	رگِ گل	کمرِ یار کا مضمون نہین بندھ سکنے کا موشگافون کو رگِ گل کا گمان کرنے دو	آتش
	//	کیون لچکنے مین نہ بدے رنگ ہر ہر گام پر نازکی مین ہے رگِ برگِ گلِ رعنا کمر	محسن
	عدم	روشنائی مین مین پاتا ہون عدم کی ظلمت اے قلم جھوٹے نہ مضمونِ کمر آج کی رات	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
کمر	عدم	دیوان مین سادی ہی جگہ چھوڑ دی مین نے مضمون یہ باندھا تری نازک کمری کا	ناسخ
	تارِ سنبل	تارِ سنبل کوئی کہتا ہے رگِ گل کوئی کمر یار جو ہوتی تو دکھائی دیتی	آتش
	چیتے کی کمر	چیتا اسیرِ عشق ہے آہو شکار ہے دیکھی نہ ایسی چشم نہ آئی نظر کمر	درخشان
	معما	کمان ابرو مژہ ناوک بلا گیسو پری ٹھہرا کمر اسکی معما ہے دہن رازِ نہانی ہے	امانت
	خط استوا	دو دو پہر گذرتی ہے اسکی تلاش مین ہے خطِ استوا تری اے سیمبر کمر	ناصر
	بال	حیلہ ہے موے پیمبر کی زیارت کا انھین زاہدو نکو عشق ہے تری کمر کے بال کا	ناسخ
	〃	جب سے نظر و نین سمائی ہے کمر ایذا مین ہون رنج دیتا ہے بہت آنکھو نین پڑنا بال کا	ناسخ
	زنار	کچھ نظر آئی نہ اوکافر مجھے تیری کمر سالہا اُلجھے رہے تارِ نظر زنار مین	ناسخ
	پیچ	کمر کا کس طرح مضمون کوئی ہاتھ آئے دہن کیطرح سے کافر کی ہے کمر بھی پیچ	
اندام نہانی	نشکافِ گندم	بزیرِ دامنت چیزے بعجبے نشکافِ گندمِ آدم فریبے	جامی

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
اندام نہانی	ہلال و ستارہ گنج مخفی	کردم تہ نافِ او نظارہ ۔ دیدم دو ہلال و یک ستارہ نہان گنج مخفی جو ہے زیر ناف بیان اُسکا ممکن نہین صاف صاف زبس عقل حیران ہے چارا نہین زبان کو یہان کچھ بھی یارا نہین	نعمت خانعالی میر حسن
	دو مہ نو	آگے تعریف مین خاموش زبان ہوتی ہے بات پردے کی ہی پردے مین عیان ہوتی ہی دلِ عاشق کو مگر تاب کہان ہوتی ہے پردۂ چشم مین تشبیہ نہان ہوتی ہے یان مضامین حیا خوب پسندیدہ ہین دو مہ نو نئی صورت سے یہ چسپیدہ ہین	آباد
سُرین	برج کوہ	بروج قصر جنت ہین یہ ساق عرش اعلی پر عجب صانع نے قائم کردیے ہین ران پر کوے نہین ممکن کہ دو کوہ وقار اک بال مین لٹکین تعجب ہی تمھارے دیکھکر زیر کمر کوے	ہلال ہلال
ران	آئینہ	زانو کی طرح صاف ہین اُس حور کی ساقین آئینے کی رانین ہین تو بلور کی ساقین	ناسخ
زانو	آئینہ	کیا سینہ و شکم کی صفائی کا ہو بیاں آئینہ ہم سمجھتے ہین زانوے یار کو	ناسخ
ساق	شمع کافوری	بے نور ہوئی جاتی ہین کافور کی شمعین ۔ شاید کہ نہین صبح کے کافور کی ساقین	ناسخ

نام عضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
ساق	بلور	ساق تجر نور ہے وہ ساق بلورین لاریب ہین برگ شجر طور کے تلوے	غنی
	کہکشان	کہکشان نے ساق پاے یار کا دھوکا دیا ماہ تابان کا سئہ زانو نظر آیا مجھے	آتش
	ساق سیمین	ساق سیمین کی محبت ہے ہمارے دم کے ساتھ اے پری تار نفس بھی تار سیمین ہو گیا	ناسخ
پائون	گلدستہ	انگشت پا ہر ایک کلی ہے گلاب کی گلدستہ صاف ہین میرے رشک چمن کے پائون	وحید
	لالہ شگفتہ	مثل تدرو سرخ ہین اُس سیمتن کے پائون یا لالہ شگفتہ ہین رشک چمن کے پائون	خلیل
ایڑیان	قمر	ایسے پنجے ہین نہ ہین ایسی بشر کی ایڑیان پنجہ خورشید کے پنجے قمر کی ایڑیان	ناسخ
	تارا	کیون نہ دیکھے اپنی ایڑی ایک تارا دیکھکر کم نہین تارون سے اُس رشک قمر کی ایڑیان	ناسخ
	سیب تر	ساق سیمین شاخ اعجوبہ ہے باغ حسن مین اُنگلیان انگور کی ہین سیب تر کی ایڑیان	ناسخ
	اگر	صانع عالم نے جب تیرا بنایا کالبد پائون صندل کے بنائے اور اگر کی ایڑیان	ناسخ
	کافور سحر	چوٹی اُس کافر کی ایڑی تک ہے مشک شام کی اور گوری گوری کافور سحر کی ایڑیان	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
ایڑیان	غنچۂ گل	باغ عالم مین ہین ایسی کس بشر کی ایڑیان غنچۂ گل ہین ہمارے سیمبر کی ایڑیان	فدا
	سُہیل	کفش کے گل گل سے خوشبو مین زیادہ ہو گئے ہین سُہیل اُس ماہ پیکر سیمبر کی ایڑیان	فدا
	گہر	کیون نہو ہر عضو تیرا آبروے بحرِ حسن ہین اگر تلوے صدف تو ہین گہر کی ایڑیان	فدا
	خورشید خاور	پہلے تارونسے سوا تھین وہ منور ایڑیان اب حنا سے ہو گئین خورشید خاور ایڑیان	محسن
پھولون کے گیند	برگ گل تلوے کلی ہر ایک اُنگلی پانون کی گیند ہین پھولون کے تیری او سمبر ایڑیان		محسن
	سمندر	آتشِ رنگ حنا سے یہ کبھی جلتی نہین اے بُت کافر ہین تیری کیا سمندر ایڑیان	محسن
کف پا تلوے	برگِ گل	برگ گل تلوے کلی ہر ایک اُنگلی پانونکی گیند ہین پھولونکی تیری او سمبر ایڑیان	محسن
	ستارے	ہے ضیا روے زمین پر ترے قدمونسے لگی فلکِ حُسن کے ثابت ہین سارے تلوے	امانت
	کافور	اُڑ جاتا ہے نقشِ کفِ پا لوحِ لحد سے اے رشک پری ہین ترے کافور کے تلوے	غنی
	بلور	شفاف ہین اسدرجہ کہ دیکھے نہین ایسے گویا کہ بنے ہین ترے بلور کے تلوے	غنی

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
کف پا (تلوہ)	ماہ چاند	تم دکھادو جو مہ چار دہم کو تلوہ غل ہوا افلاک پہ یہ چاند نرالا نکلا	زوار
	مہر	اے قمر ہین ترے مہتاب سے بہتر تلوے صاف آتے ہین نظر مہر منور تلوے	سردار
	آئینہ	اے ہلال ابکی ہوا ماہ صفر غربت مین جاے آئینہ یہان دیکھوگے کس کے تلوے	ہلال
	〃	نہ بنا تا کبھی آئینہ حیرت افزا دیکھتا خوابمین ترے جو سکندر تلوے	سردار
	شفق	یہ کس نے شام کو دکھلایا تلوہ شفق پھولی ہوئی ہے آسمان پر	
	پنجۂ خورشید	ید بیضا سے کیا تشبیہ دون اسکے کف پا کو جو اسکا نقش پا ہے پنجۂ خورشید تابان ہے	ناسخ
	صدف	کیون نہو ہر عضو تیرا آبروے بحر حسن ہین اگر تلوے صدف تو ہین گہر کی اڑیان	فدا
انگلیان	شاخ مرجان	ٹھنڈی ہاتھونمین ملی تو نے جواے دریاے حسن انگلیان رنگ حنا سے شاخ مرجان ہوگئین	انس
	شاخ گل رگ گل الف الفت	انگلیان صاف وہ مفتاح درجنت ہین شاخ گل ہین رگ گل ہین الف الفت ہین دون رگ گل سے ہین نسبت یہ کہ تار اشک سے اسقدر نازک ہین اس نازک بدن کی انگلیان	

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
کفِ پا تلوے	چنبیلی کی کلی	دیکھے جو ہین چنبیلی کی کلیونسی اُنگلیان وہ تیرے دست و پا کو کہے یاسمن کی شاخ	ناسخ
ناخن	ہلال	ہر مہینے مین فلک پر وہی بنتے ہین ہلال ساتوین روز جو کٹتے ہین تمھارے ناخن	محرور
	مدالف	دلِ نالان مین اُٹھا کر مرا رکھا ناخن بنگیا مدالف آہ کا گویا ناخن	منیر
	شمشیر	ہاتھ سے اُس قاتلِ عالم کے کیونکر جی بچے جسکا ہر ناخن بریدہ خیرتِ شمشیر ہے	ناسخ
قد	نیزہ	کب ہے اے ترک تجھے تیغ و سپر کی حاجت خال اگر ڈھال ہے تو قد ہی ترا نیزہ ہے	
	قیامت	وہ قد قیامت وہ خال آفت غضب کے تیور بلا کی چتون نگاہِ ناوک بھی برق بھی ہے کمان ہے ابرو ہلال بھی ہے	امیر مینائی
	آفت	دھیان رہتا ہے قدِ یار کی رعنائی کا سامنا روز ہے یان آفتِ بالائی کا	آتش
	سرو	اُس سرو قد کے عشق کی تاثیر دیکھنا ہر ایک دل کو شکلِ صنوبر بنا دیا	ناسخ
	شمشاد	برسون سے قدِ یار کا مضمون ہے مین بندھا مدت ہوئی گئے ہین شمشاد کیطرف	ناسخ
	صنوبر	گلشن مین آگیا جو قدِ یار مجھکو یاد رویا مین زیرِ پاے صنوبر تمام رات	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
قد	الف	پیری سے میرا نو عد گر حال ہو لہے	
		وہ قد جو الف سا تھا سو اب دال ہوا ہی	آتش
	بوٹا	گڑ گئے گلبن زمین مین دیکھکر بوٹا سا قد	
		تھا کفِ گل مین جو زر گویا دفینا ہو گیا	ناسخ
	مصرعہ	مصرعہ سرو مین لاکھون ہی نکالون شاخین	
		باندھون مضمون جو قدِ یار کی رعنائی کا	آتش
	طوبےٰ	سرو شمشاد و صدر و طوبےٰ	
		صدقے اُس قد پہ ہین یہ چار درخت	ناسخ
	نخل	طرفہ چمنِ حسن مین ہے نخل ترا قد	
		کرتہ جو ہے اے سرو روان مول سری کا	ناسخ
	شجرِ طور	شجرِ طور ہی قد اور وہ رخ شعلۂ طور	
		دستِ دلدار مین عالم ہے یدِ بیضا کا	ناسخ
	سولی	جو سہی قد نظر آیا اُسے سمجھا سولی	
		ہے سواد ارفنا مین مری منصور سی آنکھ	عباس
	تیر بے سوفار	ہے سراپا راست اور اُسکا دہن معدوم ہے	
		کیون نہ اُسکے قد کو سمجھین تیر بے سوفار ہم	ناسخ
	رایت اقبال	فتنۂ روزِ قیامت در رکابش میرود	
		رایتِ حسنِ بلند اقبال کا بالاستین	صائب
عاشق	بلبل	مین وہ بلبل ہون کہ اسے گل ترے کل تکئے سے	
		بوسے لینگے نہ نکلین گے میرے پر ماہر	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
عاشق	قمری	وہ ہے سروِ قدِ طوق سے مین ہون قمری وہ آزاد ہے تو گرفتار مین ہون	ناسخ
	پروانہ	کسکو ہے فکرِ کفن پروانۂ مردہ ہون مین شمعِ کشتہ ہون مجھے کیا کام ہے غسال سے	آتش
	دیوانہ	ملے گا وہ پری مجھکو مین دیوانہ ہون جسکا شکر خورے کو رزق اللہ پہونچاتا ہے شکر سے	آتش
	خونی کفن	ترے خونی کفنونکی یہ ادا رکھتے ہین پھولالے کے لباسِ شہدا رکھتے ہین	اُنس
	مجنون	ہوا سے اُڑکے پہونچا اُسکی پیکر کے کوچے مین وہ مجنون ہون جسے تختِ سلیمان ناتوانی ہے	اُنس
	مفتون	غزالانِ حرم کا کیون نہ شک ہو تیرے مفتون کو جو دیکھے طاقِ ابرو مین ترے چشمانِ میگون کو	ناسخ
	مفتون	مرے محل نشین کے آگے لیلےٰ کا جو مفتون ہے وہ مجنون ہے وہ مجنون ہے وہ مجنون ہے	ناسخ
	گریبان چاک	گریبان چاک کچھ ٹکڑے لئے دامن کے بیٹھے ہین جو موش آیا تو اب محتاج پیراہن کے بیٹھے ہین	ریاض
	بختِ خوابیدہ	بختِ خوابیدہ بھی گھبرا گئے سوتے سوتے کیا شبِ ہجر ہے اے دیدۂ بیدار دراز	ناسخ
معشوق	گل	کونسا حلقہ ہے جسمین اک دلِ عاشق نہین طرۂ گیسو ہے اُس گل کو گرانبالائے سر	آتش

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
نام معشوق	گل	یون تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہین دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانہ کس پر	داغ
	کافر	صید دلِ عاشق مین ہے مصروف وہ کافر بیخوف ہین اب صید حرم اور زیادہ	ذوق
	جان	بوسے کی آرزو مین ناسخ کی جان آئی ہے جان ہونٹھون پر	ناسخ
	سرو خرامان	بچھ رہے ہین برگ گل کوئی رگِ گل چبھ نہ جائے پانوں رکھ گلشن مین اے سرو خرامان دیکھکر	ناسخ
	لالہ رخ	لالہ رخون کے عشق مین گل کھانا جسم پر نایاب پوستین ہو نہ یہ پوستین جلا	آتش
	گلبدن	دماغ اپنا بھی اے گلبدن معطر ہے صبا ہی کے نہین حصے مین آئی بو تیری	آتش
	صنم	جذب دل کھینچ ہی لاتا ہے اُسے کو سون سے کر چکا ہے وہ صنم مجھ سے کئی بار گریز	ناسخ
	ماہ	خلق نے قرآن دیکھا جب ہوا ماہِ رجب ہمنے دیکھا مصحفِ رخسار اپنے ماہ کا	ناسخ
	رشک ماہ	جولان مین ہے سمند یہ کس رشکِ ماہ کا ہر ذرہ اک ستارہ ہو گرد و غبار سے	آتش
	خورشید	آہِ شب کا تو اثر اُلٹا ہے اُس خورشید پر مانگتا ہو نین دعاے صبح کس امید پر	ناسخ

نام اعضا	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
نام معشوق	قاتل	کر لیا قتل ہزارونکو یون ہی قاتل نے	
		میان سے بھی کبھی دیکھا نہین خنجر باہر	ناسخ
	ظالم	آسمان کو نہ بہت ناز سے دیکھ او ظالم	
		ابھی بیہوش ہر اک عرش کا حامل ہو گا	ناسخ
	سفاک	استخوان خاک ہوے خاک بھی برباد ہوئی	
		صاف ہوتا نہین اسپر بھی وہ سفاک ہنوز	آتش
	سیمبر	مجکو دیتا ہے فلوس داغ حسرت آسمان	
		بے زری مین ہاے جب وہ سیمبر آتا ہے یاد	ناسخ
	عشوہ گر	اب انقلاب ہو آغاز خط سے جلد کہین	
		بدل نیاز سے ہو میرے عشوہ گر کا ناد	ناسخ
	دلربا	اُس دلربا کے کوچے مین آگے ہولے جاے	
		اتنی تو جان اب بھی دلِ ناتوان مین ہے	آتش
	دلبر	شرح تنہائی ہے نامہ دیکھیو	
		جب اکیلا ہو وہ دلبر نامہ بر	ناسخ
	نازنین	ہے مثل یاسمین بدنِ نازنین سفید	
		اِن خوبیون سے بڑھ کے نہین یاسمین سفید	ناسخ
	جامہ زیب	کیون نہ تیرے حسن کی دولت بڑھے اے جامہ زیب	
		پُر زر انگیا سے بنی ہین قبۂ زر چھاتیان	محسن
	گلرو	یہ بھی دیوانہ کسی گلرو کا ہووے اے کریم	
		آشیان بلبل کا رکھیو باغبان بالاے سر	آتش

نام معشوق	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
	ترسا بچہ	کہتے تھے اُسی ترسا بچہ نے اے ناسخ	
		اسیر کر ہی لیا گیسوے چلیپا مین	ناسخ
	گل اندام	لالہ رو کہکر لگاتے ہین گل اندامونکے داغ	
		روز محشر شاعرو نکا پوست کھینچا جائیگا	آتش
	"	بیٹھ جائے جو گل اندام ہمارا اکدن	
		عطر کھینچین ابھی عطار گل قالین کا	ناسخ
	مغبچہ	شیشۂ مے طاق سے میکشو اُترے نہین	
		مغبچون نے تخت پریون کے اُتارے رات کو	ناسخ
	ملک الموت	ملک الموت اگر کیئے اُنھین تو ہے بجا	
		قتل بے تیغ پر زاد کیا کرتے ہین	ناسخ
	رشک قمر	تارے گنتے گنتے شب کو صبح کر دیتا ہو نہین	
		نیند اُڑا دیتا ہے اک رشک قمر کا انتظار	آتش
	آئینہ رو	ہین آئینہ مین صورت تصویر آئینہ	
		آئینہ رو کے سامنے حیران ہو نہین ہم	ذوق
	غارتگر ایمان	کافر عشق فرشتے کی نہین سنتے ہین	
		کس سے کہتا ہے وہ غارتگر ایمان چلیے	آتش
	گل تر	گل کر دیا جو اُس گل تر نے چراغ گل	
		ڈھونڈھا چراغ لیکے نہ پایا چراغ گل	ناسخ
	میکش خود بین	بارہا اُس میکش خود بین نے میرے سامنے	
		آئینہ کو تو سکندر جام کو جم کر دیا	ناسخ

نام	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
نامِ معشوق	آتش کا پرکالہ	ہے اُس آتش کے پرکالے سے فرقت بکی جاڑمین	
		سوائے داغِ حسرت گرم پہلو ہو نہین سکتا	ناسخ
	حُور	اے حور جاؤن مین ترے دروازے سے کہان	
		دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہی گھر بہشت	ناسخ
	رشکِ حُور	ناسخ کو جیتے جی تو گذرنا محال ہے	
		اے رشکِ حور تیری گلی ہو مگر بہشت	ناسخ
	گلعذار	گلعذار و یہ ہوئی تُجھسے مجھے بیزاری	
		آنکھ اُٹھا کر کبھی دیکھون نہ گلستان کی طرف	ناسخ
	شہسوار	خوبسا روندآج میری قبر کو اے شہسوار	
		پھُول جھڑتے ہین نہین نعلِ سُمِ توسن مین آگ	ناسخ
	رشکِ گل	سیرِ گلشن کر کے جب وہ رشکِ گل گھر کو چلا	
		صورتِ بلبُل لبِ ہر برگ سے چلّائے گُل	ناسخ
	سہی قد	ہے بجا گر وہ سہی قد جام نے لیتا نہین	
		گلشنِ عالم مین کب ہے سرو کو پروائے گُل	ناسخ
	شیرین ادا	جب مین روتا ہون تو یہ کہتا ہے وہ شیرین ادا	
		مثلِ شیرین مجھکو جوئے شیر کی حاجت نہین	ناسخ
	خوش قد	ایک عالم ہے خریدار اُسی خوش قد کا	
		سرو کو مول لیا کس نے جو آزاد کیا	ناسخ
	صیاد	مر چکا ہون پر ہوا آنا جو اُس صیاد کا	
		طائرِ روحِ روان بے بال و پر ہو جائیگا	ناسخ

نام	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
نام معشوق	سیمتن	گر ترقی چاہتا ہے حسن کی اے سیم تن پی مئے گلگون کہ اس سے سیم زر ہو جائیگا	ناسخ
	شمعرو	طور کا شعلہ ہمارے شمعرو کے سامنے سنگ مین پنہان ابھی مثلِ شرر ہو جائیگا	ناسخ
	طفل	کسقدر نام خدا وہ طفل ہے شیرین ادا اسپہ بھی زیر ران اب نیشکر ہو جائیگا	ناسخ
	شیرین دہن	کام فرما جب مرا شیرین دہن ہو جائیگا بے ستون پر نقش شیرین کوہ کن ہو جائیگا	ناسخ
	طفلِ برہمن	وادی غربت مین جسدم ہو گیا جوشِ جنون ہائے کیا مجکو وہ طفلِ برہمن یاد آئیگا	ناسخ
	پریرو	نام کندہ اُس پریرو کا نگینِ دل مین ہے جسکی چاہت مین سلیمان جھک کے خاتم ہو گیا	ناسخ
	سروِ روان	جب چلے گا باغمین تن تن کے وہ سروِ روان طوقِ قمری کیطرح شمشاد خم ہو جائیگا	ناسخ
	شاہِ حسن	ہونٹھ میرے ہین لبِ کاسہ سائل کیطرح حسن کا شاہ ہے تو مین ہون گدا بوسے کا	ناسخ
	یوسف	حواس و ہوش اُڑین دیکھکر کمین اُسکو وہ یوسف آئے تو ہو کاروان روان اپنا	ناسخ
	رشکِ ماہتاب	ہولہے آج جو وہ رشکِ ماہتاب جدا بدن کو جانسے کرتا ہے اضطراب جدا	ناسخ

نام	استعارہ و تشبیہ	مثال	شاعر
نام معشوق	بتان سنگدل	تیغ ابرو پر کسیکو ہو نہ شبہہ زنگ کا کر لیا ایسا بتانِ سنگدل کے دلمین گھر	ناسخ
	برق حسن	جلوہ فرما ہو یوہین شاید کبھی وہ برقِ حسن اپنے گھر مین ہم نکائین کوئی تجھ طور کا	ناسخ
	بحر حسن	سُنا نہین کہ مین اُس بحرِ حسن مین ہون غرق کہ کان سے نہین اُٹھتا ہی بار مچھلی کا	ناسخ
	لالہ	باغ مین اکبار گر وہ لالہ رو ہو جائیگا رنگِ گل غیرت سے پنہان مثلِ بو ہو جائیگا	ناسخ
	نور مجسم	کسکو اے نور مجسم ترے آگے ہو فروغ کر دیا تو نے چراغِ ید بیضا خاموش	ناسخ
	خوش چشم	در پہ اُس خوش چشم کے جا بیٹھے ہین مثلِ فقیر آہوؤن کو سایہ اپنا مرگ چھالا چاہیے	وزیر
	شعلہ رو	دلسوز کیسی بزم مین پروانون کی ہے شمع پر دل جلون کی قدر تجھے شعلہ رو نہین	منیر
	بھبوکہ	بنایا شمع کو پروانہ دیکھو اُس بھبوکے نے ہے نقشہ شکلِ فانوسِ خیالی اُسکی محفل کا	وزیر
	ترک	اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل ما را بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را	حافظ

نخلبند سخن

یعنے

باب سوم

در بیان

عروض و قوافی

تمہید

نظم کے لغوی معنے درست کرنے کے ہین اور اصطلاح شعرا مین وہ موزون کلام جو بالقصد کہا جاوے - اور با قافیہ ہو شعرا نے اس کی بہت سی قسمین بیان کی ہین اور وہ یہ ہین -

مصرعہ - ایک موزون جملہ - چاہے کسی وزن مین ہو - معنی لغوی ایک طبقہ و یک پارہ -

شعر - اس کے لغوی معنے جاننا و دریافت کرنا اور بفتح شین بال کے ہین اور اصطلاح نظم مین دو ہم وزن مصرعے -

فرد - اکیلا شعر - فرد کو بیت بھی کہتے ہین - یہ دو مصرعہ کا ہوتا ہے - چاہے دونون مصرعون مین قافیہ ہو یا ایک مین مگر بیت اور شعر عام ہین فرد سے -

رباعی - فارسی مین اس کو ترانہ کہتے ہین - چار مصرعون کا وہ کلام موزون جو خاص وزن پر موزون کیا گیا ہو - اس کا پہلا اور دوسرا [illegible] تھا مصرعہ ضرور ہم قافیہ ہوتا ہے اور جائز ہے - کہ چارون مصرعے قافیہ ہون - یہ بات شاعر کی طبیعت پر موقوف ہے واضع اسکا رودکی ہے اور اس نے تھوڑے تھوڑے اختلاف سے ۲۴ وزن اس کے

مقرر کیے ہین۔

غزل ۔لغوی معنے عورتون سے گفتگو کرنا۔ اصطلاح نظم مین وہ کلام موزون جس مین مختلف مضامین عشقیہ موجود ہون اور کسی خاص وزن اور قافیہ مین موزون کیا گیا ہو۔ غزل ہین کم از کم پانچ شعر اور زیادہ سے زیادہ پچیس ۲۵ اشعار ہوتے ہین غزل کے شعر اول کو جس کے دونون مصرعہ مین قافیہ ہو مطلع کہتے ہین اور اگر دوسرا شعر بھی اسی طرح کا ہے تو حسن مطلع۔ یا زیب مطلع کہتے ہین اور درمیان کے اشعار کو حشو اور جس شعر مین شاعر کا نام یا تخلص ہو اس کو مقطع کہتے ہین اور سب سے عمدہ شعر کو شاہ بیت کہتے ہین۔ مقطع مین شاعر کا اپنا نام درج کرنا یہ قدماے فارس اور نیز شعراے عرب مین دستور نہ تھا۔ معنی کے لحاظ سے غزل کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا ہوتا ہے۔ شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کل غزل ایک ہی مضمون کی ہو۔ غزل موضوع تو اسی غرض سے ہوئی تھی کہ اس مین محض عاشقانہ مضمون ہون۔ مگر تصوف پند و حکمت۔ ظرافت وغیرہ اور مضامین بھی اب اسمین داخل ہو گئے ہین۔

قصیدہ ۔لغوی معنی مغز موٹے کے ہین۔ اصطلاح نظم مین اس کلام موزون کو کہتے ہین جو کسی کی مدح و ذم یا نصایح یا شکایت زمانہ یا کسی واقعہ کے بیان مین مسلسل مضمون مین ہو۔ قصیدہ اور غزل مین یہ فرق ہے کہ قصیدہ کے اشعار کی تعداد معین نہین ہے۔ اور غزل کے اشعار کی تعداد مقرر ہے۔ اس کے سوا غزل مین کسی کی مدح اور ہجو نہین کرتے اور قصیدہ مین کر سکتے ہین۔ اور ہر قصیدہ کا اس کے مضمون کے اعتبار سے کوئی نام رکھ لیتے ہین۔ مثلاً جس مین مضمون عشق ہو اس کو عشقیہ کہتے ہین اور بہار والے کو بہاریہ اور شیخی والے کو فخریہ۔ اور شکایت آسمان کا ذکر ہو تو حالیہ۔ اور زمانہ کی شکایت ہو تو شہر آشوب

وجہان آشوب کہتے ہین قصیدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک باتمہید اور دوسرا بے تمہید۔ قصیدہ باتمہید اُس کو کہتے ہین جس کے شروع کے ابیات نفس مطلب سے کچھ غرض نہ رکھتے ہون اور اُس کو تشبیب کہتے ہین۔ اور جہان سے اصل مقصود کی طرف شاعر رجوع کرتا ہے وہ مقام تخلیص کہلاتا ہے اور قصیدہ بے تمہید ایسے قصیدہ کو کہتے ہین جس کے شروع ہی سے اصل مطلب لکھا جائے۔ تمہید کے معنے لغت مین فرش بچھانے کے ہین۔

قطعہ۔ ٹکڑا ابیات کا جو دو شعر یا اِس سے زیادہ کا ہو۔ لیکن مطلع نہ رکھتا ہو۔ اگر مطلع ہوگا تو ایسا قطعہ غزل خواہ قصیدہ کے طور پر ہوگا۔ ایسے قطعہ مین رباعی کی طرح چار مصاریع ہوتے ہین۔ زیادتی کی تعداد مقرر نہین ہے قطعہ کے کل اشعار سے مطلب ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کو قطعہ اسی لیے کہتے ہین کہ مطلع سے قافیہ منقطع ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ قطع کے کل اشعار کا مضمون اور مسلسل اور مربوط ہو۔

مثنوی لغوی معنی ہین تثنیہ کیا گیا۔ یعنی ایسے اشعار جن مین ہر ایک شعر کے دو مصرعون کے قافیے ملتے جاوین۔ مثل سکندر نامہ۔ گلزار نسیم۔ بوستان وغیرہ کے اور بالاتفاق مثنوی کے سات وزن ہین علاوہ اُنکے اور وزن مین نا جائز ہے۔

مرثیہ۔ کسی قسم کی نظم جس مین کسی کی موت پر افسوس و ماتم ہو۔

تاریخ کسی قسم کی نظم جسمین کسی واقعہ کا سن و سال اعداد مقررہ حروف سے ظاہر کیا گیا ہو اور جن الفاظ سے سال نکلتا ہے وہ مادۂ تاریخ کہلاتے ہین

ترجیع بند۔ لغوی معنے اس کے لوٹانے کے ہین اصطلاح شعرا مین وہ چند اشعار جو ایک وزن اور ایک قافیہ مین ہون اور ہر غزل کے آخر مین قافیہ سے علٰحدہ ایک شعر غزل کے وزن سے ملا ہوا ہو اور چند اشعار کے بعد بار بار وہی شعر ہر غزل کے

خاتمہ بند کے طور پر آتا جائے۔ اور آخر غزل مین شاعر کا تخلص آوے
اور پھر شعر مقررہ بعد مین آوے ایسی نظم کو ترجیع بند کہتے ہین۔

ترکیب بند۔ یہ بھی مثل ترجیع بند کے ہے۔ اس مین ہر غزل کے آخر مین جو شعر بند کے
طور پر آتا ہے وہ ترجیع بند کی طرح بار بار نہین آتا۔ بلکہ ہر غزل کے بعد
نیا شعر نئے مضمون کا ہوتا ہے۔

مستزاد۔ ایک مصرعہ کے سامنے ایک ایسا سجع لفظ لاتے ہین جو شعر کے قافیہ سے
ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور اُس جملے کو شعر کے مطلب سے کچھ بھی تعلق نہین ہوتا
اور کبھی بغیر اُس کے اُس شعر کا مطلب نہین ظاہر ہوتا ہے متقدمین نے
رباعی کے وزن مین لکھا ہے اور متاخرین نے غزل مین بھی مستزاد کیا ہے۔

مسمّط۔ تسمیط سے مشتق ہے لغوی معنی اس کے لڑی مین موتی پرونا ہے۔ یہ چند
مصاریع ایک وزن اور مختلف قافیے کے ہوتے ہین اگر وہ طاق ہون تو
اس کا مطلع بھی قافیہ اول سے ملے گا۔ اور اگر جفت ہو تو پہلے مصرعہ کا
قافیہ بھی ہموزن ہوگا۔ اور دو مصرعہ بند کا دوسرے قافیہ مین ہوگا۔
اور مربع کے مطلع کا قافیہ ہموزن ہوگا۔ اور دوسرے مصرعہ مین تین
مصرعہ ایک قافیہ مین چوتھا مصرعہ مطابق قافیہ بند اول کے ہوگا ایسے
مصاریع کی تعداد تین مصرعون سے کم اور دس مصرعون سے زائد
نہین ہوتی ہے۔ ع

صفحہ ما بعد مین مسمّط کے اقسام کی تعداد اور اُن کے نام اور ہر نام مین
جتنے مصاریع ہوتے ہین اُن کے متعلق ایک نقشہ دیا جاتا ہے
جس کے ذریعہ سے مسمّط کے بیان کی پوری تشریح ہو جائے گی۔

ع

واضح ہو۔ کہ ایسے ہموزن و ہمقافیہ مصرعونکو بیت اصلی تک مسلسل و مربوط ہونا چاہیئے ۱۲

نقشہ مسمّط کے اقسام اور اُنکے مصرعون کی تعداد

مسمّط کے اقسام کا نام	مسمط کے اقسام کے مصاریع کی تعداد	کیفیت
۱ - مثلث	۳ - مصاریع ہوتے ہین	نظم کی بارھوین قسم جو اوپر بیان ہوئی ہے وہ مسمّط ہے - اس نقشہ مین مسمط کے آٹھ اقسام دکھلائے گئے ہین - ان اقسام کے علاوہ - مرثیہ - سلام و اسوخت وغیرہ بھی ہین لیکن مرثیہ اور و اسوخت مسدس سے جدا نہین ہو سکتے اور سلام و غزل قصیدہ کے قاعدہ سے باہر نہین ہے -
۲ - مربّع	۴ - 〃 〃	
۳ - مخمس	۵ - 〃 〃	
۴ - مسدّس	۶ - 〃 〃	
۵ - مسبّع	۷ - 〃 〃	
۶ - مثمن	۸ - 〃 〃	
۷ - متسع	۹ - 〃 〃	
۸ معشّر	۱۰ - 〃 〃	

القاب ارکان و ابیات بنا بر دستور عرب

یعنی

نظم کی اصطلاح

صدر - بیت کے مصرعۂ اول کے رکن اوّل کا نام ہے -

ابتدا - بیت کے مصرعۂ دوم کے رکن اوّل کا نام ہے -

عروض - بیت کے مصرعہ اوّل کے رکن آخر کا نام ہے -

ضرب - بیت کے مصرعہ دوم کے رکن آخر کا نام ہے -

سالم - جو رکن یا بحر جس طرح اپنے دائرہ سے نکلی ہے اُسی طرح مستعمل ہو یعنی اُسکی اصل وضع مین فرق نہ ہونے پائے -

حشو - اُن رکنون کو کہتے ہین جو درمیان صدر و عروض و ابتدا و ضرب کے واقع ہون

فروع - یہ جمع ہے فرع کی ارکان متغیرہ کو کہتے ہین -

زحاف - وہ تغیر جو اصول مین واقع ہوا ہو - بزیادتی خواہ بکمی -

مثمن - اُس بیت کو کہتے ہین جس مین آٹھ رکن ہون -

مربع - وہ بیت ہے جس مین چار رکن ہون - اس صورت مین بیت کا ایک مصرعہ دو رکن کا ہوا -

مثنیٰ - اُس بیت کو کہتے ہین جس مین دو رکن ہون -

مسدس - اُس بیت کو کہتے ہین جسمین چھ رکن ہون -

مثلث - وہ بیت جسمین تین رکن ہون - اس صورت مین بیت کا ایک مصرعہ ڈیڑھ رکن کا ہوا - پس لامحالہ بیت مقید ہوگی -

موحد - اُس بیت کو کہتے ہین جس مین ایک رکن ہو - اس صورت مین بیت کا ایک مصرعہ نصف رکن کا ہوا

بیان اصول یا اجزا ارکان

سبب - وتد - فاصلہ

سبب - دو حرف کے لفظ کو کہتے ہین - یہ دو قسم کا ہوتا ہے - ایک کو سبب خفیف اور دوسرے کو سبب ثقیل کہتے ہین - سبب خفیف وہ لفظ ہی جس کا ایک حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو جیسے گل و مل کہ اس مین ہر دو لام ساکن ہین اور گاف و میم متحرک ہے -

سبب ثقیل - وہ لفظ ہے جس کے دونون حرف متحرک ہون جیسے گل تر یا در یار گل کا گاف و لام دونون متحرک ہے اور اسی طرح در مین دال و

دونون متحرک ہین۔

وتد — تین حرف کے لفظ کو کہتے ہین یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک کو وتد مجموع اور دوسرے کو وتد مفروق کہتے ہین وتد مجموع وہ ہے جس کے دو حرف متحرک اور تیسرا ساکن ہو۔ جیسے جَفَا اور وَفَا مین دو دو حرف متحرک اور ہر دو الف ساکن ہین۔

وتد مفروق ہے جس کے درمیان کا حرف ساکن ہو جیسے سَرْوِ کی رِ ساکن ہے اور سَ و متحرک ہے۔

فاصلہ۔ چار یا چار سے زیادہ حرف والے لفظ کو فاصلہ کہتے ہین یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک کو فاصلۂ صغریٰ اور دوسرے کو فاصلۂ کبریٰ کہتے ہین۔

جس لفظ کے پہلے کے تین حرف متحرک ہون اور چوتھا ساکن ہو اُس کو فاصلۂ صغریٰ کہتے ہین جیسے عُلَمَاؔ و فُضَلَاؔ مین اوّل کے تین حرف متحرک ہین اور آخر کے ہر دو الف ساکن۔

اور جس لفظ کے پہلے کے چار حرف متحرک ہون اور پانچوان ساکن ہو اُس کو فاصلۂ کبریٰ کہتے ہین۔ جیسے متفرق و متکلم وغیرہ۔

واضح ہو۔ کہ اصول[۵۱] مذکورۂ بالا سے سات ارکان[۵۲] بحرون کے بنتے ہین جنکو افاعیل ہفت گانہ کہتے ہین دو رکن پنج حرفی ہین یعنی فَعولُن اور فاعلن اور پانچ رکن سات حرفی یعنے مفاعیلن مستفعلن متفاعلن فاعلاتن مفعولات۔ اور ان ارکان سے اُنیس بحرین نکلتی ہین مگر رائج صرف گیارہ ہی ہین۔ رجز[۱]۔ رمل[۲]۔ کامل[۳] متدارک[۴] متقارب[۵]۔ ہزج[۶]۔ خفیف[۷]۔ مربع مجتث[۸]۔ مضارع[۹]۔ منسرح[۱۰]۔ اور انکی تفصیل آیندہ اسی سلسلہ مین درج ہے۔

---

۵۱ اصول رکن کے اجزا کو کہتے ہین ۱۲ ۵۲ ارکان جمع ہے رکن کی اور بحر کے اجزا کے ہر ایک جز کا نام رکن ہے۔

بیان ارکان یا اوزان شعر

فعولن - فاعلن - مستفعلن - مفاعیلن - فاعلاتن - متفاعلن - مفاعلتن - مفعولات - فاع لاتن - مس تفع لن

یہ ارکان اگر پورے پورے استعمال کیے جائیں تو بحر سالم کہلائیں گے اور اگر کم بیش کریں تو اس کو بحر مزاحف کہتے ہیں ارکان مذکورہ بالا کی نظیر ذیل میں درج کیجاتی ہے

	ارکان	مثال	شرح اجزا یعنی سبب وتد اور فاصلہ
۱	فعولن	فعولن کرم کر	ایک وتد مجموع کے بعد ایک سبب خفیف یعنی کرم وتد مجموع اور کر سبب خفیف
۲	فاعلن	فا علن کر کرم	ایک سبب خفیف کے بعد ایک وتد مجموع یعنی کر سبب خفیف اور کرم وتد مجموع۔
۳	مستفعلن	مس تف علن غفلت نکر	دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مجموع یعنی غف لت دو سبب خفیف اور نکر وتد مجموع۔
۴	مفاعیلن	مفا عی لن کرم کر رب	ایک وتد مجموع کے بعد دو سبب خفیف یعنی کرم وتد مجموع اور کر و رب ہر دو سبب خفیف۔
۵	فاعلاتن	فا علا تن رب کرم کر	دو سبب خفیف کے درمیان میں ایک وتد مجموع یعنی رب کر ہر دو سبب خفیف کے درمیان کرم وتد مجموع
۶	متفاعلن	متفا علن گل با غنو	ایک فاصلہ صغریٰ (یا ایک سبب ثقیل و ایک سبب خفیف) کے بعد ایک وتد مجموع یعنی گل سبب ثقیل و با سبب خفیف کے بعد غنو وتد مجموع۔
۷	مفاعلتن	مفا علتن فلک پہ ستم	ایک وتد مجموع کے بعد ایک فاصلہ صغریٰ (یا ایک وتد مجموع

	ارکان	مثال	شرح اجزا یعنی سبب و تد اور فاصلہ
			کے بعد ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف) یعنی فلک و تد مجموع اور یہ ستم فاصلۂ صغریٰ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے
۸	مفعولات	مفعولات رب کو مان	دو سبب خفیف کے بعد ایک وتد مفروق یعنی رب و کو دو سبب خفیف اور مان وتد مفروق۔
۹	فاعِ لاتن	فاع لاتن مان رب کو	ایک وتد مفروق کے بعد دو سبب خفیف یعنی مان وتد مفروق اور رب و کو دو سبب خفیف۔
۱۰	مُس تَفعِ لُن	مُس تَفعِ لن ای سرو من	دو سبب خفیف کے درمیان ایک وتد مفروق یعنے آے سن ہر دو سبب خفیف کے درمیان سرو وتد مفروق ہے

ارکان مذکورۂ بالا کے علاوہ دس ارکان رباعی کیلئے مخصوص ہین جنکے نام نیچے لکھے جاتی ہین

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
فعولن	مفعول	مفعولن	مفاعیلن	مفاعلین	مفاعیل	فاعلن	فعل	فع	فاع

عروضیون نے رباعی کے اوزان کے لیے دو شجرہ مقرر کیے ہین ایک شجرہ کا نام شجرۂ اخرب رکھا ہے اور دوسرے کا نام شجرۂ اخرم اور ان دونون سے بارہ بارہ اوزان نکلتے ہین۔ جملہ چوبیس ۲۴ ارکان رباعی کے لیے مخصوص ہین۔

نوٹ:- واضح ہو کہ ارکان مذکورہ بالا مین نمبر ۳ مستفعلن اور نمبر ۵ فاعلاتن یہ دونون تلفظ مین متصل ہین جو قریب کے معنی رکھتے ہین۔ اور نمبر ۹ فاعِ لاتن اور نمبر ۱۰ مُس تَفعِ لُن یہ دونون تلفظ مین منفصل ہین جو دوری کے معنی رکھتے ہین۔ ان ارکان کی ترکیب صرف سبب اور وتد سے ہی ہو سکتی ہے فاصلہ کی چنداں ضرورت نہین ہے کیونکہ ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ملکر فاصلہ صغریٰ ہوتا ہے۔ ۱۲

جو ارکان کہ مفعول سے شروع ہوتے ہین وہ اخرب کہلاتے ہین اور جو رکن مفعولن سے شروع ہوتے ہین وہ اخرم کہے جاتے ہین - رباعی مین صرف چار رکن ہوتے ہین جس کی مثال ذیل مین درج کی جاتی ہے

ایک مثال شجرۂ اخرب کی یہ ہے - مفعول مفاعیل مفاعیل فعل

ایک مثال شجرۂ اخرم کی یہ ہے - مفعولن مفعول مفاعیل فعل

اور اسی طور سے مثنوی کے لیے بھی خاص خاص بحرین مقرر ہین اور وہ عموماً سات قسم کی ہین جن کی تفصیل ذیل مین درج کی جاتی ہے

مثنوی کے بحرون اور ارکان کی تشریح اور مثال

نمبر	نام بحر	ایک مصرعہ کا رکن	مثال
۱	بحر رمل مسدس مقصور الآخر	فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	مثنوی شیر برنج (سید انشا)
۲	بحر رمل مسدس مقصور الآخر محذوف	فاعلاتن فعلاتن فعلان یا فاعلاتن فعلاتن فعلن	مثنوی نعرۂ عشق (مولوی غلام امام شہید)
۳	بحر سریع مسدس مطوی مقصور یا مکفوف	مفتعلن مفتعلن فاعلان یا مفتعلن مفتعلن فاعلن	مخزن اسرار (نظامی)
۴	بحر خفیف مسدس مخبون الآخر	فاعلاتن مفاعلن فعلن یا فاعلاتن مفاعلن فعلان	مثنوی طلسم الفت (قلق)
۵	بحر متقارب ثمن محذوف الآخر	فعولن فعولن فعولن فعل یا فعولن فعولن فعولن فعل	مثنوی میر حسن اور بوستان سعدی
۶	بحر ہزج مسدس محذوف الآخر	مفاعیلن مفاعیلن فعولن یا مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل	مثنوی مولانا غنیمت

نمبر شمار	نام بحر	ایک مصرعہ کا رکن	مثال
۷	بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف	مفعول مفاعلن فعولن یا مفعول مفاعلن مفاعیل	مثنوی گلزار نسیم

اُنیس بحور نظم مین اساتذہ نے نکالی ہین جنکی تشریح ذیل مین درج ہی۔

اُنیس بحورمین چند ضروری باتون کی تشریح

۱۔جس بحر کے ہر ایک مصرعہ مین وہی وہی یا متفرق ارکان اپنی پوری شکل سے پائے جائین اُسے بحرِ سالم کہتے ہین۔ جیسے۔فعولن فعولن فعولن فعولن یا فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن وغیرہ۔

۲۔جن ارکان مین کمی یا زیادتی یا صرف متحرک کو سکون ہو اُن کو مزاحف کے ارکان کہتے ہین جیسے۔

۱۔کمی کی مثال فعولن کا فعول یا فعل کا فع اور فاعلاتن سے فاعلات اور مفاعیلن سے مفاعیل مفعولن سے مفعول وغیرہ۔

۲۔زیادتی کی مثال۔فعولن کا فعولان اور مستفعلن کا مستفعلان وغیرہ کہ زیادتی ظاہر ہے

۳۔سکون جزء متحرک لفظ کو ساکن کرنا جیسے مس۔تفع۔لن سے مستفعلن یہان پر (ف) ساکن کیا گیا ہے۔

ساکن اُسے کہتے ہین کہ حرف کا تلفظ پورا نہ نکلے جیسے یہ ضرب المثل ہے نادین آئے یہان لفظ مثل مین (ث) ساکن کیا گیا ہے اور دوسری جگہ یہ یون ہے۔مثل ہے کہ جوگی ہوے کس کے میت ؛ یہان لفظ مثل مین (ث) متحرک ہے اور اس سے زیادہ تشریح کی ضرورت ہو تو قواعد عروض و قوافی فارسی خواہ اُردو ملاحظہ فرمائین۔

اس جگہ ترکِ ادب طول سخن پیش سخندان کو مدنظر رکھکر مختصر مختصر اُصول لکھے گئے ہین اور مزاحف کے ارکان کے متعلق سب سے آخر مین ایک نقشہ درج

کیا گیا ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ مزاحف کے کتنے ٹکڑے ہو سکتے ہین اور وہ کن کن ارکان سے تعلق رکھتے ہین۔

۳۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو الفاظ تلفظ مین آتے ہین وہی تقطیع مین شمار ہونگے نہ کہ مکتوبی اور جن الفاظ مین اضافت آتی ہے اضافت کی جگہ پر تقطیع مین یائے معروف خواہ مجہول بڑھاتے ہین جیسے (صاحبِ سامان رہا باقی نہ سامان رہ گیا) کا وزن ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اس کی تقطیع اس طرح پر کرین گے کہ صاحبے سا فاعلاتن۔ مارہا ما فاعلاتن تی نسا ما فاعلاتن رہ گیا فاعلن۔ اس مین صاحب کی (ب) کی اضافت کی جگہ یا لگائی گئی ہے۔ اور سامان کا نون کہ تلفظ مین نہ تھا ساقط کیا گیا ہے اسی طرح ہر جگہ خیال کر لینا چاہیئے۔

جو حروف ساقط ہو جاتے ہین وہ غیر معتبرہ کہلاتے ہین اور جو تلفظ مین ظاہر ہوتے ہین وہ معتبرہ کہلاتے ہین۔ ذیل کے نقشون سے حروف معتبرہ اور غیر معتبرہ کی تشریح ہو جاوے گی۔

نقشۂ حروف مکتوبی غیر ملفوظ جو تقطیع مین ساقط ہو جاتے ہین

نام حروف غیر معتبرہ	مثال	نام حروف غیر معتبرہ	مثال
وہ الف جو کسی لفظ کے ابتدا مین ہو اور اُس کے پہلے کوئی لفظ ہو۔	کم اُنس کا الف تقطیع سے ساقط ہوگا۔	واو اشمام ضمہ یعنی واؤ مضموم جو بعد خا معجمہ کے اور قبل الف یا یا تحتانی کے شروع لفظ مین آوے	خواب و خویش کا واو
واؤ عاطفہ۔	ساقی و مطرب کا واو	نون غنہ۔ جو بعد حروف مد کے آتا ہے اگر یہ نون مصرع کے آخر مین ہوگا تو ساقط ہو جائے گا۔	آنکھ کا نون ہمان کا نون نہان کا نون وغیرہ
واؤ بیان ضمہ۔	ہجو تو مین جو واؤ ہے		

نقشہ حروف ملفوظی غیر مکتوب جو تقطیع سے ساقط نہین ہوتے

نام حروف معتبرہ	مثال	نام حروف معتبرہ	مثال
الف مدہ کا۔	آمد کا الف کہ تقطیع مین دو الف لکھا جائیگا	حروف مشدد۔	خرّم کی (ر) تقطیع مین دو لکھی جائیگی
واؤ مدہ کا۔	طاؤس کا واو تقطیع مین دو واؤ لکھا جائیگا	الفاظ عربی جیسے لہذا مین الف جو بعد ہاے ہوز کے ہے۔	تقطیع مین لہا ذا لکھین گے
یاے جو اشباع کسرہ سے حاصل ہوتی ہے	گلِ سُرخ مین ل کا زیر (ے) سمجھا جائیگا	ہمزۂ کسری جو آخر لفظ کے ہاے ہوز پر ہوتا ہے	گوشۂ چشم کو تقطیع مین گوشے چشم یا ے کے ساتھ لکھینگے

فارسی یا اُردو مین نہین ہین اُن ۱۹ رکان سے جو ہم پیشتر بیان کر چکے ہین ۱۹ - بحرین نکالی گئی ہین اور اُن بحرونکے نام اور اُنکے ارکان کی تشریح اور مثال ذیل مین درج کی جاتی ہے

نمبر شمار	نام بحر	ایک مصرعہ کے ارکان	مثال
۱	طویل سالم	فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن	باحسانِ تو ئی حاتم برفعت تو ئی کسریٰ بفرمان تو ئی حاکم بجرہان تو ئی عیسیٰ
۲	مدید سالم	فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن	دل ز ہجرت اے صنم خون خود را میخورد جان ز دستت اے صنم جامہ بر تن میدرد
۳	بسیط سالم	مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن	چون خار و خس بفرد و شب افتادہ ام در رہت باشد کہ بر حال من افتد نظر ناگہت

نمبر	نام بحر	ایک مصرعہ کے ارکان	مثال
۴	وافر سالم	مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن	چہ شد صنما کہ سوے کسی بچشم وفا نمی نگری۔
〃	〃	〃	ز رسم جفا نمی گذری طریق وفا نمی سپری۔
〃	〃	〃	فلک یہ ستم نہ ڈھائے ابھی بجائے کوئی ستا کے مجھے
۵	کامل سالم	متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن	ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر و سیمن و رآ
〃	〃	〃	تو ز غنچہ کم ندمیدۂ دِ ر دل کشا بچمن در آ
〃	〃	〃	شب غم کی ہائے وہ ہچکی کہ تڑپ تڑپ کے سحر ہوئی
۶	رمل سالم	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن	ترکِ چشم او کند ساکن دلِ بیتاب را
〃	〃	〃	زندگانی کشتنِ آتش بود سیماب را۔
〃	〃	〃	صاحبِ سامان رہا باقی نہ ساماں رہ گیا
۷	ہزج سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	کرا میکشت در دل کز زمین انسان شود پیدا
〃	〃	〃	کہ می گفت از تنورِ خام این طوفان شود پیدا
〃	〃	〃	ترا شکوہ بھلا ہم اوستم ایجاد کیا کرتے
۸	رجز سالم	مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن	اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتان آزری
〃	〃	〃	ہر چند وصفت می کنم در حسن زان نیبا تری
〃	〃	〃	وہ باوفا کہنے کا مٹنے کا یہ حاصل ہوا
۹	منسرح سالم	مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات	یکدم بیا اے دلدار بنما مرا آن رخسار۔
۱۰	مضارع سالم	مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن	نخواہم از تو یکدم جدا باشم
			تو باشی ہمراہِ من ہر کجا باشم
۱۱	سریع سالم	مستفعلن مستفعلن مفعولات	خواہم ترا جویم ترا من اے یار
			خواہم ترا جویم ترا گل رخسار

نمبر شمار	نام	ایک مصرعہ کے ارکان	مثال
۱۲	خفیف سالم	فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن	دیدہ ام تا رخسار آن ماہ طلعت
〃	〃	〃	گشتہ چشم آئینہ سان محو حیرت
۱۳	مجتث سالم	مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن	در عشق تو اے پریرو دیوانہ خواہم شد بمن -
〃	〃	〃	نے نے غلط گفتم این را فرزانہ خواہم شد بمن
۱۴	مقتضب سالم	مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن	میسوزم ز داغ جگرے نالم ز درد و الم -
〃	〃	〃	مے غلطم ز شب تا سحر خون گریم ز ندوہ و غم -
۱۵	متقارب سالم	فعولن فعولن فعولن فعولن	کسے کو ز داغش نشانے ندارد
〃	〃	〃	بہ تن ہمچو تصویر جانے ندارد -
〃	〃	〃	مقدر سے بدلے مقدر کسی کا
۱۶	متدارک سالم	فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن	آن صنم کز خمش جان و دل گشتہ خون -
〃	〃	〃	نے عجب گر چکد اشک من لالہ گون
〃	〃	〃	مٹ گئے عشق میں امتحان ہو چکا
۱۷	قریب سالم	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن	سرم از عرش بالاتر بگذرانی
〃	〃	〃	اگر گوئی کہ ہستی از بندگانم
۱۸	جدید سالم	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن	ہر شب گوئی کہ فردایت خوش کنم
〃	〃	〃	چند فردا رفت شاید فردا کنی
۱۹	مشاکل سالم	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن	ہنسکے بولے کہ جاتے ہین خدا حافظ

ارکان مذکورۂ بالا کے ساتھ دیگر ارکان کم و بیش کر کے جو متفرق اوزان پیدا ہوتے ہین ان سب کا نام مزاحف ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکے ہین۔ انیس بحور سے کئی مزاحف

پیدا ہوتے ہین۔ طوالت کے اندیشہ سے بطور نظیر خاص خاص بحور کے کچھ مزاحف ناظرین کے ملاحظہ کے لیے۔ ذیل مین درج کیے جاتے ہین۔

نقشہ بعض مزاحف

نام بحر	ارکان جو توڑ مروڑ کر مزاحف بنائے گئے ہین	مثال
۱ بسیط مزاحف	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	محوِ تماشاے تو دیدۂ اہل نظر
۲ رمل مزاحف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات	صورتِ گرد مجسم صبح گوید آشکار
〃	فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	من نمی دانم فعولن فاعلن
		شعرے گویم بہ از درِ عدن
〃	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	آسمان صبحِ قیامت گردد از غوغاے من
〃	مفعولن مفعولن مفعولن مفعولن۔	آن آمد آن آمد آن آمد آن آمد
〃	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن۔	دمبدم عرش سے آتی ہے صدا آجکی رات
۳ ہزج مزاحف	مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن۔	دلم برون شد از غمت غمت زدل برون نشد
〃	مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن۔	مردم زغم ہجرت وقت است کہ باز آئی۔
〃	مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔	دیدیم کہ اقبالیت شب فتنہ غنودیم۔
〃	مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن۔	اقبال کرم می گزد ارباب ہم را۔
〃	مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفاعیل۔	تر لعل شکربار مرا چشم گہربار۔
〃	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل۔	الٰہی غنچۂ امید بکشاے
〃	〃	گلِ از روضۂ جاوید بنماے
〃	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	بیا جامی رہا کن شرمساری
		ز صاف دوردیش آرائچہ داری

	نام بحر	ارکان جو توڑ مروڑ کر مزاحف بنائے گئے ہیں	مثال
۳	ہزج مزاحف	مفعول مفاعلن مفاعیل	عنقائے نظر بلند پرواز
	〃	مفعول مفاعلن فعولن	نشتر چہ زنی رگِ جنون را
	〃	مفعول فاعلن فعولن	خود را در خود کنی تماشا
	〃	مفعول فاعلن مفاعیل	یوسف آمد میانِ بازار
۴	رجز مزاحف	فاعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن	نزدِ شما دمِ سرو چمن ہے کہ نہیں۔
	〃	〃	باغبان بول ذرا تیرے دہن ہے کہ نہیں۔
	〃	مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن۔	می شگوفد گلِ بیمنہا ز نسیمِ سحری۔
۵	منسرح مزاحف	مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن	اب دلِ مضطر مرا بابر کے قابو میں ہے
۶	مضارع مزاحف	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	خوا ہم کہ سیر بنیم روے چو یاسمنش۔
	〃	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلن	گل در چمن بنا شد ہم رنگ و روئے او۔
	〃	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان	تمھارے چاہنے والے کمال کرتے ہیں
	〃	مفعول فاعلان مفاعیل فاعلن	بازار خویش و آتش ما تیز می کنی۔
۷	سریع مزاحف	مفتعلن مفتعلن فاعلاتن۔	وقت ضرورت چو نماند گریز
	〃	〃	بھول گیا کوئی وفا میں میری۔
۸	خفیف مزاحف	فاعلاتن مفاعلن فعلن	آہ شرمندۂ اثر نہ ہوئی۔
۹	مجتث مزاحف	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن	بٹھاوے درد جگر کا ذرا اٹھا کے مجھے
۱۰	مقتضب مزاحف	فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن	پیچ و تابِ زلفِ بتان بیقرار کردمرا
۱۱	متقارب مزاحف	فعولن فعولن فعولن فعل	کرم مایۂ شادمانی بود۔
	〃	فعولن فعولن فعولن فعول	بنامِ خداوندِ بسیار بخش
	〃	فعلن فعولن فعلن فعولن	من رندِ عاشق و انگاہ توبہ

	نام بحر	ارکان جو توڑ مروڑ کر مزاحف بنائے گئے ہین	مثالی
	متقارب مزاحف	فعول فعلن فعول فعلن	گرم بخوانی ورم برانے
	〃	فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن	زہے دو چشمت بخونِ مردم کشادہ تیر و کشیدہ خنجر
	〃	〃	رخِ چو ماہت صباح دولت خطِ سیاہت شبِ معنبر
	〃	فاع فعولن فاع فعولن	اے شبِ الفتّ غالیہ سائے
	〃	〃	دے مہ رویت غالیہ پوشے
	〃	فاع فعولن فاع فعل	روی تو دیدم ای گلِ تر ۔ نخل امیدم داد ثمر
۱۲	متدارک مزاحف	فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن	۱ شب یارت آمد از در و پیش دیدم حیران گشتم
	〃	〃	قربان کردم دل بر دلبر جان جان آہیجان گشتم
۱۳	جدید مزاحف	فعلاتن فعلاتن مفاعلن	صنما روے تو دیدم زخود شد۔
۱۴	مشاکل مزاحف	فاعلات مفاعیل فاعلات مفاعیل	خیز و طرف چمن گیر با حریفِ سمن روے

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن جن بحرون مین شعراے اُردو زبان شعر لکھتے ہین وہ بارہ ہین اُن کے نام نیچے لکھے جاتے ہین

کامل ۱ - وافر ۲ - رجز ۳ - رمل ۴ - ہزج ۵ - مجتث ۶ - مضارع ۷ - منسرح ۸ خفیف ۹ - سریع ۱۰ متدارک ۱۱ متقارب ۱۲

یہی بارہ بحور ہین جو اُردو نظم مین رائج ہین - ان مین سے ہر ایک کے ارکان اور اوزان بیان ہو چکے - ان مین زحافات بھی ہوتے ہین - جن کا ذکر بھی ہو چکا - اگر اس سے زیادہ تشریح اور تصریح کی ضرورت ہے - تو عروض کی جلدین ملاحظہ کیجیے

مذکورۂ بالا اُردو بحور سالم الارکان اور مزاحف کی مثال فارسی اشعار کے بعد اُردو شعر مین دی گئی ہے - جن جن ارکان مین اُردو شعر مثال مین درج ہین وہی وہی ارکان اُردو مین رائج ہین - اور اگر تقاضاے بشریت سے کہین سہو ہو گیا ہو تو اہلِ فن سے استدعا کیجاتی ہے کہ درست فرما کر ناچیز مؤلف کو اطلاع بخشین تا کہ آیندہ اُسکی تلافی ہو جائے -

عروض

عروض کے بعد قافیہ کا بھی مختصر ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ پس قافیہ کے متعلق ضروری باتیں ذیل مین درج کیجاتی ہین

واضح ہو کہ قافیہ کے مشہور حروف نو ہین مگر جو مستعمل روزمرّہ حال ہین وہ سات ہین اور باقی دو کم پائے جاتے ہین اور وہ نو یہ ہین۔

۱۔ تاسیس۔ ایسا الف کہ وہ اُنمین اور حرف روی ہین ایک حرف متحرک واسطہ ہو۔ جیسے تجاہل مین لام روی ہے اس لام کے پیشتر وہ متحرک ہی اور اُسکے پیشتر جو الف ہے وہ ہی تاسیس ہے۔

۲۔ دخیل۔ یہ الف تاسیس اور حرف روی کے درمیان کا حرف ہے جیسا کہ تجاہل مین وہ کہ الف تاسیس اور لام روی کے درمیان واقع ہے۔

۳۔ ردف۔ حروف مدہ کو کہتے ہین۔ وہ حرف جو بدون واسطہ کسی حرف متحرک کے روی کے پہلے واقع ہو اور حرکت ماقبل اُس کے موافق ہو چنانچہ کبھی الف ساکن اور کبھی واؤ ساکن اور کبھی (ی) ساکن کی صورت مین آتا ہے۔ جیسے جہان مین (ن) روی کے پیشتر الف ساکن یا چون مین (ن) روی کے پیشتر (و) ساکن یا زمین مین (ن) روی کے پیشتر (ی) ساکن ہے۔

۴۔ قید۔ وہ حرف ساکن جس پر قافیہ کا اختتام ہو سوائے قبل از روی جیسے عزم اور رزم مین میم روی کے پیشتر (ز) ہے۔

۵۔ روی۔ قافیہ کے حرفِ آخر کو کہتے ہین جو ہمیشہ ہر ایک قافیہ مین آتا ہے جیسے قابل داخل وغیرہ مین لام کہ حرف آخر ہے۔

۶۔ وصل۔ قافیہ مین حرف روی کے بعد جو حرف آتا ہے وہ وصل ہے جیسے قابل سے قابلے (ل روی کے بعد ی) وصل کی ہے۔

۷۔ خروج۔ وصل کے بعد جو حرف قافیہ مین ہو وہ خروج کہا جاتا ہے جیسے قابلے

سے قابلین کہلاتی وصل کے بعد (ن) خروج ہے۔

۸۔ مزید۔ خروج کے بعد کا حرف جیسے قابلین سے قابلینیم کہ (ن) خروج کے بعد (م) مزید کی ہے۔

۹۔ نائرہ۔ مزید کے بعد کا حرف جیسے قابلنیم سے قابلنیما کہ (م) مزید کے بعد الف نائرہ کا ہے۔

ان حروف کے بیانات کی تشریح اہل عروض پر مخفی نہین ہے۔ یہان بخیال طوالت صرف اسی قدر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مطلع حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید یہ حرف روی سے پیشتر آتے ہین اور چار حروف یعنی وصل۔ خروج۔ مزید۔ اور نائرہ حرف روی کے بعد آتے ہین۔ قافیہ کبھی تو اپنے کل حروف مذکورہ بالا سے تراشا جاتا ہے اور کبھی حروف مذکورین سے صرف وہی چار نشانات پائے جاتے ہین جس قافیہ مین کل حروف موجود ہون اُس کو صنعت کہتے ہین اور جس مین وصل دخیل۔ مزید اور نائرہ حروف نہ پائے جائین ایسے قافیہ کو اصل قافیہ کہتے ہین۔ جیسے قابل کہ اصل قافیہ ہے اور قابلینما کہ اس مین کل حروف مذکور موجود ہین صنعت کہا جائیگا۔

چھوٹے سے چھوٹے قافیے مین چار صنعتین ہوتی ہین جنکی تشریح حسب ذیل ہے۔

۱۔ قافیہ کی پہلی صنعت۔ یہ ہے کہ قافیہ ایک لفظ سے زیادہ کا نہین ہوتا ہے۔ جیسے قابل قاتل کاہل مائل۔ سائل۔ گوہر۔ اختر وغیرہ اور نیز بیدل و قاتل بھی ہم قافیہ کہلائینگے اگرچہ الفاظ مختلف ہین مگر ماقبل روی مین دونون جگہ کسرہ ہے۔ لہذا ہموزن ہوے۔

۲۔ قافیہ کی دوسری صنعت یہ ہے کہ قافیہ ہموزن ہو جیسے قابل بروزن کامل حاصل قافیہ کے ہمراہ۔ دل۔ تل۔ مل۔ اور حور۔ طور۔ کے مقابلہ مین سفتور وغیرہ قافیہ لاسکتے ہین کیونکہ لفظ کا آخری حصہ ہموزن ہے۔ یہان وزن سے مراد وہی افاعیل

تفاعیل کے ارکان ہین۔

۳- قافیہ کی تیسری صنعت یہ ہے کہ قافیہ ہم آواز بھی ہو چاہے پورا لفظ اور چاہے لفظ کے آخری حصہ کی آواز برابر ہووے۔ جیسے بازار- گلزار- کی آواز تار- اور خار وغیرہ الفاظ سے ملتی ہے داخل قافیہ ہے۔

۴- قافیہ کی چوتھی صنعت یہ ہے۔ کہ مختلف المعنی ہو۔ جیسے پسند اور گزند وغیرہ۔ غرضکہ قافیہ ایک لفظ ہے جو ہم وزن[ع۵] ہم آواز اور مختلف المعنی مین آتا ہے۔

نوٹ - یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قافیہ کے حدود یعنی اقسام پانچ ہین اور وہ حسب تفصیل ذیل درج کیے جاتے ہین۔

نام حدود قافیہ	تشریح
مترادف	اُس قافیہ کو کہتے ہین جس کے آخر مین دو حرف ساکن ہون جیسے گرد- زرد- نور- صور- طور- کار- عور- وغیرہ
متواتر	اُس قافیہ کو کہتے ہین جس کا حرف آخر ساکن اور حرف ماقبل حرف آخر متحرک ہو اور حرف آخر الذکر کے پہلے ایک حرف اور بھی ساکن ہو مثلاً ظاہر عامل زبرجد- تمسخر وغیرہ۔
متدارک	اُس قافیہ کا نام ہے جس مین ساکن آخر کے پہلے دو حرف متحرک کسی حرف ساکن کے بعد آوین یعنے ساکن آخر کے پہلے دو متحرک اور اُن کے پہلے ایک ساکن ہو جیسے غلغلہ- طنطنہ وغیرہ۔
متراکب	وہ قافیہ ہے جس مین دو حرف ساکن کے درمیان تین حرف آوین جیسے نورِ قمر عشقِ صنم- دلبرمن وغیرہ۔
متکاوس	وہ قافیہ جس مین دو ساکنون کے درمیان چار حرف متحرک آوین۔ اسکی مثال

ع۵ - وزن عروضیون کی اصطلاح مین دو کلمون کی حرکات اور سکون مساوی ہونے کو کہتے ہین ۱۲

نام حد و قافیہ	تشریح
	فارسی اُردو مین دیکھنے مین نہین آئی یہ عربی قسم کا ہے

فائدہ - حرف روی جب ساکن ہوتا ہے تو اُس روی کو مفید اور اگر متحرک ہوتا ہے تو مطلق کہتے ہین -

(بیان ردیف)

قافیہ کے بعد جو لفظ غزل خواہ قصیدہ مین مکرر آتے ہین اُن کو ردیف کہتے ہین - اور یہ ایک لفظ سے لیکر کئی الفاظ تک ہوتی ہے جیسے ؎

خدا ترا بُتِ نادان دراز سن تو کرے ستم کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

اس شعر مین سن - دن قافیہ ہے اور الفاظ تو کرے جو قافیہ دن سن کے بعد غزل کے آخر تک موجود ہین شامل ردیف ہوے -

(دوسری مثال)

ترے ہین بازیب دسر کے جھومر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر ہوئے ہین جلوہ نما چمک کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

اس شعر مین جھومر اور چمک کر قافیہ کے بعد زمین پہ گوہر فلک پہ اختر جو غزل کے آخر تک مکرر چلے آرہے ہین ردیف ہے - جس مین بہت سے الفاظ موجود ہین - اور قافیہ و ردیف مین فرق بھی یہی ہے کہ قافیہ ایک لفظ کا مختلف المعنی ہوتا ہے اور ردیف اس قید سے بری ہے ردیف کے لیے لفظ کا مکرر آنا ضروری ہے - اگر غزل اور قصیدہ مین ردیف اس صفت سے موصوف نہین ہے تو خارج از ردیف ہوگی -

(بیان اضافت)

عروض قافیہ اور ردیف کے بعد ذیل مین اضافت کا بھی مجملاً ذکر کیا جاتا ہے

کیونکہ نظم سے اسکو بھی ایسا ہی تعلق ہے جیسے کہ عروض وقافیہ ردیف کو ہی۔

جاننا چاہیے کہ دو اسمون کے درمیان مین جو نسبت ہوتی ہے اُس کو اضافت کہتے ہین اسمین اسم اوّل کو مضاف اور دوسرے کو مضاف الیہ کہتے ہین جیسے طاق کسریٰ کہ طاق اور کسریٰ دو اسم ہین اِنکے درمیان مین جو نسبت ہے وہی اضافت کہی جاویگی۔ اسم اول یعنی طاق مضاف اور کسریٰ مضاف الیہ ہوا۔ اسی طرح فن شاعری اور اسپ مبارک وغیرہ کو سمجھنا چاہیے۔ دوسری مقلوبی جیسے فرش میر۔

اضافت ہمیشہ مضاف کے حرف آخر مین ہوتی ہے اور وہ ہی زیر کہی جاتی ہے۔ علامت اُس کی یہ ہے (ِ) اور یہ علامتین چودہ طرح کی ہوتی ہین یعنی اضافت کی چودہ قسمین ہین۔

تملیکی۔ تخصیصی۔ توضیحی۔ تبیینی۔ تشبیہی۔ توصیفی۔ مجازی۔ ظرفی۔ افترائی فاعلی۔ مفعولی۔ مقلوبی۔ جنسی۔ ملابستی۔

اِن سب کی تعریف اور توصیف اہل عروض پر پوشیدہ نہین ہے۔ یہان بخیال طوالت صرف اتنا ہی لکھنا بس ہوگا۔ کہ اضافت حرف (واو) کے سوا اور کل حرفون پر دو اسمون کے درمیان لگا سکتے ہین اور اُنکے نشانات دو طرح کے ہین ایک (ِ) زیر دوسرا (ء) ہمزہ زیر (واو) اور (ہ) چھوڑ کر کل حرفون کے نیچے اظہار اضافت کی غرض سے لگاتے ہین اور (ء) (ہ) کے اوپر اسی غرض سے جڑتے ہین۔ اور یہ دونون نشانات بغرض موزونی کلام چسپان کرتے ہین اور بعض جگہ سے خارج کرتے ہین۔

نوٹ۔ ناظرین باتمکین کی خدمت مین عرض ہے کہ اس کتاب کے کئی سال پیشتر بنارسی نے چھندپربھاکر نامی ہندی کتاب مین ہندی وارد عروض قافیہ کے متعلق بہت سی باتین لکھی ہین۔ خدا کے فضل سے یہ کتاب ایسی دلچسپ اور مفید ثابت ہوئی کہ خود ہماری سرکار نے بھی قدردانی فرمائی ہے۔ جن اصحاب کو ہندی سے دقفیت ہو اور وہ یہ دیکھنا چاہتے ہون کہ اردو اور ہندی علم عروض مین کیا فرق ہے ہندی نظم کیسے لکھی جاتی ہے۔ وہ کتاب موصوف کو وینک ایشور پریس بمبئی سے طلب فرماکر ملاحظہ فرما سکتے ہین (فیض)

گلزار افسوس

نام رکن سالم	اشکال ارکان جو بعد تغیر و تبدل کے پیدا ہوتے ہیں اور انھیں چند ارکان کے ملنے سے جو بحریں تیار ہوتی ہیں وہ مزاحف کہی جاتی ہیں															
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷
فعولن	فع	فعلان	فاع	فعولُ فعولْ	فعولان					فعَلْ فعْل							
فاعلن	فع	فعَلان فعْلان	فاعلاتن	فعلن فعِلن	فاعلان					فعِل							
مستفعلن	فع	مفتعلن	فاع	فعلن	فاعلان	مفاعلن	مفعولن	فاعلن	فعولن	مفتعلان	متفعلان	مفعولان	مفاعلان	فعلاتن	مستفعلان	فعلتان	مفعولان
مفاعیلن	فع	مفعُول مفعُوْلْ	فاع	مفاعیلان	فاعلان	مفاعلن	مفعولن مفعولن	فاعلن	مفاعیل مفاعیل	فعل	فعول	مفعولان	مفاعلان				
فاعلاتن	فع	فعَلان فعْلان	فاع	فعِلن فعِلن	فعلاتن	فاعلات فاعلات	مفعولن	فاعلن	فعِلات	فعل	فاعلیان	مفعولان	فعلیان				
متفاعلن	مستفعلن	مفتعلن	متفاعلاتن مفاعلان	فعلن فعِلن	فعلاتن	مفاعلن	مفعولن	مفاعلاتن	مفتعلاتن	مفتعلان	متفعلان	مفاعلاتن	.	.	مستفعلان		
مفاعلتن	مفاعیلن	مفتعلن مفعول				مفاعلن	مفعولن	فاعلن	فعولن مفاعیل								
مفعولات	فع	مفعول	فاع	فعلن		فاعلات فاعلات	مفعولن	فاعلن	فعولن مفاعیل فعلات			مفعولان					

گلکدۂ سخن

یعنی

باب چہارم

در بیان

اصطلاحات لفظی یعنی فرہنگ

و حروف ابجد کی تشریح

مقدمہ در بیان چند اصطلاحات و قواعد جن کا جاننا نظم کی ترکیب اور الفاظ کی صحت کے لیے ضرور ہے

حرکت - زبر زیر اور پیش کو کہتے ہین -

متحرک - وہ حرف ہے جو زبر زیر اور پیش رکھتا ہو -

ضمہ - ضم - رفع - پیش کو کہتے ہین -

فتحہ - فتح - نصب - زبر کو کہتے ہین -

کسرہ - کسر - جر - زیر کو کہتے ہین -

مضموم - مرفوع وہ حرف کہ پیش رکھتا ہو -

مفتوح - منصوب - وہ حرف کہ زبر رکھتا ہو -

مکسور - مجرور - وہ حرف کہ زیر رکھتا ہو -

نوٹ کسرہ و جر زیر کو فتح و نصب کو کہ زبر پیش کو تو رفع یا ضمہ جو ہو منظور کہ
کہ اُسے منصوب یا مفتوح جس پر ہو زبر زیر جس پر ہو اُسے مجرور یا مکسور کہ
جس پہ ضمہ ہو اُسے مضموم یا مرفوع جان اور صدا اعراب کو حرکت تو ہی منصور کہ خیر محمد مصحح

سکون - جزم کو کہتے ہین -

ساکن اور زوہ وہ حرف کہ جزم رکھتا ہو -

الف ممدودہ - وہ الف کہ دوسرے الف کے ساتھ ملکر پڑھا جائے جیسے آمد کا الف -

الف مقصورہ - وہ الف کہ دوسرے الف کے ساتھ نہ ملے جیسے اگر کا الف -

تشدید - ملا کے پڑھنا ایک جنس کے دو حرفون کو جیسے حقا مین دو قاف پڑھے جاتے ہین -

مشدّد - وہ حرف کہ جس پر تشدید ہو جیسے فرّخ کی رے -

ماقبل - ایک حرف سے دوسرے حرف کے داہنے طرف ہو جیسے رب مین رے ماقبل بے کے ہے -

مابعد - ایک حرف سے دوسرا حرف کہ بائین طرف ہو - جیسے آب مین بے کہ مابعد الف کے ہے

موقوف - وہ حرف ہے - کہ وہ اور اُسکا ماقبل متحرک نہ ہو جیسے دال زرد کی -

معجمہ - اور منقوطہ وہ حرف کہ نقطہ رکھتا ہو جیسے ب ت ث ج ن وغیرہ -

مہملہ - اور غیر منقوطہ وہ حرف کہ نقطہ نہ رکھتا ہو - جیسے ا ح د ر س ص ط ع وغیرہ -

فوقانی - وہ حرف کہ اوپر نقطہ رکھتا ہو جیسے ت ث ز ش ض وغیرہ -

تحتانی - وہ حرف کہ نیچے نقطہ رکھتا ہو جیسے ب پ وغیرہ -

تازی - وہ حرف جو زبان عربی مین آتے ہین جیسے ثا و حا و صاد و ضاد و طا و ظا و عین و قاف اور یہ فارسی مین نہین آتے ہین -

نوٹ - الف کی قسمین ابیات الف آمدہ بہ شتہ معنے کثرت و مصدر و قسم تعظیم
فاعل و ندبہ و ندا تحسین قابل و زاید است فہم سلیم
اتصال تکلم و مخذوف ہست عطف و مفعول بن تقسیم
رفع مجموعہ سکون آید بدل ہم دال و یا و است فہیم

فقیر محمد مہر منتخب

عجمی - وہ حرف کہ زبان عربی مین نہین آتے اور زبان فارسی سے مخصوصیت رکھتے ہین - جیسے پ - چ - ژ - گ - ان حرفون کو فارسی حرف بھی کہتے ہین -

موحدہ - وہ حرف کہ ایک نقطہ رکھتا ہو جیسے ب -

مثناۃ - وہ حرف کہ دو نقطہ رکھتا ہو جیسے ت -

مثلثہ - وہ حرف کہ تین نقطہ رکھتا ہو جیسے ث -

واؤ معروف - وہ واؤ کہ ماقبل اُس کے ضمہ ہو اور خوب ظاہر پڑھا جائے جیسے واؤ نور کا

واؤ مجہول - وہ واؤ کہ ماقبل اُسکے ضمہ ہو اور خوب ظاہر نہ پڑھا جائے جیسے - واؤ شور کا

یای معروف - وہ (ی) کہ جس کے ماقبل کسرہ ہو اور خوب ظاہر پڑھی جائے جیسے (ی) نبی اور دلی کی -

یاے مجہول - وہ (ی) کہ جس کے ماقبل کسرہ ہو اور خوب ظاہر نہ پڑھی جائے جیسے (ی) یکے اور بسے کی -

حذف - دور کرنا کسی حرف کا یا لفظ کا -

محذوف - وہ لفظ جو دور کیا گیا ہو -

ملفوظ - وہ حرف کہ پڑھنے مین آوے -

غیر ملفوظ - وہ حرف کہ پڑھنے مین نہ آوے -

واؤ معدولہ - وہ واؤ ہے کہ لکھنے مین آئے پڑھنے مین نہ آئے جیسے خود اور خویش کا واؤ -

ہاے مختفی - وہ ہے کہ واسطے اظہار حرکت کے آخر کلمے کے لکھتے ہین جیسے پروانہ کے آخر مین (ہ) ہے -

---

۱ - حرف مخصوص فارسی شد چاژ پ - چ ژ و گاف از برداز ۱۲ - اور کبھی حروف عربی و فارسی کا تبادلہ کرلیا کرتے ہین اسطرح کہ تا و زا و گاف و شین سے جیم تازی کو بدلا زا و شین کاف تازی سے بدل جاتی ہے چے سخہ بدل جاتی ہے عین و قاف و ہاے و ذال سے ۲ واؤ کی قسمین - بیان ضمہ و عطف حالیہ تصنیف بعید و زائدہ ہے اور طارت تفسیر ۱۲

۳ اقسام (ی) ہو مصدریہ لیاقت و نسبت متکلم - رکھ یا دو قسم یا پنجوین بیگی خطابیہ ۱۲ حقیر محمد منیر مصحح
یا یاے ۱۲ نفی ۱۲ منبہی ۱۲ لمانی ۱۲

تشابہ - وہ حرف کہ آپس مین ایک صورت کے ہون جیسے ب ت ث ٹ پ -
نون - دو قسم کا ہوتا ہے (۱) نون اعلان اور (۲) نون غنہ -
نون اعلان - جو خوب ظاہر پڑھا جائے جیسے ن آسمان و پرستان مین
نون غنہ - جو خوب ظاہر نہ پڑھا جائے اور کچھ آواز ناک سے نکلے جیسے خزان و مژگان - مدفون - موزون چون وغیرہ -
اعراب - زبر زیر پیش کے نشانات کو کہتے ہین -
ہاے ہوز - ہاے ہوز - ہوز کی ہ یعنی چھوٹی ہ سے مراد ہے -
جاے حطی - حطی ک ج - یعنی بڑی ح سے مراد ہے -
تاے قرشت - قرشت کی ت یعنی ت سے مراد ہے -
تاے ثقیلہ یعنی (ٹ) مراد (ڑ) (ڈ)

چند ضروری الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور تشریح

(الف)

آفتابہ - پانی کا لوٹا - اصل مین آب تابہ تھا - ب کو ف سے بدل دیا -
ازل - جس کا شروع نہ ہو -
استغفار - توبہ بخشش چاہنا -
آنکھون کا فرش کرنا - خوب غور سے دیکھنا - بڑی عزت سے پیش آنا - گھورنا - منبر -
آنکھین بچھی ہین جال کے رستے مین دور تک + آمد نفس کی سمت یہ کس مشت پر کی ہے
آب - پانی - آبرو - عزت - فیض - خوبی - رونق - دولت طرز - روش - تلوار کی تیزی چمک

نوٹ - حروف علت یہ ہین واؤ الف ی جس کا مجموعہ وا ے ہوتا ہے اور انکو اخوات اعراب اور حروف مدولین بھی کہتے ہین -

قطعہ - حرف علت کیا ہین گر پوچھے کوئی دے یہ بتا — یاد رکھ واؤ و الف ہین اور ی ہے بے ریا
کہتے ہین اخوات اعراب اور حروف مدولین — لاشک ہر گز کبھی بس ان کو تو ای جین ۱۲ محمد نصیر صحیح

آب ۔ باپ۔ پدر۔

آب بقا ۔ آب حیات۔ اور کنایہ شعر و سخن سے بھی ہے۔

ابجد ۔ حروف تہجی ۔ الف ۔ بے۔

اَبد ۔ ہمیشگی ۔ جس کی انتہا نہ ہو۔

ابر کافور بار ۔ سفید بادلوں سے مراد ہے ۔

ابر سیاہ ۔ لشکر سے مراد ہے ۔ کالا بادل۔

ابر کشتادن ۔ مخاطب ہونا۔

ابر آفتاب ۔ کوشش بیحاصل سے کنایہ ہے۔

آبِ گُل ۔ مراد رخسار کے پسینے سے ۔ گل کا پانی یعنی گلاب ۔

آبِ ماہ ۔ چاندنی سے مراد ہے۔

آبِ سیاہ ۔ گہرا پانی ۔ مہلک پانی ۔ سیاہی دوات کی شراب ۔

آبِ سُرخ ۔ شراب سُرخ ۔

آبِ شیراز ۔ شراب ۔

آبِ آتشین ۔ ؍ ۔

آبِ طرب ۔ شراب ۔

آبِ گلگون ۔ شراب سُرخ ۔

آبگینہ ۔ کانچ ۔ شیشہ ۔ بلّور ۔ شراب انگوری ۔ دل عاشق کا ۔ آنکھ کے آنسو۔

آبِ معلّق ۔ مراد ہے آسمان سے۔

اثمار ۔ جمع ہے ثمر کی ۔ معنی پھل ۔

نوٹ قطعہ آب انگور و انار و طرب و سُرخ و آتشین کہتے ہیں انکو شراب کو مردانا بالیقین
آب خشک و منجمد کہیے کہ ہے پیالہ بلور و آب مروارید و گوہر موتیا بندہے حضور ہیں صحیح

اکل - کھانا

انعیات - فریاد - دُہائی -

انصرام - انجام کو پہونچانا - انتظام کرنا - کٹنا - قطع ہونا -

اُنوشا - خُرّم - خوشحال - شہزادہ نوجوان - مجازاً دولھا جس کی نئی شادی ہوئی ہو -

اَنیس - دوست محبت کرنے والا -

اِنہدام - ڈھادینا - ڈہے جانا -

ایطا - پایمال کرنا - روندنا - مکرر کرنا قافیہ کا - اور یہ عیب شاعری ہے - پہلا ایطائے خفی جس مین تکرار ظاہر نہ ہو - جیسے دانا و بینا اور آب و کباب دوسرا ایطائے جلی جس مین تکرار ظاہر ہو جیسے زیباتر - و خوشتر - اور ستمگر و افسون گر - اور یاران و عزیزان پس ایطائے جلی عیب فاحش ہے -

(ب)

باغ - یہ لفظ عربی اور فارسی دونون مین مشترک ہے - فارسی مین اس کی جمع باغات ہے اور عربی مین بساتین اور باغات دونون آتے ہین سکندر نامہ مین فیلقوس اسکندر کے باپ سے مراد ہے - اور نعمت کے معنی مین بھی آتا ہے - اصطلاحاً عارفون کا مجمع -

باغیچہ - چھوٹا باغ - باغیچہ غلط ہے -

بلبل - نام ایک پرند خوش الحان کا - اور خدا کا عارف چاہے علم الیقین کے درجے پر ہو یا حق الیقین کے رتبہ پر -

بسمل - زخمی - گھائل - اصطلاحاً وہ شخص جسے کسی قدر کیفیت باطنی حاصل ہو کر مسدود ہو گئی ہو -

بلہوس - بیوقوف - لالچی - یا ظاہری اور مجازی عاشق -

بہار - بسنت - فصل ربیع - اور ہر پھول کو عموماً - اور گل نارنج کو خصوصاً کہتے ہین - نام آتش خانے کا اور مراد مطلق تجانہ سے - نام ایک کپڑے کا روحانی تجلی کہ عاشقون کو حاصل ہو - اور عاشقون کا حقیقی ولولہ -

بادبان - جہاز کی پال -

بادنجان - بیگن - بھنٹا -

باجگیر - محصول لینے والا -

باصرہ - دیکھنے کی قوت - نظر - آنکھ -

بذل بخشش - عطا - اور گھوڑے کی دوڑ - اور تیز رفتاری -

بذلہ - لطیفہ - چٹکلہ -

برات - حصہ - بخرہ - اور وہ کاغذ جس کے ذریعہ سے روپیہ خزانے سے وصول ہو

باسلیق - ایک رگ ہے ہاتھ مین -

برشکال - برسات -

بُطلان - جھوٹے بے اصل - ناچیز اور ضایع ہونا

بُن - جڑ درخت کی - درخت - اور انتہا کسی چیز کی - اور ایک تخم ہے جس کو قہوہ کہتے ہین - اور کھیتی -

بُوس - چومنا - بوسہ -

بوس - شدت - دکھ - رنج -

بوقلمون - رنگا رنگ

بوزنہ - اور بوزینہ - بندر جو جانور مشہور ہے -

بوزہ - ایک قسم کی ہلکی شراب اس کے مثل انگریزی مین بیر شراب ہے -

بیت الخلا - پاخانہ - جائے ضرور -

بیچون - جسکا کوئی ہمسر نہ ہو - مراد اللہ برحق سے ہے -

بیاض - سفیدی

بین - ظاہر - آشکارا - گواہ -

(پ)

پیرِ مغاں - آگ کا پوجاری - معشوق - شاہ افضل اللہ آلہ آبادی نے شرح مثنوی معنوی رح مین مرشد کامل سے مراد لی ہے اور اہل ایران حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مراد لیتے ہین -

پانزدہ - پندرہ -

پاسخ - جواب -

پاکوزہ - پاک وصاف - صفا کیا ہوا -

پرتاب - تیر جو دور جاسکتا ہو -

پنبہ - روئی -

پلپل - سیاہ مرچ -

پوشانیدن - کپڑا پہنانا -

پریدن - اُڑنا -

پزشک - طبیب - جراح -

پشتارہ - بوجھ - گٹھڑی - یہ مخفف ہے پشتوارہ کا - اسقدر بوجھ جو پیٹھ پر اُٹھا سکین -

(ت)

تصنیف - کوئی کتاب بنانا - دل سے کچھ مضمون نکالنا قسم قسم علٰحدہ علٰحدہ کرکے بیان کرنا

تالیف - اُلفت ڈالنا - کتاب بنانا - اگلے بزرگون کا قول جمع کرنا -

تابع - پیروی کرنے والا مطیع کا اسم فاعل ہے - اکثر عوام تابع دار بولتے ہین یہ غلط بلکہ محض غلط ہے -

تاجر۔ تجارت کرنے والا۔ تجارت کا اسم فاعل ہے۔ جمع تجار معنی۔ سوداگر۔

تزویر۔ جھوٹ بولنا۔ مکر و فریب۔

ترک فلک۔ آسمان کا سپاہی۔ مراد مریخ سے اور بعضے مراد آفتاب سے بھی کہتے ہین

تسخیر۔ مطیع کرنا۔ مادہ سخر ہے۔

تعین۔ خاص کرلینا۔ مقرر کرلینا۔

توارد۔ باہم ایک جگہ اُترنا۔ شاعرون کا کلام بغیر ایک دوسرے کی اطلاع کے لڑجانا

تفاسیر۔ جمع تفسیر کی۔ خدا کی کتاب کی شرح۔

تفاول۔ فال لینا۔ آپسمین شگون لینا۔ مگر شگون نیک برخلاف تطیر کے کہ اسکے معنی فال بد کے ہین

تفرقہ۔ فرق۔ فاصلہ۔ جدائی۔

تکبر۔ بزرگی کرنا۔ عزت کرنا۔

تگدوتگ و پو۔ دوڑنا۔ تلاش کرنا اکثر عوام تگ و دو بولتے ہین یہ غلط ہے۔

تلون۔ رنگا رنگ ہونا۔ رنگ برنگ۔

تمکنت۔ غرور۔ ٹیپ ٹاپ۔

تضمین۔ ضامن کرنا۔ کسی کو اپنی پناہ مین لانا۔ کسی کے مشہور شعر کو اپنے اشعار مین لانا۔

(ج)

جُراز۔ تلوار بہت تیز۔

جم۔ مخفف جمشید کا۔ یہ لفظ جب جام شراب جشن اور نوروز کے ساتھ آوے تو جمشید مراد ہوگا۔ اور اگر انگوٹھی نگین یا تخت کے ساتھ آوے تو اوصف سے مراد ہے۔ اور جو مچھلیون چڑیون کے ساتھ آوے تو سلیمان سے مراد ہوگا اور جو دیو اور آئینہ آب حیات کے ساتھ آوے تو سکندر سے مراد ہوگا۔

جام - پیالہ - شراب پینے کا - نام شہر کا خراسان مین - جو مولد عبد الرحمن جامی کا ہے
محقق طوسی متن تجرید مین جام سے عارف کامل کا دل مراد لیتے ہین -
اور کبھی مراد آسمان سے بھی ہوتی ہے -

جدائی - علیحدگی - دنیاوی جھگڑون مین پھنسکر عشق سے الگ رہنا (مولوی)

	بشنو از نے چون حکایت میکند	از جدائیہا شکایت می کند	

جلاّد - ڈرہ یا کوڑا مارنے والا - پوست کھینچنے والا - تلوار مارنے والا -

جری - دلیر - بہادر - دل چلا - دلاور -

جریم - جڑ سے کاٹا - بنیاد سے نکالا ہوا -

جِلا - روشن کرنا - صاف کرنا - زنگ چھڑانا - اور بمعنی سرمہ کے بھی آتا ہے - مگر
فارسی مین یہ لفظ بغیر ہمزہ کے بھی آتا ہے -

جلوہ - ظاہر کرنا - اور دکھلانا لوگون کو - بناؤ سنگار کرکے لوگون کو دکھلانا - مجازاً
بمعنے خرام معشوق کے بھی آتا ہے -

جلیل - بزرگ - بڑا - نام اللہ باری تعالیٰ کا -

جلیس - ساتھ بیٹھنے والے -

جمال - خوبصورتی - خوبصورت خوبی صورت و سیرت اور حسن و خوبصورتی انسان کی -

جن - بھوت - دیو - اور یہ اسم جنس ہے - ایک اور ہزار پر بھی اطلاق کرسکتے ہین جسطرح
انسان اسم جنس ہے -

جہنم - گہرا کنوان - اور نام پہلی دوزخ کا -

جواہر - جمع جوہر کی -

جمان - موتی - گہر -

جماع - صحبت عورت اور مرد -

جمل - حساب اعداد ابجد کا -

جمہور - گروہ - آدمیوں کا - یہ لفظ جیم کے فتح سے غلط ہے - اسی طرح جو اسم زمان یا مکان ہوگا وہ بضم حرف اول وسوم ہوگا - مثل دستور - زنبور - عصفور - صندوق وغیرہ

جواد - بخشش کرنے والا -

جریح - زخمی - گھائل -

جذام - کوڑھ کی بیماری جسمین خون بگڑکر بدن گل جاتا ہے -

(ح)

حمام - گرم پانی سے نہانا اور نہانے کا مقام جو گرم ہو - جیم سے حمام -

حدیث - خبر - بات - نئی خبر - ارشاد حضرت رسول کریم کا - مرشد کامل کی گفتگو -

حار - گرم - گرمی کرنے والا -

حارث - شیر درندہ - زراعت کرنے والا - نام حشام کے بیٹے کا کہ سردار ان عرب سے تھا

حاجب - دربان - چوبدار - پردہ کرنے والا - پردہ دار - ابرو یعنی بھون -

حاسد - حسد کرنیوالا - ڈاہ رکھنے والا -

حامی - مدد کرنے والا - حمایت کرنے والا - سوزان - نہایت گرم - جلتا ہوا -

حبس - قید - بند -

حبیب - دوست - معشوق - یار -

حشمت - مطیع - اور خدمتگار لوگ - اور حشمت - دبدبہ - بزرگی - شرم حیا - غضب -

حزین - غمگین - رنجیدہ -

حلول - ایک چیز مین دوسری چیز کا اس طرح شامل ہونا کہ تمیز نہ ہو سکے - کسی چیز کے وعدے کا پہونچنا - قربانی کا قربان گاہ پہونچنا - واجب ہونا - عورت کے ایام عدت کا آخر ہونا -

حِین - وقتِ ہنگام - روزِ قیامت -
حیص بیص - بڑائی وغوغا - حیص معنے بے راہ ہونا بیص معنی سختی - اور تنگی -
حویلی - اصل مین حوالی تھا - یہ فارسیون کا تصرف ہے - وہ مکان جس کے چاردن طرف دیوار ہو -
حمار - گدھا - فارسی مین خر - جمع حمر -
حیّہ - سانپ - مار - بڑا بچھو -

(خ)

خدا لگی کہنا - سچی بات - واجبی - کہنا - حق بات کہنا - کسی کی طرفداری نہ کرنا - ؎ تند خاطر سے تیری کہ گئے سب آشنا لگی ہ اُو بت جہان مین ایک نہ بولا خدا لگی +
خاور - مشرق اور کبھی مغرب کے معنی مین آتا ہے -
خلوت - تنہائی - اور خالی ہونا مکان کا غیر سے - اصطلاحاً - وہ وقت جب کہ عارف دنیا وی امور سے مُنھ موڑ کر خدا کا دھیان کرے -
خازن - جمع کرنے والا خزانچی -
خاک تودہ - مٹّی کا ڈھیر جس مین تیر گاہ کے مشق نشانہ کرتے ہین -
خسیس - بخیل - زبون - نالائق -
خیرہ - آنکھون کے سامنے جو غبار ہوجاوے - شوخ چشم - بشیرم - بیہودہ - بے حیا - سرکش - شجاع - دلیر - حیران - سرگشتہ -
خیرگی - حیرت - بے حیائی - سرکشی - دلیری - شوخی - تعجب -

(د)

دِرہم - مخفف دِرم - اس کا وزن ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے - بعض کے نزدیک درہم درم کا معرّب ہے -

دیجور۔ اندھیاری رات۔ دیاجیر جمع ہے بمعنی مطلق اندھیری اور تاریکی بھی آیا ہے۔ یہ لفظ اصل مین واج در تھا۔ واج کے معنی سیاہ مگر فارسی والے واج کے معنی سیاہی لیتے ہین۔ اور اس مین یائے نسبتی ہے۔ یعنی سیاہی والی۔ واج در کا امالہ کیا تو دیجور رہا بمعنی مطلق اندھیری اور تاریکی کے بھی آتا ہے۔

دارالسلام۔ گھر سلامتی کا۔ مکان امن کا۔ نام بہشت کا۔

دارالضرب۔ جس جگہ پیسے یا روپے یا اشرفی پر سکہ لگاتے ہین۔ ہندی ٹکسال۔

دارالفنا۔ دنیا۔

دارالعیار۔ وہ مقام جہان پر کھوٹا کھرا روپیہ زر پرکھا جاوے۔

دبیر۔ منشی۔ کاتب۔ نویسندہ۔

دِرایت۔ دانائی عقل۔ دانش۔

دِژ۔ قلعہ۔ گڑھی۔ اور۔ درہ۔ بالاخانہ۔ چوبارہ۔

دَیّوث۔ بےغیرت۔ بےشرم۔ اور بھڑوا جس کی جورو کسب کرے۔

دُیون۔ جمع ہے دَین کی بمعنی قرض۔

دیوان۔ یائے معروف سے۔ اصلی معنی اس کے جگہ جمع ہونے آدمیون کی مجازاً بمعنی کچہری۔ دارالعدالت۔ صاحب مسند۔ اور کتاب غزلون کی جس مین ایک شاعر کا کلام ردیف وار ہو۔ جمع دَواوین۔

(ر)

رِضوان۔ خوشنودی۔ اور بہشت کے داروغہ کا نام۔ اسی طرح دوزخ کے داروغہ کو مالک کہتے ہین۔

رمضان۔ نام نوین مہینہ قمری کا جس مین اہل اسلام روزے رکھتے ہین۔ اور یہ لفظ ماخوذ ہے رمض سے رمض معنی جلانے کے ہین۔ چونکہ یہ مہینہ بسبب

روزہ رکھنے کے گناہون کو جلاتا ہے۔ (یعنی قوت نفسانی کم کرتا ہے) اس وجہ سے اس مہینے کا نام رمضان ہوا۔

رِیا۔ دکھلانا۔ اصطلاحًا دکھلانے کے واسطے عبادت کرنا۔ ظاہر اور باطن مین فرق رکھنا۔ ظاہری محبت کرنا۔

رُخسار۔ گال۔ کلہ۔ (اور خدا کی وحدت)۔

رَقیب۔ پاسبان۔ نگہبان۔ دربان۔ اور وہ دو شخص جو ایک معشوق پر عاشق ہون۔ ہر ایک دوسرے کا رقیب ہے اور قوائے نفسانی اور نفسِ امارہ۔

رِند۔ وہ منکر جس کا انکار شرعی باتون سے از روے عقلمندی کے ہو۔ نہ بسبب جہالت کے۔

روے۔ واو معروف سے بمعنے مُنھ۔ اصطلاحًا سچی توبہ۔ طاقت۔ آس۔ امید۔

راقص۔ ناچنے والا۔ اور نام ایک ستارہ کا جو اژدہاے فلک کے منھ مین ہے۔

ریاح۔ جمع ہے ریح کی معنی ہوا۔ آندھی۔

رعنا۔ رنگ برنگ۔ خود آرا۔ وہ عورت جو نازکی کے سبب سے سست رہتی ہو۔ وہ عورت جو ہر وقت بناؤ سنگار کیے رہے۔ اور فارسی کے استعمال مین۔ بغیر ہمزہ کے بمعنی خوشنما۔ چالاک۔ صاحب غرور۔ خود آرا کے مستعمل ہے۔ اور نام ایک پھول کا جو اندر سے سرخ اور باہر سے زرد ہوتا ہے اور عجاز گ بمعنے دو رنگ کے۔

رضیع۔ ہمشیر۔ یعنی دو بچے جنھون نے ایک ہی ان کا دودھ پیا ہو وے دونون آپسمین ایک دوسرے کے رضیع کہلاتے ہین۔

رسالہ۔ چھوٹی کتاب۔ نامہ۔

ریاض۔ جمع روضہ کی بمعنی باغ۔

(ز)

زاہد - پرہیزگار - اصطلاحاً ریاکار ظاہر پرست -

زُلف - ایک حصہ رات کا - یہ لفظ اصل مین - زُلف ہے مگر فارسی لوگ اپنے تصرف سے اس لفظ کو لام کے جزم سے پڑھتے ہین - اور چونکہ رات کالی ہوتی ہی - اس مناسبت سے مجازاً بال کے معنی پیدا کر لیے مین بالون کی وہ لٹ جو کان کے قریب ہوتی ہے - اصطلاحاً - کشش روحانی -

زاج - پھٹکری - زاک کے معنی بھی پھٹکری ہین -

زانیہ - زنا کرنے والی عورت -

زرد شت - نام ایک حکیم کا - جو نسل سے منوچہر کی تھا - اور فیثا غورث کا شاگرد تھا - اُس نے نبی ہونے کا دعوی کیا تھا اور ژند - نامی کتاب بنا کر اپنی اُمت کو دی تھی -

زُغال - کوئلہ

زُنبور - بھڑ - مشہور ڈنک مارنے والی ایک مکھی ہی جمع زُنابیر - نام اوزار کا جس سے آگ پکڑتے ہین سنڈاسی -

زنبیل - ٹوکرا - جھولی - بھیک کا کاسہ -

زندیق - یہ معرب زندیک کا ہے - اور مرکب ہے - زند نام کتاب زردشت اور یاے نسبت اور کاف تصغیر سے جو تحقیر کے معنی دیتا ہے - مراد بے دین کافر بے ایمان -

زواہر - جمع ہے زاہرہ کی بمعنی روشن اور بلند اور کھلا ہوا پھول -

(س)

سر اُٹھانا - غرور کرنا مصحفی - یا ئون صحرا مین رکھنے دیتے نہین + کیا بولون نے سر اُٹھایا ہے

سر ہاتھ پر رکھنا۔ مرنے پر تیار رہنا۔ فکر کرنا۔ موت پر آمادہ رہنا۔

ساربان } اونٹ کا خدمت گذار۔ مرکب ہے سار اور بان سے سار بمعنی اونٹ بان
ساروان } حرف نسبتی ہے۔

سفّاک۔ قتل کرنے والا۔ مادۂ سفک۔ اور یہ صیغۂ مبالغہ ہے۔

سفینہ۔ کشتی اور بیاض جس پر اشعار منتخب وغیرہ ہوتے ہیں۔

سلَف۔ اگلے لوگ جو گذر گئے باپ دادا۔ اور اگر س کو زیر کے ساتھ پڑھیں تو سالی کا شوہر مراد ہے جس کو فارسی میں ہم زُلف کہتے ہیں۔

سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اُسے اللہ برتر سلامت رکھے۔

سنبل۔ بالچھڑ۔ ہنسراج۔ ایک گھانس سیاہ رنگ کی خوشبودار ہوتی ہے شعرا معشوق کی زلف سے استعارہ کرتے ہیں۔

سنگ اسود۔ لفظی معنی کالا پتھر۔ عربی میں حجر اسود کہتے ہیں۔ یہ پتھر کعبہ شریف کی گوشۂ شمال و مغرب میں ایک چاندی کے حلقہ میں چسپاں ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السّلام کے واسطے جنت سے آیا تھا۔ اسے حجاج بوسہ دیتے ہیں۔

سنجاب۔ ایک خاکی رنگ کا جانور۔ اس کی کھال سے پوستین بناتے ہیں۔

سنا۔ روشنی۔

ساغر۔ پیالہ شراب کا۔ (حق کے تصورات میں محو ہونا)۔

ساقی۔ شراب پلانے والا۔ اصطلاحاً (مرشد کامل)

سابع۔ ساتوان حصہ (۱/۷)

سادات۔ جمع ہے سید کی بمعنی سردار۔

سبحہ۔ سمرن۔ تسبیح۔

سپہر آسمان۔

سرفہ۔ ایک کیڑا سفید رنگ کا ہوتا ہے جو درخت اور لکڑی مین سوراخ کرتا ہے۔ اور سرفہ بمعنی کھانسی۔

سرقہ۔ چوری۔

سمک۔ مچھلی۔ مگر فارسی مین اس مچھلی کے معنی مین مستعمل ہے جو زمین کے نیچے ہے اس مچھلی کی پیٹھ پر بیل ہے اور بیل کے سینگون پر زمین۔

سیاست۔ حکومت کرنا رعیت پر۔ تنبیہ کرنا۔ اور روکنا لوگون کو گناہ کرنے سے بوسیلہ خوف و سزا دیکے۔

سیمیا۔ علم طلسم جس کے سبب انتقال کرنا روح کا دوسرے بدن مین ہو سکے اور اشیاء موہوم جنکا حقیقت مین وجود لوگون کو دکھلا سکین

(ش)

شراب۔ ہر چیز رقیق۔ جو مثل پانی کے پی جاوے۔ مجاز اً شراب مشہور کے معنی ہے۔ جس مین نشہ ہوتا ہے (طبیبون کی اصطلاح مین دوا ہے۔ مثل شربت کے) جیسے شراب نبفشہ بمعنی شربت بنفشہ۔

شب برات۔ پندرھوین شب ماہ شعبان کی۔ اس رات کو فرشتے بحکم جناب باری بندون کا حساب عمر اور تقسیم رزق کرتے ہین۔

شرق۔ آفتاب اور آفتاب کے نکلنے کی جگہ پورب۔ اور وہ روشنی جو کسی سوراخ مین سے آئے۔

شعبہ۔ ٹکڑا ہر شے کا۔ شاخ درخت۔ نغمہ جو کسی اور نغمہ سے نکلا ہو۔

شفق۔ سرخی جو شام کے وقت آسمان پر ہوتی ہے۔ اور کبھی صبح کی سرخی کو بھی شفق کہتے ہین۔ اور سکندر نامہ مین مراد روشنک کی جان سے ہے۔

شایگان - فراخ کشادہ - لائق - اصل مین یہ لفظ شاہگان ہے - یعنی لائق بادشاہ کیخسرو پرویز کے خزانہ کا نام بھی گنج شایگان ہے - کام بغیر مزدوری کا یعنی بیگار - نام قافیہ کے ایک عیب کا - جیسے گریان - اور خندان کے کا مطلع مین جمع ہونا ہم قافیہ الفاظ کے ساتھ کا -

شمائل خصلتین - عادتین - خوئین - باتین - ہاتھ شکلین - صورتین - درخت کی کوپلین - مگر فارسی مین بمعنی صورت اور تقطیع - اور وضع کے مستعمل ہوتا ہے -

شش ارکان - ہوا - کھانا - پینا حرکت وسکون بدنی - استفراغ - حرکت وسکون نفسانی - اور بیداری -

شیخوخت - بڑھاپا - پیری - پچاس برس سے آخر عمر تک شیخوخت کا زمانہ ہے -

شواہق - بلندیان - بلندیہا - جمع ہے شاہقہ کی -

(ص)

صبا - وہ ہوا جو مشرق سے چلتی ہے - اور کبھی مراد صبح کی ہوا سے - نام ایک نغمہ کا موسیقی سے (اصطلاحاً) معشوق اور عاشق کا درمیانی -

صیاد - شکاری - شکار کرنے والا - صید کا اسم فاعل ہے - (اصطلاحاً خدا کی یاد سے غفلت) -

صُلب - پیٹھ کی ہڈی کا نام ہے - جس مین نطفہ رہتا ہے - اور اگر مرد پر زیر ہو تو سولی کے معنی مین آئے گا -

صُور - وہ باجا جس کو قیامت کے روز اسرافیلؑ بجائین گے - ایک مرتبہ کل مخلوق کے مار ڈالنے کے لیے اور دوسری دفعہ واسطے زندہ کرنے کے ان دونون نفخون کے بیچ مین چالیس برس کا فاصلہ ہے - اور چوپائیون کا سینگ جسے لوگ بجاتے ہین -

صائم الدہر - وہ شخص جو ہمیشہ روزہ رکھے۔
صحاب - جمع ہے صاحب کی - یار لوگ -
صدف - سیپی اور جھوٹا پیالہ شراب کا۔
صہبا - شراب انگوری - برانڈی شراب -
صحیفہ - کتاب - رسالہ -
صراحی - شراب - یا پانی رکھنے کا برتن -
صراحت - آشکارا ہونا - ظاہر ہونا -
صوارف - جمع ہے صارفہ - کی بمعنی حادثے - گردشاتِ زمانہ -

(ض)

ضیا - روشنی آفتاب کی - واضح ہو کہ ضیا نور سے قوی تر ہے اور نور سنا سے قوی تر ہے
ضمیمہ - وہ شے جو کسی اور شے پر بڑھا کر لگا دین -
ضمن - اندرون - اندر -
ضد - برخلاف - برعکس - فرق - اضداد اسکی جمع ہے -
ضلیل - بہت بڑا - گمراہ - راہ بھولا ہوا - بھٹکا ہوا -
ضفادع - جمع ہے ضفدع کی مینڈک -
ضیق النفس - تنگی سانس کی مشہور ہے - ہندی مین اسکو دمہ کہتے ہین -
ضم - ملانا ایک چیز کو دوسری چیز مین - نام ایک حرکت کا جس کو پیش کہتے ہین -
مگر کلمہ مبنی مین واضح ہو کہ حرکت پیش کو ضم کو اس لیے کہتے ہین کہ یہ حرکت دونون
ہونٹون کے ملنے سے حاصل ہوتی ہے (از غیاث)

(ط)

طارم - خانۂ چوبین - بالاخانہ - معرب ہے تارم کا -

طرفۃ العین - ایک دفعہ آنکھ کا جھپکنا - یہ لفظ بضم اول غلط ہے -
طوبیٰ - مونث ہی جمع الطیب کی بمعنی خوشبودار تر - پاک تر - بشارت اور خوشخبری - نام درخت بہشتی کا -
طلعت - دیدار - منہ دیکھنا - رُخ -
طُلّاب - جمع ہے - طالب کی -

(ظ)

ظہیر - مددگار - پشت پناہ - یہ لفظ جمع اور مفرد دونوں آیا ہے -
ظفر - فتح -
ظلمات - تیرہ ہونا - تیرگی پیدا ہونا -
ظن - گمان - وہم - تہمت - جمع ظنون -
ظافر - فتح کرنے والا - فتحمند - ظفر کا اسم فاعل ہے
ظامی - پیاسا - تشنہ
ظبی - ہرن -
ظِئر - دایہ - دائی - دودھ پلائی -

(ع)

عاشق - عشق رکھنے والا - چاہنے والا - اصطلاحاً - خدا کا وہ عاشق جو علم الیقین کے درجے پر ہووے -
عرش - تخت - چھت - اور اہل شرع کی اصطلاح مین فلک الافلاک - نوان آسمان -
عُریانی - ننگاپن - اصطلاحاً تکلفات دنیاوی اور ظاہری کو چھوڑنا -
عشوہ - ناز - فریب - معشوق کی وہ حرکت جو عاشق کو فریفتہ کرلے - اصطلاحاً خدا کے جمال کی روشنی -

عید۔ خوشی اور جشن کا دن جو بار بار آوے۔ چونکہ جشن کا دن ہر سال آتا ہے اس لیے عید کہا۔ اصطلاحاً حق الیقین کے درجے پر پہونچنا اور وصلِ معشوق۔

علیین۔ نام بہشت کا۔ اور کتاب اعمال بندگان صالح کی

عظمیٰ۔ بزرگ عورت۔ بڑا مقدمہ۔ ہر مونث چیز جو بڑی اور بزرگ ہو۔

عُطاس۔ وہ شے جس سے چھینک پیدا ہوئے

عُصفور۔ چڑیا۔ گنجشک۔

عشاق۔ جمع ہے عاشق کی اور نام ہے ایک مقام راگ کا جو دو گھڑی دن رہتے گاتے ہین علی الا طلاق۔ بے قید۔

(غ)

غمزہ۔ آنکھ اور بھون سے معشوق کا اشارہ کرنا۔ (اصطلاحاً۔ امید و بیم)۔

غلمان۔ نوجوان غلام۔ بالخصوص وہ غلام جو بہشتیون کو بہشت مین ملینگے۔

غادر۔ بیوفا۔ جو شخص عہد کو پورا نہ کرے۔

غفران۔ بخشش۔ گناہ معاف کرنا۔

غفیر۔ چھپانے والا۔ لوہے کا خود جو تمام سر کو چھپالے اور جمع غفیر۔ اتنا بڑا گروہ آدمیون کا جو روے زمین کو چھپالے یا اتنا بڑا گروہ جسکی انتہا دکھائی نہ دے جمع بمعنی گروہ۔

غوّاص۔ غوطہ مارنے والا۔ ڈبکیا۔

غصص۔ جمع ہے غصہ کی۔

غلیواز۔ چیل۔

غیل۔ وہ دودھ جو عورت جماع کرانے مین بچہ کو پلاوے۔ یہ دودھ بچہ کو بہت نقصان کرتا ہے

(ف)

فتویٰ۔ شرع کا حکم۔ شرعی فیصلہ۔

فاجر - گنہگار - زانی - حرام کار -

فُغم - خوشبو کا سونگھنا - عورت کا بوسہ لینا -

فِلِزّ - وہ جوہر کانی جو آگ مین گھل سکے - مثل سونا - چاندی وغیرہ - اِسکی فلزات جمع ہے -

فُندُق - ایک مشہور میوہ ہے ولایت کا - سُرخ رنگ - بیر برابر ہوتا ہے - اور مشابہ ہوتا ہے - سرانگشت ان سے اور کبھی کنایہ لبِ معشوق سے ہوتا ہے اور کبھی سرانگشت حنائی سے شعرا تشبیہ دیتے ہین اور اس کو عربی مین بُندق بھی کہتے ہین - کاروان سرا جو سرراہ ہو - کھیلنے کا گیند - نام ایک مقام کا -

(ق)

قصر - محل - کاٹنا - کوتاہ ہونا - کپڑے دھونا -

قد - لمبان - اصطلاحاً خدا کی ذات -

قباچہ - چھوٹی قبا -

قصاص - بدلہ لینا - زخم کا زخم سے قتل کا قتل سے -

قطب - کیلی - جس پر چکی پھرتی ہے - سردار قوم کا - افضل ہر شے کا - اصطلاح مین وہ نقطہ زمین کا جو اُتر اور دکن پر واقع ہے -

قُقنس - یہ لفظ یونانی ہے - یہ نام ایک پرند کا ہے - اُسی کی آواز سے علم موسیقی ایجاد ہوا ہے - کہتے ہین کہ عمر اُس کی ہزار سال کی ہوتی ہے - اِسکی مادہ نہین ہوتی ہے اُس کی پیدائش یون ہوتی ہی کہ جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے - تو لکڑیان جمع کر کے اُس پر بیٹھتا ہے اور اُس کی منقار مین جو بہت سوراخ ہین اُن سے آواز کرنا شروع کرتا ہے - ہر سوراخ سے ایک ایک راگ نکلتا ہے - اور جب دیپک راگ نکلتا ہے - تو لکڑیون مین آگ لگواتی ہے اور وہ جلکر خاک ہو جاتا ہے

قدرت الٰہی سے جب مہینہ برستا ہے تو اُس خاک سے انڈا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اُسی قسم کا جانور پیدا ہوتا ہے۔ اسکو فارسی مین آتش زن کہتے ہین۔

(ک)

کافر - پوشیدہ کرنے والا - چھپانے والا - چونکہ بیدین دین حق کو چھپاتا ہے۔ اسلیے کافر کہا فارسیون نے ف کو زیر کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اور خنجر و اختر کے ساتھ قافیہ باندھا ہے۔ کافر بمعنی بڑے ہنر اور اندھیری رات کے بھی آتا ہے اصطلاحاً جناب باری کا عاشق۔

کفر - ناشکری - خدائے واحد کو واحد نہ جاننا (اصطلاحاً عشق الٰہی)۔

کتان - السی - اور ایک قسم کے کپڑے کا نام ہے۔ شاعرون کا قول ہے کہ چاند کی روشنی پڑنے سے یہ کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

کاسمہ - کھوٹا جسمین کچھ کھوٹ ملا ہوا ہو۔

کاکل - زلف بال سر کے لٹکے ہوے سامنے۔

کشکول - بروزن مقبول - بڑا پیالہ بھیک کا جو فقیرون کے ہاتھ مین ہوتا ہے

کجک - آنکس ہاتھی ہانکنے کا - جو فیلبانون کے ہاتھ مین ہوتا ہے۔ نقارہ بجانے کی چوب۔

کلنگ - نام ایک مشہور جانور کا ہے۔ جس کو کونج کہتے ہین۔ اور نام ایک آلہ کا بھی جس سے زمین یا دیوار کھودتے ہین۔

کلیات - جمع ہے کلی کی - مجازاً شاعر کا کل کلام۔

(گ)

گل - پھول - بغیر اضافت کے گلاب کے پھول سے مراد ہے - اور مضاف کے ملنے پر اُسی کا پھول مثلاً گلِ داؤدی یعنی داؤدی کا پھول - گلِ نرگس۔

نرگس کا پھول اصطلاحاً اللہ تعالیٰ کی پہچان اور ذوقِ مزا۔

گلبن - درختِ گلِ سُرخ۔

گیسو - زلف۔

گہوارہ - ایک قسم کی چارپائی ہوتی ہے۔ جو بچون کے جُھلانے کے واسطے ہَوا مین لٹکاتے ہین۔ اور اُس کو ہلاتے رہتے ہین)۔

(ل)

لب - ہونٹھ۔ (اصطلاحاً جو سختیان عارف کو سدراہ ہوتی ہین)۔

لطف - مہربانی - (عاشق کا معشوق کی خدمت مین مقبول ہونا)۔

لاعب - کھیلنے والا۔

لبس - لباس پہننا۔

لصوق - چسپان ہونا۔

لوطی - اغلام کرنے والا۔

لئیم - ناکس بخیل - کنجوس۔ واضح ہو کہ لئیم اور بخیل مین یہ فرق ہے کہ بخیل اُسکو کہتے ہین جو آپ کھائے اور دوسرون کو نہ دے اور لئیم وہ جو نہ آپ کھائے نہ دوسرون کو دے۔

(م)

متکبّر - غرور کرنے والا - تکبّر کا اسم فاعل ہے۔ مادہ کبر ہے۔

محتسب - حساب کرنے والا۔ اور جو چیزین شرع مین منع ہین اُن کا منع کرنے والا مجازاً کوتوال اور قاضی۔

محشر - جمع ہونے کی جگہ اور روز قیامت - اس اعتبار سے کہ روز قیامت سب لوگ جمع ہونگے حشر سے اسم ظرف ہے۔

مرجان - عربی مین چھوٹے موتیون کو کہتے ہین - اور فارسی مین مونگے کو جو سرخ ہوتا ہے - اول - جب پانی سے نکلتا ہے - نرم ہوتا ہے - بعد مین پتھر کے مثل ہو جاتا ہے - اسے نباتات کے قسم سے کہنا چاہیے -

مرتکب - کسی کام کو شروع کرنے والا - گناہ کرنے والا - سوار ہونے والا - دلیری کرنے والا - ارتکاب سے اسم فاعل ہے -

مردود - نکالا ہوا - پھٹکارا ہوا - ردّ سے اسم ظرف ہے مجازاً گمشت کیا گیا -

مرقد - نیکی کی جگہ - رقود سے اسم ظرف سے مجازاً قبر -

مزار - زیارت کی جگہ - زیارت سے اسم ظرف ہے - مجازاً قبر -

مشتری - اشترا سے اسم فاعل ہے - معنی خریدنے والا - اور نام اُس ستارے کا جو چھٹے آسمان پر ہے فارسی مین اُسے برجیس کہتے ہین - اور ہندی مین برہسپت -

مشک - میم پر پیش اور زیر دونون سے درست ہے - اہل فارس نیز اور اہل ماوراء النہر پیش سے بولتے ہین ہرن کے کان کا نافہ - جو خوشبودار اور سیاہ ہوتا ہے مسک کا معرب ہے -

مضطر - جسے ضرر پہونچا ہو - بے اختیار - گھبرایا ہوا - یہ اصل مین مضترر ہے - بقاعدہ عربی مضطر ہوا -

مطبخ - باورچیخانہ - طبخ سے اسم ظرف ہے اور اگر میم پر زیر ہو اسم فاعل کا صیغہ ہو یعنی باورچی -

مکبّر - جس جگہ پر کھڑے ہو کر اذان کہین - اور اگر میم پر پیش اور بے تشدید کاف پر زیر ہو تو اذان کہنے والے کے معنی مین آئیگا -

منجّم - ستارہ شناش - تنجیم سے اسم فاعل ہے - مادہ نجم یعنی ستارہ -

موجد - ایجاد کنندہ - پہلے پہل کوئی بات نکالنے والا - مقلد کا برعکس ہے -

ایجاد سے اسم فاعل ہے۔

موذی - تکلیف دینے والا ایذا سے اسم فاعل ہے - مجازاً سانپ۔

مہمیز - لوہے کا کانٹا - جو سواروں کے جوتے کی ایڑی مین لگا ہوا ہوتا ہے - اصل مین مہماز تھا - بہ قاعدۂ ابدال مہمیز ہوا - مہماز اسم آلہ ہے۔

مرشد - ہدایت کرنے والا - راہ نیک اور سیدھی بتلانے والا - اصطلاحاً (جو طالب حق کو حق کا وصل کراوے)۔

مرید - ارادہ کرنے والا - اور کنایہ دینی شاگرد سے۔

مسجد - سجدہ کرنے کی جگہ - جاے نماز (اصطلاحاً - عبادت باطنی کی جگہ - اور صفات الٰہی کے ظہور کا مقام)۔

مصحف - وہ کتاب جس مین رسالے اور صحیفے جمع ہون - اسی واسطے قرآن شریف کو مصحف کہتے ہین کہ اسمین سورتین جمع ہین۔

مطرب - گویا - گانیوالا - ڈوم - واصطلاحاً - توحید کا قائل۔

منجہہ - ساقی زادہ - روح انسانی اور بقول جوت۔

معتصم - چنگل مارنے والا - واسطے طلب مدد کے پناہ لینے والا۔

مقدمۃ الجیش - پیش خیمہ - یعنے وہ تھوڑا سا لشکر جو فوج کے آگے جاوے تاکہ جگہ اُترنے کی تلاش کرکے تجویز کرے۔

(ن)

نسخہ - وہ پرچہ جس پر حکیم دوا لکھکر مریض کو دیتا ہے - لکھا ہوا کاغذ - کتاب۔

ناصح - نصیحت کرنے والا - ظاہری شریعت کا پابند۔

نادم - شرمندہ پشیمان - ندامت سے اسم فاعل ہے۔

نازنین - صاحب ناز - یہ لفظ ناز اور نین سے مرکب ہے۔

نداف - دُھینا - یہ ندف سے صیغۂ مبالغہ ہے۔

نصرانی عیسوی مذہب والا - اس لفظ کی شرح یون ہے - کہ شہر ناصرہ جو بیت المقدس کے قریب ملک شام ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مولد تھا - اس وجہ سے حضرت کا نام ناصری پڑا - اور لفظ نصرانی ناصری کی طرف منسوب ہے

نُقل - گز گ جو شراب کے بعد کھاتے ہین - اور ایک قسم کی مٹھائی جو بادام یا پستے پر قوام لپیٹ کر بناتے ہین - اور نقل کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔

ناس - آدمی انسان یہ صیغہ جنس کا ہے واحد اور جمع دونون پر بولا جاتا ہے

نستعلیق - خوشخط - اصل مین یہ لفظ نسخ تعلیق تھا - چونکہ یہ لفظ نسخ اور لفظ تعلیق سے مکلا ہے اسواسطے یہ نام ہوا - کثرت استعمال سے خ خارج ہوگیا اور نستعلیق رہ گیا۔

نفاس - رغبت کرنا کسی چیز کی عورت جب نرچہ ہوتی ہے اور خون اُس کا جاری ہوتا ہے اُس خون کے اجرا کو نفاس کہتے ہین۔

(و)

واعظ نصیحت کرنے والا - اصطلاحاً (ریاکار اور خدا کی معرفت سے ناواقف)۔

وصل - ملاقات معشوق سے - اصطلاحاً - (دنیا اور اُس کے متعلقات کو چھوڑ کر حق الیقین اور فنا فی اللہ کے درجے پر پہونچنا)۔

وادی - جنگل - نالی پانی کی زمین - نشیب ہموار کم درخت جہان پر سیلاب کے جانے کی راہ ہو مجازاً مقدمہ معاملہ۔

وزر - گرانی - بوجھ - گناہ - ہتھیار - اسکی جمع اوزار آتی ہے۔

وایل کلمہ افسوس کا ہے - عداوت سختی - شور و فغان مصیبت - اور نام ایک وادی کا ہے دوزخ کی۔

(ہ)

ہراول - تھوڑی فوج - جو فوج سے آگے رہے -

ہلال - پہلی دوسری اور تیسری تاریخ شمسی کا چاند مادہ ہلال ہے - جس کے معنی کمی اور ضعیفی کے ہین اور فارسی مین ناخن کی کترن کو کہتے ہین -

ہما - ایک چڑیا کا نام ہے - ہڈی کھاتی ہے - جس پر اُس کا سایہ پڑتا ہے - بادشاہ ہو جاتا ہے - نام بہمن بادشاہ کی بیٹی کا بھی ہے - جو موافق دین زردشتی اپنے باپ کے نکاح مین تھی -

ہابط - اُترنے والا - نیچے آنے والا -

ہاتف - آواز دینے والا - فرشتہ جو آواز غیب سے دے -

ہاروت - وہاروت - نام دو فرشتون کا جو بابل کے کنوئین مین خدا کے حکم سے لٹکائے گئے ہین - اور قیامت کے دن تک لٹکے رہین گے - اور جو کوئی اُس کنوئین کی جگت پر جادو سیکھنے جاتا ہے اُس کو سکھا دیتے ہین -

(ی)

یاقوت - ایک قسم کا جواہر سُرخ - زرد - نیلے - اور سفید رنگ کا ہوتا ہے سُرخ کی سات قسمین ہین - نہرمانی - رمانی - ارغوانی - حلی - حمری - وردی بھی اکثر یاقوت کو بدخشان اور یمن سے نسبت کرتے ہین اور ایک خوشنویس کا بھی نام ہے - جو معتصم باللہ کا غلام تھا - اور معتصم باللہ خلفاے عباسیہ سے ایک خلیفہ کا نام ہے -

یالمند - عیالدار آدمی بال بچون والا - یال بمقابلہ عیال ہے -

یالہ - گاے کا سینگ

یخ - برف -

یکچہ - ژالہ - اولہ - تگرگ -

یغما - لوٹ - غارت - اور نام ایک شہر ترکستان کا ہے - جہان پر معشوق بہت خوبصورت ہوتے ہین

یسار - تونگری - دولت - بایان ہاتھ - بایان طرف -

یوح - آفتاب -

یتامیٰ - جمع ہے یتیم کی - وہ بچے جن کے ماں باپ نہون -

یرقان - زردی آنکھون کی اور بدن کی ایک بیماری کا نام -

یلدا - اندھیری رات جو دراز ہو -

یوم النشور
یوم التناد } قیامت کا دن

یواقیت - جمع ہے یاقوت کی -

اُردو نظم اور نثر مین مادۂ تاریخ ایک عجیب و غریب صنعت ہے اُسکی مختصر کیفیت ذیل مین درج کیجاتی ہے

واضح ہو - کہ حساب جُمل مین اعداد کے حروف فرض کر لیے گئے ہین - اور اُن سے چند کلمے بنائے گئے ہین اُن اعداد کا مجموعہ ذیل کے کلمون مین موجود ہے -

ابجد - ہوز - حطی - کلمن - سعفص - قرشت - ثخذ - ضظغ -

اوپر کے پہلے کلمہ کے - پہلے حرف سے دسوین حرف تک ایک ایک عدد بڑھتا ہے - اور گیارھوین حرف سے بیسوین تک دہائی اور اُس کے بعد سے سیکڑا -

ابجد	الف	۱	
	ب	۲	
	ج	۳	
	د	۴	
ہوز	ہ	۵	
	و	۶	
	ز	۷	

حطی	ح ۸		قرشت	ق ۱۰۰	
	ط ۹			ر ۲۰۰	
	ی ۱۰			ش ۳۰۰	
کلمن	ک ۲۰			ت ۴۰۰	
	ل ۳۰		ثخذ	ث ۵۰۰	
	م ۴۰			خ ۶۰۰	
	ن ۵۰			ذ ۷۰۰	
سعفص	س ۶۰		ضظغ	ض ۸۰۰	
	ع ۷۰			ظ ۹۰۰	
	ف ۸۰			غ ۱۰۰۰	
	ص ۹۰				

مذکورۂ بالا حساب کو کسی شاعر نے نظم مین کیا خوب سمجھایا ہے جو ہدیۂ ناظرین ہے

رباعی

یگان شمار رز ابجد حساب تا حطی	پس آنگہہ از کلمن دہ دہ ست تا سعفص
پس انگہ از قرشت تا ضظغ شمر صدگان	دل از حساب جمل شد تمام مستخلص

نوٹ ۔ اُردو زبان مین کل انتالیس ۳۹ حرف ہین اُن مین سے پانچ حرف یعنی پ ۔ چ ۔ ژ ۔ گ ۔ اور ت خاص فارسی کے ہین ۔

اور آٹھ حرف یعنی ث ۔ ح ۔ ص ۔ ض ۔ ط ۔ ظ عین ۔ قاف خاص عربی کے ہین ۔ یہ حروف جن الفاظ مین پائے جائین گے وہ الفاظ عربی کے تصور ہونگے جیسا کہ ذیل کے شعر سے ظاہر ہے ۔

ہشت حرف است آنکہ ناید در زبان فارسی
ثا و حا و صاد و ضاد و طا و ظا و عین و قاف

نغمۂ عندلیبان چمن

(یعنی)

تقاریظ گلزار سخن

تقریظ از جناب منشی محمد عبدالکریم صاحب صدیقی مدرس مدرسہ اردو برنچ اسکول کھنڈوہ ضلع نماڑ

ہر ایک زبان سے جو لفظ نکلتا ہے وہی خلاقِ عالم کی حمد وثنا ہے۔ اور ہر حامد اُسی محمود کی حمد کرتا ہے۔ جس پیرایہ مین جو لفظ زبان سے ادا ہوتا ہے۔ سرتاسر اُسی کی تعریف اور اُسی کی مدحت ہے۔ اور حمد خدا بعینہٖ نعت امام الانبیاء رسول مجتبیٰ ہے۔ کیونکہ الوہیت کی تصدیق بغیر معرفت رسالت کے ممکن نہین۔ وہی حمد وہی نعت ہے پس اس باب مین زبان کشائی چھوٹا منھ بڑی بات ہے۔ لہذا اس راہ دشوار گذار سے عنانِ اشہب خامہ منعطف کرکے اصل راہ مقصود پر لاتا ہون۔

شاہجہان بادشاہ جو سلاطین مغلیہ مین بڑا نیکنام بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے عہد حکومت سے ملک ہذا مین اُردو زبان کا رواج ہوا ہے۔ اور جون جون زمانہ گذرتا گیا۔ ہر زمانہ کے شعرائے نامی نے شبانہ روز کے محنت شاقہ سے اس مین بڑی بڑی موشگافیان کین۔ اس کی ترقی اور اصلاح مین ساعی رہے۔ اور یوماً فیوماً اس کی ترقی ہوتی گئی۔ جب ہماری گورنمنٹ عادل سرکار انگلشیہ کا اس ملک پر ہماری خوبئ طالع سے تسلط ہوا تو اس نے بھی اس کی ترقی اور اس کی اشاعت مین توجہ خاص مبذول فرمائی۔ صدہا مدارس اُردو زبان کے جاری کیے۔

سیکرٹون کتابین گورنمنٹ عالیہ کے حکم سے ہر علم وفن کی زبان اُردو معین بغرض فائدہ رسانی کافۂ انام ونیز بنظر ترقی زبان - لایق اور مستند حضرات سے تصنیف اور تالیف کراکے ملک اور اہالیان ملک پر بار احسان رکھا - اور پھر اسی پر ہماری سرکار ابد قرار نے اکتفا نہین کی - بلکہ مزید بران اس زبان کی قدر ہونے کے لیے تمام دفاتر سرکاری مین اسی کو جاری کیا - اور بعض صاحبان یورپین نے بھی اس زبان مین اسقدر دستگاہ بہم پہونچائی کہ اُن کی تصنیفات اُردو زبان مین موجود ہین غرضکہ یہ زبان اس ملک مین تمام ہند کے لیے عام قرار پائی - ملک ہذا کے ہر حصہ مین اسکا رواج ہوا - بخلاف دیگر زبانہاے ہند کے کہ ان کا رواج ملک ہذا کے محدود حصون مین ہے - اُردو زبان مین ابتداسے ابتک ہزارون کتابین نظم ونثر - محاورات - ضرب الامثال - لغات اور مصطلحات مین - اور کثیر التعداد دواوین اور تذکرہ ہاے شعرا - اور ہزارون ناول - تصنیف اور تالیف ہوے جس سے زبان ہذا نے ایک نمایان ترقی کی - مگر جہان تک دیکھا و رسنا گیا ہے - قدیم الایام سے تمام مصنفین کا گذر ایک ہی راہ سے ہوا ہے - سب ایک ہی لکیر کے فقیر ہین - یعنی جملہ مصنفین کی طرز تحریر ایک ہی روش پر چلی آتی ہے - مگر یہ تذکرہ الموسوم بہ گلزار سخن اپنی طرز مین اور اپنے ڈھنگ مین یکتا ہے علاوہ شعرا کا تذکرہ ہونے کے - اس مین شاعری کے فنون کی تمام ضروری اور کارآمد باتین جو متعدد کتابون کی اوراق گردانی سے بھی نہین مل سکتی ہین - اس مین تمام وکمال ترتیب وار درج ہین - ایسی کوئی کتاب اُردو مین نہین لکھی گئی گویا ایک دریا کو کوزہ مین بند کیا ہے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے - ہمارے قول کی تصدیق ناظرین خود آگہین کو خود اس کتاب کے مطالعہ سے ہوگی - پس باین خیال کہ اس محل پر اس کتاب فیض اکتساب کے مضامین کا بالاجمال والاقتصار ذکر کرنا غالباً شائقین فن کے لیے ازبس

محظوظی کا باعث ہوگا۔ لہذا قدرے از بسیار دیکے از ہزار لکھا جاتا ہے وہو ہذا۔

اس کتاب مین چار باب مقرر کیے گئے ہین پہلے باب مین لائق مؤلف نے شعرا کا مختصر تذکرہ اور اُن کے کلام کا انتخاب درج کیا ہے۔ انتخاب کیا ہے گویا ہر دیوان کا عطر نچوڑ لیا گیا ہے۔ دوسرے باب مین ایک سراپا لکھا ہے۔ یہ سراپا نہین بلکہ اس مجموعہ کی جان اور اس کتاب کا مایۂ ناز ہے اس سراپا مین ہر تشبیہ کے ثبوت کے لیے اس کے مقابل مین اساتذہ مسلم الثبوت کا شعر لکھا ہے۔ تیسرے باب مین اقسام شعر و عروض و قافیہ اور نظم کی بحرین مع اسناد کے درج ہین چوتھے باب مین ایک مجموعہ لغت کا ہے جس مین مشکل الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی نہایت وضاحت کے ساتھ لکھے گئے ہین۔ اسی مین حروف ابجد کے اعداد کا حال بالتشریح لکھا گیا ہے۔ جو فن تاریخ گوئی کے لیے ایک نادر اور بیمثل سرمایہ ہے۔ ناظرین جب کتاب ہذا کا مطالعہ کرین گے لائق مؤلف کی قابل قدر محنت کی داد خود دین گے۔

غرض جتنی خوبیان اس نایاب اور عدیم المثل مجموعہ مین پائی جاتی ہین یہ تمامی اس کے مصنف علام کے فضل و کمال کی برہان قاطع اور دلیل ساطع ہین۔ اس کے مؤلف والا قدر عالی نژاد جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب مہتمم بندوبست کھنڈوہ ضلع نمارٹھین آپنے ہندی زبان مین اس تالیف کے قبل اسی فن مین متعدد کتابین لکھی ہین۔ جن سے شائقین فن ازبس مستفید ہوے۔ اور ہو رہے ہین۔ ماہرین فن پر اُن ہندی کتابون کی خوبیان مثل مہر نیمروز روشن ہین۔ یہان اِنکے بیان کرنے کی ضرورت نہین۔ اُردو مین آپ فیض تخلص فرماتے ہین۔ اور ہندی مین بھالو گوئی آپکا تخلص ہے۔ جیسی کتاب ہذا فنون شاعری کی ایک جامع کتاب ہے۔ علی ہذا القیاس اس کے مؤلف بھی جامع الکمالات ہین۔ جن کو ہندی اُردو دونون زبانون مین ملکۂ تام حاصل ہے۔ علاوہ اسکے خداوند تعالیٰ نے جیسے آپکی ذات معدن صفات کو مصدر فنون۔ اور بحر علوم بنایا ہے

ویسے ہی دینوی ثروت ۔ حکومت ۔ عزت اور آبرو سے بھی بہرہ یاب کیا ہے ۔ ایک جا ان تمام خوبیون کا جمع ہونا نادرات سے ہے ۔ ایسا اتفاق ایسا موقع بہت کم سُنا اور دیکھا گیا ہے ۔ باوصف اس لیاقت و حکومت کے خدائے عزّ و اسمہ نے آپ کو وہ حمیدہ اخلاق اور اوصاف پسندیدہ عطا فرمائے ہین ۔ کہ جو آدمی آپ کے شرف ملاقات سے ایکبار بہرہ یاب ہوتا ہے وہ آپ کا دم بھرنے لگتا ہے ۔ الحق تالیف قلوب کا جوہر قدرت نے آپکے واسطے خاص کر دیا ہے ۔ اس خوبی میں آپکو اپنے ابنائے جنس پر امتیاز خاص عطا ہوا ہے ۔

اب نہ زبان مین یارائے گفتار ہے ۔ اور نہ خامۂ مقطوع اللسان بریدہ زبان مین قوت تحریر ہے جسقدر اس معاملہ مین خامہ فرسائی کی جائے تھوڑا ہے ۔ جو کچھ لکھا جائے کم ہے ۔ کیونکہ نہ آپکے محامد پایان پذیر ہین ۔ اور نہ آپ کی تصنیفات کی خوبیون کی کوئی حد ہے پس مضمون ہذا کو اب دعا پر ختم کرتا ہون اور اس دعا کے لیے درگاہ مجیب الدعوات سے بدل خواہان ہون یا اللہ اس تصنیف جدید کو قبولیت عام عطا فرما ۔ اور اس کے مؤلف کو انھین خداداد خوبیون کے ساتھ تا یوم الثنا و سلامت باکرامت رکھ آمین

نوٹ : کیا بھروسہ ہے زندگی کا امیر
آدمی بُلبُلہ ہے پانی کا

ہائے کیا خبر تھی کہ گلزار سخن کے طبع ہوتے ہوتے ناچیز مؤلف کو اپنے دو کرم فرماؤن کا ۔ بجائے شکریہ ادا کرنے کے ماتم کرنا پڑے گا ۔

آہ ۔ ابھی فخر شعرائے ماضی و حال حضرت جلال لکھنوی کے غم جدائی سے سینہ فگار ہی تھا کہ فلک کجرفتار نے عین موقع پر ایک دوسرا غلہ رسید کیا یعنی جناب منشی عبدالکریم صاحب رود مدرس رسۂ کھنڈ وہ جنکی بہترین تقریظ گلزار سخن مین ناظرین نے ملاحظہ فرمائی ہوگی اسی سن رواں یعنی ۱۳۲۷ھ مین دست اجل سے ساغر رحمت ۔ نوش فرما کر اپنے اعزا اور احباب کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دیگئے دعا ہے کہ خداوند کریم ہر دو بزرگوار کو اپنے جوار رحمت مین جگہ دے اور انکے پس ماندون کو صبر جمیل عطا فرمائے منجانب مؤلف ساغر رحمت ۔ ۱۹۰۹ء

تقریظ نادر روزگار از جناب منشی سید زوار حسین صاحب وارثیامت نگار آگرہ آباد
ایڈیٹر اخبار سیر عالم کھنڈوہ مصنف ناول جیسا پایا ویسا آپ بقا تلمیذ حضرت وسیم لکھنوی

تقریظ کلام نفیس

۱۹۰۸ عیسوی

زبان سخن کیلئے ہے سخن زبان کے لیے	یہ جنس تحفۂ نادر ہے قدردان کیلئے

لو مبارک ہو دستِ گلچین نے گلشنِ مضامین سے گلہائے رنگا رنگ چنکر ایک ایسا گلدستہ تیار کیا کہ جو بذات خود ایک گلزار ہے۔ بلبلین صیاد کے دست تظلم سے آزاد ہو کر یا یون کہیے کہ اُس کے گلشن کو نفرین کرکے اس گلزار مین کہ جو واقعی گلزار سخن ہے آشیانہ بندی کر رہی ہین۔ اس لیے کہ اُن کو یقین ہو چکا ہے کہ یہ گلزار جو کہ گلزار سخن کے نام سے نامزد ہے تا دم حشر سرسبز و شاداب رہے گا۔ نہ یہان خوف خزان ہے نہ خوف صیاد۔ اسمین شک نہین کہ کارپردازان قضا و قدر کا زبردست اور مضبوط ہاتھ گلشن ہستی اور اُس کے موجودہ لوازمات کو روز بروز قعر فنا کی جانب کھینچے لیے جا رہا ہے بفحوائے کُلِّ نَفسٍ ذائقۃ الموت۔ مگر باغبان قدرت نے گلزار سخن کے پُر بہار پھولون کو اپنی قدرت سے کچھ ایسی پُر فضا ہوا عطا کی ہے کہ جس کی چار دیواری سے خزان چالیس قدم بچکر نکلتی ہے۔

انقلاب زمانہ نے گلشن ہستی کے بیشمار اوراق لوٹ پوٹ کر قدرت کے بے انتہا اشیاء کو درہم برہم کر دیا۔ مگر سخندانِ عالم کے کارنامے قرطاس کے صفحات پر نہایت آن بان سے نظر آ رہے ہین اور اہل زمانہ کے روبرو زبان حال سے پکار رہے ہین کہ دیکھو سخن کا گلزار ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے۔

اگرچہ حالت موجودہ کی ہوائین شعر و شاعری کے لیے بالکل خلاف ہین بقول شخصے اردو اسوقت ایک بے وارث زبان ہے جو کوئی اسکے ساتھ سلوک کرتا ہے وہ محض بوجہ اللہ

پرسان حال ہے نہ کوئی قدردان۔ بگاڑو تو کوئی لفنہ مین کرنے والا نہین
سنوارو تو کوئی آفرین کہنے والا نہین۔ نہ آج میر و میرزا ناسخ و آتش ذوق و
غالب ایسے خدائے سخن شاعر ہین اور نہ فیاضیون کا مینھ برسانے والے
شاہان سلف ہین۔

تاہم اس کس مپرسی کے زمانہ مین بھی کہین نہ کہین اس بیکس کے قدردان موجود
ہین۔ جو اس کی خداداد نزاکت اور لوچ پر دل و جان سے شیدا ہین۔ اس موقع
پر ہم پبلک کے روبرو جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب متخلص بہ فیض مہتمم بندوبست
کھنڈوہ کو پیش کرتے ہین۔ کہ صاحب موصوف نے اردوے معلی کے ساتھ کیا سلوک
یا ہمدردی کی یہ کتاب گلزار سخن خود اُن خیالات کا آئینہ ہے علاوہ اردو کے آپ کو
دوسرے علوم مین بھی کافی استعداد اور دستگاہ حاصل ہے۔ انگریزی مین اویک ننگ
نامی ایک مذہبی رسالہ اور ہندی مین چھند پربھاکر (جو علم عروض و قافیہ مین لاثانی
ہے) نو نچامرت رامایں۔ کال پربودھ اور کاویہ پربھاکر آپ کی تصانیف سے
ہین۔ ان کتابون کے دیکھنے سے آپکی قابلیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے
اردو مین یہی گلزار سخن ہے جس کا خوشنما منظر آپ کی نظرون کے سامنے موجود ہے
پژمردہ دلون کو اس کا سہانا اور پُر فضا حصہ باغ فردوس سے کم نہین ہے۔ آجتک
بہت سے گلدستے رسالے اور انتخابات دیکھنے مین آئے لیکن اس آن بان
اور شان و شوکت کا ذخیرہ دیکھنے سننے مین نہین آیا۔ اسمین ایک حصہ سراپا کا سراپا
نایاب ہے۔ استعارات و تشبیہات اساتذہ کے مقابل مین اساتذہ کا شعر بغرض
ثبوت پیش کر کے لایق مؤلف نے سونے مین سہاگا ملا دیا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ
گلشن ہستی مین گلزار سخن کے تازہ پھولون کی ایسی ہوا بندھے کہ لوگ عطر گل و
مشک و عنبر کو خاطر مین نہ لائین۔ آمین۔ (خاکسار) نوازار۔

تقریظ رنگینہ کلک جواہر سلک شاعر خوش بیان و خوش تقریر جناب مولوی محمد منیر صاحب منیر لکھنوی مصحح مطبع منشی نولکشور

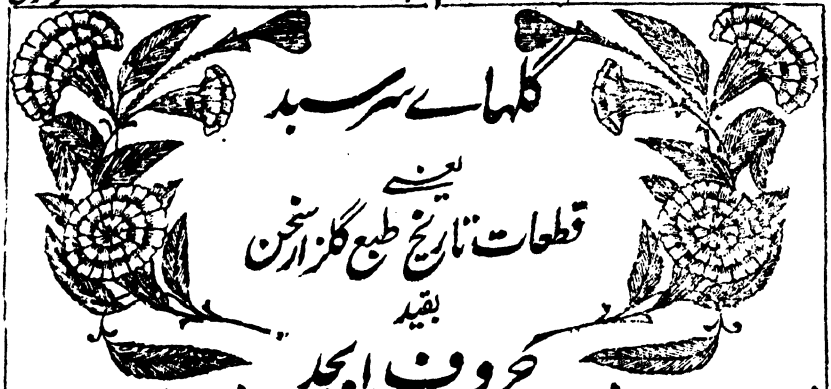
جام دے ساقی گلفام گھٹا مین آئین
گرم ہو صحبت مے سرد ہوا مین آئین

چمن زار سخن جسکے ہر گل و ثمر کو بیقدری کی خزان نے ایک مدت سے پژمردہ کر رکھا تھا اور جسکے ہر شجر کو کم توجہی کی باد سموم نے بالید گی سے معذور کر کے مثل جسم زار عاشقان مسکھا ڈالا تھا اور جس چمن کی سیہ بختی نے اپنی تاریکی سے کچھ ایسا اندھیر پھیلایا تھا کہ دیکھنے والون کو اس چمن خزان رسیدہ کی حالت نظر نہ آتی تھی کہ یکایک اسکی اس پژمردگی پر اُس نخلبند گلزار روزگار کو رحم آیا اور اُسکی حالت پر یون ترحم فرمایا کہ دریاے طبع افصح الفصحا سخنور یکتا جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب مخلص بہ فیض اسسٹنٹ کمشنر بندوبست کھنڈوہ کو ایسی روانی عطا فرمائی کہ جس کی ہر موج اس خزان رسیدہ چمن تک اسطرح آئی کہ جیسے تن مردہ مین جان آتی ہے پھر تو اسکی سرسبزی و شادابی کا کیا پوچھنا تھا۔ ہر شجر نہال ہوا ہر غنچہ مسکرانے لگا۔ ہر پھول شگفتہ ہو کر اپنا حسن دکھانے لگا۔ چہار جانب سے عندلیبان خوش نوا کی صدائین آنے لگین۔ نسیم عنبر بیز گلشن جانفزا اعنی گلزار سخن نے مشام عالم کو وہ تروتازگی بخشی کہ ضعیف دماغون کو مفرحات کی ضرورت نہ رہی۔ واقعی جناب بابو صاحب موصوف الصدر نے زبان اُردو کے سوکھے ہوے چمن کو کس خوبی سے شادابی بخشی اور کس لطف سے اس گلزار پُربہار کو ہمیشہ کے واسطے خوف خزان سے مطمئن کر دیا۔ شعراے متقدمین جنکے نام اُنکی قبرون کے نشان کیطرح کب کے مٹ چکے تھے آپکی توجہ سے پھر صفحۂ روزگار پر اُنکے باقی رہنے کی قوی امید ہوگئی اور شعراے حال نے تو گویا گھر بیٹھے مزد پائی کیونکہ رفتار زمانہ سے شعر و شاعری کا سفینہ کم توجہی کے طوفانی دریا مین آچکا تھا اگر جناب ممدوح کی طبع سخن سنج اس نازک وقت مین ناخدائی پر آمادہ نہوتی تو یہ سفینہ ورطۂ کم توجہی و بیقدری مین ایسا غرق ہوتا کہ پھر کہین اسکا پتہ بھی نہ ملتا۔ سچ تو یہ ہے کہ بابو صاحب موصوف نے

کتاب گلزار سخن تالیف فرما کر عموماً تمام ملک اور خصوصاً شعرا کی ذات پر بہت بڑا احسان کیا۔ اگرچہ آپ کی تصانیف جلیلہ سے اور بھی قابل قدر کتابین موجود ہین مگر اس گلزار سخن کا کچھ ڈھنگ ہی نرالا ہے۔ یہ گلزار وہ روکش باغ ارم ہے جس کا ہر پھول قلوب عشاق سے مشابہ ہے اور جسکا سنبل پیچان زلف معشوقان سے دعوی ہمسری رکھتا ہے۔ اسی کے تختہ کا سینۂ عاشق مین داغ ہے جسقدر اسکی تعریف کیجاوے وہ کم ہے۔ اگر اسکو روح وجان شاعری کہین تو زیبا ہے۔ بہت سے تذکرہ ہاے شعرا مؤلفان سابق نے تالیف فرمائے۔ گلشن بیخار مین مصطفےٰ خان شیفتہ نے کیا کیا گل کھلائے۔ گلستان بیخزان مین حکیم میر قطب الدین صاحب باطن نے کیا کیا شجر لگائے۔ مولانا آزاد نے آبحیات مین وہ دریا بہایا کہ ہر ایک نے خضر کو رستہ بتایا۔ مگر اسکی خوبیان اسوجہ سے زیادہ ہین کہ علاوہ پانچسو شعرا کے تذکرہ ہونے کے تشبیہات و استعارات عروض و قوافی اور اصطلاحات اُردو وغیرہ کی جناب مؤلف ممدوح نے بہت اچھی طرح سے تشریح فرمائی ہے اور باب اول کے آخر مین جو شجرۃ الشعرا ہے وہ نہایت کارآمد چیز ہے بس یہی چیزین ہین جنھون نے اس کتاب کو اپنی آپ نظیر بنادیا ہے اگر اسکو خضر راہ شاعری کہین تو بجا ہے۔ خدا کرے ہمیشہ یہ کتاب فیض آب فیض بخش عالم رہے۔

اسی طرح فخر روزگار جناب منشی سید زوار حسین صاحب زوار ایڈیٹر اخبار سیر عالم کھنڈو نے شعراے متقدمین فارس کے بچے ہوے مردہ نامون کی مسیحائی فرما کر گویا انکو زندگی جاوید بخش دی ہے جناب ممدوح کا تالیف کردہ تذکرہ "آب بقا" عزیزی پریس آگرہ مین طبع ہوا ہے۔ اور خوب ہے۔ ان دونون آفتاب و ماہتاب سے روشن تذکرون کا قریب قریب شائع ہونا قران السعدین سے کم نہین ہے۔

دعا ہے کہ باغبان عالم بفضل اتم معدن جود و سخاوت مخزن حلم و مروت رنگ بو گلشن ریاست جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب فیض کی طبع رنگین کو روز افزون ترقی عطا فرماوے اور انکے غنچۂ دل کو باد سموم حوادث دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ اور نسیم جانبخش بہار سے ملحوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین



گلہائے سرسبد

یعنی

قطعات تاریخ طبع گلزار سخن

بقید

حروف ابجد

افضل۔ عالیجناب افضل الدولہ شوکت جنگ سید محمد افضل علیخانصاحب مدظلہ

خلف حضرت اسیر مرحوم لکھنوی

کیا خوب کلام فیض کا ہے — کہتی ہے یہ گفتگو زبان سے
اللہ ری سلاستِ عبارت — ممکن نہین وصف مدح خوان سے
گلہائے سخن ہین تذکرے مین — کچھ کم یہ نہین ہے بوستان سے
جتنا ہے کلام جمع اس مین — محفوظ ہے عیب شاگان سے
پیچیدہ ہین ایسے ایسے مضمون — ہوتے نہین حل جو نکتہ دان سے
لکھا ہے وہ حال شاعرون کا — ممکن انھین جو ہو اجہان سے
ہون مدح و ثنا مین اِن کے جو صرف — الفاظ وہ لاؤ نہین کہان سے
کیا دور ہے شاد ہون جو سنکر — گوشِ شنوا مرے بیان سے
گو نظم کی کب ہے مجھکو مہلت — مجبور ہون حکم مہربان سے
تاریخ کا جب خیال آیا — عیسیٰ نے کہا یہ آسمان سے

یون نظم ہو سالِ طبع افضل
گلزارِ سخن بری خزان سے

۱۹۰۸ع

ارشاد۔ جناب منشی ارشاد حسین صاحب شاگرد و خویش حضرت حکیم مرحوم خلف حضرت اسیر مغفور لکھنوی

جنداے طبعِ فیض کامل روشن بیان
اے خوشا فکر رسا اے صاحبِ عزّ و وقار

مرحبا تصنیفِ عالی لائقِ تفریح و سیر
اے چہ خوش گلدستہ پیچیدہ تا ابد استوار

واہ گلزارِ سخن کیا خوب پیارا نام ہے
عطر آگین ہو گیا جس سے شامِ روزگار

نکلا سالِ طبع میں ابجد کا قفلِ بے کلید
کھولکر اعداد کا کرنے لگا دل میں شمار

لکھدیا ارشاد میرے کلک نے مصرع عجیب
آج گلزارِ سخن میں تازہ ہے فصلِ بہار

انور۔ جناب منشی نور محمد صاحب مدرس فارسی مدرسۂ ہاشمیہ بمبئی تلمیذ حکیم مولانا نظامی مدظلہ السامی

محو ہو جاتے ہیں سب دیکھ کے گلزارِ سخن
اسکے ہر پھول نے وہ پائی ہے رنگت دلکش

کلکِ انور نے لکھی خوب مسیحی تاریخ
شاعروں کا یہ مرقع ہے نہایت دلکش

۱۹۰۸ع

ولہ

کھلے ہیں کیسے کیسے پھول کیا کیا رنگین نکہتیں ہیں
فضا ہے دید کے قابل چمن ہے سیر کے قابل

ہوا نغمہ سرا یوں عندلیبِ طبع اے انور
گل افشانیٔ گلزارِ سخن ہے سیر کے قابل

۱۹۰۸ع

ولہ

سرخوشِ صہبائے معنی آئیں دیکھیں تو سہی
مست بیٹھا ہے یہاں ہر ایک میخوارِ سخن

قدر کے قابل مؤلف کی ہے سعیِ بلیغ
داد کیوں دل سے نہ دیں سارے خریدارِ سخن

بے تکلف مصرعۂ تاریخ اے انور کہو
مرحبا اچھا پھلا پھولا ہے گلزارِ سخن

۱۳۲۶ھ

اعجاز - جناب مولوی محمد الٰہی بخش صاحب مصحح اودھ اخبار لکھنؤ شاگرد جناب حکیم مرحوم لکھنوی

فیض حال شعرا خوش بنوشت — چون بجانش سخن‌ور اہل زمن
سال تالیف بہ گفت این اعجاز — مایۂ دلکش ارباب سخن
۱۳۲۶ھ

ولہ

جناب فیض معنی آفرین نے — لکھا ہے شاعرون کا تذکرا کیا
زروے انبساط اعجاز لکھ سال — سہ گلزار سخن نادر کھلا کیا

آل احمد - جناب منشی سید آل احمد صاحب ۱۳۲۶ ریونیو انسپکٹر بندوبست کھنڈوہ باشندۂ آگرہ

بلبل نغمہ سرا طوطی شیرین گفتار — بحر زخار فصاحت دھنش گوہر بار
گل بستان معانی و معانی بہ بہار — جلوۂ روے سخن حسن بلاغت اشعار
تر زبان سحر بیان بحر علوم و دانش — ہر سخن نکتہ و ملو است بحکمت اشعار
ناسخ عہد نظیر آی جہان سنجان عصر — آتش و انوری مداح کلامش بمزار
ضیغم بیشۂ علم و ہنر و عز و شرف — باذل عادل و ذی جود و کرم نیک شعار
صائب و تلمیذ و تلسی است مثال تلمیذ — آفرین باد بریں علم و ہنر لیل و نہار
حاکم صوبہ ملک متوسط در ہند — بہترین منتظم و عادل و انصاف شعار
فاضل ہندی و انگریزی و علم پارس — مد طولی است بہر علم و ہنر ہر مس وار
ناظم ملک سخن باد شہ کشور علم — بہترین کرد چو تالیف کتاب اشعار
یا خدا بر صفحہ ہستی عالم ممدوح — روے آلام بجز عیش نہ بیند زنہار

آل احمد سنہ تالیف کتاب منظوم
چشمۂ فیض فزا - از قلم خویش نگار
۱۳۲۶ھ

اظہار۔ جناب منشی محمد یعقوب صاحب۔ باشندۂ سناور ریاست اندور تلمیذ حضرت زوار الہ آبادی

گلچین نے لگایا ہے گل کا ابنار	یا فیض نے کیا ہے باغیچہ تیار
تاریخ کی جستجو تھی ہاتف نے کہا	گلزار سخن خرمن گل ہے اظہار

احقر۔ جناب محمد عبد المجید صاحب صدیقی ساکن کھنڈوہ ضلع نمار ۱۹۰۸ء

گھپ گیا ہے شاعروں کے دلمیں یہ	کیوں نہ ہو اسکا عجب اسلوب ہے
بے سر اعدا کہو احقر یہ سال	بارک اللہ انتخاب خوب ہے

الطاف۔ جناب محمد الطاف الکریم صاحب صدیقی برادر جناب فضل کھنڈوہ ۱۹۰۶ء تخمیناً ۱۳۲۵ ہجری

عب چھپا الطاف نسخہ فیض کا	مجھسے بولا ہاتف غیبی دہن
از سر حق مصرعۂ تاریخ کہہ	کھل گیا ہے لو گل باغ سخن

ابر۔ جناب مولوی سید محمد عسکری صاحب لکھنوی ۱۹۰۱ء تلمیذ جناب فصاحت لکھنوی

فیض کی گلکاریِ مضمون ضرور	ہے پئے احباب گلزار سخن
ابر اُس کو دیکھ کر کہتے ہین سب	ہے بہت نایاب گلزار سخن

سالِ ہجری ہے سرامید سے
کیا ہے اب شاداب گلزارِ سخن ۱۳۲۶ھ

برق۔ جناب منشی محمد منظور الکریم صاحب صدیقی سب انسپکٹر پولیس ٹریننگ اسکول ساگر متوطن کھنڈوہ تلمیذ و برادر زادۂ جناب مولوی محمد عبد الرحمن صاحب مرحوم و مغفور کھنڈوہ

چھپا اشعار کلمع بسعیِ فیض عالیشان	خزینہ ہر طرح کے علم کا جنکا کہ سینہ ہے

جہان

بہانکے شاعرون کے اس سے بیڑے پار ہونگے
نہ کیون کہیئے کہ دریائے سخن کا یہ سفینہ ہے

نہان ہے نقدِ معنی کچھ عجب انداز سے اسمین
مناسب ہے کہون اسکو کہ معنی کا دفینہ ہے

نگہ ہیر پر طبسی جسکی وہ دل سے ہوگیا شیدا
عجب اسلوب ہے اسکا عجب اسکا قرینہ ہے

تلاش سال مین پایا تو ہاتف نے کہا فوراً
طرب کر برق کہدو یہ کہ خوبی کا خزینہ ہے

تائب - از نتائج افکار جناب منشی کھنولال صاحب لکھنوی مدظلہ السامی
سرفرازی یافتۂ سلطان دکن و پروپرائیٹر یارادودھ لکھنؤ

قابلِ دید اس چمن کی ہے بہار
بلبلین شیراز کی ہین نغمہ زن

فکر رنگین کے ہین کیا کیا گل کھلے
جن کی خوبی پر ہے غش ہر اہلِ فن

مجتمع کیا کیا کئے نادر کلام
مرحبا اے فیضِ یکتائے زمن

خامۂ تائب نے لکھا اسکا سال
بوجھیا با فیضِ گلزار سخن

۱۹۰۸ء

معذرت - ہم کو سخت افسوس ہے کہ جناب تائب صاحب کا نادر کلام اور حالات ہمارے پاس بعد از وقت پہونچے - گلزار سخن مین جس قدر شعرا کا کلام مع حالات درج ہے وہ تخلص کے لحاظ سے باعتبار حروف تہجی لکھا گیا ہے - چونکہ گلزار سخن ردیف (یا) تک طبع ہو چکا تھا جب آپ کے کلام اور حالات سے ہمکو وقفیت ہوئی - پس بوجہ عدم گنجایش ہم آپ سے آپ کا کلام اور حالات نہ درج ہونے کے متعلق معذرت کرتے ہوئے قطعۂ عطیۂ مذکورۂ بالا شکریہ کے ساتھ درج کرتے ہین - انشاء اللہ تعالی طبع ثانی مین یہ شکایت رفع ہو جائے گی اور یہی معذرت نامہ ہم دیگر حضرات کی بھی خدمت مین پیش کرتے ہین - جن کا کلام مع حالات گلزار سخن مین نہین درج ہو سکا (مؤلف)

جلال۔ شاعر شیرین مقال فخر شعرائے ماضی و حال حضرت حکیم سید ضامن علی صاحب جلالؔ لکھنوی مرحوم

تمنائے نقشے کہ میدا شت دل
چو بر صفحۂ دھر آمد پدید
دوم فکر تاریخ طبعش جلال
نوشتہ۔ شدہ چاپ نظم جدید

جگر۔ از نتیجۂ فکر جناب سید محمد افتخار علیصاحب مالکؔ مجذوب الحسینی نمبر ۱۱ بلاسیس روڈ بمبئی تلمیذ حضرت امیر مینائی مرحوم

بہت رنگین ہے فکر حضرت فیض
گل مضمون ہر اک رشک چمن ہے
کھلائے گل کچھ ایسے تذکرے ہیں
کہ اک اک حرف برگ یاسمن ہے

جگر دل کی کلی کھلتی ہے پڑھ کر
یہ دل افروز گلزار سخن ہے

خاکی۔ جناب منشی سید امراؤ حسن صاحبؔ خلف جناب منشی سید نذیر علیصاحب ساکن سیوایت ضلع الہ آباد تلمیذ و عزیز جناب وارالہ آبادی

کس طرح نہ عندلیب ہو شاد
اچھا یہ چمن ہوا ہے آباد
خاکی کیا خوب ہے تاریخ اسکی
گلزار سخن ہے نخل مراد

۱۹۰۸ عیسوی

ریاض سخنور کامل۔ شاعر شیرین مقال فخر شعرائے ماضی و حال جناب مولوی سید ریاض الدین احمد صاحبؔ تلمیذ حضرت امیر مینائی نور اللہ مرقدہ

لکھا اے فیض گلزار سخن خوب
یقیناً ہے چمن با فیض ہوگا
ریاض اسکی یہی اچھی ہے تاریخ
یہ گلزار سخن با فیض ہوگا

۱۹۰۸ع

نوٹ:۔ افسوس ہے کہ آپ نے ۲ شوال ۱۳۲۶ھ کو درمیان طبع کتاب اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ خداوند کریم مغفرت کرے۔ مادہ تاریخ آپکا یہ ہے ہائے ضامن علی جلال ۱۳۲۶ھ

ولہ

کیا تذکرۂ فیض ریاض آپ نے دیکھا
کس لطف کے اشعار ہین کیا رنگ سخن ہے
پھولے ہوے ہین باغ مین کیسے گل رنگین
پھیلی ہوئی کیا رنگت گلہاے چمن ہے

ہے فیض زمانے کو جو گلزار سخن سے
تاریخ بھی۔ فیض گل گلزار سخن ہے

زوار۔ فخر روزگار جناب منشی سید زوار حسین صاحب زوار الہ آبادی سلمہ اللہ
مالک وایڈیٹر اخبار سیر عالم تلمیذ حضرت وسیم لکھنوی

فارسی

شاخ فردوس برین کان گہر
ہست این گلزار گلزار سخن
سال طبعش درسن ہجر لیست این
جان من زوار گلزار سخن

۱۳۲۶ھ

ولہ

اردو در صنعت توشیح یعنی اگر سر بیت بگیری نام مولف ظاہر گردد

جب کھلے گا باب گلزار سخن
صاف کھلجاین گے اسرار سخن
ناز ہے مجھ کو جناب فیض نے
گل چنے ہین چھوڑ کر خار سخن
ابتدا سے انتہا تک یہ کتاب
منتخب ہے یہ ہے اقرار سخن
برق سی چمکے گی سر پر غیر کے
دیکھنا تیغ ستم بار سخن
بارش باران ابر فکر سے
کیا پھلا پھولا ہے گلزار سخن
آپ کی فکر رسا سے پاگیا
آبرو ابر گہر بار سخن
یہ گل رنگ سپکہ کیون نہ ہون
بیخود و سرمست میخوار سخن
وصف کرنے کو مرے ممدوح کا
دوڑے آتے ہین طلبگار سخن
جوشش طبع روان سے آپکی
موجزن ہے بحر زخار سخن

گرم بازارِ سخن ہے سُن کے بہیر ٹوٹے پڑتے ہین خریدارِ سخن
نقدِ دل بھی دیکے مین مشتاق سرد کسقدر ہے گرم بازارِ سخن
آپ ہین مہرِ معانی یہ کتاب ہے بیاضِ صبحِ انوارِ سخن
تا جدارِ کشورِ معنے ہین آپ اور ہم سب آئینہ دارِ سخن
ہندی و اُردو مین تالیف آپکی ہے مہ و مہرِ پرُ انوارِ سخن
پوچھنا کیا آپ کے اشعار کا اُس کا خود شاہد ہے گلزارِ سخن
راہ مین رُکتا نہین ہے ایک دم کس قدر ہے تیز رہوارِ سخن
شاد ہو کر دوست دیکھین یہ کتاب کھٹکے چشمِ غیر مین خارِ سخن
اُس گلستان کی کوئی دیکھے بہار ہے عجب شاداب گلزارِ سخن
دیکھکر اُس میکدے کا رنگ و روپ مست ہے ہر اک قدح خوارِ سخن
صاف اُس آئینہ مین ہے منعکس عکسِ فکرِ آئینہ دارِ سخن
اے خوشا معمارِ فکرِ بلند اُٹھ گئی ہے چار دیوارِ سخن
حوضِ کوثر کا ہے تنک ہر بحر پر اُس طرح جاری ہین انوارِ سخن
بعد چھپنے کے کتابِ فیض کا ہوگا گاہک ہر خریدارِ سخن

خوب اے زوّار یہ تاریخ ہے
آج ہے کیا فیض گلزارِ سخن

سلیم جناب سید مصطفےٰ حسین صاحب ۱۹ شاگرد و ہمشیرزادہ حضرت افضل لکھنوی

اے چہ تصنیف فیض کاملِ فن شد سراسر دردلیاقت صرف
فکرِ تاریخ شد مرا چو سلیم خوض کردم بہ لفظ و معنی و حرف

سالِ طبعش زہاتفی جستم
گفت او ۔ نغمۂ ہزار شگرف
۱۹

ساقی جناب منشی محمد حامد علیصاحب خلف جناب مولوی حکیم محمد عابد علیصاحب کوثر خیرآبادی شاگرد جناب نسیم مہتمم گلدستہ پنجین لکھنؤ

تیرے گلزار سخن کو اے فیض
رشک گلزار ارم کیوں نہ کہوں
مستفیض اہل سخن اس سے ہوئے
دفتر فیض شیم کیوں نہ کہوں

سال ہجری کے لیے اے ساقی
نامۂ فیض رقم - کیوں نہ کہوں

سعید - جناب منشی محمد سعید صاحب پولیس ٹریننگ اسکول ریاست اندور

دیکھ کر اس نسخۂ گلزار کو
عقل ارباب سخن بس دنگ ہے
طبع کی تاریخ اس کی اے سعید
نسخۂ رنگین بہ آب و رنگ ہے

سلیم جناب محمد علیصاحب طالب علم کھنڈوہ ضلع نمار

جناب فیض کا نسخہ یہ آگیا چھپکر
بہار باغ سخن آئی جانفزا کیئے
سلیم چاہو جو لکھنا بہار یہ تاریخ
گل نشاط گلستان لکھا کیئے

شاد - جناب منشی دُرگا پرشاد صاحب سپرنٹنڈنٹ بندوبست کھنڈوہ

طبع شد جو رسالۂ نادر
بوے گلزار جان فزا آمد
پئے تاریخ شاد در گوشم
چہ سخن خوب این ندا آمد

شوکت - جناب قاضی حافظ محمد شوکت اللہ صاحب شوکت - انصاری ہوشنگ آباد

ہوا مطبوع یہ جب نسخہ
اسکے لنحون کو نسخ کر ڈالا
لکھو شوکت یہ مصرعۂ تاریخ
چشمۂ نور و فیض والا

صغیر - جناب منشی سید واجد حسین صاحب نو شنویس متوطن شہر لکھنؤ محلہ بلوچپورہ تلمیذ حضرت فصاحت لکھنوی

فیض نے تالیف فرمایا جو ہے یہ تذکرہ
نام اس کا فکر سے رکھا ہے گلزار سخن

خوب دکھلائی ہے آئین طبع رنگین کی بہار
تذکرون سے اورون کے اچھا ہے گلزار سخن

آئین ہین اشعار رنگین اور مضامین پر بہار
واقعی پھولون کا گلدستا ہے گلزار سخن

خال روے حور نقطے سطرین ہین گیسوے حور
گلشن فردوس کا نقشا ہے گلزار سخن

یہ خیال آیا دم فکر سنین سب سے صغیر
ویسی ہی تاریخ ہو جیسا ہے گلزار سخن

عندلیب طبع نے دی سال ہجری مین صدا
کیا بہار آئی پھلا پھولا ہے گلزار سخن

عشرت جناب منشی خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب سکریٹری انجمن اصلاح سخن واقع لکھنؤ شاگرد حضرت شاد مرحوم لکھنوی

فیض سخنور نے یہ تذکرہ اچھا لکھا
جانتے ہین آپ کو خوب سب اہل کمال

ناظم عذب البیان ناثر رطب اللسان
بلبل باغ سخن طوطی شکر مقال

نظم نئے رنگ کی نثر نئے ڈھنگ کی
ایک ہے جادو اگر دوسری سحر حلال

نظم پہ پروین فدا نثر پہ نثری نثار
روشنی طبع سے چاند کو ہے انفعال

شعر مین شوخی بھری نظم مین ہے تازگی
فکر ہے سب سے الگ سب سے اچھوتا خیال

منتخب اشعار کا تذکرہ عطر سخن
مختصر الفاظ مین ایسا ہے لکھنا محال

اسکا ہر اک صفحہ ہے غیرت ارژنگ چین
اس کا ہر اک نقش ہے لوح طلسم خیال

چست ہین کیا بندشین اور زبان ہے فصیح
صاف ہے طرز بیان واہ ہے کیا بول چال

طرفہ بیان عروض قید قوافی کے ساتھ
بندہے کوزے مین بحر بال کی کھینچی ہے کھال

حرف مین موتی کی آب لفظ مین سورج کی تاب
حسن رقم سے خجل حسن رخ مہ جمال

لوح رخ بوستان جدولین سب کہکشان
سطرین ہین گیسوے حور نقطے حسینون کے خال

ہر ورق زرفشان غیرت خورشید ہے
چین جبین ہر اک دائرہ رشک ہلال

یون ہے ہر اک لفظ مین معنی نو مستتر
شرم سے جیسے دلہن اپنا چھپائے جمال

اس کے ہر اک شعر کو پڑھ کے یہ کہتے ہین سب
زیبِ کنارِ سخن کیا ہے عروسِ خیال

فکر جو عشرت ہوئی مادۂ سال کی
طبع نے حل کر دیا ذہن رسا کا سوال

ایک ہی مصرعہ مین ہین دو سنین روان
گلشن صورت گری ستذکرۂ بمثال

عاجز جناب منشی رام گوبند سہائے صاحب سررشتہ دار
نائب مہتمم بندوبست کھنڈوہ ضلع نماڑ

در صنعت توشیح

یعنے

اگر سر ہر مصرعہ بگیری نام مؤلف ممدوح ظاہر گردد

بادِ نسیم فیض سے گلزار یہ اک کھل گیا
آئینہ سا سکتے مین ہوا اسپہ جو ڈالے اک نظر

باگِ قلم کو موڑ کر لازم ہے یہ کہ اِس گھڑی
وصفِ مؤلف مین لکھون اشعار کچھ زیبندہ تر

جاری ہے چشمہ فیض کا اُس منبع اخیار کا
گویا ہین حاتم وقت کے اس سے بھی بلکہ بیشتر

نوشیروان ہین عدل مین خلق و کرم مین لاجواب
آیا نہ ابتک آپ سا حاکم مجھے کوئی نظر

تھا آج تک جو کچھ سنا دیکھا تو اعلیٰ ہین کہین
پاسِ وفا صدق و صفا حلم و حیا ہین خوب تر

روشن زیادہ آپ کا جود و سخا مین نام ہو
شاداں رہین خرم رہین جبتک رہین شمس و قمر

آئینہ گو مشہور ہے لیکن صفائی یہ کہان
دل مین صفائی آپ کے جوہر عیان ہے خوش سیر

صد سال ہو سن آپکا ہر سال مین صد ماہ ہون
اور ماہ مین صد یوم ہون ہر یوم مین ہون صد پہر

حلم و حیا علم و ہنر مہر و کرم فیض اتم
باشند یارب این ہمہ قربان فرق پاک پر

گلزار کی جب کر چکا مین سیر یہ آیا خیال
دیگر مؤلف کو دعا تاریخ لکھون زود تر

تھی جستجو اِس مرکی تہ مین عاجز ناگہان
آئی ندا یہ غیب سے ۔ گلدستۂ فرحت اثر

۱۹۰۸ ع

عیش - جناب حافظ فضل الرحمن صاحب سوداگر سہاگپور

نسخہ ایسا چھپا ہے جسکو عیش
طبع کا سال بے سر اعدا
چمن نظم کا نہال کہون
تحفۂ فیض بیمثال کہون
تخرجہ ۱۹۶۶
۱۹-۶۵ بکری

عرق - جناب سید محمد شفقت حسین صاحب قادری محاسب دفتر جنگلات کھنڈوہ ضلع نماڑ

کیا فیض نے یہ عجب انتخاب
عرق کو تھی جو فکر تاریخ کی
حقیقت مین بیمثیل ونایاب ہے
کہا دل نے لکھ - باغ شاداب ہے
۱۳۲۶ھ

عاصی - جناب منشی کریم احمد صاحب مالگذار سیونی مالوہ ضلع ہوشنگ آباد

نسخہ عجیب اندنون مطبوع ہو گیا
عاصی کو فکر سال تھی ہاتف نے کہدیا
اگلی کتابون پر جسے حاصل ہے ارتفاع
لکھدو در عروس نظم - پے سال انطباع
۱۳۲۶ھ

از جناب منشی محمد عبد الکریم صاحب صدیقی مدرس مدرسۂ اردو کھنڈوہ ضلع نماڑ

ہر باخرد کہ نسخۂ گلزار را بدید
ہر کس بقدر فہم سخنہاے خوب گفت
در مدح او زبان و دہان تنا کشود
گفتم ز انتخاب بہار سخن فزود

در محفلے کہ خواندہ شد او گفتہ شد ہمین
صد آفرین کہ زینت بزم سخن نمود

عطا - جناب منشی محمد عطاء الرحمن صاحب صدیقی متوطن کھنڈوہ ضلع نماڑ

شایع ہوا ہے نسخۂ نادر وہ اے عطا
ہاتف نے جھوم جھوم کے مجھسے کہا کہ سال
معنی ہی نے اگر تو ہے نسخہ یہ جام مے
جوش بہار گلشن بزم نشاط ہے
۱۳۲۶ھ

فہیم - جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب شاگرد و ہمشیرہ زادہ حضرت افضل لکھنوی

جند التصنیف فیض ذی ہنر	چھپ کے جس کی چار سو شہرت ہوئی
فکر سال طبع تھی مجھ کو فہیم	بولا ہاتف چوگنی - عزت ہوئی
	۴۷۷

فضل - جناب منشی محمد فضل الکریم صاحب صدیقی ہیڈ کلرک دفتر بندوبست کھنڈوہ متوطن کھنڈوہ ضلع نمارڑ

مادۂ تاریخ

سخن فصیح فراہم اور تقریظ منظوم

لو ہوا مطبوع گلزار سخن	فیض سے یہ فیض ہم سب کو ملا
جمع اس میں پھول ہیں ہر رنگ کے	خوب یہ تیار گلدستہ کیا
مستند چوٹی کے جو اشعار تھے	منتشر تھے جمع اک جا کر دیا
انتخاب ایسا کیا ہے واہ وا	جس نے دیکھا بول اٹھا صد مرحبا
ہیں مؤلف اس کے وہ عالی مقام	فیض کا جن کے ہے چرچا جا بجا
اس قدر مقبول عالم آپ ہیں	مدح کرتا ہے ہر اک چھوٹا بڑا
حاکم ایسے کسکو ہوتے ہیں نصیب	حق میں ہیں محکوم کے فضل خدا
ماتحت پر اس قدر احسان ہیں	بے تحاشا دل سے دیتے ہیں دعا
کیسے کیسے کام سرِ دس میں کیے	ناخنِ تدبیر ہے عقدہ کشا
فیض کا دریا رواں ہے رات دن	یہ نیا اک فیض جاری ہو گیا
میں نے اس گلزار کی جب سیر کی	میرے دل سے فضل یہ نکلی دعا
بوے شہرت اس کی پھیلے عام میں	خلق عالمگیر جیسے آپ کا

ز اسد رضا

ولہ

قطعہ تاریخ فارسی

این انتخاب جوہری باخرد چہ کرد | دُر ہاے آبدار بہ یک رشتہ بسفت

کردم چو فکر از پئے تاریخ طبع فضل
عالم پسند نسخۂ دلکش سرش گفت
۱۳۲۶

ولہ

فضل ایسی چھپ گئی ہے یہ کتاب | جس کو مانین گے سبھی بے قال و قیل
سوچ مین تھا مین کہ ہو تاریخ طبع | خود بہ خود یہہ ہو گئی پیدا سبیل

از سر تین و ہم بولا سروش
بے نظیر و بے مثال و بے عدیل
۱۳۲۶

کلیم - جناب سید محمد علیصاحب شاگرد و نبیرۂ حضرت افضل لکھنوی

عمریست کہ بوے گل گلزار سخن | آید بہ مشام من بہ ہر صبح و بہ شام
گل گل بشگفت نغمۂ خاطر من | از فیض ہواے تازہ گشتم خوش کام

جستم چو کلیم سال طبع از ہاتف
او گفت کہ خوش مذاق و نایاب کلام
۱۳۲۶

کوثر - از چکیدۂ قلم فصاحت رقم جناب مولوی محمد عابد علی صاحب خیرآبادی شاگرد حضرت امیر مینائی لکھنوی مرحوم

در صفت گلزار سخن

چھپ گیا صد شکر گلزار سخن | تازہ فکر شاعر رنگین بیان
بندشین سب چست ترکیبین درست | شوخیان لفظونمین گکسالی زبان

نظمِ پروین ہے کہ الفاظِ بلند | مصرعِ روشن کہ خطِ کہکشان
دائرے حرفوں کے ہین کرسی نشین | ہے زمینِ شعر ہفتم آسمان
ہے فصاحت اور بلاغت موجزن | آمدِ مضمون کہ دریا ہے روان
کاغذِ رنگین بہارِ باغِ خلد | بیل بوٹے ہین کہ گلزارِ جنان
جدولون پر سبزۂ خط کا یقین | سطرون پر زلفِ مسلسل کا گمان
روشنائی سے تجمل لیلی کی زلف | ہے بیاضِ صفحہ روئے مہرخان
تذکرہ لکھنے سے دنیا مین ہوا | زندۂ جاوید نامِ شاعران

فکر ہے کوثر جو سالِ طبع کی
حسبِ استدعائے فیضِ نکتہ دان

قطعہ تاریخ

ہمتِ فیضِ سخنور سے چھپا | خوشنما رنگین جو گلزارِ سخن
طبعِ رنگین نے کھلائے چار سو | معنیِ تازہ سے لالہ نارون
نکہتِ گلہائے رنگین سے دماغ | بن گیا ہے طبلۂ مشکِ ختن
صفحۂ کاغذ ہین تختے باغ کے | بیل بوٹون سے کھلا رنگین چمن
آب و رنگ معنی و الفاظ سے | منفعل ہین لعل و یاقوتِ یمن
شاعرون کا تذکرہ ایسا لکھا | جی اُٹھے پھر مر کے سب اربابِ فن
سترہ کم کر کے سالِ عیسوی | نکہتِ عطرِ گلستانِ سخن

کلیم - جناب منشی محمد محفوظ الکریم صاحب صدیقی دفتر
کانسرویٹر جنگلات جبل پور

فارسی

گشت مطبوع نسخۂ نادر | ہست گنجِ لطافتِ وفرحت

مصرعۂ سالِ طبع گفت کلیم
چشمۂ فیض نیز بہجت

وزن ۱۹ ع

کیسا اچھا لکھا یہ نسخہ — اقبال ہو فیض کا فزون روز
لکھدو کلیم سال تاریخ — گلزار سخن ہے بزم افروز

مظہر - جناب مظہر العلیم صدیقی خلف جناب افضل کھنڈوہ

منتخب اشعار کا مجمع چھپا — ہے جناب فیض کا ہمپر کرم
انتخاب ایسا میسر ہے کہان — جتنی کیجے اس کی ہے تعریف کم
نام سے ظاہر ہے گلزار سخن — کیا لکھین توصیف اس نسخہ کی ہم
اہلِ بنیش یہ کہین گے دیکھکر — بیگمان ہے غیرتِ باغِ ارم
یہ مناسب ہے تجھے مظہر کہ اب — فی البدیہہ ہاتھ مین لے کر قلم

طبع کی تاریخ اس کی زود تر
گلشن شاداب خوبی - کر رقم

مسعود - جناب محمد مسعود الکریم صاحب - برادر کوچک
جناب فضل کھنڈوہ ضلع ناڑر

جناب فیض کا نسخہ چھپا ہے — بلاغت مین جو ہین سحبانِ ثانی
لکھو تاریخ اے مسعود اسکی — دکھاؤ کچھ طبیعت کی روانی

قلم کرکے سرِ ایراد لکھدو
رفیع الشان دُرِ بحرِ معانی

۱۳۲۷

۱

۱۳۲۶ھ

منیر۔ سخنورِ شیرین سخن و خوش تقریر جناب مولوی محمد منیر صاحب مصحح مطبع منشی نول کشور تلمیذ جناب فصاحت الکھنوی

فارسی

جمع کردست فیض این اشعار — یا کہ سفتہ است گوہرِ خوش آب
وہ چہ گلزارِ پُر بہارِ سخن — کہ شگفتہ است ازان دلِ احباب
بہرِ سیر فضائے این بستان — روحِ سعدیؒ بگو رشد بتیاب
فکرِ تاریخ کرد طبعِ منیر — دید چون این ریاض را شاداب

سالِ ہجری بہ گفت ہاتفِ غیب
چشمۂ فیض ۔ ہدیۂ نایاب
۱۳۲۷ھ

ولہ اردو

کیا پُر بہار سارا زمانہ ہے آج کل — دکھلا رہا ہے لطفِ سخن کیفِ بوستان
مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن — اس بحر میں ہی بلبلِ خوش لہجہ نغمہ خوان
بہرِ نثارِ شاہدِ مضمونِ دلفریب — زر سے بھری ہیں باغمیں پھولنکی جو لیاں
سچ تو یہ ہے کہ خامۂ رنگین فیض نے — باغِ جہانمیں طرفہ کھلایا ہی گلستان
یہ باغ وہ ہی رشکِ دہِ گلشنِ ارم — جسپر ہی آج کل نظرِ فیض نکتہ داں
ہے اپنی باغبانِ حقیقی سے یہ دعا — جب تک رہے بہار پہ یہ گلشنِ جہان
جب تک نہ فلک ہے سرسبز باغِ دہر — فیضِ کرم سے تیرے ہیں فیض شادمان
دیکھا جو مجھکو فکر میں تاریخ کی منیر — آئی صدائے ہاتفِ غیبی یہ ناگہان

سالِ مسیحی اسکا لکھو از سرِ طرب
گلزارِ پُر بہار۔ گلستانِ بیخزاں
سنہ ۱۹۰۸ء

ایضاً

یہ وہ گلزارِ فیض ہے جس پر — صدقے سو جان سے ہو عروسِ بہار
ہے درست و بجا کہیں جو اسے — چشمۂ فیض مطلعِ انوار
اسکا ہر ایک گل ہے رشکِ چمن — نام کو بھی نہیں ہے کوئی خار
اسکا ہر نقطہ رشکِ خالِ حسین — اس کی ہر بیت ابروے خمدار
یہ وہ گلشن ہے جسکا رضوان بھی — جان و دل سے ہو طالبِ دیدار
اسی گلزار کی اڑا کر بو — مہک اٹھا ہے طبلۂ عطار
یہ گلستانِ بیخزان ہے وہ — جس پہ جانِ بہار بھی ہے نثار
کیا ریاضت سے تیری اے فیض — آج ہر سو گلوں کے ہیں انبار
ہے خدا سے یہی دعا میری — رہے جب تک یہ دور لیل و نہار
تو پھلے پھولے بلغِ عالم میں — نخلِ امید تیرے لائیں بار
ہو پسند جہان کلام ترا — گرم جب تک سخن کا ہے بازار
یا الٰہی زمین پہ جب تک — رہے قائم یہ چرخِ مینا کار
میرے ممدوح کا زمانہ میں — رہے افزون مدام عز و وقار
بنے ہر موے تن زبان تو بھی — مدح تیری نہ ہو سکے زنہار
فکر یہ ہے کہ اب لکھوں تاریخ — کر چکا مدعائے دل اظہار
عیسوی سال کا جو آیا خیال — دی صدا یہ سروش نے اکبار

ہاں زروے ادب منیر لکھو
رشکِ باغِ جنان ہے گلزار

سنہ ۱۹۰۸ع

نسیم - جناب منشی محمد مقبول الکریم صاحب صدیقی - طالب علم جبل پور ساکن کھنڈوہ

جاری ہوا یہ ایک نیا فیض فیض کا — انکی توجہ سے جو یہ گلزار چھپ گیا
شاعر جو ذی مدار تھے اُن کے کلام کو — بس سب کو منتخب کیا اور ایک جا کیا
ممکن نہ تھا کہ ایک جگہ ہو سخن لطیف — سچ پوچھیے تو ہم پہ یہ احسان کیا بڑا
مقبول عام ہووے یہ تاریخ اسی کریم — اقبال و عمر اس کے مؤلف کا ہو سوا
دل کہہ رہا تھا سیر تو تم اس کی کر چکے — لازم ہی اب کہ سال لکھو اسکے طبع کا

اعدا کا سر اُڑا کے یہ ہاتف نے اے نسیم
ہے لاجواب مخزن اشعار - کہدیا

۱۳۲۷

۱۳۲۶ھ

وسیم - سخنور یکتا سرآمد شعرا جناب سید محمد عسکری صاحب خیرآبادی مدظلہ العالی مہتمم گلچین لکھنؤ تلمیذ حضرت امیر مینائی لکھنوی برادر حضرت ریاض مالک و ایڈیٹر ریاض الاخبار لکھنؤ و اُستاد مؤلف کتاب ہذا

فارسی

خوب گلزار سخن را آراست — طبع رنگین محب فیض
فکر تاریخ جو کردیم وسیم — دل ما گفت - کتاب با فیض

۱۳۲۶ھ

و لہ اردو

فیض کے ابر کرم سے کھل گیا — جب سخن کے پھولوں کا تازہ چمن
خلد سے آکر ہوا بولی وسیم — بیخزان گلزار گلزار سخن

۱۲ — ۱۸۹۶
۱۲
۹۰۸ ع

واجد - جناب سید واجد حسین صاحب سلمہ برادر حضرت زوار الہ آبادی

گلزار سخن کا جو وا باب ہوا	جس نے دیکھا وہ فیضیاب ہوا
ہاتف نے کہا دیکھکے مجھسے واجد	عاقبانہ بہر انتخاب ہوا

یوسف - جناب منشی محمد یوسف صاحب مظفر پوری منصرم بندوبست ضلع بھاگلپور شاگرد حضرت وسیم مہتمم گلچین لکھنؤ

لکھ چکے فیض سخنور جس وقت	تذکرہ غیرت بتخانہ چین
بولے دل دیکے عبادل یوسف	واہ گلزار سخن ہے رنگین

ہجری ۱۳۲۶

یوسف - جناب محمد یوسف خانصاحب سلمہ اللہ - فارسٹر محکمہ جنگلات اٹاری ضلع ہوشنگ آباد

معطر ہوے شاعرون کے شام	سخن کا ہے گلزار یہ لاکلام
میسر تھا ایسا کہان انتخاب	مولف نے اسکے کیا خوب کام

جو ہے فکر تاریخ یوسف تحسین
لکھو بے تامل - خوشا فیض عام

۱۹۰۸ء

یوسف - جناب منشی محمد یوسف صاحب سلمہ اللہ کلرک فارسٹ آفس ہوشنگ آباد

اس کے چھپنے سے معطر ہے دماغ	بولے گلزار سخن - اس کو کہہ
طبع کا سن جو ہے لکھنا یوسف	زعفران زار سخن - اس کو کہہ

۱۳۲۶ھ

حدیقۂ نسترن و نسترن

یعنی

قطعات جدید طبع گلزار سخن

واضح ہو۔ کہ ذیل مین باعتبار حروف تہجی وہ قطعات تاریخ درج کیے جاتے ہین جو بروقت ختم کتاب سنہ ۱۹۰۹ع مین وصول ہوے۔ اگرچہ کتاب سنہ ۱۹۰۸ع مین طیار ہوگئی تھی چنانچہ اوپر لکھی ہوئی تاریخین اُسی سنہ مین ہین۔ مگر ہم بخیال دلشکنی احباب انکو بھی شکریہ کے ساتھ درج گلدستہ ہذا کرتے ہین۔ مؤلف۔

رعب۔ عالم المعی محقق ذوفنون وحید عصر جناب ابوالصواب مولوی حکیم محمد حنیف علی صاحب قریشی انصاری شاہ آبادی مدظلہ العالی تلمیذ حضرت جلال مرحوم

از مقام سیکین برٹش گلنشین متعینہ پیلن (چین)

مژدہ خوشخوانان کہ شد مطبوع رنگین تذکرہ — آدہ کہ رنگین تذکرہ یا گل بدستار سخن

دُرِ شہواری معاذ اللہ غلط گفتم غلط — طُرفہ دریاے پر از دُرہاے شہوار سخن

گرمیِ آتش بجاں شعلہ بگفن دیدنی ست — یوسفے مشعل فروشش آمد بازار سخن

جذّا کلک بہار انگیز رنگین نقش فیض — کز چنان شاخ این چنین بشگفتہ آزہار سخن

فیض۔ دانی کیست فیض؟ آن شمع بزم علم و فن — کز جبین روشنش مے تابد انوار سخن

آنکہ در بزم سخن ہنگام معنے سنجیش — کمتر از کمتر شمارد ذوق لبسیار سخن

قلزم فیضے کہ گوئی گردد از طبع روان — نالِ[1] کلکِ او رگِ ابر گہربار سخن

فکرش از جوشِ معانی چشمہ سار شعر تر — طبعش از فرطِ روانی ابر مدرار سخن

بر حریفان خوانِ الوانِ سخن گستردہ است — تا کہ مے باشد ازین خوان زر بردار سخن

خوش خیابانی بود ہر صفحہ زین رنگین کتاب — کاندران شد فکرِ باغ آراش گلکار سخن

ہست گلزار سخن نامش ولے از روے فیض — میتوان گفتن بنا لستانِ اثمار سخن

[1] نال بفتح نون اُن نیشکر کو کہتے ہین جو قلم مین ہوتے ہین ۱۲

چون بصد جوشِ بہار از گلشن آبادِ پریس
شد مشامِ آرام این گلزارِ افکارِ سخن

۱
عندلیبِ طبعِ من زد نغمہ تاریخِ طبع
اے زہے ہے ہے زہے گل کرد گلزارِ سخن

سالِ ہجری گفتم و دل گفت خوش گفتی دلے
ہاؤ ہو بگذار اے مستِ قدح خوارِ سخن
مصرعے دیگر بخوان ہاں مصرعے دیگر بخوان
تا نخوانندت کہ شد دیوانہ ہشیارِ سخن
گفتم از گلزار خیز و مستی و دیوانگی
انیت گلزار و منم مستِ جنون کارِ سخن

ورنہ گلبانگ سنین عیسوی خواہم زدن
گلبنِ شعر و بہارِ بزم و گلزارِ سخن

گفت اے رعبِ سخنور مصرعے تیکوست این
لیک لفظِ "بزم" دور آمد ز منہجِ کارِ سخن
گیرم از شعر و سخن رسم ست بزم آراستن
نکتہ چین را این قدر کو فکر در کارِ سخن
گفتم اے دل اے شگرف اندیشہ اے جانانِ رعب
اے نگاہِ ژرف پیمائے تو معیارِ سخن
انیکہ می گویم بتقلیدِ مذہبِ ما بودہ ست
حسبِ قولِ اوستاد آن بحرِ زخارِ سخن
بے لطیفہ تخرجہ یا تعمیہ عیب ست عیب
ونچنین تاریخ گوئی نیست جز عارِ سخن
ورنہ گر زین قید مانندِ عوام آیم برون
ہم تو دانی بر من آسان ست دشوارِ سخن
تا نگیری خردہ در ذوقِ تناسب پروری
گر نہم از تخرجہ داغے بر رخسارِ سخن

سالِ ہجری لاکلام این ست بے مثل و نظیر
گلشنِ شعر و بہارِ نظم و گلزارِ سخن

نوٹ:- ہم جناب رعب صاحب شاہ آبادی کے تہ دل سے شکر گذار ہیں کہ آپ نے (یکین) جیسے دور و دراز مقام سے گلزارِ سخن کے لیے قطعات مذکورہ بالا روانہ فرما کر شکر گذاری کا موقع عطا فرمایا ہے۔ گو وقت نہ تھا لیکن ہم نے خاص انتظام سے اپنے دورِ افتادہ کرم فرما کا عطیہ فخر کے ساتھ داخلِ کتاب کیا ہے۔
اس موقع پر ہم افسوس کرتے ہیں۔ کہ آپ نے قطعات مذکورہ کے ہمراہ اپنے حالات سے ہمکو مطلع نہ فرمایا ورنہ حسبطور سے ممکن ہوتا ہم آپکا کلام اور حالات ردیف (ر) میں شاملِ دورِ اصحاب کے مزید بالصدر گلزارِ سخن میں شامل کرتے خیر یارِ زندہ صحبت باقی۔
نیکن ایک غزل تعاق سے دستیاب ہوگئی تھی جو کہ گلزارِ سخن کے صفحہ (۱۲۸) پر ناظرین کی دلچسپی کے لیے درج ہے (مؤلف)

صبیح - جناب مولوی حکیم سید محمد فخر الدین احمد صاحب حیادی شاگرد حضرت وسیم مہتمم گلچین لکھنؤ

کیونکر نہ ہو مقبول جہان مین یہ کتاب | تالیف مرے فیض نے فرمائی ہے

کیا خوب ہے یہ طبع کی تاریخ صبیح
گلزار سخن مین یہ بہار آئی ہے

عنایت - عالی خیال جناب منشی عنایت حسین صاحب منصرم مطبع منشی نول کشور تلمیذ جناب فصاحت لکھنوی

خوب گلدستہ یہ ہوا مطبوع | کہ زمانہ ہے فیضیاب سخن
نظم دلچسپ کہتے ہین اسکو | ختم ہے اس پہ انتساب سخن
اس مین پر ضو ہین بے شمار اشعار | مثل انجم کے ہے حساب سخن
قلزم فکر نوجوان سے ہے روان | تازہ ہے گلشن شباب سخن
حضرت فیض کی توجہ سے | ہوئی وہ چند آب و تاب سخن
اے عنایت تمام اہل نظر | کہتے ہین اس کو انتخاب سخن

سر افق کا اٹھا کے لکھ تاریخ
اب یہ نکلا ہے آفتاب سخن

فصاحت - ماہر فن استاد زمن عالیجناب سید عباس حسن صاحب ظلہ لکھنوی خلف اصغر حضرت امانت مرحوم و برادر خرد و جانشین حضرت لطافت مرحوم

رباعی در صنعت زیر و بینہ

یہ تذکرہ ہے فیض کا معیار سخن | لین جلد فصاحت اب خریدار سخن

لکھو حسن عیسوی زبر بینہ مین
دیکھو ہے سند طبع گلزار سخن
۱۹۰۹ء

منیر۔ شاعر بے نظیر۔ جناب مولوی محمد منیر صاحب سلمہ مصحح مطبع منشی نول کشور و منیر مصحح کتاب ہذا

فارسی

الصلا تماشا فیض ما برداشتہ — پردہ از روے نگار ماہ رخسار سخن
مرحبا فیض سخنور نکتہ سنج — سہل گشت از ذات والاے تو دشوار سخن
حریفان سبوکش را تو زین یک جرعہ مے — کردۂ مدہوش و بیخود مست و سرشار سخن
اینت گلزار سخن یا مخزن علم عروض — اینت گلدستہ کہ دیوان گاہ بر کار سخن
گلبن شعر است این یا معدن لعل و گہر — سفتۂ در سلک معنے دُرِ شہوار سخن
باش خاموش اے منیر اہل سخن دادند داد — آنکہ دانستند رنگ شعر و معیار سخن
مختصر کن طول دہ سر بر دار و سال طبع گو — گفتگو ہیچ است ہیچ این بہر اظہار سخن

عندلیب طبع زد نغمہ بسال ہمچو ش
بے بہا و لاجواب و فرد گلزار سخن

ایضاً

فیض فیض آرا سخن پرداز یکتا نکتہ سنج — آنکہ بر یکتائیش باشد خود اقرار سخن
جز بوے معنی ندارد کار۔ گویا آمدہ — فکر او مرکز براے خط پرکار سخن
امتیاز آرائی ذہنش ہمی سازد جدا — رنگ از بیرنگی شعر و گل از خار سخن
شاہد معنی بصد حسن و ادا رخ برفروخت — بر بساط جلوہ از بہر طلب گار سخن
دلکشا۔ دلچسپ افتاد اے خوشا طرز کلام — جانفزا۔ جانبخش آمد وہ چہ ہنجار سخن
شد جو با صد رنگ رنگین ساز بزم انطباع — اینچنین گلزار رنگا رنگ افکار سخن

از پئے سال مسیحی زد رقم کلک منیر
سنج افکار رنگا رنگ گلزار سخن
سنہ ۱۹۰۱ء

ولہ اُردو

کون ہے یارب بہار آرائے اسرارِ سخن
آج انوکھی شان سے پھولا ہے گلزارِ سخن

ذہنِ روشن کا ہی کس رنگین طبیعت کے اثر
دلکشا تر صبحِ گلشن سے ہین انوارِ سخن

شاہدِ گلزار کا جلوہ ہے گویا گل فروش
ہان بہارِ بیخزان لوٹین خریدارِ سخن

لطف اُٹھائین سیر کو آئین زر از نگین مزاج
آج پھولون سے ہوا ہے فرشِ بازارِ سخن

اللہ اللہ نوعروسانِ چمن کی شوخیان
لوٹ ہین جن کی اداؤن پر طلبگارِ سخن

اِس چمن کے ہین چمن آرا وہ فیضِ نامور
جن سے ہے گلزار گلزار آج گلزارِ سخن

وہ سراپا فیض - جن کی گلشن آرا فکر نے
یہ لگایا ہے نرالا باغِ افکارِ سخن

اُن کے مہرِ طبعِ انور سے ہوے پرتو پذیر
کیون نہ مانندِ قمر تابان ہون رخسارِ سخن

خامۂ معنے طراز اُن کا دمِ صورت گری
لاک سہی قامت ہی معشوقِ خوش اطوارِ سخن

فکرِ مضمون آفرین اُن کی قیامت کی ہی شوخ
کیجیے اک پردہ نشین محبوبِ دلدارِ سخن

کون ہی اُن کے سوا بالانشینِ بزمِ شعر
فرقِ فرخ اُن کا ہے شایانِ دستارِ سخن

آج گویا اُنکی جانب ہی سخن کی بازگشت
مرجعِ اہلِ سخن ہے اُنکا ہے دربارِ سخن

ہین وہ ساقی اور مے ناب سخن کا دور ہی
انجمن مین اُنکی ہے ہر ایک سرشارِ سخن

وہ سخنور خود سخن کا قول ہی جن کے حضور
ہے سخن تیرے لیے اور تو سزاوارِ سخن

واقعی سچ بھی یہی ہی سچ اگر پوچھو منیر
میرے دعوے کے مطابق ہی یہ اقرارِ سخن

اے سخن پرداز - اے فیضِ سخنور - بزم مین
آج تجھ سے ہی فروغِ شمعِ انوارِ سخن

آج کل پیدا کہان تجھسا سخن کا قدردان
لوحِ ہستی سے مٹے جاتے تھے آثارِ سخن

عام ہی فیضِ سخن تیری سخن سنجی کا آج
ہین سخنور تیرے احسان سے گرانبارِ سخن

باغ کا نظر مین بندھتا ہی سماں ہوتی ہی جب
گلفشانی تیری رنگ افزاے اظہارِ سخن

تو نے گلزارِ سخن لکھا ہی نادر تذکرہ
واہ کیا رنگین لگایا باغِ اظہارِ سخن

یہ وہ گلزارِ سخن ہے جسمین آتے ہین نظر
سر بسر گلہائے معنی زیبِ اشجارِ سخن

اِسکے اشجارِ گل آگین کی ہین ہر اک شاخ پر
نغمہ زن مجھ سے ہزارون بلبلِ زارِ سخن

اِسکے گلہائے شگفتہ کی شمیم جانفزا
مژدۂ صحت ہے گویا بہرِ بیمارِ سخن

دیکھ کر اِس باغ کو تیرا ثنا گستر منیر
فکر مین تاریخ کی تھا محو تکرارِ سخن

بلبلِ سدرہ نے دی یون سالِ ہجری کی ندا
واہ وا پھولا پھلا گلزارِ گلزارِ سخن ۱۳۲۷ھ

ولہ

مژدہ ریاضِ دہر مین دے اے صبا اُنھین
جو لوگ علم دوست ہین خواہانِ شاعری

فیضِ جنابِ فیض سے باغِ جہانمین آج
دیکھو کھلا ہے کیا چمنستانِ شاعری

اشعار ہین نہال مضامین گل و ثمر
بیخوف ہے خزان سے یہ بستانِ شاعری

اہلِ نظر جہان کے زرا دیکھین غور سے
گلدستۂ سخن ہے کہ میزانِ شاعری

ترتیب دی ہے فیضِ سخنور نے یہ کتاب
کیون اسکو اہلِ دل نہ کہین جانِ شاعری

وہ فیض جنکے فیض سے عالم ہے بہرہ ور
ہے ذات سے اُنھین کی فزون شانِ شاعری

ہو کیون نہ مستفیض جہان اُنکے فیض سے
عالم مین آج ہین وہ زباندانِ شاعری

ہجری مین لکھدو سالِ دعائیہ اے منیر
پھولے پھلے مدام گلستانِ شاعری ۱۳۲۷ھ

مختار۔ جناب منشی مختار احمد صاحب تلمیذ حضرت مظہر آغا صاحب مظہر مرحوم

واکلکِ فکر نے قفلِ درِ مضمون کیا
کر نچھاور طبعِ حاتم تو بھی دینارِ سخن

لا درِ مضمونِ گران قیمت جو ہون فی ہن رسا
جمع ہین بازارِ معنے مین خریدارِ سخن

حسبِ ارشادِ جنابِ فیض کرتا ہون رقم
صنعتِ منقوط مین تاریخ گلزارِ سخن

راس لانا اے فلک اُن شاعرانِ ہند نے
ڈرتے ڈرتے پھر کیا ہے گرم بازارِ سخن

واہ کیا نسخہ جنابِ فیض نے لکھا جسے
رو بصحت دیکھکر ہوتے ہین بیمارِ سخن

بلبلِ معنے گلِ مضمون مین ہے یون چہچہا
جسطرح معشوق و عاشق مین ہو تکرارِ سخن

علمِ آداب و ادب تہذیب و اخلاق و عروض
جمع کس خوبی سے ہین دیکھین طلبگارِ سخن

چاہتا ہے کھل نہین سکتی زبانِ معترض
لب کو سکے قفلِ خاموشی ہوا خارِ سخن

بندش مضمونِ عالی ہی کہ ہے وحیِ فلک
مبتدی سے وا نہ ہوگا بابِ اسرارِ سخن

دعوے مختار سچ یا جھوٹ ہے کھلجائیگا
دیکھ لو اہلِ سخن لے کر وہ گلزارِ سخن

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

طبع ہوا از جانب مطبع رقم زدۂ حقیر فقیر راجی رحمت رب قدیر محمد منیر منیر
مصحح کتاب

نہ

قصیدہ سرائی مدحت و ثنا اُس ناظمِ دیوانِ قضا و قدر کے لیے سزاوار ہے جسنے بنائے نظمِ عالم ... ی اربع عناصر سے زینت بخشی اور مثلث موالید ثلثہ سے انسان ضعیف البنیان کو حواس خمسہ عطا فرماکر مسجودِ ملائک فرمایا۔ اور مطلعِ آفتاب و مصرعۂ ہلال کو بیاضِ روز و سوادِ شب پر منظوم و مرقوم کیا۔ اور ردیف حمد نعت بے انتہا اُس شاہ بیت قصیدۂ رسالت کو زیبا ہے جسکے وجود ذیجود سے فصحاے عرب کا قافیہ تنگ ہوا اور جسکی نظمِ شریعت نے چار دانگ عالم مین اپنی قبولیت کا ڈنکا بجایا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ اما بعد اہلِ سخن کو مژدہ ہو کہ جسطرح جسمانی زندگی کے لیے قوت لایموت کی ضرورت ہے اسیطرح روح کی غذا کے لیے کلام منظوم سے بہتر کوئی شے نہین ہے لہذا ان ایام فرحت الختیام مین کہ ہر طرف شعر و شاعری کا چرچا ہے باغِ جہان طرح طرح کے پھولون سے بھرا ہی عروسِ سخن بازیب و زین اپنے دلدادون سے ہم آغوش ہے ہر طرف صداے نوشا نوش ہے ہر ایک اہلِ دل صہباے سخن سے مدہوش ہے انتخاب نایاب کان جواہر خیالات عالی حدیقۂ گل ہاے سرسبد خوش مقالی گلدستۂ نازک خیالی دفتر فصاحت جریدۂ بلاغت حاوی تذکرۂ حضرات شعراے کملاے

فن فخر زمن مسمی بہ "گلزار سخن" تالیف لطیف و تصنیف منیف نو بادۂ چمن فراست نونہال بوستان فکرت سہی سرو خیابان نعوت آبیار گلزار نجابتیاری نخلبند گلشن کامگاری رنگ و بوے گلشن ریاست ثمر پر مغز شجرۂ کیاست حاتم دوران فیاض زمان نیک نہاد عالی نژاد جناب معلی القاب بابو جگناتھ پرشاد صاحب متخلص بہ فیض مہتمم بندوبست کھنڈوہ ضلع نمارؔ جمین چار سو سے زاید شعرا کا تذکرہ اور کلام ہونے کے علاوہ شجرۃ الشعرا۔ اور مصرعہاے ضرب المثل و سراپا مع اشعار مثالیہ و مصطلحات اردو و ذکر عروض و قافیہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہے فرحت بخش جہان ہوا اللہ اللہ یہی وہ گلدستہ ہے جسکی نسیم جانفزا راحت بخش دل و دماغ سخن گویان عالم ہے اور یہی وہ ذخیرۂ نادر روزگار ہے جس کا ہر پھول رشک دہ ریاض رضوان ہے نثر سازون کیلیے یہ ساز ہے تو نظم طرازون کے واسطے طراز ہے۔ اگرچہ اسی طرح کے اور گلدستے بھی نیا مین طبع ہوے مگر اسکا ڈھنگ ہی نرالا ہے ہر شاعر کا تذکرہ شروع صفحہ پر ہوا ہے اگر [illegible] کے تخلص کر چند شتاصی معلوم ہوے ہین ان کے حالات مختصر درج کیے گئے ہین اور پھر یہ نہین کہ مشل اور گلدستون کے ایک دو شعر انتخاب کے لکھے ہون بلکہ پوری پوری غزلین اور وہ بھی ردیف وار لکھی گئی ہین جنسے ناظرین باتمکین پورا حظ اٹھا سکتے ہین۔ ظاہر مین تو یہ ایک کتاب ہے مگر باطن مین گویا چار سو دیوانون کا انتخاب ہے اور پھر الگ جس شاعر کا کلام علحدہ کرنا چاہیے الگ کر لیجیے۔ الحمد للہ کہ بصحت تمام و بعجلت مالا کلام یہ مجموعۂ جمعیت آئین باہزاران زیب و تزئین بماہ دسمبر ۱۹۰۹ عیسوی مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ مطبع فیض منیع مشہور نزد یک و دور منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین بہ سرپرستی ولی نعمت سکندر صولت فخر تاجران زمن رئیس مومتن راے بہادر جناب منشی پراگ نراین صاحب دام اقبالہ و ضاعف جلالہ مالک مطبع ہذا حسب فرمایش جناب مصنف صاحب ممدوح الصدر زیور طبع سے آراستہ ہوکر نذر ناظرین ہوا۔ کمترین کی دعا ہے کہ خداوند کریم اس گلزار پر بہار کو ہمیشہ پھولتا پھلتا نصیب کرے اور مصنف ممدوح کو جزاے خیر مرحمت فرماکر دیرگاہ مسند امارت پر جلوہ فرما و اہل حاجت کو آپ کی ذات فیض سمات سے مستفید و مستفیض رکھے۔ آمین ثم آمین۔ یارب العالمین۔

غلطنامہ گلزار سخن

واضح ہو۔ کہ ذیل مین اُن حروف غلط اور مشکوک کا غلطنامہ درج کیا جاتا ہے۔ جو بعد طبع ہونیکے نظر سے گذرے ہین۔ حضرات ناظرین اپنی اپنی کتاب مین صحت فرمالین اور علاوہ اسکے جو غلطیان نظر آئین انکو دہن عطا سے چھپا لین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
فہرست کا صفحہ (۲)	۱۸	۴۰۳	۳۰۳
گلزار سخن (۱)	۶	عندلیپ	عندلیب
۱۴	۱۸	طرح سے وصل	طرح وصل
۱۹	۶	ہرایک	ہراک
۲۲	۱۱	جھوکا	جھونکا
۴۵	۲۱	ارے	مارے
۴۶	۸	مل	کل
۵۴	۸	گلائی	کلائی
۹۵	۱۸	گنوائی	گنوائی
۹۷	۱۲	بجئی	بمبئی
۱۰۲	۱۵	شاہی	شادی
۱۰۷	۱۶	بھی	تھی
۱۰۸	۲	ماشادانی	باشادمانی
۱۱۵	۱۳	ریج	رنج
۱۱۶	۸	راولی	راوٹی
۱۱۸	۱۱	آلے مین	آنے مین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۳	۵	ب گھر	اب گھر
۱۳۹	۱۱	بلہان	ابلہان
۱۴۰	۱۲	سپ تازی	اسپ تازی
۱۴۰	۱۸	حمد حسن	احمد حسن
۱۴۷	۵	گرشاہین گنج	گوشائین گنج
۱۵۴	۱۷	ناپھٹے	ناچھٹے
۱۶۴	۱	بہاتا	بہانا
۱۶۸	۱	بیاباباں	بیاباں
۱۷۳	۱۵	گھو	کہو
۱۷۷	۱	بہادشاہ	بہادرشاہ
۱۷۹	۱۱	تین	مین
۱۸۳	۱۵	پہ	یہ
۲۰۰	۷	ہنکھین	آنکھین
۲۰۷	۱۳	ماشقی	عاشقی
۲۲۱	۱۵	مرآنکھ	ہرآنکھ
۲۲۱	۲۱	مرکلام	مرا کلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۲	۶	لیاہے	کیاہے	۴۶۳	۷	انہی	اتنی
۲۴۱	۱۶	حشم	خشم	〃	۱۱	مکی	ثنی زیبا
۲۸۸	۱۸	خوامخوا	خوامخواہ	۵۰۰	۱	لٹکتے ہزاروں	لٹکتے ہیں ہزاروں
۲۹۰	۱۷	قربان کیا	قربان گیا	۵۰۳	۵	وہی ہوتا ہی جو منظور خدا ہوتا ہی	بگڑی بنجاتی ہے فضل خدا ہوتا ہے
۳۱۵	۱۲	مجھکو	تجھکو	۵۳۲	۷	×	زوار
۳۳۲	۱۸	دراتے ہو	ڈراتے ہو	۵۵۲	۲۱	ناسخ	زوار
۳۴۰	۳	غلام حسین	غلام حسنین	۵۵۳	۱۰	دبہ غبغب	وہی غبغب
۳۶۹	۱۸	اسطرح کبھی آئیگا	اسطرح بھی آئیگا	۵۵۵	۱۳	×	زوار
۳۹۶	۱۰	ابھی	بھی	۵۵۹	۱۹	×	داغ
۴۳۰	۸	ان	یان	۵۶۰	۱۷	وحید	زوار
۴۳۰	۱۴	الی	مانی	۵۶۷	۱۱	×	زوار
۴۳۵	۴	خوشی ہوکر	خوش ہوکر	〃	۲۱	×	زوار
۴۳۹	۳	آنی ہے	آتی ہے	۵۷۹	۱۲	مضمون اور مسلسل	مضمون مسلسل
۴۵۵	۱۱	جد فاسد	جد بادری	۶۲۵	۱۲	کان کا نافہ	نافہ
۴۵۷	۸	بحت	بخت	۶۴۶	۱۳	انوار	انہار
۴۵۷	۱۰	اب	یارب				

نوٹ

صفحہ ۳۱۸ - مین نیازمند مؤلف کے خمسہ کا شعر - نہ ہرگز بھولکر زہر ہلاہل تم کبھی پینا + نہین تو پھر برابر ہی تمھارا مرنا اور جینا اسکو اسطرح پڑھین + نہین تو پھر برابر ہی تمھارا مرنا اور جینا + نہ ہرگز بھولکر زہر ہلاہل تم کبھی پینا + کیونکہ کاتب نے لوٹ دیا ہے اور جہان جہان لفظ (ذرا) ذال سے درج ہی وہ (ز) سے بنالیا جائے کیونکہ اہل زبان کے نزدیک ذال سے غلط ہے

یہ کتاب مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ سے ایک روپیہ آٹھ آنہ میں علاوہ محصول ڈاک دستیاب ہو سکتی ہے -

"آب بقا"

مولفہ جناب منشی سید زوار حسین صاحب زوار آلہ آبادی مقیم کھنڈوہ

یعنی - فارسی شعرا کا اُردو مین تذکرہ - دس بارہ سال کی محنت اور جانفشانی کا نتیجہ - دو حصونمین حصۂ اول مین فارسی شعرا کا تذکرہ اور اُنکا فارسی کلام - حصۂ دوم مین فارسی شاعرہ کا اُردو مین تذکرہ اور اُنکا فارسی کلام - ہر دو حصہ ایک جلد مین ہے -

ان خوبیو پر قیمت علاوہ محصول ڈاک صرف ایکروپیہ بارہ آنہ عہ

نوٹ :- ڈیڑھ آنے کا ٹکٹ بھیجکر فہرست اسماے شعرا اور شاعرہ جنکا تذکرہ آب بقا مین ہے، معہ ایک جلد نمونۂ "آب بقا" ذیل کے نشان سے مفت منگا سکتے ہین جس کے دیکھنے پر معلوم ہو سکتا ہے کہ آب بقا کتنا مفید اور دلچسپ تذکرہ ہے - اُردو مین آجتک ایسا تذکرہ دیکھنے سننے مین نہین آیا -

"حیبی سانپ"

ایک اوریجنل اور اخلاقی ناول جسمین عشق و حسن کے کرشمے - ملکی بدنظمی کا فوٹو - ناٹکون مین مستورات کی نظارہ بازی - انگریزی کی ضرورت - زنانہ اور مردانہ اسکول کے الحاق کا نتیجہ - تعلیم نسوان کے فوائد اور نقائص اُردو اخبارات پر ریویو - پابندی مذہب نہ کرنیکا اثر وغیرہ وغیرہ سلیس اُردو مین بیان کیے گئے ہین قیمت صرف آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک -

دونون کتابین نقد قیمت یا ویلیو پی ایبل پارسل کے ذریعہ روانہ ہو سکتی ہین جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ آنا چاہیے -

المشتہر

منیجر اُردو پرنٹنگ پریس کھنڈوہ ضلع نمارڑ ملک متوسط

اعلان

عام وقفیت کی غرض سے اعلان
کیا جاتا ہے کہ کتاب گلزار سخن کا حق تالیف
بحق عالیجناب فیضمآب جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب
بہادر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر و نائب مہتمم بندوبست
کھنڈوہ متخلص بہ فیض محفوظ ہے پس کوئی صاحب
بغیر منظوری صاحب ممدوح گلزار سخن کے چھاپنے اور
چھپانے کی تکلیف نہ اٹھائیں۔

نوٹ:۔ بابو صاحب ممدوح کی تصنیف کردہ ہندی
کتابیں مثل چھند پربھاکر۔ کاویہ پربھاکر۔ کال پربودھ
اور نو پنچامرت رامائن وغیرہ شائقین فن۔ سری لکشمی
وینکٹیشور پریس مقام کلیان (دی۔ آئی۔ پی) سے
طلب فرماکر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

المشتہر

پنڈت گنگا دین دوبے
منیجر جناب بابو جگناتھ پرشاد صاحب
بہادر دام اقبالہ